معاملاتِ رسول ﷺ

حضورِ اکرم ﷺ کی مکمل زندگی پر مشتمل سیرتِ طیبہ
کی منفرد اور مکمل کتاب مستند حوالوں کے ساتھ

مرتب : قیوم نظامی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے۔

نئے اضافوں کے ساتھ نیا ایڈیشن

معاملاتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

نگہ بلند، سخن دلنواز، جاں پُرسوز
یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کے لیے

دین اور دنیا سنواریے

معاملاتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے عملی پہلوؤں
پر لکھی گئی اپنی نوعیت کی پہلی کتاب
مستند حوالوں کے ساتھ

مُرتّب
قیوم نظامی

جہانگیر بُکس
لاہور ۔ راولپنڈی ۔ ملتان ۔ حیدرآباد ۔ کراچی

محمد صلی اللہ علیہ وسلم

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا   مُرادیں غریبوں کی بَر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا   وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماویٰ
یتیموں کا والی غلاموں کا مولیٰ

خطا کار سے درگزر کرنے والا   بداندیش کے دل میں گھر کرنے والا
مفاسد کا زیر و زبر کرنے والا   قبائل کو شیر و شکر کرنے والا
اُتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

مسِ خام کو جس نے کندن بنایا   کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا
عرب جس پہ قرنوں سے تھا جہل چھایا   پلٹ دی بس اِک آن میں اُس کی کایا
رہا ڈر نہ بیڑے کو موجِ بلا کا
اِدھر سے اُدھر پھر گیا رُخ ہوا کا

[انتخاب مسدس حالی: الطاف حسین حالیؔ]

اِنتساب

دادا جی

صوفی احمد دین (مرحوم) کے نام

جن سے

میں نے صراطِ مستقیم پر چلنا سیکھا

یہ کتاب آپ کی انگلی پکڑ کر

آپ کو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی گلیوں میں لے جاتی ہے

اور بتاتی ہے کہ

رحمتہ اللعالمین ﷺ لوگوں سے کیسے پیش آتے تھے

کاروبار کیسے کرتے تھے

جنگوں میں حصہ کیسے لیتے تھے

غیر مسلموں سے کیسا سلوک کرتے تھے

انسانی حقوق کا کیسے خیال رکھتے تھے

ازواج مطہرات سے آپ ﷺ کا سلوک کیسا تھا

آپ ﷺ نے برداشت، رواداری اور انصاف کا کیسا نمونہ پیش کیا

کتاب کھولیے اور

زیارت کیجیے انسانیت کے سب سے بڑے محسن حضرت محمد ﷺ کی

فہرست

باب :1

عربوں کی حالت 31

باب :2

حضرت محمد ﷺ کے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام 35

باب :3

خاندان نبوت ﷺ 45

- قصی 45
- ہاشم 47
- رسول اکرم ﷺ کے دادا عبد المطلب 49
- چشمہ زم زم کی بازیافت 50
- ابرہہ کا کعبہ پر حملہ (عام الفیل) 51
- رسول اکرم ﷺ کے والد عبداللہ 54

باب 4:

ولادت باسعادت: بچپن اور لڑکپن 57

- بچپن و لڑکپن 59

باب 5:

بے داغ جوانی 69

- شادی خانہ آبادی 71
- غلام بیٹا بن گیا 74
- ثالث کی حیثیت میں 75
- انجمن امن و انصاف (حلف الفضول) 77

باب 6:

مثالی تاجر 81

باب 7:

ظہورِ نبوت ﷺ 87

- پہلی وحی 88
- نبوت کا مقصد 92
- علم و تعلیم 93
- خفیہ تبلیغ 96
- علانیہ تبلیغ 99
- سماجی دباؤ 103

- ظلم و ستم کی انتہا 106
- حضرت بلالؓ پر ظلم 108
- اسلام کی پہلی شہید خاتون 109
- حضرت حمزہؓ کا قبولِ اسلام 110
- حضرت عمرؓ کا قبولِ اسلام 110

باب 8:

پہلی ہجرت، تبلیغ، ایذا رسانی 115

- سوٹے بازی 117
- نادار صحابہ کی عزت افزائی 118
- سماجی بائیکاٹ 119
- غموں کا سال 124
- تبلیغی سفر طائف 127
- دو شخصیتوں کا ایمان لانا 131

باب 9:

معراج: رب سے ملاقات ضابطہ اخلاق 133

- ضابطہ اخلاق 135
- اسلامی مرکز کی تلاش 137
- جاسوس کی پکڑ 139
- ہجرت کے ہراول دستے 139

• مکی پارلیمنٹ کا ہنگامی اجلاس 141

باب 10:

اپنے وطن سے ہجرت 143

• قبا میں تشریف آوری 146

• پہلا خطبہ جمعہ 147

• مدینہ کی حالت 150

• مسجد نبوی ﷺ، ریاست کا مرکز 151

• مسجد کی امامت 154

• نبی ﷺ کا گھر 154

• مسجد ضرار 155

• مسجد میں تعلیم 157

باب 11:

مواخات: بے گھر افراد کی آباد کاری 163

باب 12:

میثاقِ مدینہ: انسانی تاریخ کا پہلا دستور 169

• اللہ تعالیٰ کی حاکمیت 170

• تحریری دستور 170

• تقسیم اختیارات 171

• متوازن دستور 171

- ریاست کی اخلاقی اساس 171
- سیاسی وحدت کا تصور 172
- اُمتِ مسلمہ کا تصور 172
- قانون کی حکمرانی 173
- مقامی رسوم و قوانین کا احترام 173
- معاشی کفالت کا تصور 174
- دفاعی معاہدہ 174
- بنیادی انسانی حقوق کی ضمانت 175
- مذہبی آزادی کا تحفظ 175
- خواتین کے حقوق کی ضمانت 176
- مخالفین کی سازشوں کا تدارک 176
- مدینہ دارالامن ہوگا 176
- یہودیوں کی سازشیں 178

باب 13:

عظیم سپہ سالار ﷺ: بدر سے حنین تک 183

- جنگِ بدر 187
- مجلسِ مشاورت 188
- جنگ کی تیاری 190
- خطابِ بدر 192

- مالِ غنیمت 195
- قیدیوں سے سلوک 196
- جنگِ اُحد 199
- شراب پر پابندی 203
- غزوۂ خندق (عرب کا پہلا جنگی تجربہ) 205
- نعیمؓ بن مسعود کی چال 207
- خیبر کی فتح (عسکری اور سماجی پہلو) 211
- مشاورت 212
- حضرت علیؓ کا اعزاز 213
- جنگِ حنین (سخاوت کے نمونے) 216
- معمولاتِ جہاد 222

باب: 14

صلح حدیبیہ۔ اعلیٰ سفارت کاری کا نمونہ 227

- معاہدے کا متن 233
- عہد کی پابندی 234

باب: 15

فتح مکہ: برداشت کا بے مثال مظاہرہ 237

- ابوسفیانؓ دربارِ نبوت میں 241
- خطبہ فتحِ مکہ 250

باب :16
حجۃ الوداع: انسانی حقوق کا پہلا چارٹر 253
انسانی حقوق 254
خواتین کے حقوق 256

باب :17
رفیقِ اعلیٰ کی جانب سفر 261

باب :18
حضور اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی 265
- عہدِ نبوی ﷺ میں سیاست کے اصول 270

باب :19
عدل و انصاف 273

باب :20
بے مثال شخصیت: عظیم اخلاق 281
- حلیۂ مبارک 281
- گفتگو اور چال 282
- لباس 283
- روزمرہ معمولات 284
- غسل 285
- معمولاتِ نماز 285

- سخاوتِ علم 286
- سخاوتِ مال اور عفو 287
- سخاوتِ دعا 288
- اخلاقِ نبوی ﷺ 289
- محبت 292
- لطافتِ طبع 294
- فہم و فراست 295
- جودتِ طبع 296
- عزم و استقلال 297
- شجاعت 298
- حسنِ عقیدہ 300
- نفاست و جمالیات 301
- عفت و حیا 304
- [illegible] 305
- ذاتی معاملات میں میانہ روی 306
- [illegible] 307
- [illegible] 309
- سادگی 310
- صبر و قناعت 311

- اپنے کام اپنے ہاتھ سے انجام دینا 313
- جذبۂ اخوت و ہمدردی 314
- عفو و کرم 315
- دوسروں کے جذبات کا احترام 316
- دوسروں کے متعلق حسنِ ظن 317
- خوش معاملگی 319
- چشم پوشی 320
- ایذا رسانی سے گریز 320
- ناحق قتل 322
- بچوں سے پیار 323
- رشتہ داروں سے مروت و احسان 325
- دوست احباب سے سلوک 327
- غریبوں اور مسکینوں سے ہمدردی 329
- بیواؤں اور یتیموں سے خصوصی شفقت 331
- غلاموں سے سلوک 331
- مہمانوں کی خدمت 333
- دشمنوں سے سلوک 334
- حیوانات پر مہربانی 335

- نیک عمل 336
- خدمت خلق 338

باب :21

معاملات رسول ﷺ 341

باب :22

معاشی معاملات 379

باب :23

گھریلو زندگی 389

- شادیوں کی حکمت 389
- ازواج سے حسن سلوک 393
- ازواج کی ناراضی 400
- حضرت فاطمہ زہراؓ کی شادی 401
- شوہر اور بیوی کے حقوق 403
- شوہر اور بیوی 405
- پڑوسیوں سے سلوک 406
- والدین سے سلوک 407

باب :24

غیر مسلموں سے سلوک 411

باب: 25
اسلام، تمباکو اور گٹکا 417

باب: 26
سیرتِ رسول ﷺ اور تعصب 425

باب: 27
رسول اللہ ﷺ کے عزیز و اقارب 435

باب: 28
سیرت طیبہ ایک نظر میں 439

سیرتِ طیبہ کا نیا انداز

میں نے قرآن پاک کی ابتدائی تعلیم اپنے دادا جی، صوفی احمد دین (مرحوم) سے حاصل کی۔ وہ عمر بھر قرآن و سنت کی حدود کے اندر رہتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ دادا جی ہر وقت قرآن پاک ترجمے کے ساتھ پڑھتے رہتے۔ ایک دن تکیے سے ٹیک لگائے قرآن پاک کی تلاوت کر رہے تھے کہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے، کھلا قرآن پاک اُن کے سینے سے لپٹا ہوا تھا۔ میں نے دادا جی سے صراط مستقیم پر چلتے ہوئے زندگی بسر کرنا سیکھا اپنے ابا جی عبدالحمید نظامی سے محنت اور دیانت سیکھی اور زندگی بھر حقوق العباد کے لیے جدوجہد کرتا رہا۔ تاریخ اسلامی کے بغور مطالعے سے بھی یہی حقیقت سامنے آتی ہے کہ اسلامی تعلیمات کے مطابق عبادات کا مقصد ایسے صالح معاشرے کی تشکیل تھا جس کے افراد متقی ہوں۔ مسلمان عبادات (نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ) پر توجہ دیتے ہیں مگر ان عبادات کا عکس سماج پر دکھائی نہیں دیتا۔ عبادات کی اہمیت مسلمہ ہے مگر شاید ان میں روح باقی نہیں رہی۔ مسلمان معاملات (حقوق العباد) کو بھول چکے ہیں۔ رب تعالیٰ نے روزِ قیامت حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کا حساب لینا ہے۔ مسلمانوں کی زندگی کے تمام افعال و اعمال دینی احکامات کے تابع ہیں گویا دنیاوی معاملات بھی شرعی احکامات کی حدود میں رہتے ہوئے طے کیے جاتے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کی زندگی ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے۔ نامور مؤرخین اور مذہبی سکالروں نے سیرت النبی ﷺ پر شاندار، بلند پایہ اور یادگار کتب تحریر کی ہیں جن میں واقعات کی تفصیل زیادہ ہے اور معاملات کا بیان بہت کم ہے۔ زیرِ نظر کتاب میں رحمۃ اللعالمین ﷺ کی عملی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ کی ولادت باسعادت سے لے کر رفیق اعلیٰ کی جانب سفر تک

آپ ﷺ کے اخلاقی، معاشرتی، معاشی، سیاسی اور گھریلو معاملات کو دلچسپ اور عام فہم انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ قارئین کو کتاب کے ہر باب میں واقعات کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کی عملی زندگی کے بارے میں ارشادات اور معمولات بھی پڑھنے کو ملیں گے۔ یہ کتاب مکمل سیرت ہے اور حقوق العباد کا آئینہ بھی نیز اسے فرقہ واریت اور ہر قسم کے تعصب سے بالاتر ہو کر تحریر کیا گیا ہے۔

میں خدائے وحدہٗ لاشریک کا احسان مند اور تہ دل سے شکر گزار ہوں کہ اُس نے مجھے سیرت النبی ﷺ پر کتاب لکھنے کی توفیق عطا فرمائی۔ قارئین کرام! آپ بھی معاملاتِ رسول ﷺ کا مطالعہ کر کے نہ صرف دین اور دنیا سنوار سکتے ہیں بلکہ اپنے پیارے نبی ﷺ سے عملی محبت کا اظہار کرنے کے لیے یہ کتاب اپنے احباب کو بطور ہدیہ بھی پیش کر سکتے ہیں۔ ان شاء اللہ آپ کا یہ عمل رب تعالیٰ کی نگاہ میں بھی پسندیدہ ہوگا جس نے ہر مسلمان کو اللہ اور رسول ﷺ کا پیغام دوسروں تک پہنچانے کا حکم دے رکھا ہے۔

میں سید ارشاد عارف، کرنل (ر) عابد حسین عابد مرحوم، حافظ محمد سعید انور (ملتان)، محمد مدثر اقبال، حاجی محمد طارق، مذہبی اسکالر میاں محمد جمیل، الامین ﷺ کے مصنف محمد رفیق ڈوگر، ڈاکٹر حافظ محمود اختر، سید نیاز حسین نقوی، میاں محمد عمران الحق، تنویر اظہر قریشی اور محمود الرحمٰن چغتائی کا ممنون و مشکور ہوں جنھوں نے سیرت النبی ﷺ پر کتابوں کی فراہمی اور قرآن پاک کے حوالوں کے سلسلے میں میری معاونت اور راہنمائی فرمائی۔ محمد زبیر شیخ کا شکریہ مجھ پر واجب ہے جنھوں نے میری ملاقات اللہ کے فقیر سرفراز اے شاہ سے کروائی جن کی صحبت نے میرا رُخ روحانیت کی جانب موڑ دیا۔ جہانگیر بکس کے مالکان فواز نیاز، جمیل نیاز اور عدیل نیاز کا بھی شکر گزار ہوں کہ اُنھوں نے محبت اور عقیدت کے ساتھ یہ کتاب شائع کی۔ جہانگیر بکس کے ایڈیٹر محمد اقبال قریشی اور کمپوزر قیصر فاروق لودھی کا بھی ممنون ہوں جنھوں نے بڑی عرق ریزی اور باریک بینی سے کتاب کا مطالعہ کر کے سُقم دور کیے۔ میں اپنی بیگم کشور قیوم کا بھی احسان مند ہوں، انھوں نے مجھے سازگار ماحول فراہم کیا اور میری معاونت بھی کی۔ عاجزی اور انکساری کے ساتھ اپنے رب سے عرض گزار ہوں کہ میرے اس ہدیہ

عقیدت کو قبول فرمائے اور میرے گناہ بخش دے۔ قارئین سے التماس ہے کہ میری غیر ارادی کوتاہیوں سے درگزر کرتے ہوئے کتاب کے اگلے ایڈیشن کو معیاری بنانے کے لیے اپنے مشوروں سے مستفیض فرمائیں۔

رب کائنات کے فضل و کرم سے "معاملات رسول ﷺ" مقبولیت کے نئے ریکارڈ قائم کر رہی ہے۔ جماعت اسلامی نے منصورہ ایڈیٹوریم میں اس کتاب کی تقریب پذیرائی کا اہتمام کیا جس کی صدارت امیر جماعت اسلامی جناب سید منور حسن نے کی۔ لیاقت بلوچ، مولانا عبدالمالک، حافظ محمد ادریس، مولانا امجد خان، حافظ ابتسام الٰہی ظہیر، ڈاکٹر راغب حسین نعیمی، علامہ مشتاق حسین جعفری اور ڈاکٹر فرید پراچہ نے اظہار خیال کر کے کتاب کے مواد اور معیار کو شاندار الفاظ میں سراہا۔ ہیومن رائٹس سوسائٹی پاکستان نے کتاب کی پذیرائی کے لیے الحمراء ہال لاہور میں تقریب کا اہتمام کیا جس کی صدارت ایس ایم ظفر نے کی۔ جنرل (ر) ضیاء الدین خواجہ سجاد میر، پروفیسر ہمایوں احسان، ڈاکٹر اجمل نیازی، اوریا مقبول جان، سہیل وڑائچ اور سلمان عابد نے اظہار خیال کرتے ہوئے "معاملات رسول ﷺ" کو معیاری اور منفرد کتاب قرار دیا۔ الطاف حسن قریشی (جنگ) ڈاکٹر صفدر محمود (جنگ) عبدالقادر حسن (ایکسپریس) اسداللہ غالب (نوائے وقت) رؤف طاہر، ڈاکٹر مجاہد منصوری (جنگ) ڈاکٹر اجمل نیازی (نوائے وقت) پروفیسر مسرور کیفی (خبریں) توفیق بٹ (نئی بات) فضل حسین اعوان، آصف بھلی (نوائے وقت) سلمان عابد (فرائیڈے ٹائمز) نے کالم تحریر کر کے کتاب کی پذیرائی کی۔ نیک کلب نیک سوسائٹی کی انتظامیہ نے کتاب کی پذیرائی کے لیے خوبصورت تقریب کا اہتمام کیا جس میں ڈاکٹر عبدالقدیر خان، مجیب الرحمٰن شامی، لیاقت بلوچ، ڈاکٹر مجاہد کامران، جسٹس (ر) ناصرہ جاوید اقبال، عبدالمجید خان، یاسر پیرزادہ، تنویر شہزاد نے اظہار خیال کر کے معاملات رسول ﷺ کو منفرد اور جامع قرار دیا۔

بریگیڈیئر (ر) حامد سعید اختر نے رسول اللہ ﷺ سے اپنی عملی محبت اور عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے بڑی محنت اور لگن کے ساتھ کتاب پر نظر ثانی کی اور الفاظ کی تصحیح کے ساتھ موزوں اضافے تجویز کیے۔ خالد محمود سلیم اور محمد عظیم نے کتاب کے معیار میں اضافے کے لیے مفید مشورے دیئے۔

ورجنوں احباب نے کتاب کے نسخے خرید کر اپنے دوستوں اور عزیز و اقارب کو ہدیہ کیے۔

جسٹس (ر) نذیر اختر اور جاوید سلیم قمر نے عقیدت اور انہماک کے ساتھ کتاب کا مطالعہ کیا۔ ان کی تجاویز نے کتاب کے معیار میں اضافہ کر دیا ہے۔ خدا کرے یہ کتاب ہر گھر کی زینت بنے اور مسلمان حضور اکرم ﷺ کی عملی زندگی کی پیروی کرنے لگیں اور ایک بار پھر دنیا کی عظیم قوم بن جائیں۔ محسن انسانیت رسول اللہ ﷺ کا پیغام ہر گھر تک پہنچانے کے لیے کتاب کی قیمت کم کر دی گئی ہے۔

نوجوان سماجی رہنما قاسم علی شاہ نے رمضان المبارک میں قاسم علی شاہ فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام معاملات رسول ﷺ کے سلسلے میں پر وقار افطار تقریب کا انعقاد کیا۔ فاؤنڈیشن عشق رسول ﷺ کا عملی مظاہرہ کرتے ہوئے کتاب کے سینکڑوں نسخے ہدیہ کر چکی ہے۔

قیوم نظامی
qayyumnizami@gmail.com

باب 1

عربوں کی حالت

مورخین ظہورِ اسلام سے پہلے عربوں کے زمانے کو دورِ جاہلیت کا نام دیتے ہیں لیکن موجودہ زمانے کے عرب ممالک دنیا کے امیر اور طاقتور ملکوں میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کے پاس تیل کی دولت ہے۔ دنیا عرب ملکوں سے خوش گوار اور دوستانہ تعلقات کی خواہش مند ہے۔ حضرت محمد ﷺ کی ولادت کے وقت جزیرۃ العرب کا زیادہ تر علاقہ صحراؤں پر مشتمل تھا جہاں ریت کے بگولے اڑتے تھے البتہ جنوبی عرب کے علاقے مون سون بارشوں کی وجہ سے زرخیز تھے۔ یہ زمانے عرب موجودہ سعودی عرب، یمن، عمان، متحدہ عرب امارات، کویت، قطر اور بحرین کے علاقوں پر مشتمل تھا۔ اس وقت کسی کے گمان میں بھی نہ تھا کہ ان غیر آباد اور غیر مہذب علاقوں اور قبائل میں سے کوئی نیا مذہب ظہور پذیر ہوگا جو ان وحشی قبائل کو اس قدر مہذب بنا دے گا کہ یہ دنیا پر حکمرانی کرنے لگیں گے۔

اسلام سے قبل عرب بت پرست تھے۔ لات، منات اور عزیٰ اُن کے مقبول بت تھے بلکہ سب سے بڑا بت ہُبل کعبہ کی چھت پر نصب تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کے ذہنوں میں خدا کا تصور بھی موجود تھا۔ ان کا خیال تھا کہ بت اُن کے لیے خدا کے قریب ہونے کا وسیلہ ہیں۔

قرآن پاک میں ارشاد ہے:

> (لوگوں سے کہہ دیں:) سن لو اطاعت و بندگی خالصتاً اللہ ہی کے لیے ہے اور جن (کفار) نے اللہ کے سوا بتوں کو دوست بنا رکھا ہے وہ اپنی بت پرستی کے جھوٹے جواز کے لیے کہتے ہیں کہ ہم اُن کی پرستش صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کا مقرب بنا دیں گے۔ (1)

1۔ [3:39]

گویا اس طرح عرب قبائل کھلم کھلا شرک میں مبتلا تھے۔ وہ سورج، چاند، ستاروں، پتھروں اور آگ کی پرستش بھی کرتے تھے۔ دور جاہلیت کے عربوں میں نصرانیت، یہودیت، مجوسیت اور عیسائیت پر یقین رکھنے والے قبائل موجود تھے تو دین حنیف یعنی دین ابراہیمی کے قائل بھی موجود تھے، البتہ انہیں یہ علم نہ تھا کہ دین ابراہیمی کیا تھا اور اس کے مطابق خدا کی عبادت کس طریقے سے کی جاتی تھی۔ الہامی کتب محفوظ نہیں تھیں اور ان میں اس قدر تحریف کی جا چکی تھی کہ اصل اور نقل میں امتیاز ناممکن تھا۔ ہر دین کی بنیاد صلوٰۃ اور زکوٰۃ کے نظام پر رکھی گئی تھی لیکن اس کے متعلق معلومات بہت کم تھیں۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ کسی بت کے سالانہ میلے میں ورقہ بن نوفل (حضرت خدیجہؓ کے چچا زاد بھائی)، عبداللہ بن جحش (حضرت حمزہؓ کے بھانجے)، عثمان بن الحویرث اور زید بن عمرو (حضرت عمرؓ کے چچا) شریک تھے۔ ان کے دل میں اچانک خیال آیا کہ یہ کیا بے ہودہ پن ہے کہ ہم ایک پتھر کے سامنے سر جھکاتے ہیں جو نہ سنتا ہے، نہ دیکھتا ہے، نہ کسی کا نقصان کر سکتا ہے اور نہ ہی کسی کو فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ ان سب کا تعلق قریش کے خاندان سے تھا اور وہ دین ابراہیمی کے متلاشی تھے۔(2) عرب کے باشندے خانہ کعبہ کا احترام کرتے تھے۔ احرام باندھتے، کعبہ کا طواف کرتے اور قربانی دیتے تھے لیکن ان میں موت کے بعد حیات کا تصور نہیں تھا۔

عرب زیادہ تر تجارت پیشہ تھے۔ ان کے تجارتی قافلے دوسرے ملکوں میں بھی جاتے۔ جزیرۃ العرب ایک معروف تجارتی روٹ تھا۔ عرب کے بدو اور اونٹ اس تجارتی روٹ پر مال کی ٹرانسپورٹ کا واحد ذریعہ تھے۔ چونکہ دیگر ممالک کے لوگ صحراؤں میں سفر کے عادی نہ تھے لہٰذا اُن کا انحصار عربوں پر تھا۔ گرم مسالے، کالی مرچ، سونٹھ، ہاتھی دانت، خوشبودار جڑی بوٹیاں اور ریشمی کپڑے اہم تجارتی اشیاء تھیں۔ سینکڑوں اونٹوں پر مشتمل تجارتی قافلے روانہ ہوتے تھے جن کی حفاظت کے لیے مسلح افراد ہمراہ ہوتے۔ مکہ میں سالانہ تجارتی میلے بھی لگتے تھے۔ صنعت اور زراعت بہت کم تھی۔ بھیڑ، بکریاں چرانا معمول کا کام تھا۔ عرب خانہ بدوش طرز زندگی کے عادی تھے، جہاں سبزہ اور پانی ہوتا ڈیرے ڈال لیتے۔ سیاسی اور سماجی حالت دگرگوں تھی۔ معاشرہ زوال پذیر تھا۔

2۔ [ابن ہشام]

اضطراب اور انتشار کی کیفیت نمایاں تھی۔ لوگ آقا و غلام اور حاکم و محکوم میں تقسیم تھے۔ ڈاکا زنی اور قتل و غارت گری عام تھی۔ عدالت اور قانون کا کوئی تصور نہ تھا۔ اظہار بیان کی آزادی نہیں تھی۔ عرب انسانی حقوق سے بھی نا آشنا تھے۔ انسان اپنے مقام سے اس حد تک گر چکا تھا کہ اسے حقوق اللہ اور حقوق العباد کا کچھ شعور نہ تھا۔ عبادت کی جگہ رسوم اور زہد کی جگہ ریا کاری نے لے لی تھی۔ لڑکیوں کو زندہ در گور کر دیا جاتا تھا۔ قرآن میں ارشاد ہے: ''جب ان میں سے کسی کو بیٹی پیدا ہونے کی خبر دی جاتی ہے تو یہ سنتے ہی اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا اور وہ خون کے گھونٹ پی کر رہ جاتا ہے۔ لوگوں سے منہ چھپاتا پھرتا ہے کہ اس بری خبر کے بعد اب کیا کسی کو منہ دکھائے۔ پھر سوچتا ہے کہ ذلت کے ساتھ بیٹی کو پالے پوسے یا پھر اسے مٹی میں دبا دے، بے شک وہ بہت برا فیصلہ کرتے تھے۔''(3) عرب کے وحشی عورتوں اور بچوں کو اغوا کر کے فروخت کر دیتے۔ جنگ کے بعد لاشیں مسخ کر دیتے، ان کے ناک اور کان کاٹ کر اپنے گلے کا ہار بناتے۔ قیدیوں کو زندہ جلا دیتے۔ وحشی اس قدر کہ زندہ جانور کا گوشت کاٹ کر بھون اور کھا لیتے۔ غلام اور لونڈیاں رکھنے کا رواج عام تھا۔ عرب دو سگی بہنوں سے شادی کر لیتے اور بیک وقت کئی بیویاں رکھتے۔ مرحوم باپ کی بیویاں بیٹے کو وراثت میں مل جاتیں جن سے وہ (سگی ماں کے سوا) نکاح کر لیتا۔ عورت آزادی سے اپنی پسند کے مرد کو نکاح کا پیغام بھیج دیتی۔ سود خوری، شراب نوشی اور زنا کاری عام تھی۔ مزدور اور کسان سود خوروں کے شکنجے میں پھنسے رہتے تھے۔ عربوں کو اپنی زبان پر بہت ناز تھا۔ شاعری کا شوق بھی عروج پر تھا۔ امراؤ القیس عرب کا معروف شاعر تھا۔ عرب شاعر اپنے معشوق کی تعریف کھل کر کرتے اور غیر اخلاقی حرکتیں تفصیل سے بیان کرتے۔

عرب لوگ جاہلیت کے باوجود سخاوت، مہمان نوازی، ایفائے عہد، خودداری، عزت نفس اور بردباری کی خصوصیات بھی رکھتے تھے۔ جنگ کے دوران جرأت اور شجاعت کا مظاہرہ کرتے جبکہ تکلیف میں تحمل اور برداشت سے کام لیتے۔ زیادتی کا بدلہ لینے کے ساتھ ساتھ اور قبیلے کے کمزور افراد کی حفاظت اور کفالت کرتے۔ مجموعی طور پر عرب معاشرہ سرمایہ دارانہ اور جاگیردارانہ اصولوں پر

---

3. [16: 58-59]

قائم تھا لہٰذا پیداوار کی تقسیم غیر منصفانہ تھی۔ اسی باعث استحصال، محکومی، بھوک، ننگ، سود خوری، افلاس، بدامنی، شراب نوشی، زنا کاری اور غلامی جیسی کمزوریاں خاصی نمایاں تھیں۔

قرآن کے مطابق عربوں (قریش) میں ایک رسم یہ بھی تھی کہ جب حج کے لیے احرام باندھ لیتے تو گھر کے دروازے سے باہر نکلنے کے بجائے پچھلی دیوار کو دکریا دیوار میں کھڑکی بنا کر نکلتے تھے۔ اسی طرح حج سے واپسی پر بھی گھر کے عقب سے داخل ہوتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ رب ان کی اس نیکی سے خوش ہوتا ہے مگر رب نے اس رسم کو نیکی تسلیم کرنے سے انکار کیا اور فرمایا کہ اصل نیکی یہ ہے کہ تقویٰ اختیار کرو اور اپنے رب کی ناراضی سے بچو۔ ارشادِ ربانی ہے:

"تم اپنے گھروں میں دروازے سے ہی آیا کرو البتہ اللہ سے ڈرتے رہو تو ممکن ہے کہ تمہیں فلاح نصیب ہو جائے۔"(4)

عرب میں کوئی مرکزی نظام تھا نہ عدالتی نظام، انتظامی ڈھانچا تھا نہ معاشیات کا شعبہ، غیر ممالک سے بھی تعلقات نہیں تھے۔ ظالم کو ظلم سے روکنے اور مظلوم کو مصائب سے بچانے کا کوئی بھی بندوبست نہ تھا۔ جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا قانون رائج تھا۔(5)

4- [2:189]

5- [حامد انصاری: اسلام کا نظامِ حکومت]

حضرت محمد ﷺ کے جدِ امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام

حضرت محمد ﷺ نے اس دینِ الٰہی کی تکمیل کی جس کی شمع حضرت آدم علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے روشن کی تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام عراق کے شہر ''اُر'' میں تقریباً دو ہزار سال قبل مسیح میں پیدا ہوئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تارخ تھا، بعض مورخین آزر بھی بیان کرتے ہیں۔ ان کا خاندان بت پرست تھا اور لکڑی کے بت بنا کر فروخت کرتا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے کے لوگ سورج، چاند اور ستاروں کی بھی پرستش کرتے تھے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام شعور کی عمر کو پہنچے تو انھوں نے اپنے والد سے کہا ''ابا جان آپ کیوں ان چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ سنتی ہیں نہ دیکھتی ہیں اور نہ ہی آپ کے کسی کام آسکتی ہیں۔ ابا جان میرے پاس ایک ایسا علم ہے جو آپ کے پاس نہیں آیا۔ میری بات مانیں میں آپ کو سیدھا راستہ بتاؤں گا۔ ابا جان آپ شیطان کی عبادت نہ کریں وہ تو رحمٰن کا نافرمان ہے۔ ابا جان مجھے ڈر ہے اللہ تعالیٰ سے آپ کو سزا ملے گی اور آپ شیطان کے ساتھی بن جائیں گے۔''(1)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد نے جواب دیا ''اے ابراہیم! کیا تو میرے معبودوں سے روگردانی کر رہا ہے۔ اگر باز نہ آیا تو میں تجھے سنگسار کر دوں گا جاؤ میری نظروں سے ہمیشہ کے لیے دور ہو جاؤ۔''(2) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد سے نرمی اور شفقت سے بات کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے خاندان کے دوسرے افراد سے کہا کہ تم ان بتوں کی پوجا کرتے ہو جن کو تم اپنے ہاتھ سے بناتے ہو اور جو تمھیں نفع نقصان پہنچانے کی قدرت نہیں رکھتے۔ انھوں نے جواب دیا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو بتوں کی پوجا کرتے ہی دیکھا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام

1- [19: 42-45]

2- [19: 46]

نے سورج، چاند اور ستاروں کی پوجا کرنے سے اس لیے انکار کیا کیوں کہ وہ نمودار ہو کر غروب ہو جاتے تھے۔ اس طرح انھوں نے عقل سے کام لیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام تلاش حق میں سرگرداں رہے اور رب تعالیٰ نے انھیں نبوت سے سرفراز فرمایا اور "دین حنیف" عطا کیا۔(3)

ہر زمانے میں اسلام کی نعمت اللہ کے کلام اور انبیاء علیہم السلام کی شخصیتوں کے ذریعے ہی پہنچی ہے۔ اللہ نے انبیاء علیہم السلام کو اپنے دین کی تبلیغ اور انسانوں کی زندگیاں سنوارنے کے لیے مبعوث کیا تاکہ بگڑے ہوئے معاشرے کو اخلاقی بنیادوں پر صالح بنائیں اور عدل و انصاف قائم کریں۔ قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے:

"ہم نے اپنے رسولوں کو روشن دلائل دے کر بھیجا۔ ان پر کتابیں نازل کیں اور ان کو (ضابطۂ حق کی) میزان عطا کی تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہو جائیں اور لوہا اتارا جس میں بڑا زور ہے اور اس میں لوگوں کے لیے فوائد ہیں اس لیے بھی کہ اللہ جان لے کہ اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد بے دیکھے کون کرتا ہے۔"(4)

"اور ہم نے انھیں (ابراہیم علیہ السلام کو) پیشوا بنایا۔ وہ ہمارے فرمان کی طرف راہنمائی کرتے تھے اور ہم نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ وہ خیر کے کام کریں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور وہ صرف ہماری عبادت کرنے والے تھے۔"(5) انبیاء علیہم السلام کا ظہور خیر اور بھلائی کے لیے ہوتا رہا۔ ایک موقع پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "بے شک ابراہیم بڑے نرم دل اور متحمل تھے۔"(6)

قرآن میں دین ابراہیم علیہ السلام کو "حنیف" کہا گیا ہے۔ مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ نے "حنیف" کا ترجمہ "مسلم یکسو" کیا ہے۔ علامہ طبری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

دنیا کا پہلا جابر حکمران نمرود تھا جو خدا ہونے کا دعوے دار تھا۔ لوگ بھیک کے لیے اس کے دربار میں حاضر ہوتے اور اس کی خدائی کا اقرار کرتے۔ ایک روز حضرت ابراہیم علیہ السلام نمرود کے

3۔ [ابن کثیر، البدایہ والنہایہ] 4۔ [25:57] 5۔ [73:21] 6۔ [114:9]

دربار میں تشریف لائے۔ نمرود اور نوجوان حضرت ابراہیم علیہ السلام کے درمیان یہ تاریخی مکالمہ ہوا:

نمرود: تمہارا رب کون ہے؟

ابراہیم علیہ السلام: میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔

نمرود: یہ میری صفت ہے جس کو چاہتا ہوں زندہ چھوڑ دیتا ہوں اور جس کو چاہتا ہوں موت کی نیند سلا دیتا ہوں۔

ابراہیم علیہ السلام: میرا رب سورج کو مشرق سے طلوع کرتا ہے تو اسے مغرب کی طرف سے طلوع کر کے دکھا۔

نمرود حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس مطالبے سے ششدر رہ گیا اور اس نے انھیں خالی ہاتھ واپس کر دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کے سامنے اپنا موقف بلا خوف بیان کیا اور گھر واپس لوٹتے ہوئے اپنی چادر میں کچھ مٹی باندھ لی تا کہ گھر والے اسے گندم سمجھ کر مطمئن ہو جائیں۔ گھر پہنچے اپنی گٹھڑی رکھی اور سو گئے۔ صبح آپ کی اہلیہ نے اسے کھولا تو اس میں مٹی کے بجائے بہترین گندم تھی۔ اہلیہ نے گندم پیس کر روٹی پکائی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے رَبّ کی قدرت اور عنایت کا شکر ادا کرنے لگے۔ (7)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو بت پرستی چھوڑ کر ایک خدا کی عبادت کرنے کی تبلیغ کی۔ قوم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کلمہ حق کی پروا نہ کی۔ نوجوان ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو صراط مستقیم پر لانے کے لیے ایک انوکھی اور دلچسپ ترکیب اختیار کی۔ بت پرستوں نے قومی تہوار کے موقع پر بت کدہ سجا رکھا تھا۔ تمام بتوں کے سامنے تازہ اور لذیذ مٹھائیوں کے تھال رکھے تھے۔ جب لوگ عبادت کے بعد بت خانے سے چلے گئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کلہاڑا لے کر بت خانے میں داخل ہوئے اور بڑے بت کے سوا تمام بتوں کے ناک، ہاتھ اور ٹانگیں توڑ ڈالیں۔ اپنا کلہاڑا بڑے بت کے کندھے پر رکھ دیا اور مٹھائی کے تھال اس کے سامنے ڈھیر کر دیے۔ شام کو جب خدمت گار بت خانے میں داخل ہوئے تو اپنے بتوں کی حالت دیکھ کر سکتے میں آ گئے۔ یہ

7- [illegible]

خبر جنگل کی آگ کی طرح سارے شہر میں پھیل گئی۔ بت پرستوں کو علم تھا کہ یہ کام ابراہیم علیہ السلام ہی کر سکتے ہیں۔ انھیں عوامی عدالت میں طلب کیا گیا اور پوچھا گیا:

"اے ابراہیم علیہ السلام ہمارے بتوں کے ساتھ یہ حرکت تم نے کی ہے؟"

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا: "اے عقل کے اندھو! مجھ سے کیا پوچھتے ہو، کیا تم دیکھتے نہیں کلہاڑا بڑے بت کے کندھے پر لٹکا ہے اور مٹھائی کے تھال بھی اسی کے سامنے پڑے ہیں۔ اپنے اس بڑے بت سے پوچھ لو کہ یہ حرکت کس نے کی ہے۔ وہ اگر حقیقت سے پردہ اٹھا سکتا ہے تو اٹھا دے گا۔" بت پرست حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جواب سن کر دم بخود رہ گئے اور کہنے لگے:

"اے ابراہیم! آپ جانتے ہیں کہ یہ (بت) بول نہیں سکتے۔"(8)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا "جو بول نہیں سکتے ان کی پرستش کیوں کرتے ہو؟" اس حیرت انگیز واقعے کے بعد نمرود کا اقتدار ڈولنے لگا۔ اس نے آتش کدہ بھڑکانے کا حکم دیا۔ نمرود کے کارندوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مشکیں کس کر منجنیق میں باندھ کر انھیں جلتی آگ میں پھینک دیا۔ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان پر یہ الفاظ تھے "میرے لیے اللہ ہی کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے۔" بت پرست یہ معجزہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ آگ ٹھنڈی ہوگئی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام زندہ سلامت رہے۔ اس موقع پر انھوں نے عقل کے بجائے عشق کا مظاہرہ کیا۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

"ہم نے حکم دیا اے آگ! ابراہیم علیہ السلام کے لیے ٹھنڈی اور امن والی بن جا۔"(9)

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

8۔ [65:21]   9۔ [69:21]

اس خدائی معجزے کے بعد بھی نمرود راہ راست پر نہ آیا اور اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں پر ظلم و ستم جاری رکھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام دین کی خاطر اپنے وطن سے ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ نے نمرود کا خاتمہ اس طرح کیا کہ اس کی فوج پر اتنے مچھر بھیج دیے کہ ان کی چھاؤں میں سورج چھپ گیا۔ مچھروں نے نمرود کے لشکر کا گوشت اس طرح نوچا کہ ان کی صرف ہڈیاں باقی رہ گئیں۔ ایک مچھر نمرود کی ناک میں گھس گیا اور اللہ نے اسے ایک مدت تک عذاب میں مبتلا رکھا۔ سکون کی خاطر اسکے سر پر ہتھوڑے کی ضربیں لگائی جاتیں تھیں حتیٰ کہ وہ اللہ کے حکم سے ہلاک ہو گیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی زوجہ حضرت سارہؓ کے ہمراہ مصر پہنچے جہاں کا حکمران رقیون تھا۔ رقیون نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حسین و جمیل بیوی کو اپنے محل میں طلب کیا اور جب بری نیت کے ساتھ اپنا ہاتھ حضرت سارہؓ کی جانب بڑھایا تو اس کا ہاتھ خشک ہو گیا۔ یہ معجزہ دیکھ کر رقیون کے ہوش اڑ گئے اور وہ جان گیا کہ حضرت سارہؓ اللہ کی برگزیدہ ہستی ہیں۔ رقیون نے بڑی نیاز مندی کے ساتھ حضرت سارہؓ سے اپنا ہاتھ درست کرانے کے لیے دعا کی درخواست کی اور یقین دلایا کہ آئندہ ایسی جسارت نہیں کرے گا۔ حضرت سارہؓ نے بارگاہِ الٰہی میں ہاتھ اٹھائے اور دعا کی:

"اے اللہ! اگر یہ سچا ہے تو اس کا ہاتھ درست کر دے۔"

خدا کے حکم سے رقیون کا ہاتھ ہرا بھرا ہو گیا۔ اس واقعے سے متاثر ہو کر رقیون نے اپنی بیٹی ہاغار جن کا بعد میں نام ہاجرہ (خاوند کے ہجر میں مبتلا) معروف ہوا،[10] حضرت سارہؓ کے سپرد کر دی تا کہ اس کی تربیت نیک خاندان میں ہو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہؓ سے شادی کر لی۔ رب تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دو بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام عطا کیے اور خوشخبری دی کہ دونوں بیٹے بڑے معزز اور بابرکت ہوں گے اور ان کی اولاد کثرت کی وجہ سے گنی نہ جائے گی۔ بیٹوں کی پیدائش کے بعد بی بی سارہؓ اور بی بی ہاجرہؓ کا آپس

---

10. [illegible]

میں اختلاف ہو گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی منشا کے مطابق حضرت ہاجرہؓ اور نومولود بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو فلسطین سے عرب اس علاقے میں چھوڑ گئے جہاں آج مکہ مکرمہ آباد ہے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام واپس جانے لگے تو بی بی ہاجرہؓ نے کہا کہ ہمیں کس کے پاس چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اللہ کے پاس، تو بی بی ہاجرہؓ راضی ہوئیں کہ اللہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا۔ اس وقت یہ صحرائی علاقہ غیر آباد تھا۔ جب کھجوریں اور پانی ختم ہو گیا تو حضرت ہاجرہؓ سخت پریشان ہوئیں، ان کا بیٹا اسماعیل علیہ السلام پیاس سے نڈھال ہو رہا تھا۔ حضرت ہاجرہؓ نے پانی کی تلاش میں صفا اور مروہ کی پہاڑیوں کے سات چکر لگائے۔ مایوسی کے عالم میں انھوں نے اپنے بچے پر نگاہ ڈالی تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئیں کہ جس جگہ بچہ ایڑیاں رگڑ رہا تھا وہاں پانی کا چشمہ نکل آیا ہے، جو بعد میں ''زم زم'' کے نام سے معروف ہوا۔ یہ معجزہ دیکھ کر بی بی ہاجرہؓ نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔ جو اللہ پر یقین کامل رکھتا ہو، اللہ کبھی اسے مایوس نہیں کرتا۔ پانی کے اس چشمے کی وجہ سے یہاں ایک قبیلہ جرہم آباد ہو گیا اور بی بی ہاجرہؓ نے بھی اسی جگہ مستقل سکونت اختیار کر لی۔ بی بی ہاجرہؓ نے چشمے کو اپنی ملکیت قرار دیا اور قبیلے کے تمام افراد کا اس چشمے پر حق تسلیم کیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب دیکھا کہ اللہ نے انھیں فرزند کو قربانی میں ذبح کرنے کا اشارہ فرمایا ہے۔ قرآن میں قربانی کا یہ واقعہ ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

''پس ہم نے انھیں بڑے بردبار بیٹے (اسماعیل علیہ السلام) کی بشارت دی۔ پھر جب وہ (اسماعیل علیہ السلام) اُن کے ساتھ دوڑ کر چل سکنے (کی عمر) کو پہنچ گیا تو ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اے میرے بیٹے! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں سو غور کرو کہ تمھاری کیا رائے ہے؟ (اسماعیل علیہ السلام نے کہا) ابا جان وہ کام (فوراً) کر ڈالیے جس کا آپ کو حکم دیا جا رہا ہے۔ اگر اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔ پھر جب دونوں (رضائے الٰہی کے سامنے) جھک گئے اور ابراہیم علیہ السلام نے اُسے پیشانی

کے بل لٹا دیا اور ہم نے اُسے ندا دی کہ اے ابراہیم! واقعی تم نے اپنا خواب سچا کر دکھایا۔ بے شک ہم محسنوں کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں۔ بے شک یہ بہت بڑی کھلی آزمائش تھی اور ہم نے ایک بہت بڑی قربانی کے ساتھ اُس کا فدیہ کر دیا۔"(11)

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسمٰعیل کو آدابِ فرزندی
(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام دونوں بے مثال صبر کا مظاہرہ کر کے اس آزمائش میں سرخرو ہوئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام خدا کے نبی اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے والد گرامی تھے مگر اس استحقاق کے باوجود انھوں نے اپنے بیٹے پر حکم صادر کرنے کے بجائے اس کی منشا اور رائے طلب کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام دونوں نے اپنے رب کے حکم کے مطابق مکہ میں صفا اور مروہ کی پہاڑیوں کے درمیان خدا کا گھر تعمیر کیا۔ مقام کی نشان دہی فرشتے نے کی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اپنے گھر کے بارے میں فرمایا:

"لوگوں کے لیے جو پہلا گھر مقرر کیا گیا بلاشبہ وہی تھا جو مکہ میں تعمیر ہوا۔ برکت والا گھر اور سارے جہان والوں کے لیے (مرکز) ہدایت، اس میں (اللہ کی) کھلی نشانیاں ہیں، مقامِ ابراہیم ہے اور جو کوئی اس میں داخل ہو جائے اُسے امن مل جاتا ہے۔"(12)

خانہ کعبہ کی تعمیر کے لیے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے ایک مزدور کی حیثیت سے کام کیا۔ وہ پتھر اُٹھا اُٹھا کر لاتے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک معمار کے طور پر ان پتھروں کو چن چن کر دیواریں اُٹھاتے جاتے۔ خدا کے دونوں برگزیدہ نبیوں نے اپنے ہاتھ سے کام کر کے محنت اور

11۔ [107-101:37]   12۔ [97-96:3]

مشقت کی عظمت کا اقرار کیا اور یہ سبق دیا کہ اعلیٰ منصب والوں کو مزدوری سے گریز نہیں کرنا چاہیے۔

اس موقع پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب سے یہ دعا کی:

''اے ہمارے رب! ہماری اس کوشش کو قبول فرما تو دعاؤں کو سنتا اور نیتوں کو جانتا ہے۔ اے پروردگار! تو ہم دونوں کو اپنا اطاعت گزار بنا اور ہماری نسل سے ایک ایسی جماعت پیدا کر جو تیری اطاعت گزار ہو اور ہمیں اپنی عبادت کے طریقے بتا اور ہم پر عنایت کی نظر رکھ، تو بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے۔ پروردگار تو ان لوگوں میں ان ہی کی جماعت (قوم) سے ایک ایسا رسول بھیج دے، جو انھیں تیری آیات سنائے اور ان کو کتاب اور دانائی کی تعلیم دے اور ان کی زندگیاں سنوارے یقیناً تو بڑی قوت والا اور بڑا حکیم ہے۔'' اس دعا کا مرکزی خیال مخلوق کی زندگیاں سنوارنا ہے۔ حضرت محمد ﷺ نے ایک بار فرمایا: ''میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں۔''(13) کعبہ کی تعمیر کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا کے فرمان کے مطابق حج کا اعلان کیا۔ جب حضرت محمد ﷺ نے اعلانِ نبوت کیا اس وقت حج کی رسم قائم تھی۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نبوت سے سرفراز فرمایا۔ انھوں نے جزیرۃ العرب میں اسلام کی تبلیغ کا مشن پورا کیا۔ مکہ دینِ ابراہیمی یا دینِ حنیف کا دوسرا مرکز بنا۔ دینِ ابراہیمی کا مقدس مشن اللہ کی عبادت کے ساتھ ساتھ انسانوں کی فلاح بھی تھا۔ ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام نے فلسطین میں دینی مرکز قائم کیا۔ وہ بھی نبوت سے سرفراز ہوئے۔ کہتے ہیں کہ یہودہ حضرت اسحاق علیہ السلام کے بیٹے، حضرت یعقوب علیہ السلام کا بیٹا تھا جس کی نسبت سے ان کی اولاد بنی اسرائیل (یہودی) کہلائی۔ اسی نسل سے حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے جن پر مقدس کتاب ''تورات'' نازل ہوئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام 175 سال زندہ رہے، فلسطین میں وفات پائی اور یروشلم کے قریب شہر الخلیل (حبرون) میں دفن ہوئے۔

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''بوستان'' میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ایک سبق آموز حکایت درج کی ہے۔

13۔ [بخاری]

"حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عادت تھی کہ جب تک کوئی مہمان دستر خوان پر موجود نہ ہوتا کھانا نہ کھاتے۔ ایک دفعہ کوئی مہمان نہ آیا۔ دوپہر کو آپ گھر سے باہر نکل کر مہمان کا انتظار کر رہے تھے۔ سخت گرمی کا موسم تھا۔ لو چل رہی تھی اور تپش کے مارے ہر ذی روح کا برا حال تھا۔ دیکھتے کیا ہیں کہ دور سے ایک بوڑھا گرتا پڑتا چلا آ رہا ہے۔ اس کے کپڑے پھٹے ہوئے ہیں اور جسم گردوغبار سے اٹا پڑا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بڑے شوق سے مہمان کا استقبال کیا اور خوشی خوشی اسے مکان کے اندر لے گئے۔ دستر خوان چنا گیا اور آپ نے بسم اللہ کہہ کر لقمہ توڑا۔ مہمان نے اللہ کا نام لیے بغیر کھانا شروع کر دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تعجب ہوا، پوچھنے پر اس نے جواب دیا کہ میں تو اللہ کو مانتا ہی نہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اتنا سننا تھا کہ غصے سے بے تاب ہو گئے اور اسے اسی حال میں کھائے پیے بغیر گھر سے باہر نکال دیا اور اس کے بعد فوراً ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا گیا کہ میں نے اپنے بندے کو سو سال تک کھانا پانی دیا اور اس کی ہر ضرورت کو پورا کیا لیکن تم سے یہ بھی نہ ہو سکا کہ میرے بندے کو ایک وقت کا کھانا ہی کھلا سکتے۔"(14)

اس حکایت کا سبق یہ ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک خدا پرست نہیں ہو سکتا جب تک اسے انسانوں سے محبت نہ ہو۔

خدا کے عاشق تو ہیں ہزاروں، بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے
میں اُس کا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہو گا

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

14۔ [مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ شعور و آگہی]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا:

''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایک بندے سے پوچھے گا کہ میں بھوکا تھا تو نے مجھے کھانا نہ کھلایا۔ بندہ حیران ہو کر کہے گا اے باری تعالیٰ تُو تو بھوک سے بے نیاز ہے تجھے کھانے کی کیا حاجت، پھر ارشاد ہو گا کہ میں پیاسا تھا تو نے مجھے پانی نہ پلایا۔ پھر کہے گا تو نے مجھے کپڑا نہ پہنایا، ہر سوال کے جواب میں بندہ کہے گا اے میرے رب تجھے ان چیزوں کی کیا ضرورت، تُو تو ان سب سے بے نیاز ہے۔ اُس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میرا ایک بندہ بھوکا تھا تو نے اسے کھانا نہ کھلایا، وہ پیاسا تھا تو نے اسے پانی نہ پلایا، وہ ننگا تھا تو نے اسے لباس نہ پہنایا۔''(15)

خانہ کعبہ کے اندر دیواروں پر رنگین تصویریں بنائی گئی تھیں جن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تصاویر بھی تھیں۔ فتح مکہ کے بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر یہ تصاویر مٹادی گئیں۔ (16) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو توحید کا درس دیا اور ہر قسم کے شرک سے منع فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں خلیل اللہ کے لقب سے نوازا۔ آج بھی مسلمان ہر نماز میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم دونوں پر سلام اور درود بھیجتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ اسلام کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ تینوں مذاہب کے نزدیک انتہائی قابلِ احترام اور بزرگ ہستی ہیں۔

15۔ [بخاری]
16۔ [بخاری]

خاندانِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت محمد ﷺ کا سلسلۂ نسب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جا ملتا ہے۔ محمد ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان (1) عدنان بن اود بن المقوم بن ناحور بن تارح بن یعرب بن یشجب بن نابت بن اسماعیل بن ابراہیم (2) حضرت محمد ﷺ کا فرمان ہے "اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے اسماعیل علیہ السلام کو برگزیدہ کیا۔ اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے بنو کنانہ کو برگزیدہ کیا، بنو کنانہ میں سے قریش کو برگزیدہ کیا، قریش میں سے بنو ہاشم کو برگزیدہ کیا اور بنو ہاشم میں سے مجھے ممتاز فرمایا۔" (3)

رسول اکرم ﷺ کے آباء و اجداد شریف النسب تھے۔ نبوت کی شرائط میں ایک شرط پاکیزہ ولادت بھی ہے۔ (4) نسل قریش کی ابتدا کے بارے میں مؤرخین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ قریش نضر بن کنانہ کا لقب تھا جو فہر بن مالک کے جد امجد تھے اور بعض کہتے ہیں کہ قریش فہر بن مالک کا لقب ہے اور ان کی اولاد قریش کہلاتی تھی۔

قصی

قصی، کلاب کے بیٹے تھے جو بڑے بالغ نظر اور مدبر تھے۔ وہ حضرت محمد ﷺ کے اجداد میں سے نمایاں شخصیت تھے۔ انھوں نے اپنی اولاد کو شراب سے پرہیز کی وصیت کرتے ہوئے کہا تھا:

"اے میرے بچو! شراب سے ہمیشہ پرہیز کرنا کیونکہ یہ جسم کو شاید کچھ فائدہ

1- [صحیح بخاری] 2- [تاریخ بخاری، تاریخ ابن جریر] 3- [مسلم، III، مسند ﷺ] 4- [ابن ہشام]

پہنچائے مگر یہ عقلی صلاحیتوں اور دینی احساسات کو تباہ کرنے والی ہے۔"(5)

قبیلہ قریش کے افراد جو بکھرے ہوئے تھے، قصی نے انھیں خانہ کعبہ کے اردگرد آباد اور قومی شکل میں منظم کیا۔ اسی مناسبت سے آپ نے "مجمع" لقب پایا۔ قصی نے تولیت کعبہ ملنے پر مکہ میں دارالندوہ (سیکریٹریٹ) قائم کیا جہاں قریش سماجی، سیاسی اور معاشی امور کے سلسلے میں مشاورت کرتے۔ جنگی لشکر اور تجارتی قافلے اسی مرکز سے روانہ ہوتے۔ نیز نکاح کی رسوم بھی یہیں پر ادا کی جاتیں۔ قصی نے حاجیوں کی خدمت اور تواضع کے لیے سقایہ (پانی پلانے)، رفادہ (کھانا کھلانے)، حجابت (کلید برداری) اور لواء (جنگ میں پرچم اٹھانا) کے شعبے قائم کیے۔ اخراجات کے لیے سالانہ رقم مختص کی گئی جو شہریوں سے وصول کر کے اجتماعی فنڈ میں جمع کی جاتی۔ قصی نے حاجیوں کے لیے پانی ذخیرہ کرنے کی غرض سے چرمی حوض بنوائے اور عرفات اور منیٰ کے درمیان مشعر حرام تعمیر کرایا جس پر حج کے دنوں میں چراغاں کیا جاتا۔ قصی کے چھ بیٹے تھے لیکن تاریخ میں دو بیٹوں عبدالدار اور عبد مناف نے شہرت حاصل کی۔ قصی کے یہ اقوال تاریخ کا حصہ ہیں "جس نے کسی کمینہ خصلت آدمی کا احترام کیا وہ گویا اس کی کمینگی میں حصہ دار ہے۔ عزت و تکریم سے جس کی اصلاح نہیں ہوتی ذلت و رسوائی اس کی اصلاح کر دیتی ہے۔ جس نے اپنے حق سے زیادہ طلب کیا وہ محرومی کا حق دار ہے۔"(6)

قصی نے وفات سے پہلے اپنے بڑے بیٹے عبدالدار کو سقایہ اور رفادہ کے منصب سونپ دیے۔(7) عبدالدار چونکہ ان مناصب کا اہل نہ تھا لہٰذا قریش کی سیادت عبد مناف نے حاصل کر لی۔ رسول اللہ ﷺ عبد مناف کے خاندان سے تھے۔ معروف مورخ آلوسی، عبد مناف کے بارے میں لکھتے ہیں "انھیں حسن و جمال کی وجہ سے بطحا کا چاند کہا جاتا تھا۔ حضرت زبیرؓ کو ایک پتھر ملا جس پر

5۔ [عربی ادب کی تاریخ اسلام] 6۔ [سیرۃ النبویہ احمد بن زینی] [پیر کرم شاہ، ضیاء النبی ﷺ] 7۔ [طبقات]

تحریر تھا ''میں مغیرہ بن قصی ہوں، میں قریش کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کریں اور اپنے قریبی رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کریں۔'' آپ بتوں سے بغض رکھتے تھے۔ (8)

ہاشم

عبد مناف کے چار بیٹے ہاشم، شمس، نوفل اور مُطلب تھے۔ ان میں ہاشم سب سے بڑے تھے۔ روایت کے مطابق سقایہ (پانی پلانے) اور رفادہ (کھانا کھلانے) کے مناصب انھیں منتقل ہوئے۔ ہاشم مالدار اور مہمان نواز انسان تھے۔ انھوں نے سخاوت کا بہترین نمونہ پیش کیا۔ ایک بار مکہ میں قحط پڑا۔ ہاشم ملک شام سے روٹیاں پکوا کر لائے اور گوشت کے شوربے میں روٹیاں چُور کر کے لوگوں کو کھلائیں۔ اس عوامی خدمت کے بعد ان کا نام ہاشم (چُورا کرنے والا) مشہور ہوگیا جبکہ ان کا اصل نام عمرو تھا۔ (9)

ہاشم نے قریش کی تجارت کو بین الاقوامی سطح پر منظم کیا۔ اُس نے قیصر روم اور حبش کے بادشاہ نجاشی سے یہ فرمان جاری کروایا ''قریش جب ہمارے ملک میں اشیائے تجارت لے کر آئیں تو ان سے کوئی ٹیکس نہ لیا جائے۔'' تجارت کے فروغ سے مکہ کے قبائل کو فائدہ پہنچا۔ جو لوگ خود تجارتی قافلے کے ساتھ جانے سے قاصر تھے وہ اپنا مال کسی دوسرے تاجر کو طے شدہ منافع پر دے دیا کرتے تھے۔ جن کے پاس سرمایہ کم ہوتا وہ دوسروں سے شراکت کر لیتے۔ ہاشم نے حاجیوں کی بہتر خدمت اور دوسرے ممالک سے تجارتی روابط قائم کر کے جزیرۃ العرب میں اہم اور با اثر قبائلی سردار کی حیثیت حاصل کر لی۔

ہاشم ایک بار تجارت کے لیے ملک شام گئے۔ راستے میں مدینہ کے سالانہ بازار میں شرکت کی۔ اس بازار میں انھیں ایک حسین وجمیل خاتون سلمیٰ نظر آئیں جن کی حرکات وسکنات سے شرافت اور نجابت کا اظہار ہوتا تھا۔ اس کا تعلق خاندان بنی نجار سے تھا۔ ہاشم نے اس سے شادی کی درخواست کی جو اُس نے قبول کر لی۔ دونوں کا نکاح ہوگیا۔ ہاشم شادی کے بعد شام چلے گئے اور

8۔ [بلوغ الارب]
9۔ [طبری]

وہیں پر وفات پائی۔ سلمیٰ نے لڑکے کو جنم دیا جس کا نام شیبہ رکھا گیا۔ اس نے 8 برس تک مدینہ میں پرورش پائی۔ ہاشم کے بھائی مُطلب کو جب یہ حالات معلوم ہوئے تو وہ سلمیٰ کی اجازت سے شیبہ کو مدینہ سے مکہ لے آئے۔ شیبہ کی پرورش اور تربیت مُطلب نے کی لہٰذا اس کا نام عبدالمطلب مشہور ہو گیا۔ (10)

قریش اپنی ایک جاہلانہ رسم کے مطابق جب مفلس اور نادار ہو جاتے تو اپنی عزت کی خاطر بستی سے دور خیمے لگا لیتے اور بھیک مانگنے کے بجائے خاموشی سے فاقہ کشی سے مرجاتے۔ ہاشم نے اپنے قبیلے کو جمع کیا اور یہ مکروہ رسم ختم کرنے کی تجویز پیش کی۔

"میری رائے یہ ہے کہ تم میں سے جو غریب اور مفلس ہیں انھیں میں دولت مند افراد کے ساتھ ملا دوں۔ ہر غنی کے ساتھ ایک فقیر مع اس کے کنبہ کے ملا دوں۔ جب تمام لوگ اپنے تجارتی کارواں لے کر موسمِ گرما اور موسمِ سرما میں شام اور یمن کی طرف جائیں تو تمھارے یہ نادار بھائی تمھارا ہاتھ بٹائیں اور جب اس کاروبار میں تمھیں نفع ہو تو تم انھیں شریک کر لو تاکہ وہ تمھارے سائے میں عزت اور خوشحالی کی زندگی بسر کریں تاکہ فاقہ کشی کے باعث اُن کے مرنے کی نوبت نہ آئے۔" (11)

قریش نے اس تجویز کو پسند کیا۔ ہر دولت مند کے ساتھ ایک مفلس خاندان کو ملا دیا گیا۔ یوں نادار خاندانوں کو باعزت روزگار مل گیا اور فاقہ کشی سے مرنے کی رسم کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ ہجرتِ مدینہ کے بعد پیغمبرِ انسانیت ﷺ کی رہنمائی میں بھی مواخات کا یہ نمونہ سامنے آیا۔ ہاشم کا ایک تاریخی خطبہ آج بھی قابلِ توجہ ہے:

"اے لوگو! ہم آلِ ابراہیم علیہ السلام ہیں اور اولادِ اسماعیل علیہ السلام ہیں۔ ہم نضر بن کنانہ کے فرزند ہیں۔ قصی بن کلاب کے بیٹے ہیں اور مکہ کے مالک ہیں اور حرم میں رہنے والے ہیں۔ نسب کی بلندی اور بزرگی کی پختگی ہمارے

10- [شبلی] 11- [سبل الہدیٰ: سیرۃ خیر العباد]

لیے ہے۔ جس نے کسی کے ساتھ دوستی کا معاہدہ کیا ہے اس کی مدد ضروری ہے اور اگر وہ پکارے تو اس کو لبیک کہنا لازمی ہے۔ بجز اس کے کہ اس کی دعوت اپنے قبیلے سے سرکشی اور قطع رحمی کی ہو۔ اے قصی کے بیٹو! تم اس طرح ہو جس طرح درخت کی دو ٹہنیاں ہوتی ہیں۔ اگر ان میں سے ایک ٹوٹ جائے تو دوسری بھی وحشت اور نقصان سے دوچار ہوتی ہے۔ تلوار کی حفاظت اس کی نیام سے ہی ہو سکتی ہے۔ جو آدمی اپنے قبیلے پر تیر اندازی کرتا ہے وہ خود بھی اپنے تیر کا نشانہ بنتا ہے۔ اے لوگو! حلم اور بردباری بزرگی ہے۔ صبر کامیابی کی کلید ہے۔ اچھائی ایک خزانہ ہے اور سخاوت سرداری ہے۔ جہالت کمینگی ہے۔ دن بدلتے رہتے ہیں، زمانہ تغیر پذیر رہتا ہے اور ہر انسان کو اپنے کام کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور اپنے عمل کے باعث اس سے باز پرس کی جاتی ہے۔ اچھے کام کرو، لوگ تمھاری تعریف کریں گے۔ فضول باتوں سے دامن کش رہو۔ بے وقوف لوگ تم سے علیحدہ رہیں گے۔ اپنے ہم نشین کی عزت کرو، تمھاری مجلسیں آباد رہیں گی۔ اپنے شریک کار کی حفاظت کرو، لوگ تمھاری پناہ لینے کے مشتاق ہوں گے۔ اپنی ذات کے ساتھ بھی انصاف کرو، تم پر اعتماد کیا جائے گا۔ مکارم اخلاق کی پابندی کرو کیونکہ اس میں تمھاری بلندی ہے اور کمینی عادتوں سے دور رہو کیونکہ اس سے عزت خاک میں مل جاتی ہے اور ناموری کا قصر منہدم ہو جاتا ہے۔"(12)

ہاشم کے اس تاریخی خطبے سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنے عہد کے دانش مند سردار تھے اور انسانیت کے قائل تھے نیز دورِ جاہلیت میں بھی اخلاقی قدروں کو اہمیت دی جاتی تھی۔

رسول اکرم ﷺ کے دادا عبد المطلب

ہاشم کے بعد ان کا بیٹا عبد المطلب اُن کے مناصب کا وارث بنا۔ مطلب کی وفات کے بعد ان

12۔ [illegible] (ترجمہ: [illegible])

کے بھائی نوفل نے اپنے بھتیجے عبدالمطلب کی جائداد پر قبضہ کر لیا۔ عبدالمطلب نے قریش کے بڑے لوگوں سے کہا کہ ان کی موروثی جائداد واپس دلائی جائے مگر کوئی نوفل کے مقابلے میں آنے کے لیے تیار نہ ہوا۔ عبدالمطلب نے مایوس ہو کر یثرب (مدینہ) میں اپنے ماموں ابوسعید کو خط لکھا اور مدد کی درخواست کی۔ ابوسعید اپنے قبیلے کے اسّی (80) مسلح آدمی لے کر مکہ آیا۔ نوفل حرم کے پاس قریش کے سرداروں کی محفل میں بیٹھا تھا۔ ابوسعید نے تلوار نیام سے نکال کر نوفل سے کہا "اگر تم نے میرے بھانجے کی جائداد واپس کرنے کا اعلان نہ کیا تو تمھارا سر تن سے جدا کر دوں گا۔" نوفل پریشان ہو گیا اور اس نے عبدالمطلب کی جائداد سے دستبرداری کا اعلان کر دیا۔ قریش مکہ نے بھی عبدالمطلب کی سرداری کو تسلیم کر لیا۔ عبدالمطلب خوبصورت، خوش اخلاق اور شیریں بیان تھے۔

چشمہ زم زم کی بازیافت

چشمہ زم زم کی بازیافت عبدالمطلب کا یادگار کارنامہ ہے۔ بنو جرہم نے مکہ سے جاتے ہوئے یہ چشمہ بند کر دیا تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ اس چشمے کے مقام کا بھی کسی کو علم نہیں رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس چشمے کی دریافت کا اعزاز عبدالمطلب کو بخشا اور انھیں خواب میں چشمے کا محل وقوع دکھا دیا۔ عبدالمطلب نے اپنے بڑے بیٹے حارث کے ساتھ چشمے کی کھدائی شروع کر دی۔ باپ بیٹے کی محنت رنگ لائی جب پانی کے آثار نمودار ہوئے تو عبدالمطلب بے ساختہ "اللہ اکبر" پکار اٹھے۔ قریش جو کھدائی میں تعاون کے لیے تیار نہ تھے چشمے کی دریافت پر کہنے لگے کہ زم زم چونکہ ان کے والد اسماعیل علیہ السلام کی ملکیت ہے لہٰذا سارے قریش اس میں حصہ دار ہیں۔ اس کنوئیں سے تلواریں، زرہیں اور سونے کے دو ہرن بھی برآمد ہوئے تھے۔

ان قیمتی اشیاء کی وجہ سے قریش عبدالمطلب سے لڑائی پر آمادہ ہو گئے۔ آخر کار قرعہ اندازی پر اتفاق ہو گیا۔ قرعہ اندازی سے سونے کے ہرن بیت اللہ کے نام جبکہ تلواریں اور زرہیں عبدالمطلب کے نام نکل آئیں۔ عبدالمطلب نے سونے کے ہرن بیت اللہ کے دروازے کی سجاوٹ پر لگا دیے اور زمزم سب قریش والوں کے لیے کھول دیا نیز قریش نے حاجیوں کو پانی پلانے کا حق

عبد المطلب کا تسلیم کرلیا۔

ابرہہ کا کعبہ پر حملہ (عام الفیل)

حمیری حکومت سبا (115 ق م تا 525ء) کی حدود مملکت جنوبی عرب سے شروع ہو کر بتدریج شمالی عرب اور افریقہ تک وسیع ہو گئی تھیں۔ چھٹی صدی عیسوی کے آغاز میں نجران میں یمن کے حمیری یہودی فرماں روا ذونواس نے عیسائیوں پر جو ظلم کیا اس کا بدلہ لینے کے لیے حبش کی عیسائی سلطنت نے یمن پر حملہ کر کے حمیری حکومت کا خاتمہ کر دیا تھا اور سن 525ء میں اس پورے علاقے پر حبشی حکومت قائم ہو گئی تھی۔ بعض مورخین کے بقول اسی حبشی فوج میں ابرہہ بھی تھا اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ ابرہہ اس فوج کا سپہ سالار تھا۔ رفتہ رفتہ وہ یمن کا خود مختار بادشاہ بن گیا۔ اس نے شاہ حبش کی بالادستی تسلیم کر رکھی تھی اور اپنے آپ کو نائب شاہ لکھتا تھا۔ یمن میں پوری طرح اقتدار مضبوط کر لینے کے بعد ابرہہ نے رومی سلطنت اور اس کے حلیف حبشی عیسائیوں کے لیے کام شروع کر دیا جو اس مہم کی ابتدا سے ان کے پیش نظر تھا۔ یعنی عرب میں عیسائیت پھیلانا اور عربوں کی تجارت پر قبضہ جمانا۔ ابرہہ نے اس مقصد کے لیے یمن کے دارالسلطنت صنعاء میں ایک عظیم الشان کلیسا تعمیر کرایا۔ محمد بن اسحاق کی روایت ہے کہ اس کام کی تکمیل کے بعد ابرہہ نے شاہ حبش کو لکھا کہ میں عربوں کا حج کعبہ سے اس کلیسا کی طرف موڑے بغیر نہ رہوں گا۔

ابن کثیر نے لکھا ہے کہ اس نے یمن میں علی الاعلان اپنے اس ارادے کا اظہار کیا اور اس کی منادی بھی کرادی۔ ابرہہ کے اس اعلان پر غضب ناک ہو کر ایک عرب (حجازی) نے کسی نہ کسی طرح کلیسا میں گھس کر رفع حاجت کر ڈالی۔ اپنے کلیسا کی اس توہین پر اس نے قسم کھائی کہ میں اس وقت تک چین نہ لوں گا جب تک کعبے کو ڈھا نہ دوں۔

اس کے بعد ابرہہ 570ء یا 571ء میں ساٹھ ہزار فوج اور 13 ہاتھی لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں پہلے یمن کے سردار ذونفر نے پھر خثعم کے علاقے کے سردار نفیل بن حبیب خثعمی نے مقابلہ کیا مگر وہ شکست کھا گئے۔ ابرہہ طائف کے قریب پہنچا تو بنی ثقیف کا ایک سردار

مسعود وفد لے کر اس سے ملا اور کہا: ''ہمارا بت کدہ وہ معبد نہیں جسے آپ ڈھانے آئے ہیں، وہ تو مکہ میں ہے اس لیے آپ ہمارے معبد کو چھوڑ دیں۔ ہم مکہ کا راستہ بتانے کے لیے آپ کو رہنما فراہم کیے دیتے ہیں۔'' ابرہہ نے یہ پیش کش قبول کر لی اور بنی ثقیف نے ابورغال نامی ایک آدمی کو اس کے ساتھ کر دیا۔ جب مکہ تین کوس رہ گیا تو راستے میں ابورغال مر گیا۔ عرب مدتوں اس کی قبر پر سنگ باری کرتے رہے۔ بنی ثقیف کو بھی وہ سالہا سال تک طعنے دیتے رہے کہ انھوں نے لات کے مندر کو بچانے کے لیے بیت اللہ پر حملہ کرنے والوں سے تعاون کیا۔

محمد بن اسحاق کی روایت ہے کہ المغمس سے ابرہہ نے اپنے مقدمۃ الجیش کو آگے بڑھایا اور وہ اہل تہامہ اور قریش کے بہت سے مویشی لوٹ کر لے گیا جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبد المطلب کے بھی دو سو اونٹ تھے۔ اس کے بعد اس نے اپنے ایک ایلچی کو مکہ بھیجا اور اس کے ذریعے سے اہل مکہ کو یہ پیغام دیا کہ میں تم سے لڑنے نہیں آیا بلکہ اس گھر (کعبہ) کو ڈھانے آیا ہوں۔ اگر تم نہ لڑو تو میں تمھارے جان و مال سے کوئی تعرض نہ کروں گا۔ مکے کے سب سے بڑے سردار اس وقت عبد المطلب تھے۔ ایلچی نے ان سے مل کر ابرہہ کا پیغام پہنچایا۔ انھوں نے کہا کہ ہم میں ابرہہ سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے، یہ اللہ کا گھر ہے، وہ چاہے گا تو اپنے گھر کو بچا لے گا۔ ایلچی نے کہا کہ آپ میرے ساتھ ابرہہ کے پاس چلیں۔ وہ اس پر راضی ہو گئے اور اس کے ساتھ چلے گئے۔ وہ اس قدر وجیہہ اور دلکش شخص تھے کہ انھیں دیکھ کر ابرہہ بہت متاثر ہوا اور اپنے تخت سے اتر کر ان کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ پھر پوچھا کہ آپ کیا چاہتے ہیں؟ انھوں نے کہا کہ میرے جو اونٹ پکڑ لیے گئے ہیں وہ مجھے واپس دے دیے جائیں۔ ابرہہ نے کہا کہ آپ اپنے اونٹوں کا مطالبہ تو کر رہے ہیں اور یہ گھر جو آپ کا اور آپ کے آبائی دین کا مرجع ہے اس کے بارے میں کچھ نہیں کہتے۔ انھوں نے کہا: ''میں تو صرف اپنے اونٹوں کا مالک ہوں اور انھی کے بارے میں آپ سے درخواست کر رہا ہوں۔ رہا یہ گھر تو اس کا ایک رب ہے وہ اس کی حفاظت خود کر لے گا۔'' ابرہہ نے جواب دیا وہ اس کو مجھ سے نہ بچا سکے گا۔ عبد المطلب نے کہا: ''آپ جانیں اور وہ جانے۔'' دوران گفتگو عبد المطلب نے یہ بھی کہا: ''یہ اللہ کا گھر

ہے آج تک اس نے کسی کو اس پر مسلط نہیں ہونے دیا۔" یہ کہہ کر وہ ابرہہ کے پاس سے اٹھ آئے اور ابرہہ نے ان کے اونٹ واپس کر دیے۔

قریش اتنی بڑی فوج سے لڑ کر کعبے کو بچانے کی طاقت نہ رکھتے تھے چنانچہ عبدالمطلب نے لوگوں سے کہا کہ اپنے بال بچوں کو لے کر پہاڑوں میں چلے جائیں تاکہ ان کا قتل عام نہ ہو پھر وہ قریش کے چند سرداروں کے ہمراہ حرم میں حاضر ہوئے اور اللہ کے حضور دعائیں مانگیں کہ وہ اپنے گھر کی حفاظت فرمائے۔ ابن ہشام، سہیلی اور ابن جریر نے عبدالمطلب کے جو اشعار نقل کیے وہ یہ ہیں:

"الٰہی! بندہ اپنے گھر کی حفاظت کرتا ہے، تو بھی اپنے گھر کی حفاظت فرما۔"

"کل ان کی صلیب اور ان کی تدبیر تیری تدبیر کے مقابلے میں غالب نہ آنے پائے۔"

"اگر تو ان کو اور ہمارے قبلے کو اپنے حال پر چھوڑ دینا چاہتا ہے تو جو تو چاہے کر۔"

"صلیب کی آل اور اس کے پرستاروں کے مقابلے میں آج اپنی آل کی مدد فرما۔"

"اے میرے رب! تیرے سوا میں ان کے مقابلے میں کسی سے امید نہیں رکھتا۔ اے میرے رب! ان سے اپنے حرم کی حفاظت فرما۔" "اس گھر کا دشمن تیرا دشمن ہے۔ اپنی بستی کو تباہ کرنے سے ان کو روک۔"

یہ دعائیں مانگ کر عبدالمطلب اور ان کے ساتھی بھی پہاڑوں میں چلے گئے۔ دوسرے روز ابرہہ مکے میں داخل ہونے کے لیے آگے بڑھا مگر اس کا خاص ہاتھی محمود جو آگے آگے تھا یکا یک بیٹھ گیا۔ بہت کوشش کی مگر وہ اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ اتنے میں ابابیلوں کے غول کے غول اپنی چونچوں اور پنجوں میں سنگریزے لیے ہوئے آئے اور انھوں نے اس لشکر پر سنگریزوں کی بارش کر دی جس

سے سارا لشکر ہلاک و برباد ہو گیا۔ یہ واقعہ مزدلفہ اور منیٰ کے درمیان محصب وادی کے قریب محسر کے مقام پر پیش آیا۔ جس سال یہ واقعہ پیش آیا اہلِ عرب اسے عام الفیل کہتے ہیں۔ اسی سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ ہوئی۔ اصحاب الفیل کا واقعہ محرم میں پیش آیا تھا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ربیع الاول میں ہوئی تھی۔ (13)

قرآن پاک میں اس واقعے کے بارے میں ارشادِ ربانی ہے:

"کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے پروردگار نے ہاتھی والوں کا کیا انجام کیا؟ اُن کے داؤ کو سرتاسر اکارت کر دیا گیا؟ اُن پر پرندوں کے غول بھیجے جو اُن پر پتھر کی کنکریاں پھینکتے تھے یہاں تک کہ وہ چبائے ہوئے بھوسے کی مانند ہو گئے۔" (14)

عبدالمطلب ہر سال ماہِ رمضان میں غارِ حرا میں خلوت نشین رہتے اور خدا کی عبادت کرتے۔ وہ مسکینوں کو کھانا کھلاتے اور غریبوں کی مدد کرتے۔ اپنی اولاد کو ظلم اور سرکشی سے روکتے۔ قحط کی صورت میں لوگ عبدالمطلب سے بارش کی دعا کرواتے جو قبول ہوتی۔ (15) عبدالمطلب کے دس بیٹے اور چھ بیٹیاں تھیں۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد عبداللہ

زم زم کی کھدائی کے وقت عبدالمطلب کو احساس ہوا کہ اگر ان کے زیادہ بیٹے ہوتے تو مکہ کے قریش اُن سے لڑائی پر آمادہ نہ ہوتے چنانچہ انھوں نے دعا کی کہ اگر رب ان کو دس بیٹے عطا کرے تو وہ ایک بیٹے کو اس کی راہ میں قربان کر دیں گے۔ رب نے ان کی دعا قبول کر لی جب بیٹے جوان ہو گئے تو ایک دن عبدالمطلب نے اپنے بیٹوں کو جمع کیا اور اپنی منت کے بارے میں بتایا۔ سب نے کہا ہم حاضر ہیں، اپنی منت پوری کریں۔ عبدالمطلب کا کسی ایک بیٹے کو قربانی کے لیے نامزد کرنا ممکن نہ تھا لہٰذا انھوں نے قرعہ اندازی کا روایتی طریقہ اختیار کیا تو قرعہ عبداللہ کے نام نکل آیا۔

13۔ [ملخص از تفہیم القرآن 6/462-469]
14۔ [105:1-5]
15۔ [محمد حسین ہیکل: حیات محمد صلی اللہ علیہ وسلم]

عبدالمطلب منت کے مطابق اپنے پیارے اور خوبصورت بیٹے عبداللہ کو لے کر قربان گاہ پہنچے تو ان کے ننھیال کے افراد اور عزیز و اقارب نے مزاحمت کی اور کہا کہ اگر عبدالمطلب نے بیٹے کی قربانی کی تو دوسرے لوگ بھی اس پر عمل کرنے لگیں گے لہٰذا اسماعیل علیہ السلام کی روایت کے مطابق جانوروں کی قربانی دی جائے۔ یثرب کی علم والی خاتون عرافہ نے مشورہ دیا کہ لڑکے کے مقابلے میں دس اونٹوں کی فال نکالی جائے اور اس وقت تک دس دس اونٹوں کا اضافہ کرتے جاؤ جب تک فال اونٹوں پر نہ نکل آئے۔ عبدالمطلب نے اس مشورے پر عمل کیا اور جب عبداللہ کے مقابلے میں اونٹوں کی تعداد ایک سو ہوگئی تو فال اونٹوں پر نکل آئی۔ اس واقعے کے بعد مکہ میں خون بہا (دیت) ایک سو اونٹ قرار پائے۔(16)

عبداللہ ایک حسین نوجوان تھے۔ جب اللہ نے اُن کے عوض سو اونٹوں کی قربانی قبول فرمالی تو ان کی شہرت ہر گھر میں پہنچ گئی۔ عبداللہ کی شادی قریش کے معزز خاندان بنی زہرہ کے سردار وہب بن عبد مناف کی صاحبزادی آمنہ بی بی سے ہوئی۔ اس وقت کے رواج کے مطابق عبداللہ نکاح کے بعد تین روز تک سسرال کے گھر رہے اور چوتھے روز دلہن کے ساتھ اپنے گھر آگئے۔ ایک سیرت نگار کے مطابق "عبداللہ قریش میں ایک تابندہ نور تھے اور سب سے زیادہ خوبصورت تھے۔ قریش کی عورتیں ان کے دام محبت کی اسیر تھیں اور قریب تھا کہ وہ ان کی محبت میں ہوش و حواس کھو بیٹھتیں۔"(17) ایک خاتون فاطمہ نے عبداللہ کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے سو اونٹوں کی پیش کش کی اس کے جواب میں عبداللہ نے یہ اشعار پڑھ کر خاندانی نجابت اور شرافت کا ثبوت دیا:

> "شخص حرام کے ارتکاب سے تو مرجانا ہی اچھا ہے، میں حلال کو بے شک پسند کرتا ہوں مگر اس کے لیے اعلان ضروری ہے۔ تم مجھے بہلاتی اور پھسلاتی ہو مگر شریف آدمی کو لازم ہے کہ وہ اپنی عزت اور دین کی حفاظت کرے۔"(18)

عبدالمطلب کا خاندان بڑا پاکیزہ تھا اور دور جاہلیت میں بھی ان کے خاندان میں کوئی بچہ نکاح کے بغیر پیدا نہیں ہوا۔(19)

16۔ [ابن ہشام] 17۔ [السیرۃ النبویہ از دحلان] 18۔ [سلمان منصور پوری] 19۔ [البدایہ والنہایہ]

ابن اسحاق کے مطابق عبدالمطلب نے اپنی بہو آمنہ کے بارے میں یہ شعر کہا:

''تعریف بزرگ و برتر خدا کے لیے ہی ہے اور میں اس کا شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے بنو زہرہ کی سفید چہرہ والی خاتون بطور بہو عطا فرمائی۔''(20)

آمنہ بی بی نے بیان کیا کہ جب وہ حاملہ ہوئیں تو انھوں نے خواب میں دیکھا کہ وہ رسول اکرم ﷺ کو جنم دیں گی جو سردار عالم ہیں، جب وہ مولود ہوں تو یہ الفاظ کہنا:

''میں اس مولود مسعود کو ذات واحدہ کی پناہ میں دیتی ہوں تاکہ ہر حاسد کے شر سے محفوظ رہے۔''(21)

شادی کے چند ماہ بعد حضرت عبداللہ ایک تجارتی قافلے کے ساتھ شام گئے۔ واپسی پر بیمار پڑ گئے اور وفات پا گئے اس وقت ان کی عمر 25 سال تھی۔ آمنہ بی بی جوانی میں ہی بیوہ ہو گئیں۔ انھوں نے اپنے جوان خاوند کی وفات پر ایک قصیدہ لکھ کر اپنے دلی جذبات کا اظہار کیا جس کا ایک شعر یہ ہے:

''اگرچہ موت اور اس کی مشکلات نے اس کو جھپٹ لیا لیکن وہ درحقیقت بہت سخی اور رحم کرنے والا تھا۔''(22) حضرت عبداللہ نے ترکہ میں اونٹ، بکریاں اور ایک لونڈی اُم ایمن چھوڑی۔

20۔ [الامین ﷺ]

21۔ [ابن ہشام]

22۔ [السیرۃ النبویہ]

ولادتِ باسعادت: بچپن اور لڑکپن

سیرت نگار حضرت محمد ﷺ کی ولادت کے دن اور سال پر متفق ہیں البتہ تاریخ پیدائش کے بارے میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ ولادت کا دن سوموار اور سال عام الفیل یعنی 571ء ہے۔ معروف سیرت نگاروں اور مؤرخین کے مطابق حضور ﷺ کی تاریخ پیدائش 12 ربیع الاوّل ہے۔[1] مصر کے مشہور ہیئت دان اور ریاضی کے عالم محمود پاشا فلکی اور مؤرخ سلمان منصور پوری کی تحقیق کے مطابق پیغمبر انسانیت ﷺ کی تاریخ پیدائش 9 ربیع الاوّل تھی کیونکہ سوموار کا دن 9 ربیع الاوّل کو تھا جبکہ علمائے شیعہ کی اکثریت نے 17 ربیع الاوّل تحریر کی ہے۔ سیرت نگاروں کی اکثریت کا چونکہ 12 ربیع الاوّل پر اتفاق ہے لہٰذا مسلمانوں کی واضح اکثریت اسی کو پیغمبر انسانیت ﷺ کا یوم ولادت تسلیم کرتی ہے۔

رحمت اللعالمین ﷺ مکہ میں صفا کی پہاڑی کے نزدیک شعب ابی طالب کے جس گھر میں پیدا ہوئے وہ محمد بن یوسف ثقفی کی ملکیت تھا۔ خلیفہ ہارون الرشید کی ماں نے اس مبارک گھر کو خرید کر مسجد میں تبدیل کر دیا۔ لوگ اس کی زیارت کرتے اور نماز پڑھتے۔[2] آج کل یہ لائبریری کی صورت میں موجود ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی والدہ ماجدہ بی بی آمنہؓ کے مطابق اُن کے حمل کے ایام بڑے آسانی سے گزرے اور کوئی بوجھ محسوس نہ ہوا۔ جب ایام پورے ہو گئے تو فرشتے نے خواب میں نومولود کے لیے یہ دعا پڑھنے کے لیے کہا ''اللہ واحد سے اس کے لیے ہر حاسد کے شر سے پناہ مانگتی ہوں۔''[3] حضور اکرم ﷺ کے دادا عبدالمطلب نے اپنے پوتے کا اسم مبارک محمد ﷺ رکھا جبکہ بی بی آمنہؓ نے خواب کے مطابق احمد ﷺ رکھا۔ جب قریش نے جناب عبدالمطلب سے منفرد

1۔ [طبری، ابن خلدون، ابن ہشام، ابن کثیر] 2۔ [تاریخ طبری] 3۔ [تاریخ یعقوبی]

نام رکھنے کی وجہ پوچھی تو انھوں نے کہا کہ محمد ﷺ نام اس لیے رکھا تاکہ میرے فرزند کی تعریف دونوں جہاں میں ہو۔ جناب عبدالمطلب اپنے پوتے کو گود میں اٹھا کر کعبہ شریف میں لے گئے اور یہ دعا کی

''سب تعریفیں اللہ کے لیے جس نے مجھے پاک آستینوں والا یہ بچہ عطا فرمایا۔
یہ اپنے پنگھوڑے میں سب بچوں کا سردار ہے میں اسے بیت اللہ شریف کی
پناہ میں دیتا ہوں۔''

جناب عبدالمطلب نے پیدائش کے ساتویں روز اونٹ ذبح کر کے عزیز و اقارب کی دعوت کی جسے آج کل عقیقہ کہا جاتا ہے۔ رسم کے مطابق نومولود کے سر کے بال منڈوائے گئے اور بالوں کے وزن کے برابر سونا خیرات کیا گیا۔ حضور اکرم ﷺ کی والدہ نے سات روز تک اپنے فرزند کو دودھ پلایا اس کے بعد آپ ﷺ کے تایا ابولہب کی کنیز ثویبہ نے آپ ﷺ کو دودھ پلایا اور دیکھ بھال کی۔ اس خدمت کے صلے میں حضور ﷺ جوان ہونے کے بعد ثویبہ سے حسن سلوک فرماتے رہے۔ آپ ﷺ مدینہ سے بھی ثویبہ کے لیے کپڑے اور خرچہ بھیجا کرتے تھے۔ [4]

بعض سیرت نگاروں نے حضور اکرم ﷺ کی ولادت کے مبارک موقع پر رونما ہونے والے معجزات کا ذکر کیا ہے۔ بحیرہ ساوہ (طبریہ) خشک ہو گیا، [5] کسریٰ نے اپنی حکومت کی بربادی کا خواب دیکھا۔ ایران میں زلزلہ آیا جس سے قصر شاہی کے کنگورے گر گئے۔ صدیوں سے جلتا آتش کدہ بجھ گیا۔ ایک جھیل سوکھ گئی۔ صحرا میں ایک ندی نمودار ہو گئی۔ [6] ایک گمنام شاعر کا یہ شعر ان معجزات کو یوں بیان کرتا ہے:

گم صم تھی دو جہاں کی حقیقت میرے بغیر
میں آ گیا تو ارض و سما بولنے لگے

ابن کثیر حضرت ابن عباسؓ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی ولادت بھی سوموار کے دن، بعثت بھی سوموار کے دن، مکہ سے ہجرت بھی سوموار کے دن، مدینہ میں تشریف آوری بھی سوموار کے دن اور رحلت بھی سوموار کے دن ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو یتیم اور غریب

4- [مودودی، سیرت سرور عالم ﷺ] 5- [ابن ہشام، ابن الجوزی] 6- [ابن ہشام]

پیدا کیا۔ نبوت کا منصب ہمیشہ غرباء کو ہی ملتا رہا۔ قریش کو ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ رب نے کسی امیر اور دولت مند کو نبوت کے منصب سے سرفراز کیوں نہ کیا۔ ارشاد ربانی ہے" اور اللہ نے تم کو غریب پایا پھر غنی کر دیا۔"(7)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے خلق کی تخلیق فرمائی تو مجھے سب سے اچھے گروہ میں رکھا پھر قبائل کو چنا تو مجھے سب سے اچھے قبیلے میں رکھا۔ پھر گھرانوں کو چنا تو مجھے سب سے اچھے گھرانے میں رکھا لہٰذا میں اپنی ذات کے اعتبار سے بھی سب سے اچھا ہوں اور اپنے گھرانے کے اعتبار سے بھی سب سے ممتاز ہوں۔ (8)

بچپن و لڑکپن

عرب میں رواج تھا کہ نومولود بچوں کو بدوی عورتوں کے سپرد کر دیا جاتا تھا تاکہ بچہ صحرا کی کھلی اور صاف ہوا میں پرورش پائے نیز اس کی زبان فصیح اور جسم مضبوط ہو نیز وہ اس قابل ہو جائے کہ مصائب و تکالیف کا صبر و تحمل سے مقابلہ کر سکے۔ آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کے موقع پر بھی چند بدوی عورتیں بچوں کو گود لینے کے لیے مکہ آئیں۔ قبیلہ بنو سعد کی حلیمہ بی بی کی گدھی چونکہ کمزور تھی لہٰذا وہ تاخیر سے پہنچیں۔ اس دوران بدوی عورتوں نے امیروں کے بچوں کو گود لے لیا تھا۔ رسول خدا ﷺ کو یتیمی کی وجہ سے کسی نے گود نہ لیا تو حلیمہ بی بی نے آپ ﷺ کو گود لے لیا۔

بی بی آمنہؓ نے حضرت محمد ﷺ کو حلیمہ بی بی کے سپرد کرتے وقت اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے" میں خدائے ذوالجلال سے پناہ مانگتی ہوں، اس برائی سے جو پہاڑوں کے اوپر سے گزرتی ہے تاکہ میں اس بچے کو حلال روزی کا حامل دیکھوں اور اپنے قرابت داروں کے ساتھ نیکی کرتا پاؤں اور دوسرے عوام الناس کے ساتھ بھی۔"(9) حلیمہ بی بی کہتی ہیں جب میں نے آپ ﷺ کو اپنے سینے سے لگایا تو میری چھاتیاں دودھ سے بھر گئیں۔ آپ ﷺ نے خوب سیر ہو کر دودھ پیا۔ آپ ﷺ کی برکت سے رضاعی بھائی بھی شکم سیر ہوا۔ آپ ﷺ صرف ایک جانب سے دودھ پیتے اور دوسری

7- [8:93] 8- [ترمذی] 9- [طبقات]

جانب اپنے بھائی کے لیے چھوڑ دیتے۔ [10] گویا آپ ﷺ نے بچپن میں ہی انصاف اور مساوات کا عملی مظاہرہ کیا۔ حلیمہ بی بی کہتی ہیں کہ واپسی پر ان کی گدھی بہت تیز دوڑی اور تمام بدوی عورتوں کے جانوروں کو پیچھے چھوڑ گئی۔ وہ حیران ہو کر پوچھنے لگیں، کیا یہ وہی گدھی ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی برکت سے قحط سالی کے باوجود ہماری بکریاں جنگل سے پیٹ بھر کر آتیں اور خوب دودھ دیتی تھیں۔ [11]

حلیمہ بی بی نے عکاظ کے ایک سالانہ میلے میں شرکت کی۔ وہاں پر ایک یہودی فال گو نے آپ ﷺ کو دیکھ کر شور مچا دیا لوگو آؤ اس بچے کو قتل کر دو ورنہ یہ بڑا ہو کر تم کو قتل کر دے گا۔ لوگوں نے حلیمہ بی بی سے پوچھا کیا یہ یتیم ہے۔ حلیمہ بی بی نے کہا نہیں یہ میرا بچہ ہے اور اس کا باپ حارث (حلیمہ کا خاوند) ہے۔ یہودیوں نے کہا اگر یہ یتیم ہوتا تو ہم اسے قتل کر دیتے۔ [12]

ایک دن حضور اکرم ﷺ کی رضاعی بہن شیما آپ ﷺ کو گدگدا رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے اس کے شانے پر اس زور سے کاٹا کہ اس کے جسم پر نشان پڑ گیا۔ [13] ابنِ اسحاق کے مطابق حضور اکرم ﷺ نے اپنے بچپن کا ایک واقعہ یوں بیان فرمایا کہ میں اپنے پدر بزرگوار حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دُعا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں۔ جب میری والدہ کو حمل ہوا تو انھوں نے دیکھا کہ ان کے اندر سے ایک ایسا نور نکلا جس کی روشنی میں انھیں ملک شام کے محل نظر آئے۔ قبیلہ بنی سعد بن بکر کی ایک عورت نے مجھے دودھ پلایا اور پرورش کی۔ ایک روز جب میں اپنے دودھ شریک بھائی کے ساتھ بکریاں چرا رہا تھا، دو آدمی سفید کپڑے پہنے ایک سونے کا طشت برف سے بھرا ہوا لے کر آئے، انھوں نے میرا سینہ چاک کیا اور میرے دل سے ایک سیاہ ٹکڑا نکال کر پھینک دیا۔ پھر میرے سینے اور دل کو برف سے دھویا یہاں تک کہ خوب پاک کر دیا۔ مؤرخ اس واقعے کو شق الصدر کا نام دیتے ہیں جو چار سال کی عمر میں پیش آیا۔ [14] ایک اور روایت کے مطابق فرشتوں نے آپ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر لگا دی۔ [15] ایک روز حلیمہ بی بی حضور اکرم ﷺ کو دیکھنے اپنے گھر سے باہر نکلیں، آپ ﷺ اپنی رضاعی بہن کے ساتھ دھوپ میں

10۔ [اسہیلی] 11۔ [ابن ہشام] 12۔ [ابن سعد: طبقات] 13۔ [ابن ہشام]
14۔ [ابن ہشام] 15۔ [مسلم]

کھیل رہے تھے۔ حلیمہ بی بی نے کہا اتنی گرمی میں باہر کھیل رہے ہیں۔ رضاعی بہن نے جواب دیا اماں جان میرے بھائی کو گرمی نہیں لگتی میں نے دیکھا کہ ایک بادل آپ ﷺ پر سایہ کیے رہتا ہے۔ جب آپ ﷺ چلتے ہیں تو بادل بھی ساتھ چلتا ہے جب آپ ﷺ ٹھہر جاتے ہیں تو بادل بھی ٹھہر جاتا ہے۔(16)

حلیمہ بی بی کے مطابق آپ ﷺ کی عادات پاکیزہ اور پسندیدہ تھیں۔ آپ ﷺ نہ تو روتے تھے اور نہ ہی شرارت کرتے، فضول کاموں اور کھیلوں سے پرہیز کرتے تھے۔(17) جب آپ ﷺ کی عمر چار یا پانچ سال کی ہوئی تو حلیمہ بی بی آپ ﷺ کو والدہ کے پاس چھوڑنے مکہ روانہ ہوئیں۔ حضور اکرم ﷺ کی والدہ اپنے لختِ جگر کو تندرست اور توانا دیکھ کر بہت خوش ہوئیں اور آپ ﷺ کو خوب لاڈ پیار کیا۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنی رضاعی والدہ کا ہمیشہ بہت خیال رکھا۔ حضرت خدیجہؓ سے نکاح کے بعد حلیمہ بی بی مکہ آئیں اور خشک سالی کی وجہ سے غربت کی شکایت کی۔ آپ ﷺ نے حضرت خدیجہؓ سے امداد کی سفارش کی تو انھوں نے بیس بکریاں اور ایک اونٹ دے کر رخصت کیا۔(18)

ابن سعد کے مطابق حلیمہ بی بی یوم حنین کے موقع پر حضور اکرم ﷺ کے پاس تشریف لائیں۔ آپ ﷺ ان کو دیکھتے ہی اُٹھ کھڑے ہوئے اور میری ماں میری ماں پکارنے لگے۔ آپ ﷺ نے اپنی چادر زمین پر بچھادی اور اس پر اپنی رضاعی ماں کو بٹھایا۔ اُن کی بات بڑے غور سے سنی اور حاجت پوری کی۔(19) فتح مکہ کے موقع پر حلیمہ بی بی کی بہن آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپ ﷺ نے اپنی رضاعی ماں کے بارے میں دریافت کیا۔ جب آپ ﷺ کو علم ہوا کہ وہ فوت ہو چکی ہیں تو آپ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو امڈ آئے۔ آپ ﷺ نے اپنی رضاعی خالہ کو لباس، سواری کا جانور اور سو درہم نقد دے کر رخصت کیا۔(20) آپ ﷺ کی رضاعی بہن شیما غزوہ حنین کے قیدیوں میں شامل تھیں۔ جب وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آپ ﷺ نے اس کی عزت کے لیے

16۔ [ابن ہشام، سیرۃ النبی ﷺ / ضیاء النبی ﷺ، حیاتِ مصطفیٰ ﷺ] 17۔ [مدارج النبوۃ] 18۔ [ایضاً]

19۔ [الطبقات] 20۔ [انساب الاشراف]

اپنی چادر بچھادی اور اسے اپنے ہاں قیام کرنے کی پیش کش کی۔ شیما نے اسلام قبول کر لیا اور اپنی قوم کے پاس جانے کی خواہش کی۔ آپ ﷺ نے اپنی رضاعی بہن کو غلام، لونڈی اور بکریاں دے کر رخصت کیا اور اس کی وجہ سے بنو سعد کے قیدیوں کو رہا کر دیا۔ (21)

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"اور ہم نے انسان کو تاکید کی کہ وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرے۔ اس ماں نے اس کو تکلیف کے ساتھ پیٹ میں رکھا اور تکلیف کے ساتھ جنا۔ پیٹ میں رکھنا اور دودھ پلا کر چھڑانا تیس مہینے ہیں (بڑا عرصہ ہے)۔" (22)

ایک صحابی نے حضور اکرم ﷺ سے دریافت کیا "یا رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ میرے حسن سلوک کا مستحق کون ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "تیری ماں" پھر پوچھا اُس کے بعد کون آپ ﷺ نے فرمایا "تیری ماں" آپ ﷺ نے تین بار یہی جواب دیا۔ چوتھی بار صحابی نے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا "تیرا باپ۔" (23) حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت کے مطابق حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "اُس شخص کی ناک خاک آلود ہو۔" پھر فرمایا "اُس کی ناک خاک آلود ہو۔" پھر فرمایا "اُس کی ناک خاک آلود ہو۔" صحابہ نے عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ کس کی۔" آپ ﷺ نے فرمایا جس نے اپنے والدین میں سے ایک کو یا دونوں کو بڑھاپے میں پایا اور پھر اُن کی خدمت کر کے جنت میں داخل نہ ہوا۔ (24)

آپ ﷺ کی والدہ نے اپنے لال کی تربیت بڑی محبت اور شفقت سے کی۔ جب آپ ﷺ گھر آتے، والدہ آپ ﷺ کے ہاتھ پاؤں دھوتیں اور کھانا کھلاتیں۔ اُم ایمن کا بیان ہے کہ آپ ﷺ نے کبھی بھوک یا پیاس کی شکایت نہیں کی۔ آپ ﷺ صبح آبِ زم زم نوش فرما لیتے اور پھر سارا دن کوئی چیز طلب نہ فرماتے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ ناشتا تیار کر کے سامنے رکھ دیا جاتا مگر آپ ﷺ فرما دیتے کہ مجھے طلب نہیں ہے۔ (25) حضور اکرم ﷺ چھ سال کے ہوئے تو اُن کی والدہ نے آپ ﷺ کو ننھیال

21- [السیمی] 22- [15:46] 23- [بخاری] 24- [مسلم] 25- [مدارج النبوۃ]

سے ملاقات کروانے اور والد کی قبر دکھانے کے لیے یثرب (مدینہ) کے سفر کا ارادہ کیا۔ اس سفر کے دوران ام ایمن بھی ہمراہ تھیں۔ یثرب پہنچ کر حضرت آمنہؓ نے بنو عدی بن النجار کے ہاں قیام کیا۔ آپ ﷺ کی دادی سلمٰی بھی اس خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ حضرت آمنہؓ نے اپنے جگر گوشے کے ہمراہ اپنے خاوند کی قبر پر حاضری دی۔ مدینہ میں قیام کے دوران آپ ﷺ نے گھر کے قریب تالاب میں تیراکی سیکھی۔ آپ ﷺ بچوں کے ساتھ کھیلتے اور درختوں پر بیٹھے پرندے اڑاتے۔

حضور اکرم ﷺ نے اپنی والدہ کی گھریلو زندگی کے بارے میں بتایا کہ آپ ﷺ کی والدہ سوکھا گوشت کھاتی تھیں نیز کفایت شعاری کی وجہ سے قربانی اور تحفے میں ملنے والے گوشت کو محفوظ کر لیتی تھیں۔ (26)

مدینہ میں ایک ماہ کے قیام کے بعد بی بی آمنہؓ مکہ واپس لوٹیں تو راستے میں بیمار ہو کر مدینہ اور مکہ کے درمیان ابواء کے مقام پر اپنے لختِ جگر سے بچھڑ گئیں۔ آپ ﷺ کے لیے ماں کی جدائی کا صدمہ ناقابل برداشت تھا۔ آپ ﷺ اپنی والدہ سے لپٹ گئے اور روتے ہوئے کہا "ماں ماں آپ جواب کیوں نہیں دیتیں۔" یہ جذباتی کیفیت والدہ کی قبر پر بھی طاری رہی اور قبر کے قریب بیٹھ کر بلند آواز میں پکارا "ماں آپ گھر کیوں نہیں چلتیں کیا آپ کو معلوم نہیں کہ میرا آپ کے سوا کوئی نہیں ہے۔" (27) ام ایمن آپ ﷺ کو لے کر جناب عبدالمُطلب کے پاس پہنچیں، وہ حضرت آمنہؓ کی وفات کی خبر سن کر بڑے رنجیدہ ہوئے۔ آپ ﷺ کے دادا اور پھوپھیوں نے آپ ﷺ کو دلاسہ دیا اور غم کی کیفیت سے نکالنے کی مروجہ تدابیر اختیار کیں۔ جناب عبدالمُطلب نے خصوصی شفقت کا مظاہرہ کیا۔ وہ آپ ﷺ کے بغیر کھانا نہیں کھاتے تھے اور آپ ﷺ بلا روک ٹوک اپنے دادا کے پاس آ جاتے۔ (28) مورخین کے مطابق جناب عبدالمطلب کے لیے کعبہ کی دیوار کے پاس مسند بچھائی جاتی تھی جس پر قریش کے بزرگ بیٹھتے تھے۔ جناب عبدالمطلب اپنے عظیم پوتے کو اپنے ساتھ لے جاتے اور مسند پر بٹھاتے۔ جب کوئی شخص آپ ﷺ کو اٹھانے کی کوشش کرتا تو جناب عبدالمطلب

26۔ [السیرۃ الحلبیہ] 27۔ [کانسٹنٹ ورجل جیورجیو: محمد ﷺ پیغمبر اسلام]
28۔ [مدارج النبوۃ]

کہتے "میرے بیٹے کو بیٹھنے دو اس کی شان ہی کچھ اور ہے۔ وہ اتنا بلند مرتبہ اور اعلیٰ مقام پائے گا کہ کسی عربی کو نہ پہلے ملا نہ بعد میں ملے گا۔" جناب عبدالمطلب ام ایمن کو تاکید کرتے کہ وہ ایک پل بھی آپ ﷺ سے غافل نہ ہونے پائے۔ (29)

محسن انسانیت ﷺ 8 سال کے ہوئے تو ان کے دادا بھی ساتھ چھوڑ گئے۔ جناب عبدالمطلب کی وفات پر سارا شہر سوگوار تھا۔ آپ ﷺ بھی اپنے پیارے دادا کے جنازے کے ساتھ روتے جاتے تھے۔ (30) یہ قدرت کا کرشمہ ہے کہ آپ ﷺ ابھی ماں کے پیٹ میں تھے کہ باپ کی شفقت سے محروم ہو گئے۔ چھ برس کے ہوئے تو والدہ بچھڑ گئیں۔ آٹھ برس کے ہوئے تو دادا کے مہربان سائے سے محروم ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی کیفیت کو قرآن میں بیان فرمایا:

"(اے حبیب!) کیا اس نے آپ کو یتیم نہیں پایا پھر اس نے آپ کو (معزز و مکرم) ٹھکانا دیا۔" (31)

اُم ایمن نے آپ ﷺ کو بچپن میں کھلایا پلایا اور خدمت کا بے مثال حق ادا کیا۔ وہ ہمیشہ آپ ﷺ سے بڑی شفقت سے پیش آتیں، یہی ایک "تحفہ" تھا جو آپ ﷺ کو اپنے والدین کی جانب سے ملا تھا۔ اُم ایمن کافی عرصہ آپ ﷺ کی خدمت کرتی رہیں۔ آپ ﷺ اُم ایمن کی بڑی عزت کرتے اور میری ماں کہہ کر یاد فرماتے۔ حضرت خدیجہؓ کے ساتھ نکاح کے بعد آپ ﷺ نے ام ایمن کو آزاد کر دیا۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت کے مطابق آپ ﷺ نے فرمایا "جو مسلمان، غلام کو آزاد کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر عضو کے عوض اس کا عضو آگ سے آزاد فرمائے گا حتیٰ کہ شرم گاہ کے بدلے شرم گاہ۔" (32) اُم ایمن کا نکاح حضرت زیدؓ بن حارثہ سے ہوا۔ اس نکاح کے بعد اسامہ بن زیدؓ پیدا ہوئے۔ ایک حدیث کے مطابق حضور اکرم ﷺ نے شام پر حملے کے لیے اسلامی فوج کا ایک دستہ روانہ فرمایا اور اسامہ بن زیدؓ بن حارثہ کو لشکر کا امیر مقرر کیا۔ بعض صحابہ نے اعتراض کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا آج تم اس کی امارت پر معترض ہوئے ہو تو یہ کوئی نئی بات نہیں۔ اس سے پہلے تم

29۔ [ابن سعد، طبقات، ابن کثیر، سیرۃ النبویہ] 30۔ [طبقات، البلاذری، الانساب] 31۔ [6:93]
32۔ [بخاری]

اس کے باپ زید کی امارت پر بھی اعتراض کر چکے ہو۔ حالانکہ خدا کی قسم وہ اس کا اہل تھا اور یہ بھی اپنے باپ کی طرح مجھے پیارا ہے۔ (33) حضور اکرم ﷺ نے اپنے عمل سے غلام اور آقا، اسامہ حسب نسب اور گورے و کالے کے امتیازات ختم کر دیے تھے اور انسانیت کی بنیاد رکھ دی تھی۔ جناب عبدالمطلب نے وصیت کی کہ جناب ابو طالبؓ، حضور اکرم ﷺ کے نگران بنیں۔ حضرت ابو طالبؓ آپ ﷺ کے والد کے سگے بھائی تھے، وہ عیال دار اور معاشی لحاظ سے تنگ دست تھے جبکہ آپ ﷺ کے دوسرے چچا مال دار تھے اس کے باوجود جناب ابو طالب کو نگران مقرر کرنا آپ ﷺ کے ساتھ دادا کی محبت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ جناب عبدالمطلب جانتے تھے کہ ان کا کون سا بیٹا ان کے منفرد پوتے کی بہترین نگرانی کر سکے گا اور آنے والے حالات کا ثابت قدمی سے مقابلہ کرنے کا بھی اہل ہوگا۔ جناب ابو طالبؓ کی بیوی فاطمہ بنت اسد حضور اکرم ﷺ کی چچی اور حضرت علیؓ کی والدہ تھیں۔ انھوں نے آپ ﷺ کی پرورش بڑی محبت اور شفقت سے کی۔ وہ مکہ میں ایمان لائیں، مدینہ کی طرف ہجرت کی اور وہیں وفات پائی۔ آپ ﷺ بھی اپنی چچی کی بڑی عزت کرتے تھے۔ آپ ﷺ اکثر ان سے ملاقات کرتے۔ جناب ابو طالبؓ آپ ﷺ کی بڑی توجہ سے دیکھ بھال کرتے تھے اور آپ ﷺ کے بغیر دستر خوان نہیں بچھاتے تھے۔ جب آپ ﷺ کھانے میں شریک ہوتے تو سب خوب سیر ہو کر کھاتے۔ جناب ابو طالبؓ آپ ﷺ کے مبارک ہونے کا اکثر اعتراف کرتے۔ انھوں نے ایک یتیم کی محبت سے پرورش کر کے خدا کی خوشنودی حاصل کر لی۔

ایک حدیث کے مطابق حضور اکرم ﷺ نے اپنی انگشت شہادت اور بیچ کی انگلی کو ملا کر فرمایا کہ میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا دونوں جنت میں اس طرح داخل ہوں گے۔ (34) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا مسلمانوں میں سب سے بہتر وہ گھر ہے، جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ عمدہ سلوک کیا جاتا ہو اور بدترین مسلمان گھر وہ ہے، جہاں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ بُرا برتاؤ کیا جاتا ہو۔ (35)

قرآن پاک میں رب نے ارشاد فرمایا ”ماں باپ، قرابت والوں، یتیموں اور رشتہ دار

33۔ [ترمذی] 34۔ [ترمذی، ابوداؤد] 35۔ [قزوینی]

ہمسایوں اور اجنبی ہمسایوں اور قریبی رفقاء اور مسافروں اور جو لوگ تمہارے قبضے میں ہوں سب کے ساتھ احسان کرو۔"(36)

"اللہ تمھیں ہدایت کرتا ہے کہ یتیموں کے ساتھ انصاف پر قائم رہو اور جو بھلائی تم کرو گے وہ اللہ کے علم سے چھپی نہ رہ جائے گی۔"(37) "کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جو دین کو جھٹلاتا ہے تو یہ وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور محتاج کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا۔"(38)

محمد ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ایک قیافہ شناس مکہ آیا۔ قریش اپنے بچوں کو لے کر اس کے پاس پہنچے۔ جناب ابو طالبؑ بھی حضور اکرم ﷺ سمیت اپنے بچوں کو قیافہ شناس کے پاس لائے تاکہ بچوں کے مستقبل کے بارے میں دریافت کریں۔ اس شخص نے حضور اکرم ﷺ کو ایک نظر دیکھا پھر کسی کام میں مصروف ہو گیا۔ جب فارغ ہوا تو بڑے اشتیاق سے کہنے لگا "وہ لڑکا کہاں ہے جسے میں نے ابھی دیکھا تھا، اُسے میرے پاس لاؤ۔ وہ لڑکا ہونہار معلوم ہوتا ہے۔" جناب ابو طالبؑ نے قیافہ شناس کے اشتیاق کو دیکھ کر آپ ﷺ کو چھپا لیا اور گھر واپس لے آئے۔ جناب ابو طالب نے تجارت کی غرض سے شام کے سفر کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے اپنے چچا سے کہا "آخر آپ مجھے کس کے حوالے کر کے سفر پر جا رہے ہیں۔ میرے ابا جان میری دیکھ بھال کے لیے اس دُنیا میں نہیں رہے اور نہ ہی میری والدہ اس دُنیا میں زندہ ہیں۔" جناب ابو طالبؑ نے بھتیجے کا اصرار دیکھا تو انھیں اپنے ساتھ قافلے میں شامل کر لیا۔ جب یہ قافلہ شام کی سرحد پر بصریٰ پہنچا تو بحیرہ نامی ایک راہب نے اس قافلے کے شرکاء کو دیکھ کر انھیں کھانے کی دعوت دی حالانکہ پہلے بھی قافلے یہاں ٹھہرتے تھے مگر علم نصرانیت کے ماہر بحیرہ نے کبھی دعوت کا اہتمام نہ کیا تھا۔ بحیرہ نے دیکھا کہ اس قافلے میں ایک ایسا شخص بھی شامل ہے جس پر بادل سایہ کرتا ہے اور جب آپ ﷺ جگہ کی قلت کی وجہ سے درخت سے ذرا ہٹ کر تشریف فرما ہوئے تو درخت کی ٹہنیاں جھک کر سایہ کرنے لگیں۔ ضیافت شروع ہوئی تو بحیرہ کو سید البشر ﷺ نظر نہ آئے۔ اس نے پوچھا آپ کے قافلے کا ایک فر

36- [36:4]   37- [127:4]   38- [3-1:107]

موجود نہیں۔ قریش نے کہا کہ ایک نو عمر بچہ سامان کی نگرانی کے لیے چھوڑ آئے ہیں۔ بحیرہ کے اصرار پر آپ ﷺ بھی ضیافت میں شریک ہو گئے۔ بحیرہ بڑے غور سے آپ ﷺ کو دیکھتا رہا۔ جب ضیافت ختم ہوئی تو بحیرہ نے آپ ﷺ سے لات وعزیٰ کا نام لے کر مخاطب ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے لات اور عزیٰ کا واسطہ نہ دو کیونکہ میرا اُن سے کوئی تعلق نہیں۔ جب بحیرہ نے حضور اکرم ﷺ کے بارے میں تمام معلومات حاصل کرلیں تو اس نے پیشین گوئی کی کہ آپ ﷺ نبوت سے سرفراز ہوں گے۔ بحیرہ نے جناب ابوطالبؑ کو مشورہ دیا کہ وہ آپ ﷺ کو مکہ واپس لے جائیں تاکہ آپ ﷺ یہودیوں سے محفوظ رہیں۔ بحیرہ، عرب کا معروف راہب تھا جس کی باتوں پر اعتبار کیا جاتا تھا لہٰذا جناب ابوطالبؑ آپ ﷺ کو مکہ واپس چھوڑ گئے۔ (39)

آپ ﷺ کی شخصیت جناب ابوطالبؑ کے گھرانے کے لیے بڑی بابرکت ثابت ہوئی۔ اگرچہ ان کی معاشی حالت کمزور تھی اس کے باوجود گھر کا نظم ونسق عزت وآبرو کے ساتھ چلتا رہا۔ حضور اکرم ﷺ نے لڑکپن کا زمانہ بھی آبرومندی کے ساتھ گزارا اور اپنے چچا سے کبھی کوئی فرمائش نہ کی۔ آپ ﷺ بھیڑوں کا دودھ پی کر گزارہ کرتے، زیادہ بھوک لگتی تو جڑی بوٹیاں کھا لیتے۔ آپ ﷺ جب رات سونے کے بعد صبح اُٹھتے تو چہرے پر تازگی، رونق اور آب وتاب ہوتی اور آنکھیں صاف اور نکھری ہوتیں۔ (40) اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو رسالت ونبوت سے نوازنا تھا لہٰذا آپ ﷺ کی تربیت اور پرورش خاص انداز میں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے ہر قدم پر اپنے حبیب ﷺ کی حفاظت اور رہنمائی فرمائی۔ آپ ﷺ اپنی قوم کی کسی مشرکانہ تقریب میں شامل نہ ہوئے۔ آپ ﷺ کا بچپن، لڑکپن اور جوانی نہایت پاک بازی اور راست بازی میں گزرے اور اپنے قبیلے میں صادق اور امین کی حیثیت سے جانے اور پہچانے گئے۔ آپ ﷺ غیر مہذب اور آوارہ عادتوں سے بہت دور تھے، نہ تو کبھی میلے ٹھیلے میں شرکت کی اور نہ ہی لہو ولعب میں شامل ہوئے۔ اگر ایک دو مرتبہ ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس ارادے سے باز رکھا۔

سیرت نگار السہیلی نے البخاری سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے ایک شادی میں شرکت کا

39۔ [ابن ہشام، دلائل النبوۃ، بیہقی]   40۔ [طبقات، الوفا، سیرت النبویہ]

ارادہ کیا اور اپنی بکریاں ایک ساتھی کے حوالے کر کے شہر آئے۔ شادی کی تقریب ابھی شروع نہ ہوئی تھی کہ گرمی کی وجہ سے دیوار کے سائے میں بیٹھ گئے۔ تھوڑی ہی دیر میں آپ ﷺ پر غنودگی طاری ہوگئی۔ جب بیدار ہوئے تو شادی کا جلوس، گانا بجانا اور دوسری رسومات ختم ہو چکی تھیں۔ آپ ﷺ نے ایک بار پھر کسی شادی کی تقریب میں شرکت کرنا چاہی مگر نیند غالب آگئی اور آپ ﷺ لہو و لعب سے محفوظ رہے۔ ابن اسحاق کی روایت ہے کہ جناب ابو طالبؑ خاندان سمیت ہر سال ایک بت کی زیارت کے لیے جایا کرتے تھے، وہاں نذریں چڑھاتے اور قربانی کرتے۔ آپ ﷺ کو بھی گھر کے افراد ساتھ جانے کے لیے مجبور کرتے مگر آپ ﷺ انکار کر دیتے۔ ایک بار بزرگوں نے بے حد اصرار کیا اور آپ ﷺ بادلِ نخواستہ ساتھ چل دیے۔ واپسی پر سخت پریشان اور ہراساں نظر آئے۔ آپ ﷺ کے رشتے دار یہ کیفیت دیکھ کر گھبرا گئے اور دوبارہ کبھی آپ ﷺ کو مجبور نہ کیا۔ آپ ﷺ نے کچھ عرصہ جناب ابو طالبؑ کی کپڑے اور عطر کی دکان پر بھی کام کیا۔(41)

41۔ [احمد اللہ محمد رسول اللہ ﷺ]

بے داغ جوانی

حضور اکرم ﷺ نے ایک ایسے معاشرے میں اپنے شباب کے شب و روز گزارے جو سماجی اور معاشرتی برائیوں کا مرکز بن چکا تھا اور جس میں بت پرستی، شراب نوشی، زنا کاری، فحاشی اور جوے بازی جیسے سارے عیب موجود تھے۔ جھوٹ، فریب اور بددیانتی کو جرم اور گناہ نہیں سمجھا جاتا تھا۔ ایسے معاشرے میں حضور اکرم ﷺ کا ایک متقی کی طرح زندگی کے چالیس برس گزارنا انسانی تاریخ کا بے مثال واقعہ ہے۔ حضور اکرم ﷺ مکہ میں صادق اور امین کے طور پر معروف ہوئے۔ ابن اسحاق نے لیث بن ابی سلیم کا قول درج کیا ہے کہ بعثت نبوی ﷺ سے چالیس برس قبل کعبہ سے ایک پتھر ملا تھا جس پر یہ عبارت کندہ تھی "جو نیکی کرے گا اس سے لوگ رشک کریں گے، جو برائی کرے گا اسے ندامت ہوگی۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ تم برائیوں کے مرتکب ہو کر اچھا بدلہ دیے جاؤ۔"(1)

حضور اکرم ﷺ نے اپنے لڑکپن کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ ﷺ ایک دفعہ لڑکوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ سب لڑکے کھیل کے لیے اپنے کندھے پر پتھر اٹھا کر لا رہے تھے اور انھوں نے اپنے تہبند اتار کر اپنے کندھے پر رکھ لیے تھے تاکہ پتھروں سے زخمی نہ ہوں۔ آپ ﷺ نے بھی اپنا تہبند کھول کر اپنے کندھے پر رکھنا چاہا تو غیب سے آواز آئی "اپنا تہبند مضبوطی سے باندھ لو۔" چنانچہ آپ ﷺ نے اپنا تہبند دوبارہ باندھ لیا۔(2) ایک اور موقع پر تیز ہوا سے حضور اکرم ﷺ کا تہبند کھل گیا، آپ ﷺ مارے شرم کے بے ہوش ہوگئے۔ نزول قرآن کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"مومن مردوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کی

1۔ [ابن ہشام]　2۔ [ابن ہشام]

حفاظت کیا کریں۔ یہ ان کے لیے بڑی پاکیزگی کی بات ہے اور جو کام یہ کرتے ہیں اللہ ان سے خبردار ہے۔"(3)

مکہ کے قریب بوانہ کے مقام پر ایک بت خانہ تھا جس کے اردگرد کھجوروں کے درخت تھے۔ یہاں پر تہوار بھی منایا جاتا تھا۔ قریش مکہ بھی اس میں شریک ہوتے۔ بت خانے میں اعتکاف کرتے۔ جانور ذبح کرتے اور قربانی دیتے۔ جناب ابو طالبؓ بھی اپنے اہل وعیال کے ساتھ تہوار میں شریک ہوتے۔ جب بھی تہوار کا موقع آتا، آپ ﷺ کوئی عذر بنا کر شرکت سے گریز کرتے۔ ایک بار جناب ابو طالب نے ناراضی کا اظہار کیا اور آپ ﷺ کی پھوپھیاں آپ ﷺ کو زبردستی تہوار میں لے گئیں۔ میلے میں گھومنے پھرنے کے بعد جب سب لوگ کھانے کے لیے جمع ہوئے تو آپ ﷺ غائب تھے۔ پھوپھیاں پریشان تھیں تھوڑی دیر بعد آپ ﷺ تشریف لائے تو بہت خوف زدہ تھے، چہرے کا رنگ فق تھا۔ جب پھوپھیوں نے ماجرا پوچھا تو آپ ﷺ نے بتایا کہ جب وہ بت خانے کے اندر گئے تو گورے رنگ کے ایک آدمی نے چلا کر کہا "اے محمد ﷺ دور رہو اسے مت چھونا۔" ام ایمن کی روایت ہے کہ اس واقعے کے بعد آپ ﷺ کبھی اس تہوار میں شریک نہ ہوئے۔(4)

آپ ﷺ کی عمر سترہ یا بیس سال تھی جب حرب فجار چھڑی۔ یہ جنگ قیس اور کنانہ کے قبیلوں کے درمیان حج کے مقدس زمانے میں ہوئی۔ قریش کے لشکر نے بھی اس جنگ میں حصہ لیا۔ حضور اکرم ﷺ بھی اپنے چچاؤں کے ہمراہ جنگ میں شریک ہوئے البتہ آپ ﷺ نے عملی حصہ نہ لیا اور صرف تیر پکڑ کر اپنے چچاؤں کو دیتے رہے۔(5)

ایک دن جناب ابو طالبؓ اور ابولہب کے درمیان کسی بات پر جھگڑا ہو گیا۔ ابولہب نے جناب ابو طالب کو نیچے گرا لیا اور ان کے سینے پر بیٹھ کر بے تحاشا مارنا شروع کر دیا۔ حضور اکرم ﷺ اپنے سرپرست کو بچانے کے لیے آگے بڑھے اور ابولہب کو اس زور سے دھکا دیا کہ وہ نیچے گر گیا۔ جناب

3- [30:24]   4- [امِ مبین ﷺ]   5- [ابن الجوزی]

ابوطالب کو موقع مل گیا اور انھوں نے ابولہب پر قابو پالیا اور اُس کے منہ پر زوردار تھپڑ مارے۔ ابولہب نے چلا کر کہا " اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب کی مدد کی، میں بھی چچا ہوں مگر میری مدد نہیں کی۔ اللہ کی قسم میرے دل میں تمھارے لیے کبھی محبت نہیں ہوگی۔"(6)

ممتاز سیرت نگاروں نے تصدیق کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شعر پسند فرماتے تھے اور مشاعروں میں شریک ہو کر شعراء کا کلام سنتے۔ (7) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم امرؤ القیس کا کلام پسند فرماتے تھے۔ مکہ میں عرصہ دراز سے بارش نہ ہوئی تھی۔ لوگ جناب ابوطالبؓ کے پاس گئے اور بارش کے لیے دعا مانگنے کی درخواست کی۔ جناب ابوطالبؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لے کر خانہ کعبہ کے قریب گئے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے تو بارش برسنے لگی اور ساری وادیاں پانی سے سیراب ہوگئیں۔ (8)

شادی خانہ آبادی

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خوبصورت نوجوان تھے۔ شانوں تک گرتے سیاہ بال، عرب رواج کے مطابق درمیان میں مانگ نکالتے۔ آنکھیں روشن اور چمکدار۔ تبسم فرماتے تو دانتوں کی سفیدی نمایاں ہوتی تھی۔ گفتگو ٹھہر ٹھہر کر فرماتے، ہر لفظ ذہن میں اترتا چلا جاتا۔ الفاظ شمار کیے جا سکتے تھے۔ خوب سیرت اس قدر کہ مکہ کے باسی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نام کی بجائے الامین صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کر پکارتے۔ حضرت خدیجہؓ بنتِ بن خویلد مکہ کی مالدار خاتون تھیں۔ نیک سیرتی کی وجہ سے انھیں "طاہرہ" کا لقب دیا گیا۔ وہ بیوہ تھیں اور ان کے مرحوم شوہر سے دو لڑکے تھے۔ (9) مکہ کے رئیس ان سے شادی کے خواہش مند تھے (10) مگر انھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوبصورتی اور خوب سیرتی نے متاثر کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہؓ کا مال تجارت لے کر دوسرے شہروں میں جاتے۔ ان کا غلام میسرہ

6- [امید اللہ] 7- [ابن ہشام، داؤد، ابن سعد، ابن حنبل] 8- [پیر کرم شاہ] 9- [ترمذی]
10- [طبقات]

حضرت خدیجہؓ کو آپ ﷺ کی دیانت اور نیک سیرتی کے بارے میں واقعات سناتا۔ حضرت خدیجہؓ نے پہلے اپنے غلام میسرہ اور بعد میں اپنی سہیلی نفیسہ کے ذریعے حضور اکرم ﷺ کو شادی کا پیغام بھیجا۔ یہ پیغام آپ ﷺ کے لیے حیران کن تھا کہ ایک مالدار اور معزز خاتون ایک یتیم اور مسکین سے شادی کرنے کے بارے میں سوچ سکتی ہے۔ آپ ﷺ نے حضرت خدیجہؓ سے ملاقات کی اور شادی کے بارے میں دریافت کیا۔ حضرت خدیجہؓ نے تصدیق کی کہ نفیسہ نے ان کی خواہش پر شادی کا پیغام دیا۔ اُس وقت حضرت خدیجہؓ کی عمر چالیس برس اور آپ ﷺ کی عمر پچیس برس تھی۔ دونوں خاندانوں کی مرضی سے شادی کی تاریخ مقرر ہوئی۔ شادی کی تقریب میں جناب ابو طالبؓ، امیر حمزہؓ اور دوسرے عزیز واقارب شریک ہوئے۔ حضرت خدیجہؓ کے والد وفات پا چکے تھے۔ ان کے چچا عمرو بن اسد نے نکاح پڑھایا۔(11) رسمِ نکاح کے بعد جناب ابو طالبؓ نے خطبہ نکاح پڑھا اور حضور اکرم ﷺ کی ستائش کرتے ہوئے کہا ''آپ ﷺ کے کردار کا مقابلہ مکہ کا کوئی دوسرا نوجوان نہیں کر سکتا۔ اگرچہ آپ ﷺ مالدار نہیں لیکن دولت تو آنے جانے والی چیز ہے۔ آپ ﷺ کے پاس پائیدار دولت ہے یعنی امانت اور دیانت۔''(12) اس موقع پر حضرت خدیجہؓ کے رشتہ دار عیسائی عالم ورقہ بن نوفل نے اُٹھ کر تائید کی۔(13) اس وقت کی رسم کے مطابق پانچ سو درہم حق مہر کے طور پر ادا کیے گئے۔(14) دوسرے روز آپ ﷺ نے ولیمہ کی دعوت کی جس میں قریش کے افراد شریک ہوئے۔

نفاذِ اسلام کے بعد شادی کے لیے مرد اور عورت دونوں کی رضامندی لازم قرار دی گئی۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے ایک خاتون سے شادی کا ارادہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ کیا تم نے اس خاتون کو دیکھا ہے میں نے عرض کیا کہ میں نے نہیں دیکھا تو آپ ﷺ نے فرمایا ایک نظر دیکھ لو یہ اس مقصد کے لیے مفید ہوگا کہ تم دونوں میں الفت و محبت اور خوش گواری

11۔ [طبری] 12۔ [الوفا، انساب الاشراف] 13۔ [السہیلی]

14۔ [البلاذری]

(15) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بیوہ عورت کا اُس وقت تک نکاح نہ کیا جائے جب تک اُس سے دریافت نہ کرلیا جائے اور کنواری لڑکی کا نکاح بھی اُس کی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ اُس کی اجازت کا طریقہ کیا ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا دریافت کرنے پر لڑکی کا خاموش رہنا اس کی اجازت سمجھا جائے۔ (16)

ابو سلمہؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے دریافت کیا کہ خود رسول اللہ ﷺ کا مہر کتنا تھا تو انھوں نے بتایا کہ آپ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کے لیے ساڑھے بارہ اوقیہ (پانچ سو درہم) مقرر فرمایا۔ (17) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس ولیمہ کا کھانا بُرا کھانا ہوتا ہے جس میں صرف امیروں کو بلایا جائے اور حاجت مندوں، غریبوں کو چھوڑ دیا جائے اور جس نے دعوت کو (بلا وجہ شرعی) قبول نہ کیا اُس نے اللہ اور رسول ﷺ کے حکم کے خلاف کیا۔ (18)

حضور اکرم ﷺ کو اپنی پہلی زوجہ حضرت خدیجہؓ سے بہت محبت تھی۔ آپ ﷺ ان کے بارے میں کوئی ناگوار بات پسند نہیں فرماتے تھے۔ اُن کے عزیزوں اور سہیلیوں کا خیال رکھتے تھے۔ بکری ذبح کرتے تو ان کے گھروں میں بھی گوشت بھیج دیتے۔ آپ ﷺ نے اپنی پہلی زوجہ کے ساتھ پچیس سال گزارے، پندرہ سال نبوت سے پہلے اور دس سال نبوت کے بعد، جو مشکلات اور مصائب کا دور تھا جس میں حضرت خدیجہؓ نے بڑی ثابت قدمی کے ساتھ آپ ﷺ کا ساتھ دیا۔ حضور اکرم ﷺ کی حضرت خدیجہؓ سے محبت کا اندازہ حضرت عائشہؓ کی اس روایت سے ہوتا ہے "رسول اللہ ﷺ اکثر حضرت خدیجہؓ کی تعریف کرتے ایک دن میں نے کہا کہ وہ بوڑھی عورت تھیں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ان سے بہتر ازواج دی ہیں۔ آپ ﷺ یہ بات سن کر سخت ناراض ہوئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت خدیجہؓ سے بہتر کوئی زوجہ نہیں دی۔ وہ میرے ساتھ ایمان لائیں جب کہ دوسروں نے کفر

15- [ترمذی، نسائی، ابن ماجہ]　16- [بخاری، مسلم]　17- [مسلم]
18- [بخاری، مسلم]

کیا، انھوں نے میری تصدیق کی جب لوگوں نے مجھے جھٹلایا، انھوں نے اپنے مال سے میری دل جوئی کی۔ اُن سے اللہ تعالیٰ نے مجھے اولاد دی جبکہ دوسری ازواج سے اولاد پیدا نہ ہوئی۔"(19)

حضرت خدیجہؓ سے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو چھ بچے عطا فرمائے، بڑے صاحبزادے کا نام القاسم تھا دوسرے صاحبزادے کا نام عبداللہ لقب طیب اور طاہر تھا۔ صاحبزادیوں کے نام حضرت زینبؓ، حضرت رقیہؓ، حضرت ام کلثومؓ اور حضرت فاطمہؓ تھے۔ دونوں فرزند چھوٹی عمر میں ہی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ حضرت خدیجہؓ لڑکے کی پیدائش پر دو بکریوں اور لڑکی کے لیے ایک بکری عقیقہ کرتیں۔

حضور اکرم ﷺ بچوں سے بہت پیار کرتے تھے اور ان کے ساتھ کھیلا بھی کرتے۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنی بیٹی حضرت زینبؓ کی شادی حضرت خدیجہؓ کی ہمشیرہ کے بیٹے ابوالعاص بن ربیعؓ سے کی۔ بی بی رقیہؓ اور ام کلثومؓ کا نکاح اپنے چچا ابولہب کے بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے کیا۔ ابولہب کی اسلام دشمنی کی بناء پر دونوں کے رشتے منقطع ہو گئے۔ آپ ﷺ کی یہ دونوں صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے حضرت عثمان بن عفانؓ کے گھر کی زینت بنیں۔ خاتونِ جنت سیدہ فاطمہؓ کی شادی سیدنا علی ابن طالبؓ سے ظہورِ نبوت کے بعد ہوئی۔ آپ ﷺ حضرت خدیجہؓ کا بہت خیال رکھتے اور ہر معاملے میں اُن سے مشورہ کرتے تھے۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے:

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسلمانوں میں اس آدمی کا ایمان زیادہ کامل ہے جس کا اخلاقی برتاؤ سب کے ساتھ بہت اچھا ہو اور خاص کر اپنی بیوی سے جس کا رویہ لطف و محبت کا ہو۔"(20) "وہ آدمی تم میں زیادہ اچھا اور بھلا ہے جو اپنی بیوی کے حق میں اچھا ہو اور میں اپنی بیویوں کے لیے بہت اچھا ہوں۔"(21)

غلام بیٹا بن گیا

حضرت خدیجہؓ نے اپنا غلام زید بن حارثہؓ حضور اکرم ﷺ کی خدمت کے لیے پیش کر دیا۔ کچھ

19۔ [بخاری، مفہوم] 20۔ [ترمذی] 21۔ [ترمذی]

دنوں بعد حضرت زیدؓ کا باپ اور چچا اپنے بیٹے کی تلاش میں مکہ پہنچ گئے۔ باپ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر گزارش کی کہ ایک ہمسایہ قبیلے نے جنگ کے دوران میرے بیٹے کو گرفتار کر کے بیچ دیا ورنہ وہ آزاد اور سردار قبیلہ کا بیٹا ہے۔ جو چاہیں فدیہ لے لیں میں اسے اپنے گھر لے کر جانا چاہتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی گفتگو سے بہت متاثر ہوئے اور فرمایا اس کا ایک بہتر حل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زیدؓ سے پوچھا کہ کیا وہ اس شخص کو جانتے ہیں۔ زیدؓ نے کہا یہ میرے والد ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تجھے واپس لے جانا چاہتے ہیں اگر جانا چاہو تو میں تمھیں آزاد کرتا ہوں۔ حضرت زیدؓ نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ اس قدر مشفقانہ سلوک کیا ہے کہ اس سے بہتر ممکن نہیں میں باپ کے پاس مالک کی طرح رہنے کے مقابلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں غلام رہنے کو ترجیح دیتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زیدؓ کے جواب سے بہت متاثر ہوئے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر خانہ کعبہ تشریف لائے اور برملا اعلان فرمایا ''میں زید کو آزاد کرتا ہوں اور اسے اپنا متبنیٰ (بیٹا) بناتا ہوں۔ عرب کی تاریخ میں حسن سلوک کا یہ پہلا انوکھا واقعہ تھا۔ حضرت زیدؓ کا باپ مطمئن ہو کر واپس چلا گیا۔ (22)

ایک دفعہ مکہ میں قحط پڑ گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا ابو طالبؓ کی مالی حالت سے آگاہ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا حضرت عباسؓ کے گھر گئے جو خوش حال تھے۔ اُن کے ساتھ جناب ابو طالبؓ کے وسیع کنبے اور کم آمدنی کے بارے میں تبادلہ خیال کیا اور تجویز پیش کی کہ اُن کے دو بیٹوں کی کفالت کی ذمے داری لے لی جائے۔ حضرت عباسؓ کو یہ تجویز پسند آئی اور دونوں جناب ابو طالبؓ کے گھر گئے اور بڑی عزت اور شفقت کے ساتھ ان کے دو بیٹوں کی کفالت کی پیش کش کی۔ جناب ابو طالبؓ راضی ہو گئے۔ حضرت عباسؓ اپنے بھائی کے بیٹے جعفر کو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا زاد بھائی علیؓ کو اپنے اپنے گھر لے آئے۔ حضرت علیؓ کی عمر اس وقت چار پانچ سال تھی۔ (23)

ثالث کی حیثیت میں

605 عیسوی میں خانہ کعبہ کو آتش زدگی سے شدید نقصان پہنچا۔ اس سال سیلاب نے بھی

22- [ابن ہشام: السیرۃ النبویۃ] 23- [طبری]

خانہ کعبہ کے ایک حصے کو نقصان پہنچایا۔ قریش کے تمام قبیلوں نے خانہ کعبہ کی تعمیر نو کا فیصلہ کیا۔ روایت ہے کہ خانہ کعبہ کے قریب ایک کنواں تھا جس میں ایک سانپ تھا جو اکثر باہر آکر دھوپ میں بیٹھا کرتا تھا۔ مکہ کے لوگ اس سانپ سے خوف زدہ تھے اور خانہ کعبہ کی تعمیر میں یہ سانپ رکاوٹ تھا۔ ایک دن عقاب اس سانپ کو اپنے پنجوں میں اُٹھا کر لے گیا اور اہلِ مکہ نے اس واقعہ کو اللہ کی تائید کہہ کر کعبہ کی تعمیر کا کام شروع کر دیا۔ جب بنیادیں تعمیر ہو گئیں اور حجرِ اسود کو نصب کرنے کا وقت آیا تو قبائل میں تنازعہ کھڑا ہو گیا اور تلواریں نیاموں سے باہر نکل آئیں۔ ہر قبیلہ متبرک اور مقدس پتھر کو نصب کرنے کا اعزاز حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اشتعال انگیز بحث کے دوران حضور اکرم ﷺ کعبہ میں داخل ہوئے۔ قریشی قبائل کے سرداروں نے انھیں دیکھا تو آپس میں مشورہ کر کے آپ ﷺ کو ثالث مقرر کیا۔ تمام قبائلی سرداروں نے آپ ﷺ سے درخواست کی کہ وہ امین اور صادق ہیں لہٰذا وہ فیصلہ دیں کہ کون سا قبیلہ حجرِ اسود کو نصب کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگلی صبح تم میں سے جو شخص سب سے پہلے کعبہ میں داخل ہوگا، وہی حجرِ اسود نصب کرے گا۔ اُن سب نے آپ ﷺ سے اتفاق کیا۔ اگلی صبح ہر ایک کی کوشش تھی کہ وہ سب سے پہلے کعبہ میں داخل ہو کر حجرِ اسود نصب کرنے کا اعزاز حاصل کرے، مگر جب وہ یکے بعد دیگرے خانہ کعبہ میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ کو پہلے سے وہاں موجود پا کر حیران رہ گئے۔ آپ ﷺ نے اس موقع پر تمام قبائل کو نمائندگی دینے کا فیصلہ کیا اور ایک چادر لانے کا فرمایا۔ آپ ﷺ نے حجرِ اسود کو اس چادر پر رکھ دیا اور سب قبائلی سرداروں سے کہا کہ وہ مل کر چادر کو اوپر اُٹھائیں اور حجرِ اسود کو اس مقام پر لے جائیں جہاں پر اسے نصب کرنا مقصود تھا۔ آپ ﷺ نے سب سرداروں کی معیت میں حجرِ اسود کو اُٹھا کر نصب کر دیا۔ اس طرح بہترین حکمت عملی اور غیر جانب دار ثالثی سے قبائلی سرداروں کے اطمینان کے مطابق یہ مرحلہ مکمل ہوا اور قبائل کے درمیان جنگ کا خطرہ ٹل گیا۔ (24)

قرآن پاک میں ارشادِ ربانی ہے:

''اللہ کی خاطر راستی پر قائم رہنے والے اور انصاف کی گواہی دینے والے بنو۔

24۔ [ابن ہشام]

کسی گروہ کی دشمنی تم کو اتنا مشتعل نہ کر دے کہ انصاف سے پھر جاؤ۔ عدل کرو یہ خدا ترسی سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔"(25)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے عرش سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔ سات اشخاص اللہ کے عرش کے سایے میں ہوں گے اُن میں اولیت کا شرف عادل امام کو ہوگا۔(26) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت نبوت سے پہلے مکہ کے چند نیک فطرت لوگ (ورقہ بن نوفل، عبید اللہ بن جحش، عثمان بن حویرث، زید بن عمرو) بت پرستی کے خلاف تھے۔ انھوں نے مشاورت سے فیصلہ کیا کہ اہل مکہ کو اس گمراہی سے نکالنے کی کوشش کریں۔ ان کو "حنفاء" کا نام دیا گیا۔ اس گروہ میں سے عثمان بن حویرث قیصر روم کے دربار کے قریب ہو گیا اور اس نے عیسائی مذہب قبول کر لیا۔ قیصر روم نے مکہ کو اپنے زیر اثر لانے کے لیے عثمان بن حویرث کو سونا دے کر مکہ روانہ کیا تا کہ مکہ کے سرداروں کے ضمیر خرید کر اہم تجارتی مرکز مکہ پر کنٹرول حاصل کر لیا جائے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بروقت اس سازش کا علم ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کی غیرت کو بیدار کر کے قیصر روم کی سازش کو ناکام بنا دیا۔(27)

انجمن امن و انصاف (حلف الفضول)

مکہ میں کوئی منظم حکومت نہ تھی۔ عدالت اور پولیس کا کوئی تصور نہ تھا۔ اگر کسی ایک قبیلے کا فرد کسی دوسرے قبیلے کے فرد کو قتل کر دیتا تو قاتل سے بدلہ لینے کے بجائے پورے قبیلے کو انتقام کا نشانہ بنایا جاتا۔ مسافر کے ساتھ کوئی ظلم ہوتا تو اس کی فریاد سننے والا کوئی نہ ہوتا۔ مکہ کے دردمند دل رکھنے والے لوگ اس صورت حال سے سخت نالاں تھے۔ مکہ کے ایک واقعے نے دردمند افراد کو بیدار کر دیا۔ یمن کا ایک تاجر زبید اپنا سامان مکہ لے کر آیا جسے ایک رئیس عاص بن وائل نے خرید لیا مگر اس کی قیمت دینے سے انکار کر دیا۔ مسافر تاجر زبید نے عاص کے دوستوں سے مدد کی درخواست کی مگر انھوں نے

25۔ [8:5] 26۔ [بخاری] 27۔ [جسٹس امیر علی: سیرت انگریزی]

بزدلی کا مظاہرہ کیا۔ طلوع آفتاب کے بعد جب قریش حرم کعبہ میں حسب معمول اپنی مجلسوں میں بیٹھ گئے تو زبید قریبی پہاڑی پر چڑھ گیا اور بلند آواز سے فریاد کی:

"اے فہر کی اولاد مظلوم کی فریاد سنو جس کا مال چھین لیا گیا ہے۔ جو اجنبی ہے اور اپنے وطن سے دور ہے۔ وہ ابھی احرام کی حالت میں ہے اور اس کے بال بکھرے ہوئے ہیں اس نے ابھی عمرہ بھی ادا نہیں کیا۔ مجھ سے حطیم اور حجر اسود کے درمیان دھوکا کیا گیا ہے۔ عزت و حرمت تو اس کی ہے جس کی شرافت ہو، جو دھوکا باز ہو اس کے لباس کی تو کوئی حرمت نہیں۔"

حرم میں موجود قریشیوں نے مسافر کی فریاد سنی۔ بنی ہاشم، بنی زہرہ، بنی تیم بن مرہ کے قبائل عبداللہ بن جدعان کے گھر پر جمع ہوئے۔ اس مجلس میں حضور اکرم ﷺ بھی شریک تھے۔ مجلس میں شریک افراد نے اللہ تعالیٰ کے نام پر حلف اٹھایا۔

"جب تک سمندروں میں پانی موجود ہے اور جب تک حرا اور ثبیر پہاڑ اپنی جگہ موجود ہیں وہ ظالم کے خلاف مظلوم کی حمایت میں یک جان ہوں گے حتیٰ کہ اس کا حق مل جائے نیز آپس میں ہمدردی اور غم خواری کا سلوک کریں گے۔ امن و انصاف کے لیے سعی کریں گے۔"(28) اس حلف کو حلف الفضول یعنی پاکیزہ لوگوں کا حلف قرار دیا گیا گویا اس طرح امن و انصاف کی ایک انجمن تشکیل پا گئی جس میں رسول اللہ ﷺ نے ایک رضا کار کے طور پر شرکت کی۔ اس انجمن کے رضا کار عاص کے گھر گئے اور اس سے مطالبہ کیا کہ وہ زبید کا مال واپس کر دے۔ عاص انکار کی جرأت نہ کر سکا اور زبید کا مال اسے واپس مل گیا۔

نبوت کے بعد بھی حضور اکرم ﷺ نے اس حلف کے بارے میں فرمایا "میں عبداللہ بن جدعان کے گھر میں حاضر تھا جب حلف الفضول طے پایا اس کے بدلے اگر مجھے کوئی سرخ اونٹ دے تب بھی میں لینے کے لیے تیار نہیں اور اس قسم کے معاہدہ کی دعوت اسلام میں بھی اگر کوئی مجھے

28- (ابن کثیر، السیرۃ النبویۃ، رحیق المختوم)

...میں اسے قبول کروں گا۔"(29)

حضور اکرم ﷺ کے دور میں سرخ اونٹ بہت قیمتی ہوتا تھا۔ ظلم کو روکنا اور انصاف دلانا ہر انسان کا فرض ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس رضا کارانہ تنظیم میں سرگرم کردار ادا کیا۔ معروف سیرت نگار شبلی کے مطابق ایک عرب حج کے موقع پر اپنی جوان بیٹی کے ساتھ زیارت کے لیے آیا۔ مکہ کے ایک امیر تاجر نے اس کی لڑکی کو اغوا کر لیا۔ جب انجمن امن وانصاف کے رضا کاروں کو اس زیادتی کا علم ہوا تو وہ رسول خدا ﷺ کی سرکردگی میں امیر تاجر کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے اور خانہ کعبہ میں حلف اٹھانے کے بعد تاجر کے گھر گئے اور محاصرہ کر لیا۔ رضا کاروں نے تاجر سے لڑکی واپس کرنے کا مطالبہ کیا تاجر کو سماجی دباؤ کے تحت لڑکی کو اس کے باپ کے حوالے کرنا پڑا۔

ایک اور موقع پر ابو جہل نے مکہ سے باہر ایک تاجر سے اونٹ خریدا مگر اس کی قیمت ادا نہ کی۔ تاجر مکہ میں جا کر اپنے قبیلے کو ہمراہ لایا مگر اس کا قبیلہ چونکہ چھوٹا تھا لہٰذا وہ قریش کا مقابلہ نہ کر سکا۔ جب رضا کار تنظیم کو اطلاع ملی تو حضور اکرم ﷺ تاجر کو ہمراہ لے کر ابو جہل کے گھر گئے اور اس سے رقم ادا کرنے کا مطالبہ کیا۔ ابو جہل نے خوف زدہ ہو کر تاجر کی رقم ادا کر دی بعد میں جب قریش نے ابو جہل سے مذاق کیا کہ تو ایک یتیم سے ڈر گیا تو ابو جہل نے جواب دیا کہ محمد ﷺ نے اس انداز سے بات کی کہ میں اس کے رعب میں آ گیا۔ ظالم اندر سے کمزور ہوتا ہے جبکہ سچا سماجی رضا کار اپنے کردار کی پختگی اور خودی کی طاقت سے ظالم پر رعب طاری کر دیتا ہے۔ رسول خدا ﷺ نے فرمایا "اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ یہ سن کر ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ میں مظلوم کی تو مدد کر سکتا ہوں لیکن یہ فرمائیے کہ ظالم کی کس طرح مدد کروں، فرمایا اسے ظلم سے روک دو یہی اس کی مدد ہے۔"(30) "لوگ کسی ظالم کو ظلم کرتے دیکھیں اور ہاتھ نہ پکڑ لیں یعنی اسے ظلم سے نہ روک دیں تو بعید نہیں اللہ سب پر عتاب نازل کر دے۔"(31)

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے مظلوموں کی حمایت میں جہاد کرنے کی ہدایت فرمائی۔

29- [بخاری] 30- [بخاری] 31- [ابو داؤد و ترمذی]

حضور اکرم ﷺ ظہورِ نبوت سے پہلے ہی مظلوموں کو انصاف دلانے کے لیے قابلِ رشک کردار ادا کر چکے تھے۔

"اور تم کو کیا ہوا ہے کہ اللہ کی راہ میں اور ان بے بس مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر نہیں لڑتے جو دعائیں کیا کرتے ہیں کہ اے پروردگار ہم کو اس شہر سے جس کے رہنے والے ظالم ہیں نکال کر کہیں اور لے جا اور اپنی طرف سے کسی کو ہمارا حامی بنا اور اپنی ہی طرف سے کسی کو ہمارا مددگار فرما۔"(32)

32۔ [75:4]

باب 6

مثالی تاجر

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کا کسب معاش تجارت تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا جناب ابو طالبؓ بھی تاجر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یتیم تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد نے معمولی اثاثہ چھوڑا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کفالت کرتے تھے مگر ان کی مالی حالت تسلی بخش نہ تھی اور ان کی اولاد بھی زیادہ تھی۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نو دس سال کے ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجرت پر بکریاں چرانا شروع کر دیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو مبعوث کیا اس نے بکریاں چرائیں۔ اصحاب نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی؟ فرمایا میں بھی اُجرت پر بکریاں چراتا تھا۔ (1)

پیغمبر انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم بارہ سال کے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا جناب ابو طالبؓ تجارت کی غرض سے شام روانہ ہونے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا کے اونٹ کی نکیل پکڑی اور فرمایا اے میرے چچا آپ مجھے کس کے سپرد کر کے جا رہے ہیں، میرا نہ باپ ہے اور نہ ماں ہے۔ جناب ابو طالبؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ساتھ لے کر جانے پر راضی ہو گئے۔ (2) اس سفر کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجارت کے مروجہ اصول سیکھنے کا موقع ملا۔ اس تجربے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں تجارت کا شوق پیدا ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم 12 سال کی عمر سے 25 سال کی عمر تک مختلف تجارتی قافلوں کے ہمراہ جاتے رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یمن، جرش (اردن) اور بحرین تجارتی سامان لے کر جاتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجارت میں امانت اور دیانت کا مظاہرہ کر کے ''امین'' کی حیثیت سے شہرت پائی اور مکہ کے باسی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے امین کہہ کر پکارنے لگے۔ مکہ میں قریش کے ایک معزز خاندان کی بیوہ خاتون خدیجہؓ تھی

1۔ [بخاری]　2۔ [ابن خلدون]

تھیں جو بڑی مالدار تھیں اور تجارت میں سرمایہ کاری کرتی تھیں۔ انھوں نے جب حضور اکرم ﷺ کی شہرت سنی تو آپ ﷺ کو اپنے کاروبار میں شریک کر لیا۔ آپ ﷺ خدیجہؓ کا تجارتی مال لے کر شام گئے۔ خدیجہؓ کا غلام میسرہ بھی آپ ﷺ کے ہمراہ تھا۔ تجارتی قافلہ شام پہنچا اور آپ ﷺ ایک درخت کے نیچے آرام کے لیے رکے تو ایک راہب نے آپ ﷺ کو دیکھ کر میسرہ سے پوچھا کہ یہ شخص کون ہے۔ میسرہ نے بتایا کہ یہ مکہ کے قریشی نوجوان ہیں اور اہل حرم میں سے ہیں۔ راہب نے کہا کہ اس درخت کے نیچے پیغمبر کے سوا اور کوئی نہیں بیٹھتا۔ سفر کے دوران میسرہ نے ایک اور کرامت دیکھی کہ دھوپ تیز ہوتی تو حضور اکرم ﷺ پر ایک سایہ ہوتا جو آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ چلتا۔ آپ ﷺ کرشماتی شخصیت کے مالک تھے۔ بات صاف اور کھری کرتے، لہجے میں اعتماد ہوتا۔ دوسرے تاجروں کی طرح مال فروخت کرنے کے لیے قسمیں نہیں کھاتے تھے اور اپنے مال کے متعلق درست معلومات دیتے اور خریدار سے کوئی عیب چھپاتے نہیں تھے۔ صاف اور شفاف تجارت کی وجہ سے تاجر آپ ﷺ پر اعتماد کرنے لگے تھے۔ نیت نیک ہو تو خدا بھی برکت ڈال دیتا ہے اور آپ ﷺ کا مال زیادہ منافع پر فوری فروخت ہو جاتا۔ دوسرے ملکوں کے تاجر آنکھیں بند کر کے آپ ﷺ کا مال خرید لیتے۔ امانت، دیانت، صداقت اور کاروباری تجربے کی بناء پر آپ ﷺ اپنے دور کے مثالی تاجر بن گئے تھے۔ آپ ﷺ شام سے مکہ واپس تشریف لائے تو حضرت خدیجہؓ بالا خانے میں تشریف فرما تھیں۔ انھوں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اونٹ پر بیٹھے آ رہے ہیں اور دو بادل اُن پر سایہ کیے ہوئے ہیں۔[3] جب شام سے واپسی پر میسرہ نے خدیجہؓ کو تمام حالات سے آگاہ کیا اور آپ ﷺ نے خدیجہؓ کو پہلے سے دوگنا منافع پیش کیا تو وہ آپ ﷺ سے بے حد متاثر ہوئیں۔ آپ ﷺ نے شام اور یمن کے کئی تجارتی سفر کیے اور سود کے بجائے مضاربت پر کاروبار میں شرکت کی۔ آپ ﷺ سرمایہ کار سے اشیاء کے دام مقرر کر لیتے اور اس میں اپنا منافع شامل کر کے فروخت کر دیتے۔

آپ ﷺ نے جن لوگوں کے ساتھ کاروبار میں شرکت کی وہ بعثت نبوت کے بعد آپ ﷺ کی تعریف کرتے۔ ایک صحابی سائبؓ مسلمان ہو کر مدینے میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر

3۔ [طبقات]

ہوئے تو لوگوں نے اُن کی تعریف کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''میں انھیں تم سے زیادہ جانتا ہوں۔''
سائبؓ نے کہا ''میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان آپ ﷺ میرے شریک تجارت تھے اور
آپ ﷺ نے ہمیشہ معاملہ صاف رکھا اور لین دین میں مثالی دیانت کا مظاہرہ کیا۔ حضرت قیسؓ بن
مخزوی سے روایت ہے کہ وہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ مل کر تجارت کرتے تھے۔ جب قافلے کے
ساتھ آپ ﷺ روانہ ہوتے تو مکہ واپس پہنچ کر سب سے پہلے اُن کے ساتھ منافع تقسیم کرتے اور اس
کے بعد اپنے گھر جاتے۔ جب قیسؓ قافلے کے ساتھ جاتے تو آپ ﷺ واپسی پر ان کا استقبال
کرتے ان کی خیریت اور سفر کا حال پوچھ کر اپنے گھر چلے جاتے اور کبھی مال کی فروخت اور منافع کے
بارے میں نہ پوچھتے۔ آپ ﷺ کے ساتھ حساب کتاب پر کبھی تنازعہ نہ ہوا۔''(4)

امام احمد بن حنبلؒ لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ تجارتی سفر سے واپس آتے تو اپنے دوستوں اور
عزیز و اقارب کا احوال پوچھتے اور جسے مالی اعانت کی ضرورت ہوتی اس کی مدد کرتے۔(5) امام داؤد
نے حضرت عبداللہ بن ابی الحسماءؓ کی روایت نقل کی ہے کہ رسول خدا ﷺ تیس سال کے تھے کہ
راوی آپ ﷺ سے کاروباری بات چیت ادھوری چھوڑ کر یہ کہہ کر چلا گیا کہ واپس آ کر بات مکمل
کرتا ہوں۔ وہ شخص اپنا وعدہ بھول گیا، تین روز کے بعد اتفاقاً اسی جگہ واپس آیا تو آپ ﷺ کو وہاں
موجود پا کر بہت شرمندہ ہوا کیونکہ آپ ﷺ وعدے کے مطابق تین روز سے اس کا انتظار کر رہے تھے۔
آپ ﷺ کی پیشانی پر کوئی بل نہ آیا صرف اس قدر فرمایا کہ تم نے مجھے زحمت دی۔(6) تاجر کی سب
سے بڑی خوبی ایفائے عہد یعنی تکمیل عہد ہے۔

ایک دفعہ آپ ﷺ نے کسی سے اونٹ قرض لیا اور جب واپس کیا تو اس سے بہتر واپس کیا اور
فرمایا بہتر وہ لوگ ہیں جو قرض خوش معاملگی سے واپس کرتے ہیں۔(7) ایک دفعہ آپ ﷺ نے کسی
سے پیالہ مستعار لیا اتفاق سے وہ گم گیا۔ آپ ﷺ نے اس کا تاوان ادا کیا۔(8) حضور اکرم ﷺ نے
ظہور نبوت کے بعد مقدس مشن کی تکمیل پر پوری توجہ دی اور تجارتی سرگرمیاں جاری نہ رکھ سکے۔

4۔ [ابوداؤد] 5۔ [مسند ابن حنبل] 6۔ [ابوداؤد۔ کتاب الادب]
7۔ [ترمذی: کتاب البیوع] 8۔ [ترمذی: کتاب الاحکام]

اسلام کی تبلیغ کا ابتدائی مرحلہ بہت کٹھن تھا آپ ﷺ کو ہر قسم کی مالی، سیاسی، سماجی اور قبائلی مشکلات اور مصائب کا سامنا تھا۔ اس نازک اور مشکل مرحلے پر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے آپ ﷺ سے دل کھول کر تعاون کیا۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جس کسی نے ہم پر احسان کیا ہے ہم نے اس کا بدلہ پورا کر دیا ہے۔ سوائے ابو بکرؓ کے ان کا مجھ پر احسان باقی ہے جس کا بدلہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا اور کسی کے مال نے مجھے اتنا نفع نہیں دیا جتنا ابو بکرؓ کے مال نے دیا۔''(9) ایک اور روایت کے مطابق حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف پیغمبر بنا کر بھیجا لیکن تم نے مجھے جھوٹا کہا اور ابو بکرؓ نے سچا کہا اور اپنے مال و جان سے میری خدمت کی۔ تم میرے دوست (ابو بکرؓ) کو ستانا چھوڑ دو، آپ ﷺ کے اس فرمان کے بعد حضرت ابو بکرؓ کو کسی نے نہ ستایا۔''(10)

ایک دن مدینہ میں آپ ﷺ بازار سے گزر رہے تھے کہ غلہ بیچنے والے دکاندار کے پاس رک گئے اور گندم کے ڈھیر کے اندر ہاتھ ڈالا تو نمی محسوس ہوئی۔ آپ ﷺ نے پوچھا تو دکاندار نے کہا کہ گندم بارش سے بھیگ گئی تھی آپ ﷺ نے فرمایا کہ نم آلود گندم کو اوپر رکھنا چاہیے، جو دغا بازی کرے گا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔(11) آپ ﷺ نے تجارت کے بنیادی اصول بتائے اور فرمایا کاروبار میں ربا، دھوکا، غرر اور جوا شامل نہیں ہونا چاہیے۔ ابو سعیدؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''سچا اور امین تاجر قیامت کے روز نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔''(12) ''بہترین کاروبار عمدہ تجارت اور اپنے ہاتھ کا کام ہے۔''(13) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''نہ نقصان اٹھانا نہ نقصان پہنچانا۔''(14) حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے سود لینے، سود دینے، سود کی دستاویز لکھنے اور گواہوں پر لعنت بھیجی اور کہا یہ سب برابر ہیں۔(15) حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''جو شخص عیب دار چیز کو بیچے اور اس کے عیب کو ظاہر نہ کرے وہ ہمیشہ اللہ کے غضب کا شکار رہتا ہے اور فرشتے اس پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔''(16) حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ''تاجر کو

9۔ [ترمذی: کتاب المناقب] 10۔ [بخاری: باب فضائل اصحاب النبی] 11۔ [الغزالی ؒ: کیمیائے سعادت]
12۔ [ابن ماجہ: کتاب التجارت] 13۔ [مشکوٰۃ] 15۔ [مسلم: کتاب البیوع]
16۔ [ابن ماجہ: کتاب التجارت]

(خدا کی طرف سے) رزق دیا جاتا ہے اور غلہ کو گرانی کی غرض سے روکنے والا (ذخیرہ اندوزی کرنے والا) ملعون ہے۔"(17) احتکار (ذخیرہ) کرنے اور قتل کرنے والے دونوں ایک ہی صف میں ہیں اگر کوئی شخص مسلمانوں پر عام بھاؤ کو گراں کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہو جاتا ہے کہ بروز حشر اسے جہنم کے سب سے بُرے طبقے میں عذاب کے لیے ڈال دے۔(18) ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص گرانی کے خیال سے غلہ چالیس دن بند رکھے اس نے خدا کے عہد کو توڑا اور خدا بھی اس سے بیزار ہو گیا۔"(19)

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے جھوٹ، ناپ تول میں کمی بیشی، دھوکا، فریب، سود، بددیانتی، ذخیرہ اندوزی اور ناجائز منافع خوری کے بارے میں احکامات بیان فرمائے ہیں:

"پیمانہ پورا بھرا کرو اور نقصان نہ کیا کرو اور ترازو سیدھی رکھ کر تولا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دیا کرو اور ملک میں فساد نہ کرتے پھرو۔"(20)

"۔۔۔ تو تم ناپ اور تول پوری کیا کرو اور لوگوں کو چیزیں کم نہ دیا کرو۔"(21)

"جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کے فضل و رزق کو تلاش کرو۔"(22)

"اپنے اموال کو آپس میں باطل کی راہ سے نہ کھاؤ باہمی رضامندی کے ساتھ تجارت کی راہ سے نفع حاصل کرو۔"(23)

"وہ کہتے ہیں کہ سودا بیچنا بھی تو (نفع کے لحاظ سے) ویسا ہی ہے جیسے سود (لینا) حالانکہ سودے کو اللہ نے حلال کیا ہے اور سود کو حرام۔"(24)

"اور جو مال جمع کرتا ہے اور اُسے گن گن کر رکھتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ اس کا مال اس کی ہمیشہ کی زندگی کا موجب ہو گا ہرگز نہیں وہ ضرور حطمہ میں ڈالا جائے گا۔"(25)

17۔ [ابن ماجہ: کتاب التجارت] 18۔ [نقوش: سیرت نمبر] 19۔ [مشکوٰۃ] 20۔ [26:181-183]
21۔ [7:85] 22۔ [62:10] 23۔ [4:29] 24۔ [2-275] 25۔ [104:2-4]

''اور جو مال اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو مفتوحہ بستیوں کے لوگوں سے دلوایا ہے وہ اللہ کے اور پیغمبر کے اور (پیغمبر کے) قرابت داروں کے اور یتیموں کے اور حاجت مندوں کے اور مسافروں کے لیے ہے تاکہ جو لوگ تم میں دولت مند ہیں انہی کے ہاتھوں میں نہ پھرتا رہے۔''(26)

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک دور آئے گا جب لوگ حلال اور حرام (قانونی و غیر قانونی) میں کوئی تمیز نہیں رکھیں گے۔(27)

''رشوت لینے اور دینے والے پر اللہ کی لعنت ہو۔''(28)

''جس شخص نے (ملاوٹ کی) دھوکا دیا وہ ہم میں سے نہیں۔''(29)

حضور اکرم ﷺ ذاتی اجارہ داروں کے خلاف تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا'' سر سبز زمین اللہ اور اس کے رسول کی ہیں اور کوئی فرد ان کو اپنی ملکیت میں نہیں رکھ سکتا۔''(30)

ابیض بن حمال بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے نمک کی کان اُس وقت واپس لے لی جب آپ ﷺ کو احساس ہوا کہ نمک کی کان سب مسلمانوں کے مفاد میں ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا'' اجتماعی مفاد کی ضروری اشیاء ذاتی ملکیت میں نہیں دی جاسکتیں۔(31)

26- [7:59] 27- [بخاری] 28- [ابوداؤد] 29- [مسلم] 30- [بخاری]
31- [ترمذی۔ ابن ماجہ]

ظہورِ نبوت ﷺ

حضور اکرم ﷺ ظہورِ نبوت سے پہلے بیت اللہ سے دو میل کے فاصلے پر کوہ حرا کے غار میں جایا کرتے اور گوشہ نشین ہو کر اپنے رَبّ اور کائنات کے بارے میں غور و فکر کیا کرتے۔ ایک مغربی مؤرخ نے حضور اکرم ﷺ کے اس تجربے کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

''سفر و حضر میں ہر جگہ محمد ﷺ کے دل میں ہزاروں سوال پیدا ہوتے تھے۔ میں کیا ہوں، یہ غیر متناہی عالم کیا ہے، نبوّت کیا شے ہے، میں کن چیزوں کا اعتقاد کروں، کیا کوہ حرا کی چٹانوں، کوہِ طور کی سر بفلک چوٹیوں، کھنڈروں اور میدانوں میں سے کسی نے ان سوالوں کا جواب دیا۔ نہیں ہرگز نہیں بلکہ گنبد گرداں، گردش لیل و نہار، چمکتے ہوئے ستارے، برستے ہوئے بادل، کوئی ان سوالوں کا جواب نہ دے سکا۔''(1)

ایسی ہی کیفیت حضرت ابراہیم علیہ اسلام پر بھی گزر چکی تھی۔ جنھوں نے باری باری سورج، چاند، ستاروں کی حقیقت پر غور کیا اور اس نتیجے پر پہنچے کہ اِن میں سے کوئی بھی کائنات کا رَبّ نہیں ہوسکتا۔ غور و فکر کے بعد انھوں نے کہا مجھے ''غائب ہوجانے والے پسند نہیں۔'' انھوں نے خالقِ حقیقی کی جانب رجوع کیا تو اللہ تعالیٰ نے انھیں راہِ حق دکھادی۔ (2)

حضور اکرم ﷺ کے ان سوالوں کا جواب آپ ﷺ کے رَبّ نے آپ ﷺ پر قرآن نازل کر کے دیا۔ قرآن کا مقصد ہی انسان کو اپنی ذات سے متعارف کرانا اور اسے کائنات کی چھپی اور ظاہری حقیقتوں سے آگاہ کرنا تھا۔ حضور اکرم ﷺ اکثر پانی اور ستو لے کر غار حرا میں جایا کرتے اور واپسی پر خانہ کعبہ کا طواف کرتے۔ (3)

1۔ [کارلائل: ہیروز، شبلی]   2۔ [الانعام: 80]   3۔ [بخاری، مسلم]

بعثت سے سات برس پہلے حضور اکرم ﷺ کو روشنی اور چمک نظر آنے لگی تھی جسے دیکھ کر آپ ﷺ کو تسکین ہوتی۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ پر وحی کا آغاز سچے خوابوں سے ہوا۔ جو خواب حضور اکرم ﷺ رات کو دیکھتے اس کی تعبیر دن کو ہو بہو صبح کے اجالے کی مانند سامنے آجاتی۔(4) جب اللہ تعالیٰ نے اظہار نبوت کا ارادہ کر لیا اور حضور اکرم ﷺ مکہ سے دور جنگلوں اور پہاڑوں کی وادی میں قضائے حاجت کے لیے تشریف لے جاتے تو وہاں پر درخت اور پتھر السلام علیک یارسول اللہ ﷺ کہتے۔ حضور اکرم ﷺ ادھر اُدھر دیکھتے تو آپ ﷺ کو درختوں اور پتھروں کے سوا کچھ نظر نہ آتا۔(5)

پہلی وحی

12 سال قبل از ہجرت 18 رمضان المبارک ، 14 اگست 610ء کی مبارک رات تھی۔ حضور اکرم ﷺ اپنی عمر کے چالیس سال پورے کر چکے تھے اور حسب معمول غارِ حرا میں مصروفِ غور و فکر تھے کہ بخاری اور مسلم جیسی معتبر اور مستند احادیث کے مطابق ایک فرشتہ حاضر ہوا اور آپ ﷺ سے کہا پڑھیے آپ ﷺ نے جواب دیا میں پڑھنا نہیں جانتا۔ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ اُس فرشتے نے مجھے اپنے سینے سے لگا کر زور سے بھینچا جس سے مجھے تکلیف محسوس ہوئی۔ فرشتے نے مجھے چھوڑ دیا اور دوبارہ کہا کہ پڑھیے میں نے کہا میں پڑھنا نہیں جانتا۔ فرشتے نے دوبارہ حضور اکرم ﷺ کو سینے سے لگا کر بھینچا اور کہا پڑھیے اس بار حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کیا پڑھوں۔ فرشتے نے تیسری بار حضور اکرم ﷺ کو سینے سے لگا کر بھینچا اور کہا:

> ''پڑھیے اپنے رَبّ کے نام سے جس نے (عالم کو) پیدا کیا۔ جس نے پیدا کیا انسان کو جمے ہوئے خون سے۔ پڑھیے اور آپ کا رَبّ بڑا کریم ہے جس نے علم سکھایا قلم کے واسطہ سے۔ اسی نے سکھایا انسان کو جو وہ نہیں جانتا تھا۔''(6)

ان آیات کے نزول کے بعد حضور اکرم ﷺ کی طبیعت بوجھل ہوگئی اور ان کو خوف لاحق ہوگیا کہ وہ نبوّت کی اس قدر بھاری ذمے داری کیسے پوری کر سکیں گے مگر رَبّ کائنات نے آپ ﷺ کو یہ

4۔ [بخاری] 5۔ [ابن اسحاق]
6۔ [5-1:96]

بھاری بوجھ اُٹھانے کے لیے تیار کر رکھا تھا اور یہ ارشاد فرما کر اپنے محبوب کی شان اور عظمت میں اضافہ کر دیا تھا۔

"اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو تم دیکھتے وہ اللہ کے خوف سے دبا جاتا اور پھٹا پڑتا ہے یہ مثالیں ہم لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ غور و فکر کریں۔"(7)

حضور اکرم ﷺ کا اندرون امانت اور صداقت جیسے لافانی اور سچے جذبوں سے منور اور مستحکم تھا۔ وہ روحانی اور جسمانی لحاظ سے قرآن پاک کا طاقتور اور عظیم بوجھ اُٹھانے کی طاقت رکھتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ بھاری دل اور مختلف سوچوں کے ساتھ گھر جانے کے لیے غارِ حرا سے باہر نکلے۔ غارِ حرا سے اپنے گھر تک حضور اکرم ﷺ جس کیفیت میں مبتلا رہے اس کا اظہار خود آپ ﷺ نے اپنی زوجہ حضرت خدیجہؓ سے کیا۔ یہ کیفیت معروف مؤرخ طبری نے مستند حوالوں کے ساتھ ان الفاظ میں بیان کی ہے:

"جب وہ شخص (فرشتہ) چلا گیا۔ میں کھڑا ہوا تو میری ٹانگیں لرز رہی تھیں۔ میں زیادہ دیر کھڑا نہ رہ سکا اور زمین پر دوزانو بیٹھ گیا۔ کچھ دیر اسی حالت میں رہنے کے بعد میرے گھٹنوں میں طاقت آگئی۔ میں کھڑا ہونے کے قابل ہوا تو غار سے باہر آیا اور گھر کی طرف چل دیا لیکن ابھی میرے کندھوں پر لرزہ طاری تھا میں ابھی پہاڑ کے ٹیلے کی آدھی راہ بھی طے نہ کر سکا تھا کہ میرے کانوں میں آواز آئی "اے محمد ﷺ آپ اللہ کے رسول ﷺ ہیں اور میں جبرئیل علیہ السلام ہوں۔" یہ آواز آسمان سے آرہی تھی، میں نے اوپر دیکھا تو ایک شخص جس کے رخسار انسانوں جیسے تھے آسمان کی وسعتوں میں کھڑا تھا۔ اس نے دوبارہ کہا "اے محمد آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور میں جبرئیل علیہ السلام ہوں۔" میں جس سمت نگاہ ڈالتا اس شخص کو کھڑا پاتا حتیٰ کہ وہ غائب ہو گئے۔"(8)

7- [21:59]   8- [طبری: مفہوم][کانسٹنٹ ورجل: محمد ﷺ پیغمبر اسلام]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھر پہنچے اور حضرت خدیجہؓ سے کہا "مجھے کمبل اوڑھا دو، مجھے کمبل اوڑھا دو، مجھے ڈر لگ رہا ہے۔" حضرت خدیجہؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کمبل اوڑھا دیا اور دلاسا دیتے ہوئے کہا "خدا کی قسم اللہ تعالیٰ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے آبرو نہیں کرے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قریبی رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرتے ہیں۔ کمزوروں اور ناتوانوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، جو مفلس اور نادار ہو اس کو اپنی نیک کمائی سے حصہ دیتے ہیں۔ مہمان نوازی کرتے ہیں۔ حق کی وجہ سے کسی پر کوئی مصیبت آجائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی مدد کرتے ہیں اور دست گیری فرماتے ہیں۔"(9)

آزمائش کے دوران حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سب سے بڑا آسرا معاملات اور حقوق العباد کا ہی تھا جو رَبّ کی نظر میں بہت پسندیدہ تھا۔ حضرت خدیجہؓ کے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل نے عیسائیت قبول کرلی تھی اور مذہبی علوم کے ماہر مانے جاتے تھے۔ حضرت خدیجہؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے پاس لے گئیں۔ ورقہ بن نوفل نے واقعے کی تفصیل سن کر کہا "یہ تو وہی ناموس ہے (خاص پیغام) جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اُتارا تھا۔ اے کاش میں اس وقت زندہ ہوتا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے نکالے گی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، کیا وہ مجھے یہاں سے نکال دیں گے؟ ورقہ نے کہا جی ہاں، جو شخص بھی اس قسم کی دعوت لے کر آیا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے ہیں لوگوں نے اس سے دشمنی کی اگر مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ دن دیکھنا نصیب ہوا تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھرپور مدد کروں گا۔"(10)

اس تجربے کے بعد کچھ عرصے کے لیے جبرئیل علیہ السلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھائی نہ دیے۔ اس میں کیا حکمت تھی، سیرت نگاروں نے اپنے تجزیے پیش کیے ہیں۔ یہ وقفہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو غور وفکر کرنے اور جسمانی و ذہنی بوجھ سے باہر نکلنے کے لیے دیا گیا۔ اس دوران حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فکر مند ہوجاتے اور سوچنے لگتے کہ غارِ حرا کا تجربہ شاید اُن کا وہم اور گمان تھا یا شاید اُن کا رَبّ ناراض ہوگیا ہے۔ صحیح بخاری میں ایک روایت کے مطابق "وحی بند ہوگئی جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر غمگین ہوئے کہ کئی بار (بے قراری کے عالم میں) بلند و بالا پہاڑ کی چوٹیوں پر تشریف لے گئے لیکن جب کبھی

9- [بخاری] 10- [بخاری]

پہاڑ کی چوٹی پر پہنچتے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نمودار ہوتے اور فرماتے ''اے محمدؐ! آپ ﷺ اللہ کے رسول برحق ہیں۔'' اور اس وجہ سے آپ ﷺ کا اضطراب تھم جاتا اور قرار آ جاتا۔''(11) ایک روز آپ ﷺ سوچوں میں مگن کوہِ حرا کی جانب چلے جا رہے تھے کہ آسمان کی طرف سے آواز آئی۔ آپ ﷺ نے آسمان کی جانب نگاہ اُٹھا کر دیکھا تو خلاء میں ایک کرسی معلق تھی جس پر وہی فرشتہ بیٹھا تھا جو غارِ حرا میں آپ ﷺ کے پاس آیا تھا۔ آپ ﷺ پر لرزہ طاری ہو گیا، اسی حالت میں گھر پہنچے اور حضرت خدیجہؓ سے کہا ''مجھے چادر اوڑھا دو، مجھے چادر اوڑھا دو۔'' آپ ﷺ لیٹ گئے اور اللہ تعالیٰ نے وحی کا رُکا ہوا سلسلہ جاری کر دیا۔

''اے چادر اوڑھ کر لیٹنے والے اُٹھیے اور لوگوں کو خبردار کیجیے اور اپنے رَبّ کی بڑائی کا اعلان کیجیے۔ اپنا لباس پاک رکھیے اور گندگی سے دور رہیے۔ احسان کسی فائدہ کی خاطر نہ کیجیے اور اپنے رَبّ کے لیے صبر کیجیے۔''(12)

قرآن پاک کی یہ آیت انسان کے لیے ایک بنیادی اور اہم پیغام ہے جس میں رَبّ کی عظمت، صفائی، پُرخلوص احسان اور صبر کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ انسان اگر اس پہلی وحی پر ہی عمل کر سکیں تو اُن کی دنیا اور آخرت دونوں سنور سکتے ہیں۔ رَبّ نے انسانوں کو اللہ کی عظمت کے اقرار اور عملِ صالح کا حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ نے باور کروا دیا کہ تبلیغِ دین کی راہ میں سخت مشکلات پیش آئیں گی اور لالچ بھی دیا جائے گا لہٰذا صبر اور استقامت کی تلقین کی۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کے ابتدائی حالات کے بارے میں فرمایا:

''کیا اس نے تم کو یتیم نہیں پایا اور پھر ٹھکانا فراہم کیا اور تمھیں ناواقفِ راہ پایا اور پھر ہدایت بخشی اور تمھیں نادار پایا اور پھر مالدار کر دیا۔ لہٰذا یتیم پر سختی نہ کرو اور سائل کو نہ جھڑکو اور اپنے رَبّ کی نعمت کا اظہار کرو۔''(13) حضور اکرم ﷺ یتیم تھے مگر اللہ تعالیٰ اُن کی پرورش کے اسباب پیدا کرتا رہا۔ دادا اور چچا آپ ﷺ کی سرپرستی کرتے رہے اگرچہ وہ مالی طور پر کمزور تھے۔ حضرت

11- [بخاری]

12- [7-1:74]

13- [11-6:93]

خدیجہؓ جیسی مالدار خاتون سے شادی ہوئی تو آپ ﷺ تجارت کی دیکھ
بھال کر کے آسودہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ حضور اکرم ﷺ اپنے رَبّ کا
شکر بھی ادا کریں اور اُس کے دین کی تبلیغ بھی کریں۔"

حضرت خدیجہؓ نے سب سے پہلے حضور اکرم ﷺ کی رسالت کی گواہی دی۔ نزولِ وحی کے بعد پہلا حکم نماز ادا کرنے کا جاری ہوا۔ جبرائیل علیہ السلام نے حضور اکرم ﷺ کو وضو کرنے اور نماز ادا کرنے کا طریقہ سکھایا اور آپ ﷺ کی معیت میں نماز ادا کی۔ شبِ معراج سے پہلے صرف دو نمازیں (دو رکعت نماز مغرب اور دو رکعت نماز فجر) فرض تھیں۔(14)

پڑھنے، جاننے، صفائی، احسان اور صبر کا حکم پہلے جبکہ نماز کا حکم بعد میں نازل ہوا۔ احسان کے بارے میں ایک اور ارشادِ رَبّانی ہے:

"جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر احسان نہیں جتاتے نہ
(احسان جتا کر) دکھ دیتے ہیں ان کا اجر ان کے رَبّ کے پاس ہے اور ان
کے لیے کسی رنج اور خوف کا موقع نہیں۔"(15)

حضور اکرم ﷺ جب صحرا میں ہوتے تو اُونٹنی کے دودھ پر گزارہ کرتے۔ مکہ میں نان اور خرما کھا لیا کرتے لیکن کبھی نان وخرما اکٹھے تناول نہ کرتے۔ آپ ﷺ فرماتے کہ پیٹ بھرنے کے لیے ان میں سے ایک ہی کافی ہے۔ دونوں کا باہم کھایا جانا اسراف ہے۔(16)

نبوت کا مقصد

پیغمبر مختلف قوموں میں مبعوث ہوتے رہے، اُن سب کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ انسانوں کی زندگیوں کو سنوارا جائے اور معاشرے کی اصلاح کر کے اسے اللہ کے قانون کا پابند بنایا جائے۔ حضور اکرم ﷺ کو بھی یہی مشن سونپا گیا جس میں وہ خالق اور مخلوق دونوں کے سامنے سرخرو ہوئے۔ ارشادِ رَبّانی ہے۔ "درحقیقت اہلِ ایمان پر اللہ نے یہ بہت بڑا احسان کیا ہے کہ اُن کے درمیان خود اُن ہی میں سے ایک ایسا رسول اُٹھایا جو اُس کی آیات انھیں سناتا ہے، اُن کی زندگیوں کو سنوارتا ہے

14۔ [السہیلی] 15۔ [2:262] 16۔ [کانسٹنٹ ورجل]

اور اُن کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے یہی لوگ صریح گمراہیوں میں پڑے ہوئے تھے۔"(17)

قرآن کی کئی آیات میں اللہ تعالیٰ نے بعثتِ انبیاء کا مقصد ان الفاظ میں بیان فرمایا:

"ہم نے اپنے رسولوں کو روشن دلائل دے کر بھیجا اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب کو اور انصاف کرنے (کے حکم) کو نازل کیا تاکہ لوگ اعتدال پر قائم رہیں۔ اور ہم نے لوہے کو پیدا کیا جس میں شدید سختی ہے۔ اور لوگوں کے لیے اور بھی طرح طرح کے فائدے ہیں۔"(18) انصاف اور اعتدال دو ایسے بنیادی اصول ہیں جو انسان اور معاشرے کو متوازن اور پرامن بنا سکتے ہیں۔

"وہی اللہ ہے جس نے اپنے رسول ﷺ کو ضابطۂ ہدایت اور دینِ حق دے کر اس غرض سے بھیجا ہے کہ وہ ہر دین کے مقابلے میں اسے پوری انسانی زندگی پر غالب کر دے اگرچہ یہ مشرکوں کو کتنا ہی ناگوار کیوں نہ ہو۔"(19) قرآن پاک میں ربّ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے چار مقاصد بیان فرمائے ہیں۔ تلاوتِ آیات، تزکیۂ نفس، تعلیمِ کتاب اور تعلیمِ حکمت۔ سورۂ جمعہ کی آیت نمبر 2 میں ارشادِ ربانی ہے" وہی ہے جس نے اُمّی لوگوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کے سامنے اس کی آیتوں کی تلاوت کریں اور ان کو پاکیزہ بنائیں اور انھیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیں جب کہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔" حضور اکرم ﷺ نے قریش کے ایک وفد سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا:

"تم اگر میری وہ دعوت قبول کر لو جسے میں پیش کر رہا ہوں تو اس میں تمھاری دنیا اور آخرت دونوں کی بہتری ہے۔"(20)

علم و تعلیم

جو لوگ اسلام کو تلوار کے ساتھ جوڑتے ہیں وہ پہلی وحی پر غور کریں جس میں تلوار نہیں بلکہ قلم پر زور دیا گیا ہے۔ اس کے باوجود کہ حضرت محمد ﷺ اُمّی تھے ان پر نازل ہونے والی اوّلین آیات قلم اور علم کے بارے میں تھیں۔ اسلام کے علاوہ اور کوئی دین علم اور تعلیم کو اس قدر اہمیت نہیں دیتا۔ پہلی

17-[3:164]　18-[57:25]　19-[61:9]　20- [ابن ہشام]

وحی کے ذریعے نازل ہونے والی آیات کی بناء پر مسلمانوں کے ایک گروہ نے تعلیم کو واجبات دین میں سے قرار دیا۔ اُن کا عقیدہ تھا کہ ایک مسلمان جس طرح نماز پڑھتا اور روزے رکھتا ہے اس طرح وہ تعلیم بھی حاصل کرے۔ حضور اکرم ﷺ بھی علم کے حصول اور فروغ کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ دو مجلسوں کے پاس سے گزرے جو مسجد میں منعقد ہوئی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا دونوں مجلسیں بھلائی پر ہیں لیکن ان میں ایک دوسری سے بہتر ہے ان دونوں جماعتوں میں ایک عبادت میں مصروف ہے اور خدا سے دعا کر رہی ہے اور اس سے اپنی خواہش اور رغبت کا اظہار کر رہی ہے۔ اگر وہ چاہے تو ان کو عطا کرے اور چاہے تو روک دے اور دوسری جماعت میں دینی فہم عطا کی جا رہی ہے اور جاہلوں کو علم سکھایا جا رہا ہے لہٰذا یہ لوگ بہتر ہیں اور میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں یہ کہہ کر آپ ﷺ بھی اسی جماعت میں تشریف فرما ہو گئے۔(21)

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص علم حاصل کرنے کے لیے گھر سے نکلے وہ جب تک گھر واپس نہ آجائے خدا کی راہ میں ہے۔(22) ایک اور حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے علم کے حصول کی اہمیت اور عالم کی فضیلت کے بارے میں فرمایا:

> "جو شخص علم کی طلب کے لیے سفر اختیار کرے اللہ اس کو بہشت کے راستے پر چلاتا ہے اور فرشتے اس پر پروں کا سایہ ڈالتے ہیں اور عالم کے لیے ہر وہ چیز جو آسمانوں میں اور زمین پر ہے استغفار کرتی ہے اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے کہ چودھویں رات کا چاند ستاروں پر فضیلت رکھتا ہے اور عالم پیغمبروں کے وارث اور جانشین ہیں اور انبیاء کا ورثہ دنیا اور درہم نہیں ہے بلکہ ان کا ورثہ علم ہے جس کا وارث عالم کو بنایا گیا ہے۔ جس شخص نے علم حاصل کیا اس نے کامل حصہ پایا۔"(23)

قرآن پاک میں بھی اللہ تعالیٰ نے علم کے حصول پر بہت زور دیا ہے:

21۔[دارمی: کتاب العلم۔ خالد علوی: انسان کامل] 22۔[ترمذی: کتاب العلم] 23۔[ابن ماجہ: ترمذی: کتاب العلم]

''جس طرح ہم نے تمھارے اندر خود تم ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو تمھیں ہماری آیات پڑھ کر سناتا ہے اور تمھارا تزکیہ کرتا ہے اور تمھیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔''(24)

''کیا اندھا اور آنکھوں والا دونوں برابر ہو سکتے ہیں۔'' [16:13]

''آپ فرمائیں اے پروردگار میرے علم میں اضافہ فرما۔''(25)

''آپ کہہ دیں کیا علم والے اور بے علم برابر ہوتے ہیں؟''(26)

حضور اکرم ﷺ نے خدا کے فرمان کے مطابق تعلیم پر خصوصی توجہ دی جب مکہ میں مدینہ کے کچھ لوگوں نے اسلام قبول کیا تو آپ ﷺ نے مصعب بن عمیرؓ کو معلم کی حیثیت میں مدینہ روانہ کر دیا تاکہ وہ مدینہ کے نومسلموں کو دین کی تعلیم سے آراستہ کریں۔ مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت کچھ حجرے بے گھر اور نادار مسلمانوں کے لیے تعمیر کیے گئے جنھیں صفہ کا نام دیا گیا۔ یہ حجرے رہائش اور تعلیم دونوں مقاصد کے لیے استعمال کیے جاتے تھے۔ مسجد نبوی کے اس حصے کو رہائشی جامعہ کا نام بھی دیا جاسکتا ہے جس میں طلبہ کو بنیادی نوعیت کی تعلیم دی جاتی، وہ قرآن پڑھنا سیکھتے اور دین کے ابتدائی اور بنیادی مسائل کے بارے میں معلومات حاصل کرتے۔ جنگِ بدر کے قیدیوں میں کئی نادار اور مفلس قیدی بھی تھے جو تاوان ادا کرنے کے قابل نہ تھے۔ انھیں آزادی کے عوض دس مسلمانوں کو پڑھنا لکھنا سکھانے کی ذمے داری سونپی گئی۔ ظاہر ہے کفارِ مکہ نے دنیاوی تعلیم ہی دی ہوگی۔ حضور اکرم ﷺ نے کاتبِ وحی حضرت زید بن ثابتؓ کو ہدایت کی کہ وہ عبرانی زبان سیکھیں تاکہ یہودیوں کے ساتھ خط کتابت میں آسانی ہو، گویا صحابہ کو عربی کے علاوہ دوسری زبانیں سیکھنے کی بھی ترغیب دی گئی۔ حضور اکرم ﷺ نے مختلف علاقوں کے گورنروں کے لیے جو ہدایت نامے جاری کیے ان میں تعلیم کی سہولتیں فراہم کرنے کی ہدایت بھی شامل تھیں۔ حضور اکرم ﷺ کی معروف حدیث ہے ''علم حاصل کرو چاہے اس کے لیے چین جانا پڑے۔'' [کنز العمال] آپ ﷺ اپنے تعلیم یافتہ صحابہ کو ہدایت کرتے کہ وہ ان پڑھ مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

24- [151:2] 25- [114:20] 26- [9:39]

''اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو لوگ قیامت کے دن بہت بُرے درجے کو پہنچے والے ہیں ان میں ایسا عالِم ہوگا جس کے علم سے کسی کو فائدہ نہ پہنچے۔''(27)

اس حدیث کی رو سے ہر پڑھے لکھے انسان کا فرض ہے کہ وہ اَن پڑھ انسانوں کو لکھنا پڑھنا سکھائے۔

''علم حاصل کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز، روزہ، حج، جہاد سے افضل ہے۔[کنزالعمال۔ مسند امام اعظم]

خُفیہ تبلیغ

مکہ میں نئے دین کی تبلیغ کوئی آسان کام نہیں تھا۔ حضور اکرم ﷺ یتیم اور نادار تھے ہر چند کہ تقویٰ کے لحاظ سے ان کی عزت اور احترام تھا مگر وہ کسی قبیلے کے سردار نہیں تھے کہ لوگ آپ ﷺ کو اللہ کا رسول تسلیم کر لیتے۔ آپ ﷺ نے تبلیغ کو تین سال تک خفیہ رکھا۔ سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ بنت خویلد ایمان لائیں۔ اُن کے بعد حضرت علیؓ ایمان لائے جو حضور اکرم ﷺ کی کفالت میں تھے اور آپ ﷺ کے گھر میں ہی رہتے تھے۔ علماء میں اختلاف ہے کہ مردوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے آپ ﷺ کے دیرینہ دوست حضرت ابوبکر صدیقؓ تھے۔ قدیم نامور مؤرخین طبری، ابنِ اسحاق اور ابنِ ہشام، حضرت علیؓ کو ہی مردوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والا قرار دیتے ہیں۔ بعض کے نزدیک بچوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت علیؓ اور مردوں میں حضرت ابوبکرؓ تھے۔ علیؓ سے روایت ہے ''میں آپ ﷺ کے پیچھے اس طرح چلتا تھا جیسے ناقہ کا بچہ اپنی ماں کے پیچھے چلتا ہے۔ آپ ﷺ ہر دن میرے لیے اخلاق سے ایک منارۂ نور بلند کرتے تھے۔ میں نبوت کی روشنی اپنی آنکھ سے دیکھتا تھا اور رسالت کی خوشبو سونگھتا تھا۔(28) ان کے بعد آپ ﷺ کے منہ بولے بیٹے حضرت زید بن حارثہؓ کا نام آتا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنے علم اور خوش اخلاقی کی بناء پر احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ جب ایمان لائے تو اُن کے پاس چالیس ہزار درہم تھے۔(29) معززین مکہ اُن سے مشاورت کیا

27۔ [مسند داری] 28۔ [نہج البلاغہ] 29۔ [طبقات]

کرتے تھے۔ ایک بار رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''میں نے جس کسی کو بھی اسلام کی دعوت دی اس نے تھوڑا بہت تردد کیا، سوچ بچار کی مگر جب میں نے ابو بکرؓ کو دعوت دی تو انھوں نے فوراً اسلام قبول کر لیا۔''(30) حضرت ابو بکرؓ کی ترغیب اور ہدایت پر حضرت عثمانؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت طلحہؓ ایمان لائے۔ ان صحابہ کرام کی وجہ سے مکہ میں اسلام پھیلا اور مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ تب مسلمان چھپ کر نماز ادا کرتے تھے۔ ایک دن آپ ﷺ حضرت علیؓ کے ساتھ نماز ادا کر رہے تھے کہ اتفاق سے جناب ابو طالبؓ نے ان کو دیکھ لیا اور نماز کے بعد حیران ہو کر پوچھا کہ یہ کون سا دین ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہمارے دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہی دین تھا۔ جناب ابو طالبؓ نے کہا کہ میں اس دین کو اختیار نہیں کر سکتا البتہ تم کو اجازت ہے اور کوئی شخص تمھاری مزاحمت نہیں کر سکے گا۔(31) ابتدائی دور میں ایمان لانے والے زیادہ تر نادار اور مفلس لوگ تھے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو تبلیغ کا حکم ان الفاظ میں دیا ''اے نبی ﷺ اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت وحکمت عمدہ نصیحت کے ساتھ (دیجیے)۔''(32) حضور اکرم ﷺ نے اللہ کے حکم کے مطابق تبلیغ کا آغاز بڑی دانائی، پُر تاثیر لہجے کے ساتھ موقع محل اور زمینی حقائق کے مطابق کیا۔ آپ ﷺ کی نصیحت میں عمدگی، دل سوزی اور خیر خواہی ہوتی تھی۔ آپ ﷺ کے انداز سے ظاہر ہوتا تھا کہ آپ ﷺ پورے خلوص اور تڑپ کے ساتھ لوگوں کو اسلام کی دعوت دے رہے ہیں جس کا مقصد لوگوں کی بھلائی ہے۔ آپ ﷺ نے تبلیغ کے دوران نرم مزاجی اور اعلیٰ اخلاق کا بہترین نمونہ پیش کیا۔ آپ ﷺ کے مثالی انداز تبلیغ سے لوگ اسلام کی جانب مائل ہونے لگے۔ اسلام کی اشاعت تشدد اور انتہا پسندی سے نہیں بلکہ اخلاق اور نرمی سے ہوئی۔

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں مکہ کے چند سردار بیٹھے ہوئے تھے اور حضور اکرم ﷺ ان کو اسلام قبول کرنے پر آمادہ کرنے کی کوشش فرما رہے تھے۔ اتنے میں عبداللہ ابن ام مکتومؓ نامی ایک نابینا آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے اسلام کے بارے میں سوال

30۔ [الامین ﷺ] 31۔ [شبلی] 32۔ [125:16]

پوچھنا چاہا۔ آپ ﷺ کو ان کی مداخلت ناگوار گزری اور آپ ﷺ نے اُن سے بے رخی برتی اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیت نازل ہوئی:

"ترش رُو ہوا اور بے رُخی برتی اس بات پر کہ وہ اندھا اس کے پاس آ گیا۔ اے نبی ﷺ تمھیں کیا خبر شاید کہ وہ سدھر جائے یا نصیحت پر دھیان دے اور نصیحت کرنا اس کے لیے نافع ہو۔ جو شخص بے پروائی برتتا ہے تم اس کی طرف توجہ کرتے ہو حالانکہ وہ نہ سدھرے تو تم پر اس کی کیا ذمے داری ہے اور جو خود تمھارے پاس دوڑا آتا ہے اور ڈر رہا ہوتا ہے اس سے تم بے رخی برتتے ہو ہرگز نہیں یہ تو ایک نصیحت ہے جس کا جی چاہے اسے قبول کرے۔"(33)

جب ایک داعی اپنی دعوت کا آغاز کرنے لگتا ہے تو اس کا فطری رجحان با اثر لوگوں کی جانب ہوتا ہے تا کہ وہ دعوت قبول کر لیں اور کام آسان ہو جائے۔ رسول اللہ ﷺ کا مقصد ہرگز بڑے کی عزت اور ادنیٰ کی تحقیر نہ تھا البتہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کی رہنمائی کی کہ دعوت کے نقطہ نظر سے ہر وہ انسان اہمیت رکھتا ہے جو طالبِ حق ہو چاہے وہ کیسا ہی کمزور، بے اثر اور معذور ہو اور ہر وہ شخص غیر اہم ہے جو حق سے بے نیازی برتے خواہ وہ معاشرے میں کتنا ہی بڑا مقام رکھتا ہو۔(34)

اللہ تعالیٰ نے ایک آیت میں حضور اکرم ﷺ کی نرم مزاجی کی تعریف فرمائی۔

"(اے پیغمبر) یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ تم ان لوگوں کے لیے بہت نرم مزاج واقع ہوئے ہو ورنہ اگر کہیں تم تند خو اور سنگ دل ہوتے تو یہ سب تمھارے گرد و پیش سے چھٹ جاتے۔"(35)

ایک روایت کے مطابق ایک دفعہ ایک بوڑھا شخص حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جو سخت مزاج اور چڑچڑا تھا اور لوگ اسے قریب نہیں آنے دیتے تھے۔ آپ ﷺ نے اس سے بڑی نرمی اور محبت سے گفتگو فرمائی جب وہ چلا گیا تو حضرت عائشہؓ نے تعجب سے پوچھا کہ لوگ اسے اچھا نہیں سمجھتے مگر آپ ﷺ نے بڑی محبت سے گفتگو فرمائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا "عائشہ قیامت کے دن

33۔ [80:1-12] 34۔ [مودودی: سیرت سرور عالم ﷺ] 35۔ [3:159]

اللہ کے نزدیک وہ شخص بہت بُرا ہوگا جس کو لوگ اس کی سخت کلامی کی وجہ سے چھوڑ گئے ہوں۔''(36)

تبلیغ کے دوران اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کی رہنمائی فرماتے اور باور کرواتے کہ آپ ﷺ کی ذمے داری اللہ کا پیغام لوگوں تک اعتدال پر مبنی لہجے اور انداز میں پہنچانا ہے۔ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں لوگوں کے اعمال کے ذمے دار نہیں ہیں۔ ''اے محمد ﷺ میرے بندوں سے کہہ دو کہ زبان سے وہ بات نکالا کریں جو بہترین ہو، دراصل شیطان ہے جو انسانوں کے درمیان فساد ڈلوانے کی کوشش کرتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ شیطان انسان کا کُھلا دشمن ہے۔ تمھارا رَبّ تمھارے حال سے زیادہ واقف ہے وہ چاہے تو تم پر رحم کرے اور چاہے تو تمھیں عذاب دے اور نبی ﷺ ہم نے تم کو داروغہ کی طرح ان کے امور کا ذمے دار بنا کر نہیں بھیجا ہے۔''(37)

''اے نبی ﷺ اس وحی کی پیروی کیے جاؤ جو تم پر تمھارے رَبّ کی جانب سے نازل ہوئی ہے۔ اس کے سوا کوئی اور خدا نہیں ہے اور مشرکین کے پیچھے نہ پڑو اگر اللہ کی مشیت یہ ہوتی کہ یہ لوگ شرک نہ کریں تو یہ شرک نہ کرتے تم کو ہم نے ان پر پاسبان مقرر نہیں کیا ہے اور نہ تم ان کے امور کے ذمے دار ہو۔''(38)

اعلانیہ تبلیغ

جب دین کی تبلیغ کا ابتدائی کام مکمل ہو گیا اور حوصلہ افزاء تعداد میں مرد اور عورتیں ایمان لے آئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو علانیہ تبلیغ کا حکم دیا:

''اے رسول آپ کو حکم کیا گیا ہے اس کے ساتھ آپ حق و باطل کا فرق بیان کیجیے اور مشرکوں کی تکذیب کی کچھ پرواہ مت کیجیے۔''(39)

''اور اپنے اقربا کو عذابِ الٰہی سے ڈراتے رہیے اور جو مومن آپ ﷺ کے پیرو ہو گئے ہیں ان کے ساتھ نرمی کیجیے اور کہہ دیجیے کہ میں (عذابِ الٰہی) سے ڈرانے والا ہوں۔''(40)

36- [سنن ابی داؤد] 37- [17:53-54] 38- [6:106-107] 39- [15:94]
40- [15:89]

''اے نبی! اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت دیجیے حکمت اور عمدہ نصیحت
کے ساتھ اور لوگوں سے مباحثہ کرو ایسے طریقہ پر جو بہترین ہو۔'' [125:16]

اللہ کے حکم کے مطابق آپ ﷺ مکہ کے ایک پہاڑ صفا پر گئے اور مکہ کے قبائل کو پکارا۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو آپ ﷺ نے پوچھا ''اے لوگو! اگر میں تمھیں کہوں کہ پہاڑ کے پیچھے دشمن کا ایک لشکر ہے جو تم پر حملہ کرنے والا ہے تو تم میری اس بات کو سچ مان لو گے؟'' سب نے کہا ہاں سچ مان لیں گے کیونکہ آپ ﷺ صادق اور امین ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''میں تمھیں ایک سخت عذاب کے آنے سے پہلے خبردار کرنے کے لیے بھیجا گیا ہوں، تم سب اپنی اپنی جانوں کو اس عذاب سے بچانے کی فکر کرو۔ اللہ کے حضور، میں تمھارے کسی کام نہ آسکوں گا۔ اس روز میرے رشتے دار صرف متقی لوگ ہوں گے۔ میرا اور تمھارا خون کا رشتہ ہے اس لیے اس دنیا میں تمھارے ساتھ ہر طرح کی صلہ رحمی کروں گا۔ اگر تم لا الہ الا اللہ کے قائل ہو جاؤ تو میں رب کے ہاں تمھاری گواہی دوں گا۔ اس مجمع میں ابولہب بھی موجود تھا اس نے دین کا پیغام سننے کے بعد کہا ''تو سارے دن غارت ہو، تو نے ہمیں اسی لیے یہاں بلایا تھا؟'' سب لوگ مشتعل ہو کر منتشر ہو گئے۔ (41) صداقت اور امانت ہی وہ طاقت ور بنیادیں تھیں جن پر اسلام کی عمارت اٹھائی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی:

''(اے پیغمبر) ابولہب خود ہی ہمیشہ کے لیے تباہ ہو گیا اس کا مال اور کوشش اس کے کام نہ آئیں گے۔ عنقریب اسے ایسی آگ سے دوچار ہونا ہے جس کے شعلے اسے بھسم کر دیں گے۔'' (42)

حضور اکرم ﷺ نے اپنے عزیز و اقارب کو کھانے کی دعوت دی۔ پینتالیس افراد آپ ﷺ کی دعوت میں شریک ہوئے۔ ابولہب جانتا تھا کہ آپ ﷺ دین الٰہی کی تبلیغ کریں گے لہٰذا اس نے آپ ﷺ کی بات سننے سے پہلے ہی بولنا شروع کر دیا اور کہنے لگا۔ یہاں آپ کے چچا اور چچا زاد بھائی ہیں آپ جو کچھ کہنا چاہتے ہیں کہیے لیکن یہ بات نہ بھولیے کہ آپ کی قوم کی اتنی قوت نہیں ہے کہ سارے عرب کا مقابلہ کر سکیں۔ مناسب تو یہ ہے کہ جو کام آپ نے شروع کیا ہے آپ کے قبیلے

41۔ [بخاری، مسلم] 42۔ [111:1-3]

لوگ اور قریبی رشتہ دار آپ کو اس سے روک دیں۔ یہ ان کے لیے آسان ہے بجائے اس کے کہ قریش کے سارے خاندان آپ کے خلاف متحد ہو کر مقابلے کے لیے کھڑے ہو جائیں اور عرب کے سارے لوگ ان کی تائید کر رہے ہوں۔ اے میرے بھتیجے کوئی آدمی ایسا فتنہ فساد کا پیغام لے کر اپنی قوم کے پاس نہیں آیا جس فتنہ فساد کا پیغام لے کر آپ آئے ہیں۔

ابولہب کی اس گفتگو کے بعد آپ ﷺ نے دانائی کا مظاہرہ کیا اور خاموش رہے۔ چند روز کے بعد آپ ﷺ نے اپنے عزیز و اقارب کو دوبارہ کھانے کی دعوت دی۔ آپ ﷺ کی پھوپھیوں نے مشورہ دیا کہ ابولہب کو دعوت میں شریک نہ کیا جائے۔ ابولہب نے کوہِ صفا پر اور پہلی دعوت میں اشتعال انگیز باتیں کی تھیں۔ اس کے باوجود آپ ﷺ نے ابولہب کو دعوت میں بلایا کیونکہ وہ آپ ﷺ کا پڑوسی بھی تھا۔ آپ ﷺ انسانوں کے لیے اخلاق کا بہترین نمونہ تھے اور نہیں چاہتے تھے کہ ایسی مثال قائم ہو جائے جس سے پڑوسی کا حق اور مرتبہ کم ہو جائے۔ آپ ﷺ نے ساری زندگی پڑوسی کے حقوق کا خیال رکھا۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام پڑوسی کے حق میں مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے برابر وصیت اور تاکید کرتے رہے یہاں تک کہ میں خیال کرنے لگا کہ وہ اس کو وارث قرار دے دیں گے۔ (43)

دوسری دعوت میں آپ ﷺ نے اپنے رَبّ کے حکم کے مطابق دینِ اسلام کا پیغام دیتے ہوئے فرمایا "سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، میں اُسی کی حمد کرتا ہوں اور اُسی سے مدد طلب کرتا ہوں اور اُس پر ایمان لایا ہوں اور اُسی پر توکل کرتا ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ قافلے کا پیشوا اپنے قافلہ والوں سے جھوٹ نہیں بولتا۔ فرض کریں اگر میں دوسرے لوگوں سے جھوٹ بولوں مگر تم سے جھوٹ نہیں بول سکتا۔ اُس ذات کی قسم جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ میں اللہ کا رسول ہوں تمھاری طرف بالخصوص اور ساری انسانیت کی طرف بالعموم بھیجا گیا ہوں۔ خدا کی قسم تمھیں موت اس طرح آئے گی جس طرح تمھیں نیند آتی ہے اور قبروں سے زندہ یوں اُٹھائے

43۔ [بخاری، مسلم]

جاؤ گے جیسے تم خواب سے بیدار ہوئے ہو اور تم جو عمل کرتے ہو اس کا حساب ہوگا۔ تمھارے اچھے اعمال کی اچھی جزا اور برے کاموں کی بری جزا تمھیں دی جائے گی۔ ٹھکانہ ابدی جنت ہے یا ابدی جہنم۔ خدا کی قسم اے فرزندانِ عبدالمطلب میں کسی ایسے نوجوان کو نہیں جانتا جو اس چیز سے بہتر اپنی قوم کے پاس لے کر آیا ہو جو میں لے کر آیا ہوں۔ میں تمھارے پاس دنیا اور آخرت کی فلاح لے کر آیا ہوں۔''(44)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خطاب کے بعد ابولہب نے ایک بار پھر وہی باتیں دہرائیں جو اس نے پہلی دعوت میں کہی تھیں مگر اس بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز و اقارب ابولہب کی باتوں سے زیادہ متاثر نہ ہوئے اور تیرہ برس کے کم سِن علیؓ نے کہا اگرچہ میں آشوبِ چشم میں مبتلا ہوں اور میری ٹانگیں پتلی ہیں لیکن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دوں گا۔(45) جناب ابوطالبؓ نے کہا ''خدا کی قسم جب تک ہمارے جسم میں جان ہے ہم اپنے بھتیجے کا دفاع اور حفاظت کریں گے۔'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ کے دوران صبر، تحمل اور برداشت کا مظاہرہ کیا۔

ارشادِ ربانی ہے:

''اے ایمان والو صبر کرو۔ ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرو اور (دشمن کے سامنے) جمے رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔''(46)

حج کے موقع پر عرب کے مختلف علاقوں کے افراد حج کے لیے مکہ آتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے مختلف قبائل کو اسلام کی تبلیغ کی۔ اس طرح اسلام کا پیغام پورے عرب میں پھیل گیا اور اہل عرب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت اور اللہ کے فرمان کے بارے میں غور و فکر کرنے لگے۔

مکہ کا ایک رکانہ نامی پہلوان اس قدر طاقت ور تھا کہ چمڑے پر کھڑا ہوتا اور لوگ چمڑا کھینچتے تو چمڑا پھٹ جاتا مگر اس کے قدموں کے نیچے سے نہ نکلتا۔ اس نے اسلام لانے کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کشتی لڑنے کی دعوت دی اور کہا کہ اگر وہ کشتی ہار گیا تو اسلام قبول کرنے کے ساتھ اپنی ایک تہائی

44- [زینی دحلان] 45- [نعیم صدیقی] 46- [200:3]

بکریاں بھی دے گا۔ حضور اکرم ﷺ نے اسے تین بار زمین پر پٹخ دیا اور اس کی ساری بکریاں بھی لے لیں۔ رکانہ رونے لگا آپ ﷺ نے اس کی بکریاں واپس کر دیں۔ وہ بہت متاثر ہوا اور صدق دل سے مسلمان ہو گیا۔ (47) آپ ﷺ نے اسلام کی تبلیغ کے لیے ہر طریقہ اختیار کیا۔

ایک بار ایک شخص نے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ مجھے کوئی نصیحت فرمایے۔ آپ ﷺ نے اسے ہر بار یہ جواب دیا "غصہ نہ کرو"۔ (48) پہلوان وہ نہیں جو لوگوں کو کشتی میں پچھاڑ دے بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے۔ (49)

سماجی دباؤ

قریش کے افراد رفتہ رفتہ اسلام کی جانب مائل ہونے لگے تو قریش کے سرداروں کو فکر لاحق ہوئی، انھیں اپنے آباء و اجداد کا مذہب خطرے میں نظر آیا۔ عرب روایت کے مطابق جب تک کوئی شخص کسی قبیلے کی پناہ میں ہوتا اس کے خلاف کسی قسم کی تادیبی کارروائی نہیں کی جا سکتی تھی۔ آپ ﷺ چونکہ جناب ابو طالبؓ کی سرپرستی میں تھے لہٰذا قریش کے ممتاز افراد پر مشتمل ایک وفد (بشمول ابو جہل اور ابو سفیان) نے جناب ابو طالبؓ سے ملاقات کی اور ان سے کہا:

"اے ابو طالبؓ! آپ کا بھتیجا ہمارے خداؤں کو برا بھلا کہتا ہے اور ہمارے مذہب کے عیب نکالتا ہے۔ ہمیں بے وقوف اور ہمارے آباء و اجداد کو گمراہ کہتا ہے یا تو آپ اسے روک لیں یا درمیان سے ہٹ جائیں، ہم خود اسے روک لیں گے۔" جناب ابو طالبؓ نے ان کو نرمی سے جواب دیا اور بڑی خوبصورتی سے ٹال دیا۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنی تبلیغ کا کام جاری رکھا۔ قریش کے سرداروں کا رویہ بھی جارحانہ ہوتا گیا اور وہ آپ ﷺ کے خلاف سازشوں میں مصروف ہو گئے۔ سرداروں نے جناب ابو طالبؓ سے ایک اور ملاقات کی اور اس بار ذرا ترش لہجے میں بات کی:

"اے ابو طالبؓ! ہم نے پہلے بھی آپ سے گزارش کی تھی کہ اپنے بھتیجے کو روک لیں" یہ ہمیں احمق اور بے وقوف کہتا ہے اور ہمارے خداؤں کی عیب جوئی کرتا ہے۔ اب ہمارے صبر کا پیمانہ لبریز

47۔ [شرح سیرۃ کبیر] 48۔ [ترمذی] 49۔ [بخاری]

ہو گیا ہے اگر وہ باز نہ آیا تو ہم آپ دونوں کے خلاف جنگ کریں گے۔ جب تک کہ ہم میں سے ایک فریق فنا نہ ہو جائے۔" جناب ابو طالبؓ کو اس کھلے چیلنج کے بعد تشویش لاحق ہوئی، وہ نہیں چاہتے تھے کہ حضور اکرم ﷺ کو قریش کے رحم و کرم پر چھوڑ دیں۔ انھوں نے آپ ﷺ کو قریش کی دھمکیوں سے آگاہ کیا اور کہا کہ مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈالو جسے اُٹھانے کی مجھ میں ہمت نہ ہو۔[50] آپ ﷺ کو خیال گزرا کہ شاید جناب ابو طالبؓ ان کی مدد اور تعاون سے دست کش ہونے والے ہیں۔

آپ ﷺ نے بڑے سکون اور اعتماد سے جواب دیا:

> "اے میرے چچا! اگر وہ سورج کو میرے دائیں ہاتھ میں رکھ دیں اور چاند کو میرے بائیں ہاتھ میں اور یہ توقع کریں کہ میں دعوت حق کو ترک کر دوں گا تو یہ ناممکن ہے۔ یا تو اللہ تعالیٰ اس دین کو غلبہ دے گا یا میں اس کے لیے جان دے دوں گا۔ اس وقت تک میں اس کام کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں۔"[51]

حضور اکرم ﷺ کی آنکھوں سے آنسو اُمڈ آئے اور وہ اپنے چچا کے کمرے سے باہر نکل آئے۔

جناب ابو طالبؓ نے آپ ﷺ کو واپس بلایا اور دلاسا دیتے ہوئے کہا:

> "اے میرے بھتیجے! آپ کا جو جی چاہے کہیے میں آپ کو کسی قیمت پر کفار کے حوالے نہیں کروں گا۔"[52]

جناب ابو طالبؓ کی جانب سے مایوس ہونے کے بعد قریش کے رؤسا نے حضور اکرم ﷺ سے براہِ راست بات کرنے کا فیصلہ کیا اور ایک رئیس عتبہ بن ربیعہ کو اپنا نمائندہ بنایا۔ عتبہ نے حضور اکرم ﷺ سے ملاقات کر کے تجاویز پیش کیں۔ پہلی تجویز میں یہ پیش کش کی گئی کہ اگر آپ ﷺ دولت کے طلب گار ہیں تو آپ ﷺ کے سامنے دولت کے انبار لگا دیتے ہیں۔ دوسری تجویز میں مکے کی سرداری کا منصب پیش کیا گیا۔ تیسری تجویز میں آپ ﷺ کو بادشاہ بنانے کا عندیہ دیا گیا۔ عتبہ نے آخر میں یہ بھی کہا کہ اگر آپ ﷺ کو خدانخواستہ کوئی عارضہ ہے تو اس کا مکمل علاج کرایا جا سکتا ہے۔ اگر عورت کی خواہش ہے تو مکہ کی حسین ترین عورت سے آپ ﷺ کا نکاح کرا دیتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے عتبہ

50۔ [ابن ہشام] 51۔ [ابن کثیر] 52۔ [ابن ہشام]

کی باتوں کے جواب میں قرآن کی آیات پڑھ کر سنائیں۔ ان آیات ربانی نے عتبہ پر اس قدر اثر کیا کہ جب وہ اپنے رفقاء کے پاس گیا تو اس کا دل بدلا ہوا تھا۔ اس نے اپنے رفقاء کو مشورہ دیا کہ محمد ﷺ کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے کیوں کہ وہ جو کلام سن کر آیا ہے وہ اس قدر پُر تاثیر ہے کہ رنگ لانے والا ہے۔ قریش کے سردار اور رئیس اسلام دشمنی کی بناء پر حضور اکرم ﷺ کا مذاق بھی اُڑانے لگے اور آپ ﷺ سے مختلف نوعیت کے معجزات بھی طلب کرنے لگے تھے۔ قریش کے ان لغو مطالبات کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں یوں کیا ہے:

> ''اور کفار نے کہا، ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے۔ آپ ﷺ پر جب تک آپ رواں نہ کردیں ہمارے لیے زمین سے ایک چشمہ یا (لگ کر تیار) ہو جائے آپ ﷺ کے لیے ایک باغ کھجوروں اور انگوروں کا پھر آپ ﷺ جاری کردیں ندیاں جو اس باغ میں بہ رہی ہوں یا آپ ﷺ گرا دیں آسمان کو۔ جیسے آپ کا خیال ہے ہم پر ٹکڑے ٹکڑے کر کے یا آپ ﷺ اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کو (بے نقاب) کر کے ہمارے سامنے لے آئیں یا تعمیر ہو جائے آپ ﷺ کے لیے ایک گھر سونے کا یا آپ ﷺ آسمان پر چڑھ جائیں بلکہ ہم تو اس پر بھی ایمان نہیں لائیں گے کہ آپ ﷺ آسمان پر چڑھیں یہاں تک کہ آپ ﷺ اُتار لائیں ہم پر ایک کتاب جسے ہم پڑھیں۔'' اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو ہدایت فرمائی ''آپ (ان سب خرافات کے جواب میں اتنا) فرمادیں میرا رب ہر عیب سے پاک ہے اور میں کون ہوں مگر آدمی (اللہ کا) بھیجا ہوا۔'' (53)

قریش کی جانب سے لالچ، فضول منطق اور معجزات کا مطالبہ حضور اکرم ﷺ کو تبلیغ کے راستے سے نہ ہٹا سکا اور قریش نے آپ ﷺ اور ان پر ایمان لانے والوں پر ظلم و ستم اور جبر و تشدد کرنے کا

53- [17 :90-93]

فیصلہ کرلیا۔

ظلم و ستم کی انتہا

رفتہ رفتہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاتی کردار اور قرآن کا معجزہ رنگ دکھانے لگا۔نوجوان غلام اور دوسرے لوگ ایمان لانے لگے تو قریش کے بزرگ برہم ہو گئے اور انھوں نے مسلمانوں کو ظلم و ستم کا نشانہ بنانا شروع کر دیا۔ابو جہل نے ایک سازش تیار کی کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں نماز ادا کر رہے ہوں تو بھاری پتھر سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کر دیا جائے۔ایک دن ابو جہل بھاری پتھر لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کرنے لگا۔جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے لگے اور سجدے میں گئے تو ابو جہل پتھر لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب گیا۔جوں ہی پتھر سر پر مارنے کی کوشش کی وہ خوف زدہ اور بدحواس ہو گیا اور پتھر اس کے ہاتھوں سے چپک گیا، اس نے بڑی مشکل سے پتھر پھینکا۔جب اس کے ساتھیوں نے ماجرا پوچھا تو کہنے لگا ''جوں ہی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر پتھر مارنے لگا ایک خوفناک اونٹ مجھ پر حملہ آور ہوا اور مجھے یوں محسوس ہوا کہ وہ مجھے کھا جائے گا اور میں بدحواس ہو گیا۔''(54)

ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں دوزانو بیٹھے حمد و ثنا میں مشغول تھے۔ابو جہل اپنے خاندان کے افراد کے ہمراہ اونٹ کی اوجھڑی لے آیا اور اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر اس طرح رکھ دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک اور منہ اوجھڑی کے اندر بند ہو گیا۔ابو جہل نے اوجھڑی کا منہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن کے ساتھ بوری کی طرح باندھ دیا جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دم گھٹنے لگا۔خانہ کعبہ میں موجود سنگ دل قریش یہ تماشا دیکھتے رہے اور ابو جہل کے خوف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد سے گریز کرتے رہے۔قبیلہ قریش کی ایک عورت یہ منظر نہ دیکھ سکی۔وہ دوڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر گئی اور حضرت فاطمہؓ کو اطلاع دی۔حضرت فاطمہؓ روتی ہوئی خانہ کعبہ پہنچیں اور اوجھڑی کھول کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن سے اُتاری۔چہرے کو اپنے کرتے سے صاف کیا۔اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے مثال صبر اور برداشت کا مظاہرہ کیا۔(55)

ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں عبادت میں مشغول تھے کہ عقبہ بن ابی معیط نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی

54۔ [البدایہ والنہایہ] 55۔ [انساب]

گردن میں چادر ڈال کر بل دیے اور کھینچنا شروع کیا۔ آپ ﷺ کا دم گھٹنے لگا۔ حضرت ابوبکرؓ نے بڑی مشکل سے آپ ﷺ کو اس کی گرفت سے چھڑایا۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا" کیا تم لوگ ایک ایسے شخص کو قتل کرتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔" عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ یہ سخت ترین ایذا رسانی کا منظر تھا۔ (56) آپ ﷺ کو علم تھا کہ وہ خدا کے حکم کے مطابق ایک مقدس مشن کی خاطر تبلیغ کا فرض ادا کر رہے ہیں لہٰذا آپ ﷺ کو ہر قسم کے مصائب اور مشکلات کا مقابلہ بڑے صبر کے ساتھ کرنا ہوگا۔

حضور اکرم ﷺ ابولہب کے پڑوسی تھے۔ ابولہب اور اس کی بیوی ام جمیل مختلف طریقوں سے آپ ﷺ کو اذیت پہنچاتے۔ آپ ﷺ کے گھر پر پتھر پھینکتے جن سے لکڑی کی کھڑکیاں ٹوٹ جاتیں۔ مردہ جانور اور گندگی گھر کے سامنے پھینک دیتے۔ ام جمیل آپ ﷺ کے گھر کے دروازے کے سامنے کانٹے بچھا دیتی۔ جب آپ ﷺ رات کو گھر واپس آتے تو کانٹے آپ ﷺ کے پاؤں میں چبھ جاتے۔ گھر آ کر کانٹے پاؤں سے نکالتے تو پاؤں سے خون جاری ہونے لگتا۔ ایک روایت کے مطابق ایک روز آپ ﷺ نے گھر کے راستے کو کانٹوں سے صاف پایا جب آپ ﷺ کو معلوم ہوا کہ ام جمیل بیمار ہے تو آپ ﷺ اُس کی تیمارداری کے لیے اُس کے گھر تشریف لے گئے۔ آوارہ لڑکے آپ ﷺ کو پتھر مارتے اور آوازے کستے۔ آپ ﷺ بعض اوقات آوارہ لڑکوں سے بچنے کے لیے ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے لیتے۔ ابوسفیان اسلام دشمنی کے باوجود لڑکوں کو روکتا۔ جب لڑکے چلے جاتے تو آپ ﷺ اپنے گھر واپس تشریف لے جاتے۔ (57)

ایک روز حضور اکرم ﷺ خانہ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ابوجہل نے آپ ﷺ کو سختی سے کہا کہ میں نے آپ ﷺ کو یہاں نماز پڑھنے سے منع کیا تھا۔ آپ ﷺ کو معلوم ہے کہ جتنے میرے دوست ہیں اتنے کسی اور کے نہیں ہیں۔ آپ ﷺ نے ابوجہل کو سخت لہجے میں جواب دیا۔ اسی وقت جبرئیل علیہ السلام آئے اور اللہ کا پیغام پہنچایا۔ "اسے کہو کہ وہ اپنے دوستوں کو بلائے ہم اپنے فرشتوں کو ان کا دماغ درست کرنے کے لیے بھیج دیں گے۔" (58) ایک مرتبہ ابوجہل نے بی بی فاطمہؓ کو طمانچہ مارا۔ ننھی بچی

56۔ [ابن ہشام، بخاری]   57۔ [ابن الجوزی]
58۔ [96:17-18]

کو روتا دیکھ کر ابو سفیان نے سبب پوچھا۔ پھر فاطمہؓ کو ساتھ لے کر ابو جہل کے پاس آئے۔ ابو جہل کے ہاتھ پکڑ کر فاطمہؓ سے کہا کہ اسے طمانچہ ماریں۔ فاطمہؓ نے ایسا ہی کیا اور ہنسی خوشی گھر آ گئیں۔

ایک روز حضور اکرم ﷺ اور حضرت خدیجہؓ گھر پر تھے کہ آپ ﷺ کی دونوں بیٹیاں جو ابولہب کے بیٹوں سے بیاہی ہوئی تھیں اپنے سامان کے ہمراہ گھر واپس آ گئیں اور اپنے والدین کو بتایا کہ ان کے شوہروں نے انھیں طلاق دے دی ہے۔ ابولہب اور اُمِ جمیل نے اپنے بیٹوں پر طلاق کے لیے دباؤ ڈالا اور بہانہ یہ بنایا کہ چونکہ سارا مکہ آپ ﷺ کے خلاف ہے لہٰذا آپ ﷺ کی بیٹیوں کو اپنے گھر میں رکھنا مناسب نہیں ہے۔ قریش نے حضور اکرم ﷺ کی شخصیت کو اچھی طرح جاننے کے باوجود مذاق کرنا، تمسخر اُڑانا اور مختلف نوعیت کے الزامات لگانے شروع کر دیے۔ کبھی پاگل کہا تو کبھی اقتدار کا لالچی قرار دیا۔ آپ ﷺ نے جسمانی اور ذہنی اذیت سے عاجز آ کر ایک دن اپنے رَبّ کو پکار کر کہا ''خداوند تو جانتا ہے یہ وہ لوگ نہیں ہیں جو تیرے دین کو قبول کریں۔'' اس حرفِ شکایت کے بعد جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور سورۂ حجر کی آیات تلاوت کیں:

''پس اے نبی! جس چیز کا تمھیں حکم دیا جارہا ہے اسے ہانکے پکارے کہہ دو اور شرک کرنے والوں کی ذرا پروانہ کرو۔ تمھاری طرف سے ہم اُن مذاق اُڑانے والوں کی خبر لینے کے لیے کافی ہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ جو باتیں یہ لوگ تمھارے بارے میں بناتے ہیں اُن سے تمھارے دل کو سخت کوفت ہوتی ہے۔''(59)

حضرت بلالؓ پر ظلم

حضرت بلالؓ بنی جمح کے سردار امیہ کے غلام تھے۔ جب امیہ کو معلوم ہوا کہ اس کے حبشی غلام نے اسلام قبول کر لیا ہے تو وہ طیش میں آ گیا اور بلالؓ کو قید کر دیا۔ رات دن بھوکا پیاسا رکھنے کے بعد پوچھا کہ تم لات و عزیٰ پر ایمان لاتے ہو کہ نہیں۔ بلالؓ نے کہا ''اللہ ایک ہے۔'' امیہ نے بلالؓ کو نہایت سنگ دلی سے مارا پیٹا مگر بلالؓ ''احد احد'' پکارتے جاتے۔ امیہ مار مار کر تھک گیا تو بلالؓ کو

59۔ [97:15]

شدید گرمی میں تپتی ریت پر لٹا کر ان کے جسم پر بھاری پتھر رکھ دیا۔ بلالؓ "تکلیف کے باوجود" احد احد "پکارتے رہے۔ آوارہ لڑکے بلالؓ کے گلے میں رسی باندھ کر انھیں مکہ کی گلیوں میں گھسیٹتے رہتے تاکہ دوسرے غلام عبرت پکڑیں اور اپنے آبائی دین کو ترک نہ کریں۔ جب بلالؓ نڈھال ہو جاتے تو ان سے لات اور عزیٰ کا اقرار کرنے کے لیے کہا جاتا۔ بلالؓ احد احد پکارتے۔ ایک دن حضرت ابوبکرؓ امیہ کے گھر کے سامنے سے گزر رہے تھے تو انھوں نے بلالؓ کو ظلم و ستم کا نشانہ بنتے دیکھا اور امیہ کو ایک نوجوان صحت مند غلام دے کر بلالؓ کو آزاد کرا لیا۔ (60) حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اسلام قبول کرنے والے سات نادار اور مفلس غلاموں کو بھی معاوضہ دے کر آزاد کرایا۔ عمار بن یاسرؓ نے اپنے گھر پر مسجد قائم کی، مسلمان اس مسجد میں جمع ہو کر نماز ادا کرتے تھے۔ قریش نے انھیں سنگین تشدد کا نشانہ بنایا۔ اسی طرح حضرت صہیبؓ اور حضرت خباب بن الارتؓ کو بھی ظلم و ستم کا نشانہ بنایا گیا۔ (61) خباب بن الارتؓ کو ایک روز دہکتے ہوئے کوئلوں پر لٹا دیا گیا اور ایک شخص ان کی چھاتی پر پاؤں رکھ کر کھڑا ہو گیا تاکہ وہ کروٹ نہ بدل سکیں یہاں تک کہ کوئلے ان کے خون اور چربی سے تر ہو کر ٹھنڈے ہو گئے۔ اس کے باوجود وہ اپنے عقیدے پر پہاڑ کی طرح ثابت قدم رہے۔ (62) حضور اکرم ﷺ کوہ صفا کے قریب حضرت ارقمؓ بن ابی ارقم کے گھر پر دینی مجالس منعقد کرنے لگے۔ یہ اسلام کی پہلی دینی درس گاہ تھی۔ اگر کوئی اجنبی اسلام قبول کرنے کے لیے آتا تو اسے "بیت الارقم" پہنچا دیا جاتا۔

اسلام کی پہلی خاتون شہید

ابوجہل کی ایک کنیز سمیہؓ تھیں جو مکہ میں دایہ کی حیثیت سے بھی کام کرتی تھیں اور حاملہ عورتیں ان سے مشورے لیتی تھیں۔ سمیہؓ کا مکہ میں احترام کیا جاتا تھا۔ جب وہ مسلمان ہو گئیں تو ابوجہل سخت پریشان ہو گیا۔ اس نے سمیہؓ پر دین محمد ﷺ کو ترک کرنے کے لیے دباؤ ڈالا مگر انھوں نے انکار کر دیا۔ ابوجہل نے سمیہؓ پر اس قدر تشدد کیا کہ وہ بے ہوش ہو گئیں۔ حضرت ابوبکرؓ کو علم ہوا تو وہ ابوجہل کے گھر پر گئے اور سمیہؓ کی آزادی کے لیے منہ مانگا معاوضہ ادا کرنے کی پیش کش کی۔ ابوجہل اسلام اور مسلمانوں کا بدترین دشمن تھا لہٰذا کسی قیمت پر راضی نہ ہوا۔ ابوجہل نے سمیہؓ پر تشدد جاری رکھا اور

60- [البلاذری] 61- [السہیلی۔انساب] 62- [طبقات]

کوشش کی کہ سمیہؓ اسلام ترک کر کے اپنے آبائی دین پر واپس آ جائیں مگر سمیہؓ آمادہ نہ ہوئیں۔ ابوجہل نے سمیہؓ کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ ایک دن وہ اپنی کنیز کو لے کر خانہ کعبہ آیا جہاں پر بہت سے لوگ جمع تھے۔ ابوجہل نے سمیہؓ سے کہا کہ دین محمد ﷺ ترک کرنے کا اعلان کرو۔ سمیہؓ نے انکار کیا تو ابوجہل نے انھیں نیزہ مار کر شہید کر دیا۔ اس طرح سمیہؓ کو اسلام کی پہلی شہید عورت ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔ حضور اکرم ﷺ کی بعثت سے پہلے ابوجہل کو اُس کی فہم و دانش کی بناء پر ابوالحکم یعنی حکمت اور دانائی کا باپ کہا جاتا تھا لیکن اس کے کفر نے روزِ قیامت تک کے لیے اسے ابوجہل یعنی جہالت کا باپ بنا دیا گویا آج بھی اگر کوئی شخص فہم و فراست کے باوجود خدا کی واحدانیت کا انکار کرتا ہے تو وہ جاہل مطلق ہی کہلائے گا۔

ایک دن مسلمان خانہ کعبہ میں نماز ادا کر رہے تھے۔ جب وہ سجدے میں گئے تو کفار نے ان پر حملہ کر دیا۔ کئی مسلمان زخمی ہوئے جب کہ حضرت حارث بن حالہؓ شہید ہو گئے۔ وہ سجدے کی حالت میں خانہ کعبہ کے اندر شہید ہوئے اور اسلام کے پہلے شہید مرد ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔ حضرت حارث بن حالہ حضرت خدیجہؓ کے پہلے شوہر کے بیٹے تھے۔

حضرت حمزہؓ کا قبولِ اسلام

ایک دن آپ ﷺ کے چچا حضرت حمزہؓ شکار سے واپس آئے تو ان کی لونڈی نے بتایا کہ آج ابوجہل نے آپ ﷺ کو غیر معمولی طور پر سخت اذیت پہنچائی ہے۔ حضرت حمزہؓ خاندانی حمیت میں آ گئے اور سیدھے خانہ کعبہ گئے جہاں ابوجہل اپنے ساتھیوں کے پاس بیٹھا تھا۔ حضرت حمزہؓ نے اپنی فولادی کمان سے ابوجہل کو زخمی کر دیا اور کہا کہ کیا تو سمجھتا ہے کہ محمد ﷺ کا کوئی چچا اور محافظ نہیں۔ سن لو آج سے میں بھی مسلمان ہو گیا ہوں۔ ابوجہل کو اپنی غلطی کا احساس تھا لہٰذا اس نے کسی ردِ عمل کا مظاہرہ نہ کیا۔ حضرت حمزہؓ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کر لیا۔ حضرت حمزہؓ عرب کے طاقتور اور جنگجو شخص تھے۔ اُن کے اسلام قبول کرنے سے مسلمانوں کو خاصی تقویت ملی۔

حضرت عمرؓ کا قبولِ اسلام

قریش کے قبائل نے اسلام کے فروغ سے پریشان ہو کر دارالندوہ مکہ میں مجلس شوریٰ کا اجلاس منعقد کیا جس میں دینِ محمد ﷺ کے توڑ کے لیے مختلف تدابیر پر غور کیا گیا۔ اس مجلس کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت محمد ﷺ کو قتل کرنے کا اعلان کر دیا تا کہ مکہ کا سکون بحال ہو سکے۔ حضرت عمرؓ بلند قامت، جذباتی اور بات کے پکے شخص تھے۔ مسلمان بیت الارقم میں جمع تھے۔ حضرت عمرؓ نے اپنی تلوار اُٹھائی اور قتل کے ارادے سے روانہ ہوئے۔ راستے میں اُن کی ملاقات نعیمؓ بن عبداللہ سے ہوئی جو پوشیدہ طور پر مسلمان ہو چکے تھے۔ نعیمؓ نے پوچھا عمر کہاں جا رہے ہو۔ عمرؓ نے کہا کہ حضرت محمد ﷺ کو قتل کرنے کے لیے جا رہا ہوں۔ نعیمؓ نے کہا عمرؓ پہلے اپنے گھر کی فکر کرو تمھاری بہن فاطمہؓ اور بہنوئی سعید بن زیدؓ مسلمان ہو چکے ہیں۔ عمرؓ یہ خبر سن کر اپنے گھر پہنچے تو دیکھا کہ فاطمہؓ، سعید بن زیدؓ اور حضرت خبابؓ تینوں قرآن کی تلاوت کر رہے ہیں۔ عمرؓ نے اپنی بہن کو تازیانے مار کر لہولہان کر دیا اور دینِ محمد ﷺ کو ترک کرنے کا مطالبہ کیا۔ بہن نے کہا بے شک مجھے قتل کر دو میں اپنا دین ترک نہیں کروں گی۔ جب عمرؓ اپنے بہنوئی کو مارنے کے لیے ان کی جانب بڑھے تو فاطمہؓ درمیان میں کھڑی ہو گئیں۔ فاطمہؓ نے اپنے بھائی عمرؓ سے کہا کہ قرآن پڑھ کر دیکھو شاید تمھارے دل پر اثر ہو۔ عمرؓ نے جب قرآنی آیات سنیں تو ان پر اس قدر اثر ہوا کہ بلند آواز میں کہا کہ میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں۔ عمرؓ دارالارقم پہنچے اور دروازے پر دستک دی۔ ایک صحابی نے دروازے کے سوراخ سے دیکھا کہ عمرؓ تلوار سے مسلح کھڑے ہیں۔ صحابی گھبرا گئے اور آپ ﷺ کو خبر کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''دروازہ کھول دو اللہ اس کی بھلائی چاہے گا تو اسے ہدایت دے گا۔'' دو صحابی عمرؓ کو بازوؤں سے پکڑ کر آپ ﷺ کے پاس لے گئے۔ ''عمرؓ کو چھوڑ دو۔'' آپ ﷺ نے حکم دیا۔ آپ ﷺ نے عمرؓ کا دامن پکڑا اور پوچھا ''کس نیت سے آئے ہو؟'' ''اسلام قبول کرنے یا رسول اللہ۔'' عمرؓ نے جواب دیا۔ دارارقم اللہ اکبر کے نعروں سے گونج اُٹھا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد عمرؓ نے رسول خدا سے سوال کیا کہ کیا ہمارا دین سچا دین نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے ہاں میں جواب دیا۔ عمرؓ نے پوچھا کیا قریش کا دین جھوٹا دین نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے ہاں میں جواب دیا۔ عمرؓ نے کہا کہ جب ہم حق پر ہیں تو پھر ذلت

کیوں برداشت کریں چنانچہ اس روز پہلی بار مسلمان جماعت کی صورت میں حرم گئے اور کھلے عام نماز ادا کی۔ ایک روایت کے مطابق حضور اکرم ﷺ نے اپنے رب سے دعا کی تھی کہ ابو الحکم بن ہشام (ابو جہل) یا عمرؓ بن الخطاب میں سے ایک اسلام کی تقویت کا باعث بنے۔(63)

ابنِ اسحاق نے حضرت عمرؓ کا بیان روایت کیا ہے "ایمان لانے کے بعد میں نے رات کو غور کیا کہ اسلام کا بڑا دشمن کون ہے۔ میرے ذہن میں ابو جہل کا نام آیا اور میں نے اس کے گھر پر دستک دی۔ ابو جہل نے دروازہ کھولا اور مجھے دیکھ کر خوش آمدید کہا، جب میں نے بتایا کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں تو اس نے دروازہ زور سے بند کرتے ہوئے کہا "اللہ تیرا بُرا کرے اور جو کچھ تو لے کر آیا ہے اس کا بھی بُرا کرے۔" عمرؓ کی بے باکی کا اندازہ لگایئے کہ عمرؓ کی والدہ ابو جہل کی بہن تھیں مگر انھوں نے دین کی خاطر رشتے کی کوئی پروانہ کی۔ حضرت صہیبؓ بن سنان رومی کا بیان ہے کہ حضرت عمرؓ مسلمان ہوئے تو اسلام پردے سے باہر آگیا۔ ہم حلقے لگا کر بیت اللہ کے گرد بیٹھے، بیت اللہ کا طواف کیا اور جس نے ہم سے سختی کی اس سے انتقام لیا۔(64)

حضور اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو قرآن کی تعلیم دی۔ کئی مسلمانوں نے قرآن حفظ کر لیا۔ مسلمانوں نے آپ ﷺ کی رہنمائی میں اُن کے نسخے بھی تیار کر لیے۔ آپ ﷺ خود قرآن کے نسخوں کی تصحیح کرتے۔ رمضان میں قرآن کی تلاوت فرماتے اور صحابی اپنے نسخوں کی تصحیح کر لیتے۔ قریش دینِ محمد ﷺ کے اس لیے خلاف تھے کیونکہ یہ دین ان کے آبائی دین کو جھوٹا قرار دیتا تھا۔ مکہ چونکہ تجارتی مرکز تھا، قریش جن کا ذریعۂ معاش تجارت تھا اقتصادی بنیاد پر بھی اسلام کی مخالفت کرتے تھے۔ اُن کا خیال تھا کہ اگر خانہ کعبہ سے لات، عزیٰ اور دوسرے بت اُٹھا دیے گئے تو عرب کے لوگ مکہ نہیں آئیں گے اور اس طرح ان کی تجارت بھی متاثر ہوگی۔

حضور اکرم ﷺ اور صحابہ نے ہر قسم کے مصائب اور تکالیف کو بڑے صبر اور استقامت کے ساتھ برداشت کیا۔ آپ ﷺ نے اسلام کی تبلیغ اور تکمیل کے دوران جس شجاعت اور بہادری کا مظاہرہ کیا اس کی مثال انسانی تاریخ میں نہیں ملتی۔ حق گوئی، بلند ہمتی، ثابت قدمی، خودداری، محنت

63۔ [ابن ہشام، انساب، طبقات] 64۔ [بخاری]

اور صبر وہ خوبیاں ہیں جن کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی نمونہ پیش کیا۔ اسلام کا یہ پیغام ہے کہ موت کا ایک دن متعین ہے جسے ٹالا نہیں جا سکتا لہٰذا اس فانی زندگی کو اللہ کے لیے وقف کر دینا ہی مسلمان کا شیوہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اسلام کی تبلیغ کے دوران مسلمانوں کی مدد اور حوصلہ افزائی فرماتا رہا۔ ارشادِ ربانی ہے ''اور وہ لوگ جو سختی اور تکلیف میں اور لڑائی کے وقت ثابت قدم رہتے ہیں وہی لوگ سچے اور متقی ہیں۔''(65)

''بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر (اس پر) جمے رہے ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ خوف اور غم نہ کھاؤ اور اس جنت کی بشارت سنو جس کا تم سے وعدہ تھا۔''(66)

سورۃ الفتح کی آیت نمبر 29 میں ارشادِ ربانی ہے ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے مقابلے میں سخت ہیں (اور) آپس میں ایک دوسرے کے لیے رحمدل ہیں تم انھیں دیکھو گے کہ کبھی رکوع میں ہیں کبھی سجدے میں۔''

ایک دن صحابہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کی تاکہ مصائب سے نجات مل جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تم سے پہلے ایمان والوں کی استقامت کا یہ عالم تھا کہ زمین پر گڑھا کھود کر مومن کو اس میں گاڑ دیا جاتا تھا پھر آرے سے اس کے سر کو چیر کر دو ٹکڑے کر دیا جاتا تھا لیکن وہ دین پر ثابت قدم رہتے تھے۔ اسی طرح لوہے کی کنگھی تیار کر کے ہڈیوں اور پٹھوں پر چلا دی جاتی تھی لیکن یہ عذاب بھی اُن کو دین سے منحرف نہیں کر سکتا تھا اور خدائے بزرگ و برتر کی قسم اللہ دینِ اسلام کی تکمیل کرے گا اور اسے ایسا غلبہ عطا فرمائے گا کہ ایک سوار صفا سے حضر موت تک نہایت امن و سکون کے ساتھ سفر کرے گا اور اسے اللہ کے سوا کسی اور کا خوف نہ ہو گا لیکن تم جلدی کرتے ہو۔''(67) قرآن پاک میں ارشاد ہے:

''جو شخص (مصائب و آلام) میں صبر کرتا ہے اور جو شخص مخالفین کے (ظلم و ستم)

65- [177:2] 66- [30:41] 67- [بخاری]

کو معاف کرتا ہے تو بے شک یہ عمل ان امور میں سے ہے جس کی شان بڑی بلند ہے۔"(68)

ایک روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "مجھے اللہ کی راہ میں اتنی اذیت دی گئی جتنی اور کسی کو نہیں دی گئی اور اللہ کی راہ میں مجھے اتنا خوف زدہ کیا گیا جتنا اور کسی کو نہیں کیا گیا۔ مجھ پر تین دن اور راتیں ایسی بھی گزریں کہ میرے لیے اور بلالؓ کے لیے کھانے کو کوئی ایسی چیز موجود نہ تھی جسے کوئی جاندار کھا سکتا ہے مگر قلیل مقدار۔"(69)

قریش کے لوگ حضور اکرم ﷺ اور قرآن کے بارے جو لغو باتیں کہتے اللہ تعالیٰ نے انھیں قرآن میں یوں بیان کیا:

"اور وہ (کفار) کہتے ہیں جس شخص پر قرآن نازل ہوا ہے وہ تو پاگل ہے۔"(70)

"کافر (اس پر) حیران ہوتے ہیں کہ خود اُن ہی میں سے ایک ڈرانے والا آگیا ہے اور کہتے ہیں کہ یہ تو جھوٹا جادوگر ہے۔"(71)

"جب کفار قرآن سنتے ہیں تو آپ ﷺ کو ایسی نظروں سے دیکھتے ہیں جیسے آپ ﷺ کے قدم اکھاڑ دیں گے اور کہتے ہیں یہ یقیناً پاگل ہے۔"(72)

"کفار کہتے ہیں یہ (قرآن) تو پہلے لوگوں کے قصے، کہانیاں ہیں جنھیں آپ ﷺ نے لکھوایا ہے اور اب صبح و شام انھیں سناتے رہتے ہیں۔"(73)

"اور وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ قرآن دونوں شہروں (مکہ اور طائف) کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں اُتارا گیا۔"(74)

68- [43:42]　69- [ابن کثیر]　70- [6:15]　71- [4:38]　72- [51:68]
73- [5:25]　74- [31:43]

باب 8

پہلی ہجرت، تبلیغ، ایذا رسانی

مکہ میں قریش کے مظالم حد سے بڑھ گئے تو نبوت کے پانچویں سال رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو حبشہ کی جانب ہجرت کرنے کا مشورہ دیا۔ حبشہ کا حکمران نجاشی نیک دل اور انصاف پسند تھا۔ گیارہ مسلمان مرد اور عورتیں جن میں حضرت عثمانؓ اور نبی کریم ﷺ کی دختر رقیہؓ بھی شامل تھے خاموشی سے ہجرت کر گئے اور بخیریت حبشہ پہنچ گئے۔ جب پہلے گروپ نے حبشہ میں امن وسکون کی اطلاع بھجوائی تو مکہ سے مزید 83 مسلمان حبشہ ہجرت کر گئے۔ ان میں 11 قریشی عورتیں بھی شامل تھیں۔ مہاجرین کے اس گروپ کی سربراہی جعفرؓ بن ابی طالب (حضرت علیؓ کے بھائی) نے کی۔[1] آپ ﷺ نے نجاشی کے نام تعارفی خط بھی دیا جس میں تحریر کیا "میں نے اپنے چچازاد جعفرؓ کو آپ کے پاس چند مسلمانوں کے ہمراہ بھیجا ہے، اگر وہ آپ کے پاس آئیں تو ان کی مہمان نوازی کریں اور ان پر ظلم نہ کریں۔"[2]

قریش کو ہجرتِ حبشہ کے بارے میں علم ہوا تو انھوں نے سفارت کاری کے ماہر عبداللہ بن ربیعہ اور عمرو بن العاص کو تحائف کے ساتھ حبشہ کے بادشاہ کے پاس بھیجا تاکہ مہاجر مسلمانوں کو واپس لایا جائے اور اسلام کی اشاعت اور فروغ کو روکا جا سکے۔ قریش کے سفارتی وفد نے حبشہ پہنچ کر بادشاہ کے درباریوں کو تحفے دے کر اپنا ہمنوا بنالیا۔ جب ان کی بادشاہ تک رسائی ہوگئی تو اُسے کہا کہ ہمارے غلام اور لونڈیاں گمراہ ہو کر آپ کے ملک میں آکر پناہ گزین ہو گئے ہیں، ان کو واپس کر دیا جائے۔ نیک دل بادشاہ نے کہا جب تک مہاجرین کا موقف نہ سن لوں کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔ مسلمان حضرت جعفرؓ بن ابی طالب کی قیادت میں بادشاہ کے دربار میں پیش ہوئے، جب بادشاہ نے

1- [طبقات] 2- [طبری]

ان سے ترک وطن کی وجہ پوچھی تو جعفرؓ نے کہا:

''ہم لوگ ایک جاہل قوم تھے، بت پوجتے تھے، مردار کھاتے تھے، بدکاریاں کرتے تھے، ہمسایوں کو ستاتے تھے، بھائی بھائی پر ظلم کرتا تھا اور قوی لوگ کمزوروں کا استحصال کرتے تھے۔ اسی اثنا ہم میں ایک شخص پیدا ہوا جس کی شرافت اور صداقت و دیانت سے ہم لوگ پہلے سے واقف تھے اس نے ہمیں اسلام کی دعوت دی اور یہ سکھلایا کہ ہم بتوں کو پوجنا چھوڑ دیں، سچ بولیں، خون ریزی سے باز آئیں، یتیموں کا مال نہ کھائیں، ہمسایوں سے اچھا سلوک کریں۔ نیک عورتوں پر بہتان نہ لگائیں، نماز پڑھیں، روزے رکھیں اور زکوۃ دیں۔ ہم اس پر ایمان لائے، شرک اور بت پرستی چھوڑ دی اور تمام بُرے اعمال سے باز آئے۔ اس جرم پر ہماری قوم ہماری جان کی دشمن ہوگئی اور ہمیں مجبور کرتی ہے کہ ہم گمراہی میں واپس آجائیں۔''(3)

حضرت جعفرؓ کا خطبہ ختم ہوا تو نجاشی نے کہا، جو کلام تمھارے پیغمبر پر نازل ہوا ہے وہ کچھ سنو۔ حضرت جعفرؓ نے سورۂ مریم کی چند آیات تلاوت کیں۔ خدا کا کلام سن کر نجاشی پر رقت طاری ہوگئی اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ بادشاہ نے قریش کے وفد سے کہا کہ وہ مظلوموں کو واپس نہیں کرے گا۔ (4)

دوسرے روز عمرو بن العاص نے بادشاہ کے دربار میں پیش ہو کر کہا کہ مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہیں رکھتے۔ نجاشی چونکہ عیسائی تھا لہٰذا عمرو کا خیال تھا کہ وہ مشتعل ہو جائے گا۔ جب نجاشی نے حضرت جعفرؓ سے حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے جواب دیا ''ہم وہی کہتے ہیں جو ہمارے نبی کریم ﷺ نے ان کے بارے میں بتایا ہے۔ آپ اللہ کے بندے، اللہ کے رسول، اللہ کی روح اور اس کا کلمہ ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے کنواری اور عبادت گزار مریمؑ کے اندر ڈالا۔''(5)

یہ سن کر نجاشی نے کہا کہ جو تم نے حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کے بارے میں کہا وہ اس ایک تنکے کے برابر بھی یا اس سے زیادہ نہیں ہیں۔ میں تمھیں خوش آمدید کہتا ہوں، جس ہستی کے پاس سے تم آئے ہو اسے بھی مرحبا کہتا ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔ جن کا ذکر ہم انجیل میں

3۔ [شبلی] 4۔ [مسند: احمد بن حنبل] 5۔ [پیر کرم شاہ]

پاتے ہیں، یہ وہی رسول ﷺ ہیں جن کی آمد کی خوشخبری عیسیٰؑ بن مریم نے سنائی تھی۔ میرے ملک میں جہاں چاہو قیام کرو۔ خدا کی قسم اگر مجھے حکومت کی مجبوریاں نہ ہوتیں تو میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور وضو کرانے کی سعادت حاصل کرتا۔(6)

ایک روایت کے مطابق نجاشی نے اسلام قبول کر لیا تھا اور جب نجاشی نے وفات پائی تو حضور اکرم ﷺ نے اس کی غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھی اور مغفرت کی دعا فرمائی۔(7) رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے حضرت ابوبکرؓ بھی حبشہ کی جانب ہجرت کے سفر پر روانہ ہوئے راستے میں ان کی ملاقات قارہ قبیلہ کے سردار ابن الدغنہ سے ہوگئی جو حضرت ابوبکرؓ کا رشتے دار اور قریش کا فوجی حلیف تھا۔ اُسے دکھ ہوا کہ حضرت ابوبکرؓ جیسا شخص بھی ہجرت پر مجبور ہوگیا۔ اس نے حضرت ابوبکرؓ کو مکہ واپس لاکر اپنی پناہ میں لینے کا اعلان کر دیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنالی جب وہ رقت کے ساتھ قرآن پاک کی تلاوت کرتے تو قریش کے مرد اور عورتیں ان کی تلاوت سننے کے لیے جمع ہو جاتے۔ قریش نے ابن الدغنہ سے شکایت کی، جب اس نے حضرت ابوبکرؓ کو تلاوت سے روکنا چاہا تو انھوں نے دوٹوک کہہ دیا کہ مجھے تمھاری حفاظت کی ضرورت نہیں اور میرے لیے اللہ کی حفاظت ہی کافی ہے۔(8) حضرت ابوبکرؓ اس نتیجے پر پہنچ گئے تھے کہ خدا پر ایمان لانا ہی کافی نہیں بلکہ اس پر مکمل اعتماد اور یقین بھی لازم ہے۔

سودے بازی

حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ کے ایمان لانے کے بعد مسلمان مضبوط ہو گئے تھے جبکہ قریش روز بروز کمزور ہونے لگے تھے۔ قریش کے سفیر عمرو بن العاص حبشہ سے ناکام لوٹنے کے بعد الگ تھلگ رہنے لگے تھے۔ جب ان کے رفقاء نے تنہائی اور گوشہ نشینی کا سبب پوچھا تو عمرو نے کہا کہ حبشہ کا بادشاہ کہتا ہے کہ حضرت محمد ﷺ نبی ہیں۔ قریش چونکہ تاجر تھے لہٰذا اُن کا خیال تھا کہ رسول اللہ ﷺ سے سودے بازی کرنی چاہیے۔ قریش کا ایک وفد آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ وہ ایک ایسی تجویز لائے ہیں جس میں فریقین کی بھلائی ہے۔ حضور ﷺ نے تجویز پوچھی تو قریش کے وفد نے بتایا:

6۔ [ابن کثیر] 7۔ [ابن کثیر] 8۔ [بخاری]

''ہم آپ ﷺ کے معبود کی عبادت کرتے ہیں۔ آپ ﷺ ہمارے معبودوں کی عبادت کریں۔ ہم آپ ﷺ کو اپنے سارے معاملات میں شریک کرلیتے ہیں۔ جو چیز آپ ﷺ لے کر آئے ہیں اگر وہ اس سے بہتر ہوئی جو ہمارے پاس ہے تو ہم آپ ﷺ کے ساتھ شریک ہوں گے اور اس میں اپنا حصہ پائیں گے لیکن۔ اگر وہ چیز جو ہمارے پاس ہے اس سے بہتر ہوئی جو آپ ﷺ لے کر آئے ہیں تو آپ ﷺ ہمارے ساتھ اس میں شریک ہوں گے اور اس میں سے اپنا حصہ پالیں گے۔''(9)

مشرکین کی اس تجویز کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو وحی کے ذریعے حکم دیا:

''کہہ دو، اے کافرو! میں (ان معبودوں کی) بندگی نہیں کرنے کا جن کی بندگی تم کرتے ہو۔ نہ تم اس (خدائے واحد) کی بندگی کرنے کے ہو جس کی بندگی میں کرتا ہوں۔ نہ میں ان (معبودوں) کی بندگی کرنے والا رہا ہوں جن کی بندگی تم نے کی ہے۔ نہ تم اس (خدائے واحد) کی بندگی کرنے والے رہے ہو جس کی بندگی میں کرتا رہا ہوں۔ تمھارے لیے تمھارا دین اور میرے لیے میرا دین۔''(10)

حضور اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی ہدایات پر خلوصِ نیت سے عمل کیا اور کبھی اپنے دین کو دوسروں پر جبر اور زبردستی سے مسلط کرنے کی کوشش نہ کی۔ ارشادِ ربانی ہے ''دین میں کوئی جبر نہیں۔''

نادار صحابہ کی عزت افزائی

اسلام قبول کرنے والے زیادہ تر غلام، لونڈیاں اور مکہ کے نادار افراد تھے۔ قریش اپنی خاندانی برتری کی وجہ سے انھیں حقیر سمجھتے تھے اور رسول اللہ ﷺ سے مذاق کرتے اور کہتے کہ آپ ﷺ کے نزدیک اللہ نے ان نادار افراد پر کرم کیا ہے اور انھوں نے اسلام قبول کرلیا ہے۔ اگر آپ ﷺ کا دین برحق ہوتا تو اس پر نادار افراد کے بجائے ہم جیسے امیر ایمان لاتے۔ آپ ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم امیر

9۔ [الامین ﷺ]
10۔ [6-1:109]

لوگ ان نادار لوگوں کے تابع ہو جائیں۔ اگر آپ ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم ایمان لائیں تو ان لوگوں کو اپنی جماعت سے نکال دیں پھر شاید ہم غور کریں۔ حضور اکرم ﷺ مسجدِ حرام میں تشریف فرماتھے۔ آپ ﷺ کے پاس حضرت خبابؓ، حضرت صہیبؓ، حضرت بلالؓ اور عمار بن یاسرؓ بیٹھے تھے۔ قریش نے کہا کہ ہم اشراف ان نادار لوگوں کے ساتھ ایک ہی محفل میں نہیں بیٹھ سکتے۔ آپ ﷺ ہمارے ساتھ الگ مجلس کریں۔ اللہ تعالیٰ کو قریش کا مطالبہ پسند نہ آیا اور اپنے نبی ﷺ کو ہدایت فرمائی:

"جو لوگ صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور اسی کی رضا چاہتے ہیں انھیں اپنی مجلس سے ہرگز نہ نکالنا۔ ان کے حساب میں سے کسی چیز کا بار تم پر نہیں اور تمھارے حساب میں کسی چیز کا بار ان پر نہیں اس کے باوجود اگر تم (انھیں) اپنے میں سے دور پھینکو گے تو ظالموں میں شمار ہو گے۔"(11)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اُڑائیں ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اُڑائیں ہو سکتا ہے وہ ان سے بہتر ہوں آپس میں ایک دوسرے پر طعن نہ کرو اور نہ ایک دوسرے کو بُرے القاب سے یاد کرو ایمان لانے کے بعد فسق میں نام پیدا کرنا بہت بُری بات ہے جو لوگ اس روش سے باز نہ آئیں وہی ظالم ہیں۔" [11:49]

سماجی بائیکاٹ

حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ کے قبولِ اسلام کے بعد مسلمانوں نے آزادی کے ساتھ اسلام کی تبلیغ شروع کر دی تھی۔ حضور اکرم ﷺ بڑی تن دہی کے ساتھ مختلف قبائل تک اسلام کا پیغام پہنچا رہے تھے۔ آپ ﷺ زائرین اور حاجیوں کے ڈیروں پر جا کر تبلیغ کا فرض ادا فرماتے۔ قریش مسلمانوں کی ہجرت حبشہ کی وجہ سے بھی بہت پریشان تھے۔ جناب ابو طالبؑ نے قریش کے ہر قسم کے دباؤ میں آنے سے انکار کر دیا تھا۔ قریش نے اسلام کی اشاعت روکنے کے لیے مسلمانوں کے

11- [52:6]

مکمل سماجی بائیکاٹ کرنے اور انھیں مکہ سے باہر نکالنے کا فیصلہ کیا۔ ایک تحریری معاہدہ (صحیفہ) تیار کیا گیا جس کے مطابق طے پایا:

1۔ مکہ کے کسی فرد کو یہ اجازت نہیں کہ کسی مسلمان سے گفتگو کرے۔

2۔ مسلمانوں سے کوئی کاروبار اور لین دین نہیں کرے گا۔ اُن کے ہاتھ کوئی چیز بیچے گا نہ ان سے کوئی چیز خریدے گا۔

3۔ مکہ کا کوئی شخص مجاز نہیں کہ وہ کسی مسلمان سے شادی کرے یا اسے اپنی لڑکی کا رشتہ دے۔

4۔ مسلمانوں کے ساتھ میل جول نہیں رکھا جائے گا۔

5۔ جو کوئی کسی مسلمان کا مقروض ہے وہ قرض ادا نہیں کرے گا۔ (12)

یہ معاہدہ سربمُہر کر کے خانہ کعبہ میں لٹکا دیا گیا تاکہ سَند رہے۔

جناب ابو طالبؑ کو جب قریش کی اس سازش کا علم ہوا تو انھوں نے قبیلہ بنو ہاشم کو جمع کر کے یہ عہد لیا کہ وہ اپنی جانیں قربان کر دیں گے مگر حضرت محمد ﷺ پر آنچ نہیں آنے دیں گے۔ بنو مطلب نے بھی بنو ہاشم کی تائید کی۔ بنو ہاشم اور بنو مطلب مکہ کے قریب اس گھاٹی میں منتقل ہو گئے جسے شعب ابی طالب کہا جاتا تھا۔ یہ گھاٹی جناب ابی طالبؑ کو ورثہ میں ملی تھی۔ یہ ایک گھر تھا جو غریب الوطن اور پناہ گزینوں کے لیے بنایا گیا تھا اور بنی ہاشم کے خاندان کے لیے ناکافی تھا۔ ابولہب نے اپنے قبیلے کے فیصلے کو تسلیم نہ کیا اور مکہ سے منتقل نہ ہوا۔ (13) یہ محاصرہ اس قدر سخت تھا کہ کسی دکاندار کو یہ اجازت نہ تھی کہ وہ کسی مسلمان کو کوئی چیز فروخت کرے البتہ مسلمان حرم کے چار مہینوں کے دوران خرید و فروخت کر سکتے تھے۔ جب بھی کوئی تجارتی کارواں مکہ آتا تو ابولہب تاجروں کو اکساتا کہ وہ مسلمانوں کو اشیاء کی قیمت پانچ دس گناہ زیادہ بتائیں تاکہ وہ خرید نہ سکیں اور ان کو خسارہ پورا کرنے کا یقین دلاتا۔ مسلمانوں میں مہنگی اشیا خریدنے کی سکت نہ ہوتی تو وہ خالی ہاتھ واپس جاتے اور اپنے روتے ہوئے بچوں کو بہلانے کے لیے ان کے پاس کوئی چیز نہ ہوتی۔ (14)

ایک دفعہ حکیم بن حزام شعب ابی طالب کی طرف جا رہے تھے۔ ان کے ساتھ ان کا ایک غلام

12۔ [ابن کثیر] 13۔ [انساب الاشراف] 14۔ [السہیلی]

تھا جس نے گندم کی بوری اٹھائی ہوئی تھی۔ وہ یہ گندم اپنی پھوپھی حضرت خدیجہؓ کے لیے لے کر جارہے تھے کہ راستے میں ابوجہل مل گیا۔ اس نے حکیم بن حزام کو روکا اور اس کی توہین کرنے لگا اچانک ابوالبختری وہاں آگیا۔ اس نے ابوجہل سے کہا کہ حکیم بن حزام کی پھوپھی کی گندم اس کے پاس تھی جو وہ دینے جارہا تھا لہٰذا تمہیں اسے روکنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ بحث میں تلخی اس قدر بڑھ گئی کہ ابو البختری نے اونٹ کے جبڑے کی ہڈی ابوجہل کے سر پر ماری اور اس کے سر سے خون بہنے لگا۔(15)

شعب کے اندر گھریلو سامان اور برتن بھی موجود نہ تھے۔ حضرت خدیجہؓ کے پاس ایک ہنڈیا اور ایک کوزہ تھا۔ ایک دن کوزہ ٹوٹ گیا، نیا نہیں لایا جاسکتا تھا۔ چند دن صبر کیا حتیٰ کہ ایک برتن جوڑنے والا گزرا۔ حضرت خدیجہؓ نے ٹوٹا ہوا کوزہ اسے جوڑنے کے لیے دیا۔ حضرت خدیجہؓ بھوک افلاس کی وجہ سے بیمار ہوگئیں، ان کے پاس علاج کے لیے بھی پیسے نہیں تھے۔(16) بچے جب بھوک سے روتے تھے تو ان کے رونے کی آوازیں مکہ تک پہنچتی تھیں مگر اہلِ قریش تو سنگ دل کافر تھے۔ محصورین درختوں کے پتے کھا کر گزارہ کرتے۔ حضور اکرم ﷺ کے داماد بی بی زینبؓ کے خاوند ابوالعاص بن ربیع بھی خفیہ طور پر مسلمانوں کو کھانے پینے کی اشیاء پہنچاتے رہے اس پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''ابوالعاص نے قرابت داری کا حق ادا کردیا۔'' حضرت سعدؓ سے روایت ہے کہ ایک رات وہ پیشاب کرنے کے لیے باہر نکلے، جہاں اُن کا پیشاب گر رہا تھا وہاں کسی چیز کی آواز آئی جب اسے اُٹھایا تو اونٹ کے چمڑے کا ایک خشک ٹکڑا تھا۔ حضرت سعدؓ نے اسے اُٹھایا، پانی سے صاف کرنے کے بعد اسے جلا کر رکھ لیا اور پانی میں ڈال کر تین دن کھاتے رہے۔(17)

ہشام بن عمرو نیک فطرت انسان تھا۔ وہ کبھی پکا ہوا کھانا اور کبھی گندم کی بوریاں رات کی تاریکی میں شعب ابی طالب بھجوادیتا۔ ہشام نے مسلمانوں کی مدد کرنے کے لیے زہیر بن ابی امیہ سے ملاقات کی جو رشتے میں آپ ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ ہشام نے کہا ''اے زہیر یہ کیسا انصاف ہے کہ خود آپ پیٹ بھر کر کھائیں اور جسم پر پورا لباس پہنیں اور گھر میں عیش و عشرت کا تمام سامان موجود ہو لیکن آپ کے بھائی اس بدحالی میں مبتلا ہوں کہ خرید و فروخت نہ کرسکیں۔'' اس گفتگو

15۔ [احمد بن زینی دحلان] 16۔ [کانسٹنٹ ورجل] 17۔ [الروض الانف]

کے بعد دونوں نے مطعم بن عدی، ابو البختری اور زمعہ بن اسد سے مشاورت کر کے محاصرہ ختم کروانے پر اتفاق کرلیا۔

حضور اکرم ﷺ کو خواب میں علم ہوا کہ خانہ کعبہ میں لٹکائے ہوئے صحیفے کو دیمک چاٹ چکی ہے اور اس دستاویز میں صرف اللہ کا نام باقی بچا ہے۔ آپ ﷺ نے یہ خبر جناب ابوطالبؓ کو بتائی تو وہ بڑے حیران ہوئے۔ جناب ابوطالبؓ نے خانہ کعبہ جا کر اہل قریش کو بتایا کہ جو صحیفہ تحریر کر کے خانہ کعبہ میں لٹکایا گیا تھا اُسے دیمک کھا چکی ہے اور صرف اللہ کا نام باقی بچا ہے۔ خانہ کعبہ میں موجود قریش یہ خبر سن کر حیران رہ گئے اور چند نے مشورہ دیا کہ سب کے سامنے صحیفہ کھولا جائے۔ ابوجہل نے مخالفت کی تو ابو البختری نے اسے ٹوک دیا۔ جب صحیفہ لایا گیا اور اس کی مہریں توڑ کر کھولا گیا تو سب قریش یہ معجزہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ معاہدے کی ساری عبارت کو دیمک کھا چکی تھی اور صرف یہ عبارت ''شروع کرتے ہیں اللہ کے نام سے'' محفوظ تھی۔ ہشام، ابو البختری، مطعم اور زمعہ بن اسود نے شور ڈالنا شروع کردیا کہ اس خدائی معجزے کے بعد محاصرہ ختم کردیا جائے لہٰذا قریش کو محاصرہ ختم کرنے کا اعلان کرنا پڑا۔ قریش کا سماجی بائیکاٹ جیسا انتہائی سنگ دلانہ اقدام بھی ناکام ہوا اور وہ جناب ابو طالبؓ، حضور اکرم ﷺ اور مسلمانوں کی قوت مدافعت اور بے مثال استقامت کو متزلزل نہ کرسکے۔ جب مسلمان تین سال کے سماجی بائیکاٹ کے بعد مکہ واپس آئے تو کمزوری کی بناء پر ان کے چہروں کی ہڈیاں نکل آئی تھیں۔ شعب ابی طالب میں مسلمانوں کا ظالمانہ محاصرہ تربیتی کیمپ ثابت ہوا اور وہ آنے والے مصائب کے لیے جسمانی اور ذہنی طور پر تیار ہوگئے۔ اہل قریش کی قطع رحمی کے دوران شعب ابی طالب میں محصور مسلمانوں اور بنو ہاشم نے بے مثال صبر کا مظاہرہ کر کے رَبّ کے فرمان پر عمل کر دکھایا۔

''ثابت قدمی کے ساتھ منتظر رہ، بے شک خدا کا وعدہ سچا ہے۔''(18)

''اور ثابت قدم رہ کر منتظر رہو۔ یہاں تک کہ خدا ہمارے درمیان فیصلہ کر دے۔''(19)

18- [60:30]
19- [109:10]

''اور صبر کرنے والے، ثابت قدمی دکھانے والے، مصیبت میں اور نقصان میں اور لڑائی کے وقت وہی ہیں جو سچ بولیں اور وہی پرہیزگار ہیں۔''(20)

اہلِ قریش نے اپنے عزیز و اقارب سے قطع رحمی کر کے جہالت کا ثبوت دیا۔ دین قطع رحمی کے بجائے صلہ رحمی کا درس دیتا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

''تم میں سے جو لوگ صاحبِ فضل اور صاحبِ مال ہیں وہ اس بات کی قسم نہ کھا بیٹھیں کہ اپنے رشتے دار، مسکین اور مہاجر کی سبیل اللہ مدد نہ کریں گے۔''

(21)

''اور قرابت والے کو اس کا حق ادا کرو۔''(22)

ایک دفعہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا ''مجھے کوئی ایسی بات بتائیے جو مجھے جنت میں لے جائے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا ''اللہ کی بندگی کرو، کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ، نماز پوری طرح ادا کرو اور قرابت کا حق (صلہ رحمی) ادا کرو۔''(23)

حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے ''جس کو یہ پسند ہو کہ اس کی روزی میں وسعت اور اس کی عمر میں برکت ہو تو اس کو چاہیے کہ صلہ رحمی کرے۔''(24)

قریش کے طنز اور مزاح سے نادار صحابہ کی دل شکنی ہوتی تھی مگر اللہ نے ان کی عزت افزائی فرمائی۔ ایک آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ وہ غریب مسلمانوں کو سلام کہنے میں پہل کیا کریں۔ قریش مکہ کا سردار ابوسفیان کہیں جا رہا تھا۔ جب وہ حضرت بلالؓ، حضرت صہیبؓ اور حضرت سلمانؓ کے پاس سے گزرا تو ان میں سے کسی نے کہا ''واللہ اس دشمن خدا کے سر پر ابھی تک اللہ کی تلوار نہیں چلی۔'' حضرت ابوبکر صدیقؓ قریب ہی کھڑے تھے انھوں نے کہا ''تم قریش کے سردار اور بزرگ کے بارے میں ایسی بات کہتے ہو۔'' حضرت ابوبکر صدیقؓ نے رسول اللہ ﷺ کو یہ واقعہ سنایا تو آپ ﷺ نے فرمایا ''اے ابوبکر صدیقؓ تو نے (نادار صحابہ) کو ناراض کر دیا اگر تو نے انھیں ناراض کیا تو اپنے ربّ کو ناراض کیا۔'' حضرت ابوبکر صدیقؓ واپس صحابہ کے پاس گئے اور پوچھا

20- [2:177] 21- [24:22] 22- [17:26] 23- [بخاری]
24- [بخاری]

''میرے بھائیو! آپ مجھ سے ناراض تو نہیں ہیں۔'' انھوں نے جواب دیا'' اے برادر! اللہ آپ کو معاف فرمادے ہم آپ سے ناراض نہیں۔''(25)

ایک روز ابو جہل حضور اکرم ﷺ سے ملا اور کہنے لگا اے محمد ﷺ خدا کی قسم یا تو ہمارے بتوں کو بُرا کہنا چھوڑ دو ورنہ ہم تمھارے خدا کو بُرا کہیں گے۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی۔(26)

''اے ایمان والو! یہ لوگ (کفار) اللہ کے سوا جن کی پرستش کرتے ہیں۔
انھیں گالیاں نہ دو کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ شرک سے آگے بڑھ کر جہالت کی بناء پر
اللہ کو گالیاں دینے لگیں۔''(27)

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آپ ﷺ نے بتوں کے عیب بتانے بند کر دیے اور صرف دعوتِ حق کی تبلیغ کرنے لگے۔(28)

غموں کا سال

جناب ابو طالبؓ کی عمر اسی سال ہوئی تو وہ سخت بیمار ہو گئے۔ ایک روز قریش کے سردار جناب ابو طالبؓ کی مزاج پرسی کے لیے آئے تو انھوں نے قریش کو نصیحت کرتے ہوئے کہا'' حرمِ کعبہ کی حرمت برقرار رکھنا اسی میں رب کی خوشنودی ہے۔ صلہ رحمی کرنا، ایک دوسرے سے زیادتی نہ کرنا، کسی کا حق نہ مارنا، دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرنا، سائل کی مدد کرنا، سچائی پر قائم رہنا، امانت ادا کرنا، محمد ﷺ کے ساتھ بھلائی سے پیش آنا کیوں کہ وہ قریش میں امین اور تمام عرب میں سب سے سچا ہے۔ وہ ایسی بات لایا ہے جسے دل مانتا ہے مگر زبان لوگوں کے خوف سے انکار کرتی ہے مگر خدا کی قسم میں دیکھ رہا ہوں کہ عرب اور اطراف ونواح کے کمزور اور نادار لوگ آگے بڑھ کر اس کی دعوت قبول کر لیں گے، اس کے کلمہ کی تصدیق کریں گے۔''(29)

ایک دفعہ جناب ابو طالبؓ بیمار پڑ گئے۔ آپ ﷺ ان کی عیادت کے لیے گئے۔ جناب ابو طالبؓ نے آپ ﷺ سے کہا'' اپنے رب سے میری صحت کے لیے دعا کرو۔'' آپ ﷺ نے دعا کی اور وہ صحت یاب ہو گئے۔ جناب ابو طالبؓ نے کہا'' آپ ﷺ کا رب آپ ﷺ کی دعا سنتا ہے۔

25۔ [الامین ﷺ] 26۔ [ابن ہشام] 27۔ [108:6] 28۔ [ابن ہشام] 29۔ [الامین ﷺ]

آپ ﷺ نے اپنے چچا سے کہا "اگر آپ بھی رب پر ایمان لے آئیں تو وہ آپ کی بھی سنے گا۔" (30)

قریش نے جناب ابو طالبؓ کے ذریعے آپ ﷺ کو اس معاہدے کی پیش کش کی کہ آپ ﷺ ان کے بتوں کو بُرا نہ کہیں اور وہ بھی مسلمانوں کو اُن کے حال پر چھوڑ دیں گے۔ آپ ﷺ نے اس پیش کش کو مسترد کر دیا کیونکہ وہ خدا کے حکم کے تابع تھے اور بتوں کی مخالفت ترک نہیں کر سکتے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنے چچا جناب ابو طالبؓ سے آخری بار کلمہ پڑھنے کی خواہش کی تو انھوں نے جواب دیا:

"میں یہ پسند نہیں کرتا کہ لوگ کہیں کہ میں موت کے وقت دین سے ہٹ گیا تھا اور قریش یہ رائے قائم کریں کہ میں جب صحت مند تھا تو اس چیز کو قبول نہ کیا اور اب گھبراہٹ میں اسے قبول کر لیا ہے۔" (31)

جناب ابو طالبؓ سماجی بائیکاٹ کے خاتمہ کے چھ ماہ بعد رجب 10 نبوت (سال) کو وفات پا گئے۔ حضور اکرم ﷺ کے لیے اپنے چچا کی وفات غم اور کرب کا باعث بنی۔ مکہ میں آپ ﷺ کا آخری سہارا بھی ختم ہو گیا تھا۔ جناب ابو طالبؓ کی وفات کے کچھ عرصہ بعد سیدہ خدیجہؓ بھی وفات پا گئیں اس روز دسویں سن نبوی کے ماہِ رمضان کی دسویں تاریخ تھی اور سیدہ خدیجہؓ کی رسول اللہ ﷺ سے شادی کا پچیسواں سال تھا۔ مالی حالت اس قدر کمزور ہو چکی تھی کہ کفن کے لیے رقم نہ تھی لہٰذا صوفہ (اوڑھنی) میں ہی اُم المومنین کو دفن کیا گیا۔ آپ ﷺ دو دن غم زدہ رہے اور بعد میں جب بھی اُن کی یاد آتی تو آنکھیں پُرنم ہو جاتیں۔ وہ پہلی ہستی تھیں جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کی قدر اور عظمت کو پہچانا اور اپنا تن من دھن آپ ﷺ کی خدمت کے لیے وقف کر دیا۔ مصائب اور مشکلات کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کیا اور آپ ﷺ کی ہمت افزائی کی۔ سیدہ خدیجہؓ گھر کی مثالی منتظم اور آپ ﷺ کی مشیر تھیں۔ جب آپ ﷺ تبلیغ کے دوران زخمی حال میں گھر آتے تو سیدہ خدیجہؓ آپ ﷺ کے زخموں کو دھوتیں، پٹی باندھتیں، لباس تبدیل کرواتیں اور تسلی دیتیں۔

جناب ابو طالبؓ کی وفات کے بعد ابو لہب کو بنو ہاشم کا سردار منتخب کیا گیا جو اسلام اور

30۔ [شبلی]
31۔ [الامین ﷺ]

حضرت محمد ﷺ کا سخت دشمن تھا۔ ابولہب نے آپ ﷺ کا ساتھ چھوڑ دیا اور آپ ﷺ اپنے قبیلے کی پناہ میں نہ رہے۔ قریش کی ایذا رسانیوں میں اضافہ ہونے لگا۔ ایک بار ایک بدبخت نے آپ ﷺ کے سر اور چہرہ مبارک پر خاک ڈال دی۔ آپ ﷺ اسی حالت میں گھر گئے۔ آپ ﷺ کی صاحبزادی فاطمہؓ پانی سے آپ ﷺ کا سر دھوتیں اور روتی جاتیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''جانِ پدر مت رو خدا تیرے باپ کو بچالے گا۔''(32)

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اسلام کی خاطر نہ صرف مالی قربانی دی بلکہ جسمانی اذیت بھی برداشت کی۔ ایک روز ایک سنگ دل نے حضرت ابوبکرؓ کو بُری طرح زدوکوب کیا اور شدید زخمی کر دیا۔ ان کے قبیلے کے لوگ انھیں بے ہوشی کی حالت میں چادر میں لپیٹ کر گھر لے آئے جب وہ ہوش میں آئے تو حضور اکرم ﷺ کے بارے میں پوچھنے لگے۔ جب ان کو کھانا دیا گیا تو انھوں نے یہ کہہ کر کھانا کھانے سے انکار کر دیا کہ جب تک حضور اکرم ﷺ کی زیارت نہ کرلوں نہ کھاؤں گا نہ پیوں گا۔ اُمِ جمیل حضرت ابوبکرؓ کو سہارا دے کر ابنِ ارقم کے گھر لائیں اور آپ ﷺ سے ملاقات کروائی۔(33)

حضرت خدیجہؓ کی رحلت کے بعد گھر کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہ تھا۔ آپ ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کی صاحبزادی حضرت عائشہؓ سے نکاح کرلیا۔ حضرت عائشہؓ کی منگنی مطعم بن عدی کے بیٹے سے ہوچکی تھی۔ آپ ﷺ کا پیغام ملنے پر حضرت ابوبکرؓ مطعم بن عدی کے گھر گئے اور اپنی بیٹی کے رشتے کے بارے میں دریافت کیا۔ مطعم نے اپنے بیٹے کی شادی مسلمان خاتون سے کرنے سے انکار کر دیا۔ اس روایت سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت عائشہؓ کی عمر شادی کے قابل تھی۔ حضرت عائشہؓ سے نکاح 13 نبوی قبل از ہجرت مارچ 622ء میں ہوا۔ پانچ سو درہم حق مہر ادا کیا گیا۔ آپ ﷺ کے حضرت عائشہؓ سے نکاح کے بعد رخصتی نہ ہوئی اور ہجرت کے دو سال بعد اپریل 624ء میں اس فرض کی ادائیگی کی گئی۔ قبل ازیں حضور اکرم ﷺ نے سکرانؓ کی بیٹی حضرت سودہؓ سے شادی کرلی تھی یہ نکاح شوال دس نبوت میں ہوا۔ اس شادی کے بعد آپ ﷺ گھریلو امور کے بارے میں بے فکر ہوکر یکسوئی کے ساتھ دعوتِ توحید میں مصروف ہوگئے۔

32۔ [طبری] 33۔ [البدایہ والنہایہ]

تبلیغی سفرِ طائف

حضور اکرم ﷺ مکہ کے علاوہ کسی ایسے مرکز کی تلاش میں تھے جہاں سے اسلام کی تبلیغ کا کام کسی رکاوٹ کے بغیر جاری رکھا جاسکے۔ آپ ﷺ کی خواہش تھی کہ عرب کا کوئی طاقت ور سردار اسلام قبول کرلے اور مسلمانوں کو تحفظ فراہم کرسکے۔ مکہ کے علاوہ طائف جزیرۃ العرب کا اہم شہر تھا۔ جس میں ایک طاقت ور قبیلے بنی ثقیف کی حکمرانی تھی۔ طائف میں لات کی پوجا کی جاتی تھی اور لات کے مندر کو بیت اللہ کی طرح مقدس خیال کیا جاتا تھا۔ طائف مکہ سے ایک سو دس کلومیٹر کے فاصلے پر تھا جس کے اردگرد حفاظتی دیوار تعمیر کی گئی تھی۔ انگور اور آلوچے کے باغات کثرت سے تھے۔ طائف کے لوگ مال دار تھے۔ آپ ﷺ زید بن حارثہؓ کے ہمراہ پیدل ہی جون جولائی کی سخت گرمی میں 27 شوال 10 نبوی کو تبلیغی سفر پر روانہ ہوئے۔ طائف میں آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کے کچھ رشتے دار بھی رہتے تھے۔ جزیرۃ العرب کے قبائل کو یہ اطلاع مل چکی تھی کہ آپ ﷺ کے قبیلہ بنو ہاشم نے بھی آپ ﷺ کی حمایت ترک کردی ہے لہٰذا سفر کے دوران کسی بھی قبیلے نے آپ ﷺ کی دعوت قبول نہ کی۔ آپ ﷺ نے قریش کی ایذا رسانیوں سے بچنے اور بنی ثقیف کی حمایت حاصل کرنے کے لیے طائف کا سفر اختیار کیا تھا۔ (34)

آپ ﷺ طائف پہنچ کر سب سے بڑے قبیلے کے سردار عمرو بن عمیر کے پاس اسلام کی دعوت لے کر گئے۔ ولید بن مغیرہ نے کہا تھا ''مجھے اور عمرو بن عمیر کو چھوڑ کر محمد ﷺ پر قرآن اُتارا جاتا ہے حالانکہ ہم دونوں مکہ اور طائف کے سردار ہیں۔ میں قریش مکہ کا سردار ہوں اور عمرو بن عمیر بنی ثقیف کا سردار ہے۔'' عمرو کے تین بیٹے عبدیا لیل، مسعود اور حبیب تھے۔ آپ ﷺ نے ان کو توحید کی دعوت دی اور قرآن سنایا۔ ان میں سے ایک نے غصے میں آکر کہا ''اگر اللہ نے تجھے رسول ﷺ بنا کر بھیجا ہے تو میں حرم کعبہ کا غلاف پھاڑ ڈالوں گا۔'' دوسرے نے کہا ''کیا آپ ﷺ کے خدا کو آپ ﷺ کے علاوہ رسول بنانے کے لیے اور کوئی آدمی نہیں ملا تھا؟'' تیسرے نے کہا ''خدا کی قسم میں تو آپ سے کوئی بات نہیں کروں گا۔ آپ ﷺ واقعی اللہ کے رسول ہیں تو پھر آپ ﷺ بہت ہی عظمت

34۔ [ابن کثیر]

والے ہیں اور آپ ﷺ کے سامنے منہ کھولنا خلاف ادب ہے اور اگر آپ ﷺ اللہ کے رسول نہیں ہیں اور ویسے ہی دعویٰ کر رہے ہیں تو پھر آپ اس قابل نہیں کہ آپ ﷺ سے بات بھی کی جائے۔''(35)

بنی ثقیف کے سرداروں کا سلوک عرب کی قبائلی رسوم کے برعکس تھا۔ آپ ﷺ نے بڑے تحمل کے ساتھ اپنے دل پر سارے زخم سہہ لیے۔ آپ ﷺ نے سرداروں سے کہا کہ وہ اپنا یہ فیصلہ خفیہ رکھیں تا کہ طائف کے دیگر قبائل تعصب کا شکار نہ ہوں۔ بنی ثقیف کے سرداروں کو خوف تھا کہ طائف کے لوگ آپ ﷺ کی دعوت سے متاثر ہو کر بت پرستی چھوڑ کر نئے دین کو قبول کر سکتے ہیں لہٰذا انہوں نے آپ ﷺ کو تبلیغ سے باز رکھنے کے لیے تمام حربے استعمال کیے۔ سرداروں نے شہر کے غنڈوں اور آوارہ لڑکوں کو اُکسایا کہ وہ آپ ﷺ کو ذہنی اور جسمانی اذیت کا نشانہ بنائیں۔ آپ ﷺ جب کسی مجمع میں عوام سے تبلیغ کے لیے مخاطب ہوتے تو آپ ﷺ کے خلاف توہین آمیز زبان استعمال کی جاتی اور آپ ﷺ پر سنگ باری کی جاتی۔ ایک دن غنڈوں نے آپ ﷺ کے ٹخنوں پر اس قدر پتھر مارے کہ آپ ﷺ کے نعلین مبارک خون سے بھر گئے۔ زید بن حارثہؓ کے بازوؤں اور سر پر زخم آئے۔ آپ ﷺ طائف کے باہر انگوروں کے ایک باغ میں تشریف لے گئے اور انگور کی ایک شاخ کے نیچے بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ کا جسم مبارک زخموں سے چور تھا۔ آپ ﷺ نے بوجھل دل کے ساتھ یہ دعا فرمائی۔

''اے میرے رب میں اپنی طاقت کی ناتوانی، اپنی قوتِ عمل کی کمی اور لوگوں کی نگاہوں میں اپنی بے بسی کا ذکر آپ کی بارگاہ میں کرتا ہوں۔ اے رحیم اور رحمٰن آپ کمزوروں کے رب ہیں۔ آپ میرے بھی رب ہیں۔ آپ مجھے کس کے حوالے کرتے ہیں؟ ایسے لوگوں کے حوالے جو ترش روئی سے پیش آتے ہیں۔ کیا کسی دشمن کو آپ نے میری قسمت کا مالک بنا دیا ہے۔ اگر آپ مجھ سے ناراض نہیں تو مجھے ان تکالیف کی کچھ پروا نہیں پھر آپ کی طرف سے عافیت

35- [الوفا]

اور سلامتی میرے لیے زیادہ دل کشا ہے۔ میں پناہ مانگتا ہوں آپ کی ذات کے نور کے ساتھ کہ جس سے تاریکیاں روشن ہو جاتی ہیں اور دنیا و آخرت کے کام سنور جاتے ہیں۔ میں آپ کی رضا طلب کرتا رہوں گا۔ یہاں تک کہ آپ راضی ہو جائیں آپ کی ذات کے بغیر نہ میرے پاس کوئی طاقت ہے اور نہ کوئی قوت ہے۔"(36)

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی دعا سن لی۔ فرشتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور کہا کہ اگر اجازت ہو تو طائف کی وادی پر پہاڑوں کو الٹ دیا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت نہ دی۔(37) زید بن حارثہؓ نے خونی منظر دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا "خدا سے ان لوگوں کے بارے میں بددعا کریں۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں ان لوگوں کے لیے کیوں بددعا کروں؟ اگر یہ لوگ خدا پر ایمان نہیں لائے تو ان شاء اللہ ان کی نسلیں ضرور خدائے واحد پر ایمان لائیں گی۔"(38)

ایک بار حضرت عائشہؓ نے دریافت کیا "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر احد کے دن سے بھی سخت دن کوئی گزرا ہے۔" فرمایا "میری قوم کی طرف سے اور جو تکلیفیں پہنچیں سو پہنچیں مگر سب سے بڑھ کر سخت دن وہ تھا جب میں نے طائف میں عبد یالیل کے بیٹے کے سامنے دعوت رکھی اور اس نے اسے رد کر دیا۔ مجھے اس درجہ صدمہ ہوا کہ قرن الثعالب کے مقام تک جا کر بڑی مشکل سے طبیعت سنبھلی۔"(39)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وقتی طور پر جس باغ میں پناہ لے رکھی تھی اس کے مالک عتبہ اور شیبہ رحم دل انسان تھے۔ انھوں نے اپنے غلام عداس سے کہا کہ وہ پلیٹ میں انگور رکھ کر لے جائے اور جو شخص انگور کی بیل کے سائے میں بیٹھا ہے اسے پیش کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" پڑھ کر انگور کا خوشہ اُٹھایا تو غلام نے حیران ہو کر پوچھا خدا کی قسم اس ملک میں تو کوئی یہ کلمہ کہنے والا نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلام سے پوچھا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو اور کس دین کو مانتے ہو۔ غلام نے جواب دیا "میں نینوا کا رہنے والا ہوں اور عیسائی ہوں۔" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم مرد صالح یونس

36۔ [سبل الہدیٰ] 37۔ [سبل الہدیٰ] 38۔ [محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم] 39۔ [بخاری]

علیہ السلام بن متی کی بستی کے رہنے والے ہو۔'' غلام کی حیرانی مزید بڑھ گئی۔ اس نے پوچھا آپ ﷺ یونس علیہ السلام بن متی کو کیسے جانتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''میں اللہ کا نبی ہوں اور یونس علیہ السلام بھی اللہ کے نبی تھے۔'' یہ بات سنتے ہی غلام نے آپ ﷺ کے سر، ہاتھ اور پاؤں کو چوم لیا۔ عتبہ اور شیبہ یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ انھوں نے اپنے غلام سے آپ ﷺ کے دست مبارک چومنے کا سبب پوچھا تو عداس نے کہا کہ ان سے بہتر روئے زمین پر اور کوئی شخص نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے مجھے جو خبر دی ہے وہ نبی کے سوا کسی اور کو معلوم نہیں ہے۔ عتبہ اور شیبہ نے اپنے غلام کو ڈانٹ دیا اور کہا کہ تیرا دین اس کے دین سے بہتر ہے، اس پر قائم رہو۔(40)

ایک روایت کے مطابق آپ ﷺ نے طائف میں دس روز قیام فرمایا۔ مکہ واپس لوٹے تو راستے میں تبلیغ کا کام کرتے رہے۔ ایک مقام پر آپ ﷺ قرآن پاک کی تلاوت فرما رہے تھے۔ جنوں کا ایک گروہ ادھر سے گزرا۔ وہ قرآن کی تلاوت حیرانی اور دلچسپی کے ساتھ سننے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اس واقعے کا ذکر یوں کیا:

> ''اور آپ کہہ دیں میری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے قرآن سنا اور آپس میں کہا کہ ہم نے عجیب قرآن سنا ہے جو راہِ راست کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ ہم اس پر ایمان لائے ہیں، ہم اپنے ربّ کے ساتھ ہرگز کسی کو شریک نہیں کریں گے۔''(41)

حضور اکرم ﷺ مکہ کے قریب کوہِ حرا کے دامن میں ٹھہر گئے۔ آپ ﷺ نے مختلف قبائل کو پناہ میں لینے کا پیغام بھیجا، سب نے انکار کر دیا البتہ مطعم بن عدی نے آپ ﷺ کے پیغامِ حمایت کو قبول کیا۔ عرب قبائل حمایت طلب کرنے والے کو حمایت دیتے تھے چاہے حمایت طلب کرنے والا دشمن ہی کیوں نہ ہو۔ مطعم بن عدی نے اپنے بیٹوں اور قبیلے کے لوگوں کو ہتھیاروں سے مسلح کر کے بیت اللہ کے اردگرد جمع کر لیا اور آپ ﷺ کو مکہ تشریف لانے کا پیغام بھیجا۔ آپ ﷺ زید بن حارثہؓ کے ہمراہ مکہ پہنچ گئے۔ مطعم بن عدی نے اعلان کیا کہ اس نے حضور اکرم ﷺ کو پناہ دی ہے۔ مطعم کے

40۔ [طبری]　41۔ [2-1:72]

مسلح آدمیوں نے آپ ﷺ کو ان کے گھر پہنچایا۔ آپ ﷺ نے مطعم کے اس سلوک کو کبھی فراموش نہ کیا، جب بدر میں کفارِ مکہ قید ہو کر آپ ﷺ کے حضور پیش ہوئے اور حضرت جبیر بن مطعم نے آپ ﷺ سے چند قیدیوں کی رہائی کے لیے درخواست کی تو آپ ﷺ نے فرمایا ''اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا، پھر مجھ سے ان لوگوں کے بارے میں سفارش کرتا تو میں اس کی خاطر ان سب کو چھوڑ دیتا۔''(42) طائف کا تبلیغی سفر انتہائی دشوار، صبر آزما اور اذیت ناک تھا۔ آپ ﷺ نے بڑی استقامت اور مستقل مزاجی کا مظاہرہ کیا اور اللہ کی راہ میں ہر قسم کے مصائب اور تکالیف برداشت کرنے کا سبق دیا۔

دو شخصیتوں کا ایمان لانا

حضرت طفیلؓ بن عمرو دوسی کا تعلق یمن کے حکمران خاندان سے تھا۔ وہ قبیلہ دوس کے سردار تھے۔ شاعری اور دانش مندی کی وجہ سے عرب میں معروف تھے۔ ایک بار مکہ آئے تو اہلِ مکہ نے آبادی سے باہر جا کر اس کا استقبال کیا اور خوب خاطر تواضع کی۔ طفیل دوسی نے اپنے ایمان لانے کا حال یوں بیان کیا ہے:

''مجھے اہل مکہ نے حضور اکرم ﷺ کے بارے میں بتایا کہ یہ شخص جادوگر ہے۔ اس نے باپ بیٹے، زن وشوہر اور بھائی بھائی میں جدائی ڈال دی ہے اور ہمارے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ تمھاری قوم پر بھی ایسی کوئی مصیبت آئے لہٰذا ہماری پُر زور نصیحت ہے کہ اس کے پاس نہ جانا اور اس کی باتیں نہ سننا۔ یہ باتیں ایسی عمدگی سے بیان کی گئیں کہ مجھے ذہن نشین ہو گئیں اور میں اس قدر محتاط ہو گیا کہ جب کعبہ میں جاتا تو اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لیتا تاکہ آپ ﷺ کا کلام نہ سن سکوں۔ ایک روز میں صبح ہی خانہ کعبہ میں گیا۔ آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے۔ چونکہ خدا کی مشیّت یہ تھی کہ آپ ﷺ کی آواز میری سماعت تک پہنچے لہٰذا میں اپنے آپ کو ملامت کرنے لگا کہ میں خود شاعر اور عالم ہوں اچھے برے کی تمیز رکھتا ہوں پھر کیا روک ہے کہ آپ ﷺ کی بات نہ سنوں۔ اچھی بات ہوگی تو تسلیم کروں گا ورنہ مسترد کر دوں گا۔ یہ ارادہ کر کے رک گیا۔ جب آپ ﷺ نماز سے فارغ

42۔ [بخاری۔ رحیق المختوم]

ہو کر گھر جانے لگے میں پیچھے پیچھے ہو لیا۔ جب مکان پر حاضر ہوا تو آپ ﷺ کو پورا احوال بتایا اور اللہ کا کلام سنانے کی درخواست کی۔ آپ ﷺ نے قرآن پڑھا، بخدا میں نے ایسا پاکیزہ کلام کبھی نہ سنا تھا جو اس قدر نیکی اور انصاف کی ہدایت کرتا ہو۔" پس اس طرح طفیل عمر ودوسی اسی وقت ایمان لے آئے اور ان کے ذریعے اسلام کا پیغام یمن تک پہنچ گیا۔ دل بیدار ہو تو قرآن معجزانہ تاثیر رکھتا ہے بشرطیکہ قرآن سمجھ کر پڑھا اور سنا جائے۔

ابوذر غفاریؓ یثرب میں رہتے تھے۔ جب انھوں نے حضور اکرم ﷺ کی رسالت کے بارے میں خبر سنی تو اپنے بھائی انیس کو آپ ﷺ سے ملاقات کرنے اور اسلام کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے مکہ بھیجا۔ انیس ایک ماہر زبان اور معروف شاعر تھا۔ اس نے آپ ﷺ سے ملاقات کی اور اپنے بھائی ابوذرؓ کو بتایا کہ آپ ﷺ نیکی کرنے اور برائی سے بچنے کا حکم دیتے ہیں۔ ابوذرؓ خود مکہ آئے۔ ان کی شناسائی نہیں تھی اور کسی سے پوچھنا بھی گوارا نہ تھا۔ آبِ زمزم پی کر خانہ کعبہ میں لیٹ گئے۔ حضرت علیؓ خانہ کعبہ میں آئے تو انھوں نے مسافر ابوذر غفاریؓ کو دیکھ کر احوال پوچھا اور گھر لے گئے۔ ابوذرؓ نے اپنا مدعا بیان نہ کیا۔ دوسرے دن شام کو حضرت علیؓ نے ابوذرؓ کو خانہ کعبہ میں دوبارہ دیکھ کر محسوس کیا کہ مسافر کو ٹھکانہ نہیں ملا اور انھیں پھر اپنے گھر لے گئے۔ حضرت علیؓ نے ابوذرؓ سے مکہ آمد کا سبب پوچھا تو ابوذرؓ نے کہا "سنا ہے اس شہر میں ایک شخص نبی ہونے کا دعوے دار ہے، ان سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت علیؓ، ابوذرؓ کو حضور اکرم ﷺ کے گھر لے گئے۔ ابوذرؓ آپ ﷺ سے ملاقات کر کے اور پرتاثیر گفتگو سن کر ایمان لے آئے۔ وہ خانہ کعبہ آئے وہاں پر قریش جمع تھے۔ ابوذرؓ نے بلند آواز میں کلمہ پڑھا تو قریش نے انھیں سخت زدوکوب کیا۔ حضرت عباسؓ نے ابوذرؓ کو پہچان لیا اور قریش سے کہا کہ یہ شخص قبیلہ غفار سے تعلق رکھتا ہے، جہاں تم تجارت کے لیے جاتے ہو اور کھجوریں لاتے ہو۔ اس کے بعد ابوذرؓ اپنے شہر واپس چلے گئے۔ (43)

43۔ [بخاری]

باب 9

معراج: رب سے ملاقات — ضابطۂ اخلاق

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ربّ کی خوشنودی کے لیے اسلام کی تبلیغ اور اشاعت کی خاطر اپنا تن من دھن قربان کر دیا اور قریش کی جانب سے ہر قسم کے ذہنی اور جسمانی مصائب اور جبر و تشدد کو برداشت کیا۔ ربّ اپنے محبوب کی استقامت اور ثابت قدمی سے بہت خوش ہوا اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک منفرد اعزاز اور سعادت سے نوازنے کا فیصلہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیبی حقائق اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا مشاہدہ کرنے کی دعوت دی گئی۔ معراج کے دوران حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ربّ کے دربار میں حاضر ہونے اور دیدار کی سعادت حاصل ہوئی۔ اس واقعے کے وقوعہ کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ معروف سیرت نگاروں اور مستند روایات کے مطابق معراج کا واقعہ 27 رجب 1 نبوی کو بوقت شب بعد از نماز عشاء اور فجر کی نماز سے قبل پیش آیا۔ (1)

ابن قیم کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جسم سمیت براق پر سوار کر کے جبرائیل علیہ السلام کی معیت میں مسجدِ حرام سے بیت المقدس تک سیر کرائی گئی۔ براق کا ایک قدم تاحدِ نظر تک پڑتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس میں انبیاء کی امامت کرتے ہوئے نماز پڑھائی۔ اسی رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زمین سے آسمان پر لے جایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام کو دیکھا اور انھیں سلام کیا۔ انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلام کا جواب دیا اور مرحبا کہتے ہوئے نبوّت کا اقرار کیا۔ اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت آدم علیہ السلام کے دائیں جانب سعادت مندوں کی روحیں اور بائیں جانب بدبختوں کی روحیں دکھلائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے آسمان پر حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی۔ دونوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرحبا کہا اور نبوّت کا اقرار کیا۔ تیسرے

1۔ [الزرقانی، ابن ہشام، ابن سعد، سید سلیمان ندوی، سلیمان منصور پوری]

آسمان پر آپ ﷺ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا۔ آپ ﷺ نے چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام اور پانچویں آسمان پر حضرت ہارون علیہ السلام کو دیکھا۔ چھٹے آسمان پر آپ ﷺ کی ملاقات حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہوئی انھوں نے بھی دوسرے انبیاء کی طرح آپ ﷺ کو مرحبا کہا اور نبوت کا اقرار کیا۔ جب آپ ﷺ ساتویں آسمان پر پہنچے تو آپ ﷺ کی ملاقات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی۔ انھوں نے آپ ﷺ کو سلام کیا، مبارک باد دی اور نبوت کا اقرار کیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ کو سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا۔ پھر آپ ﷺ کے لیے بیت المعمور کو ظاہر کیا گیا۔ اس کے بعد خدائے ذوالجلال کے دربار میں پہنچایا گیا۔ اس بے مثال سعادت اور مقامِ قریب کا اظہار ربِ کائنات نے ان الفاظ میں کیا ہے: ''وہ پاک ہے وہ جو لے گیا ایک رات اپنے بندے کو مسجدِ حرام سے دُور کی اس مسجد تک جس کے ماحول کو اس نے برکت دی تاکہ اسے اپنی کچھ نشانیوں کا مشاہدہ کرائے۔'' [1:17]

''پھر وہ قریب ہوا اور قریب ہوا یہاں تک کہ صرف دو کمانوں تک بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔'' [8:53]

مستند روایات کے مطابق آپ ﷺ نے اللہ کے نور کا مشاہدہ کیا۔ آپ ﷺ کی امت پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں، واپسی پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا'' آپ ﷺ کی امت پچاس نمازوں کی طاقت نہیں رکھتی اپنے پروردگار کے پاس واپس جایئے اور تخفیف کا سوال کیجیے۔'' آپ ﷺ دوبارہ اپنے رب کے پاس گئے اور نمازوں میں تخفیف کا سوال کیا اور دس نمازیں کم کر دی گئیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مشورے پر آپ ﷺ کئی بار اپنے رَبّ کے قریب جا کر نمازوں میں تخفیف کا سوال کرتے رہے یہاں تک کہ نمازوں کی تعداد پانچ رہ گئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک بار پھر رب سے سوال کرنے کے لیے کہا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''مجھے اپنے رب سے شرم محسوس ہو رہی ہے لہٰذا میں سرِ تسلیم خم کرتا ہوں۔''(2)

معراج کے دوران آپ ﷺ کو شراب اور دودھ کے گلاس پیش کیے گئے۔ آپ ﷺ نے دودھ کا گلاس پی لیا۔ آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ اگر آپ ﷺ شراب کا گلاس پی لیتے تو آپ ﷺ کی امت

2۔ [بخاری: زادالمعاد]

گمراہ ہو جاتی۔ آپ ﷺ کو دوزخ اور جنت کا مشاہدہ کرایا گیا۔ آپ ﷺ نے یتیموں کا مال کھا جانے والوں کو دیکھا جن کے ہونٹ اونٹوں جیسے تھے، وہ اپنے منہ میں پتھر کے ٹکڑوں جیسے انگارے ٹھونس رہے تھے جو اُن کی پشت سے نکلتے تھے۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ سود خوروں کے پیٹ اس قدر بڑھے ہوئے تھے کہ اُن کے لیے اپنی جگہ سے اِدھر اُدھر جانا ممکن نہیں تھا۔ آپ ﷺ نے زنا کاروں کو دیکھا جن کے سامنے تازہ گوشت اور گلے سڑے چھیچھڑے پڑے تھے اور وہ تازہ گوشت چھوڑ کر چھیچھڑے کھا رہے تھے۔ آپ ﷺ نے زانی عورتوں کو دیکھا جو دوسروں کے زنا سے حاملہ ہوئیں مگر لاعلمی کی بناء پر ان کے بچے شوہروں سے منسوب کیے جاتے۔ اُن عورتوں کے سینوں میں میخیں لگا کر انھیں آسمان اور زمین کے درمیان لٹکا دیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے معراج کے بارے میں قرآن پاک میں بیان فرمایا۔

> "پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو راتوں رات مسجدِ حرام (بیت اللہ) سے مسجد اقصیٰ تک لے گئی جس کے گرد ہم نے برکتیں جمع کر دی ہیں تا کہ ہم اپنے بندے (حضور اکرم ﷺ) کو اپنی نشانیاں دکھائیں۔ بلاشبہ وہی (اللہ) سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔"(3)

ضابطۂ اخلاق

معراج سے واپسی پر حضور اکرم ﷺ کو ضابطۂ اخلاق دیا گیا جو درج ذیل چودہ فرامین پر مشتمل ہے اور ہر انسان اس پر عمل کرنے کا پابند ہے:

1۔ تم لوگ خدائے واحد کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو۔

2۔ والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو اگر تمھارے پاس ان میں ایک یا دونوں بوڑھے ہو کر رہیں تو انھیں اُف نہ کہو۔ نہ انھیں جھڑک کر جواب دو بلکہ ان کے ساتھ احترام کے ساتھ بات کرو اور نرمی و رحم کے ساتھ ان کے سامنے جھک کر رہو اور دعا کیا کرو۔ پروردگار ان پر رحم فرما جس طرح انھوں نے رحمت اور شفقت کے ساتھ مجھے بچپن میں پالا تھا۔(4)

3- [1:17]

4- [25-22:17]

3۔ رشتہ دار، مسکین اور مسافر کو اس کا حق دو۔

4۔ فضول خرچی نہ کرو، فضول خرچی کرنے والے لوگ شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔

5۔ اگر ان (حاجت مندوں، رشتہ داروں، مسکینوں اور مسافروں) سے تمھیں کترانا ہو اس بنا پر کہ تم بھی اللہ کی اس رحمت کو جس کے تم اُمیدوار ہو تلاش کر رہے ہو تو انھیں نرمی سے جواب دو۔

6۔ نہ تو اپنا ہاتھ گریبان سے باندھ رکھو (بخل نہ برتو) اور نہ اسے بالکل کھلا چھوڑ دو (فضول خرچ نہ بنو) کہ ملامت زدہ اور عاجز بن کر رہ جاؤ۔ تیرا رب جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور جس کے لیے چاہے تنگ کر دیتا ہے۔ وہ اپنے بندوں کے حال سے باخبر ہے اور انھیں دیکھ رہا ہے۔(5)

7۔ اپنی اولاد کو افلاس کے اندیشے سے قتل نہ کرو۔ ہم انھیں بھی رزق دیں گے اور تمھیں بھی۔ درحقیقت ان کا قتل ایک بڑی خطا ہے۔(6)

8۔ زنا کے قریب نہ پھٹکو یہ بُرا فعل اور بُرا راستہ ہے۔

9۔ قتل نفس کا ارتکاب نہ کرو جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ اور جو شخص مظلومانہ قتل کیا گیا ہو اس کے ولی کو ہم نے قصاص کے مطالبے کا حق عطا کیا ہے پس چاہیے کہ وہ بدلہ لینے میں حد سے نہ گزرے اس کی مدد کی جائے گی۔

10۔ یتیم کے مال کے پاس نہ پھٹکو مگر احسن طریقے سے یہاں تک کہ وہ شباب کو پہنچ جائے۔(7)

11۔ عہد کی پابندی کرو بے شک عہد کے بارے میں تم کو جواب دہی کرنا ہوگی۔

12۔ پیمانے سے دو تو پورا بھر کے دو اور تولو تو ٹھیک ترازو سے تولو۔ یہ اچھا طریقہ ہے اور انجام کے لحاظ سے بھی بہتر ہے۔(8)

13۔ کسی ایسی چیز کے پیچھے نہ لگو جس کا تمھیں علم نہ ہو۔ یقیناً آنکھ، کان اور دل سب کی ہی باز پرس ہوگی۔(9)

5- [30-26:17] 6- [31:17] 7- [34:17] 8- [36-35:17] 9- [36:35:17]

14۔ زمین پر اکڑ کر نہ چلو تم نہ زمین کو پھاڑ سکتے ہو نہ پہاڑوں کی بلندی کو پہنچ سکتے ہو۔(10)

اسلامی مرکز کی تلاش

معراج کے بعد حضور اکرم ﷺ نے تبلیغی سرگرمیوں میں اضافہ کر دیا۔ آپ ﷺ کو ایک محفوظ مرکز کی تلاش تھی جہاں سے آزادی کے ساتھ اسلامی تحریک کا آغاز کیا جا سکے۔ آپ ﷺ نے مکہ کے قریب آباد قبائل سے رابطہ کیا اور ان کو اسلام کی دعوت دی۔ قبائلی میلوں کے دوران تبلیغ کا کام سرگرمی سے کیا، حج کے ایام میں عرب قبائل، خصوصی طور پر مدینہ کے شہری حج کے لیے مکہ آتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ ان کو توحید کی دعوت دیتے ایک روایت کے مطابق آپ ﷺ نے چودہ قبیلوں کو دعوت دی۔(11) نبوت کے گیارھویں سال ایک روز آپ ﷺ نے منیٰ کے میدان میں چھ افراد کو حج کی رسوم ادا کرتے دیکھا ان کا تعلق مدینہ کے قبیلہ خزرج سے تھا۔ آپ ﷺ نے ان کو قرآن سنایا اور توحید کا پیغام دیا وہ سب ایمان لے آئے اور وعدہ کیا کہ مدینہ واپس جا کر اسلام کا پیغام دوسروں کو دیں گے۔ یہ بیعت عقبیٰ اولیٰ کہلاتی ہے۔ مدینہ کے لوگ یہودیوں کی پیشین گوئیوں سے واقف تھے جو سابقہ الہامی کتب میں حضور اکرم ﷺ کی نبوّت کے بارے میں تھیں۔ مدینہ کے دو بڑے قبائل اوس اور خزرج باہمی جنگوں اور قتل و غارت گری سے اُکتا چکے تھے اور یہودیوں کے عزائم سے بھی خوف زدہ تھے لہٰذا انھوں نے غیر جانبدار انصاف پسند ثالث کے گرد متحد ہونا مناسب سمجھا۔ عقبہ اولیٰ کے چھ مسلمانوں نے وعدہ کے مطابق مدینہ میں اسلام کا پیغام ہر گھر میں پہنچایا۔ بیعتِ عقبہ اولیٰ کے موقع پر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ بھی آپ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ اگلے سال 12 نبوی میں مدینہ کے بارہ افراد حج کے لیے آئے انھوں نے آپ ﷺ سے ملاقات کر کے اسلام قبول کیا اسے بیعتِ عقبیٰ ثانیہ کہا جاتا ہے۔ نو مسلموں نے وعدہ کیا کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے۔ چوری اور زنا نہیں کریں گے۔ اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گے اور کسی پر بہتان نہیں لگائیں گے۔ آپ ﷺ کی بھلی بات میں نافرمانی نہیں کریں گے۔(12) آپ ﷺ نے مصعب بن عمیرؓ کو اسلام کا پہلا سفیر بنا کر مدینہ روانہ کیا تا کہ اسلام کا پیغام اہلِ مدینہ تک پہنچا سکیں اور بوقتِ ضرورت رہنمائی

10۔ [37:17] 11۔ [السہیلی: روض الانف] 12۔ [بخاری]

کر سکیں۔ [13]

مصعب بن عمیرؓ کی سفارت کاری رنگ لائی۔ انھوں نے بڑی دانش مندی اور بصیرت کے ساتھ اسلام کی تبلیغ کا فرض پورا کیا۔ اوس اور خزرج نماز کی امامت پر اختلاف کرتے تھے۔ دونوں مصعبؓ کی امامت میں نماز ادا کرنے پر راضی ہو گئے۔ مصعبؓ نے مدینہ پہنچ کر حضور اکرم ﷺ سے رابطہ برقرار رکھا تا کہ رہنمائی حاصل کرتے رہیں۔ مصعبؓ نے مدینہ میں جمعہ کی پہلی نماز پڑھائی جس میں بارہ مسلمان شریک ہوئے۔ [14] نبوت کے تیرھویں سال حج کے ایام میں پانچ سو افراد مدینہ سے مکہ پہنچے ان میں تہتر مسلمان مرد اور دو خواتین تھیں، انھوں نے رات کے اندھیرے میں عقبی میں حضور اکرم ﷺ سے ملاقات کی۔ اس ملاقات میں مدنی مسلمانوں اور آپ ﷺ کے درمیان طے پایا کہ حضور اکرم ﷺ مدینہ تشریف لائیں تو مدنی قبائل اُن کی حفاظت اپنے خاندان کی طرح کریں گے۔ اس مقصد کے لیے اگر دنیا سے بھی جنگ کرنا پڑی تو مدینہ کے لوگ تیار ہوں گے اور ہر امر میں آپ ﷺ کی اطاعت کریں گے۔ آپ ﷺ نے مدینہ کے مسلمانوں سے فرمایا کہ آج سے تمھارا خون میرا خون ہوگا۔ میں تم میں سے ہوں اور تم مجھ سے ہو۔ آپ ﷺ نے بارہ نقیب نامزد فرمائے جو بارہ خاندانوں سے لیے گئے تھے۔ [15] اس موقع پر ابوالہیثمؓ نے عرض کیا کہ ہمارے اور یہودیوں کے درمیان عداوت ہے جس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو غلبہ دے دیا تو پھر آپ ﷺ ہمیں چھوڑ کر اپنی قوم کے پاس واپس نہ آ جائیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تم اطمینان رکھو جس سے تم لڑو گے اُس سے میں لڑوں گا جس سے تم صلح کرو گے اُس سے میں صلح کروں گا۔ تمھارا ذمہ میرا ذمہ اور تمھاری حرمت میری حرمت ہے۔ [16] آپ ﷺ نے فتح مکہ کے بعد بھی اپنا وعدہ پورا کیا اور مکہ سے واپس مدینہ تشریف لے گئے۔ بیعتِ عقبیٰ کی درج ذیل پانچ شرائط تھیں:

1۔ چستی اور سستی ہر حال میں بات سنو اور مانو گے۔
2۔ تنگی و خوش حالی ہر حال میں مال خرچ کرو گے۔
3۔ بھلائی کا حکم دو گے اور برائی سے روکو گے۔
4۔ اللہ کی راہ میں اُٹھ کھڑے ہو گے۔

13۔ [ابن ہشام] 14۔ [ابن سعد] 15۔ [البلاذری] 16۔ [ابن ہشام]

5۔ جب میں تمھارے پاس آجاؤں گا تم میری مدد کرو گے اور اپنے بال بچوں کی طرح میری حفاظت کرو گے۔ (17)

جاسوس کی پکار

جب حضور اکرم ﷺ اہل مدینہ سے مذاکرات کر رہے تھے۔ قریش کے ایک جاسوس نے بلند آواز میں قریش کو پکارا اور خبردار کیا کہ محمد ﷺ اور اُن کے ساتھی منصوبہ بندی کر رہے ہیں۔ جب آپ ﷺ نے یہ آواز سنی تو فرمایا "یہ اس گھاٹی پر متعین شیطان کی آواز ہے۔" حضرت عباسؓ بن عبادہ نے اس شیطان کا کام تمام کرنے کے لیے آپ ﷺ سے اجازت طلب کی، آپ ﷺ نے اس کو روک دیا اور سب مسلمانوں کو اپنے ڈیروں پر چلے جانے کی ہدایت فرمائی۔ مشرکوں کو اُن کی بیعت کا علم نہ ہوسکا۔ مخبر کی پکار سے قریش مکہ کے دلوں میں شک پیدا ہوگیا، اُن کو علم تھا کہ اگر آپ ﷺ مدینہ میں مرکز قائم کرنے میں کامیاب ہوگئے تو مکہ بھی خطرے میں پڑ جائے گا۔ انھوں نے ایک وفد اہل یثرب (مدینہ) کے ڈیروں پر بھیجا اور اُن سے دریافت کیا کہ وہ اُن کے قریشی بھائی کو مکہ سے نکال کر مدینہ لے جانے کی ساز باز کر رہے ہیں؟ جن مشرکوں کو بیعت کا علم نہ تھا انھوں نے قسمیں اُٹھانا شروع کر دیں کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے اور نہ ہی ان کو کسی بیعت کا علم ہے۔ مشرکین کے جواب سے قریش کے وفد کی قدرے تسلی ہوگئی۔

ہجرت کے ہراول دستے

جب دوسری بیعتِ عقبیٰ مکمل ہوگئی اور اسلام کے نئے مرکز کا فیصلہ ہوگیا تو مسلمانوں نے ہجرت کا آغاز کر دیا۔ ابن اسحاقؒ کے مطابق سب سے پہلے مہاجر حضرت ابوسلمہؓ تھے جنھوں نے بیعتِ عقبیٰ کبریٰ سے ایک سال قبل اپنی بیوی بچوں کے ہمراہ ہجرت کی۔ جب انھوں نے مکہ سے روانہ ہونا چاہا تو ان کے سسرال نے ان کی بیوی اور بچے کو روک لیا۔ حضرت ابوسلمہؓ اکیلے ہی مدینہ روانہ ہوگئے۔ ابتدائی مسلمانوں نے اسلام کے لیے نہ صرف اپنے مال بلکہ اہل وعیال کی قربانی دی۔ حضرت ابوسلمہؓ کی بیوی اور بیٹا ایک سال کے بعد ہجرت کر کے مدینہ پہنچ گئے۔ (18)

17۔ [احمد بن حنبل] 18۔ [ابن ہشام]

حضرت صہیبؓ نے ہجرت کا ارادہ کیا تو قریش نے ان پر یہ شرط عائد کردی کہ اگر وہ اپنا مال چھوڑ دیں تو ان کو ہجرت کی اجازت مل سکتی ہے۔ حضرت صہیبؓ نے اسلام کے لیے اپنا مال قربان کر دیا جب حضور اکرم ﷺ کو علم ہوا تو فرمایا ''صہیبؓ نے نفع اُٹھایا، صہیبؓ نے نفع اُٹھایا۔''(19)

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا'' مکہ کے مہاجرین میں ایسے افراد بھی ہیں جنھوں نے اپنے ربّ کی رضا کے حصول کے لیے مالِ دنیا کو چھوڑ دیا۔ ایسے بندوں پر اللہ بہت مہربان ہے۔''(20)

حضرت عمرؓ، عیاشؓ بن ابی ربیعہ اور ہشامؓ بن وائل نے اکھٹے ہجرت کا فیصلہ کیا۔ حضرت عمرؓ اور عیاشؓ تو مقررہ وقت پر مخصوص مقام پر پہنچ گئے مگر ہشامؓ کو گرفتار کرلیا گیا۔ حضرت عمرؓ اور عیاشؓ قبا پہنچے تو ابوجہل اور اس کا بھائی حارث بھی وہاں پہنچ گئے اور اپنے بھائی عیاشؓ سے کہنے لگے کہ اس کی ماں نے نذر مانی ہے کہ جب تک تمھیں دیکھ نہ لے اپنے سر میں کنگھی نہیں کرے گی اور نہ ہی دھوپ چھوڑ کر سائے میں آئے گی۔ عیاشؓ ماں کی محبت سے مجبور ہو کر واپس جانے کے لیے تیار ہو گئے۔ حضرت عمرؓ نے عیاشؓ کو خبردار کیا کہ ابوجہل اور حارث اسے دین سے دور کرنا چاہتے ہیں لہٰذا ان سے ہوشیار رہے۔ عیاشؓ اپنی ماں کی قسم پوری کرنے کے لیے مکہ واپس چلے گئے۔ مکہ پہنچ کر عیاشؓ کو رسیوں سے باندھ کر گرفتار کرلیا گیا۔ ہشامؓ اور عیاشؓ دونوں کفار کی قید میں پڑے رہے۔ جب حضور اکرم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ پہنچ گئے تو ایک روز انھوں نے اپنے صحابہ سے کہا، کوئی ہے جو ہشامؓ اور عیاشؓ دونوں کو چھڑا کر لے آئے۔ ولیدؓ بن ولید نے ذمے داری لے لی اور خفیہ طور پر مکہ پہنچے۔ ایک عورت جو قیدیوں کے لیے کھانا لے کر جا رہی تھی اس کے پیچھے جا کر ٹھکانا معلوم کیا، دونوں چھت کے بغیر ایک مکان میں قید تھے، ولید دیوار پھلانگ کر اندر گئے اور ان کی بیڑیاں کاٹ کر اونٹ پر بٹھا کر مدینہ لے آئے۔(21)

قریش ہجرت کرنے والے ہراوّل دستے کے جذبے کو دیکھ کر پریشان ہو گئے، انھیں احساس

19- [ابن ہشام] 20- [207:2]

21- [بخاری]

تھا کہ یمن سے شام تک بحرِ احمر کے ساحل سے جو تجارتی شاہراہ گزرتی ہے اس کے اعتبار سے مدینہ فوجی اہمیت کے حساس مقام پر واقع ہے۔ مکہ کی شام کے ساتھ تجارت ڈھائی لاکھ دینار (سونے) کے تناسب سے تھی۔ اہلِ طائف کی تجارت اس کے علاوہ تھی۔ مدینہ بھی تجارتی مرکز تھا وہاں مکہ کے تجارتی قافلے رک کر خرید و فروخت کرتے تھے۔ اگر مدینہ مسلمانوں کا مرکز بن گیا تو اُن کی تجارت خطرے میں پڑ جائے گی۔ اُن خطرات کے پیشِ نظر قریش نے مکہ کی پارلیمنٹ دارالندوہ کا اجلاس طلب کیا۔

مکی پارلیمنٹ کا ہنگامی اجلاس

پارلیمنٹ کے اس ہنگامی اجلاس میں قریش کے سردار شریک ہوئے۔ اس اجلاس میں تین تجاویز پیش ہوئیں۔ نمبر 1 حضور اکرم ﷺ کو جلاوطن کر دیا جائے۔ نمبر 2 مکہ میں قید کر دیا جائے۔ نمبر 3 سارے قبیلوں کے افراد مل کر آپ ﷺ کو قتل کر دیں۔ تیسری تجویز پر اتفاق رائے ہو گیا کیونکہ اس صورت میں قتل کی ذمے داری سب قبیلوں پر عائد ہوتی اور بنو عبد مناف کے لیے سب قبیلوں سے جنگ کرنا ممکن نہ ہوتا۔ دیت (خون بہا) پر راضی نامہ ہو جاتا جو سب مل کر ادا کر دیتے۔[22] قریش کی اس سازش کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے حضور اکرم ﷺ کو آگاہ کر دیا اور ہجرت کی اجازت دے دی، وقت کا تعین کر دیا اور آنے والی رات اپنے بستر پر نہ گزارنے کی ہدایت کی۔[23] قرآن پاک کی ایک آیت میں اس واقعہ کی طرف یوں اشارہ کیا گیا ہے "(اے نبی ﷺ وہ وقت یاد کرو) جب (مکے میں) کافر تمھارے خلاف محض تدبیریں کر رہے تھے کہ تمھیں قید کر دیں یا قتل کر ڈالیں یا جلاوطن کر دیں اور وہ بھی محض تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ بھی محض تدبیریں کر رہا تھا۔ وہ تو سب سے بہتر تدبیریں کرنے والا ہے۔"[24]

رب کی جانب سے اطلاع کے بعد حضور اکرم ﷺ دوپہر کے وقت حضرت ابوبکرؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ گھر کے اندر آنے کی اجازت طلب کی اور اجازت ملنے پر گھر کے اندر داخل ہوئے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کو قریش کی سازش سے آگاہ کیا اور اُن کے مشورے سے ہجرت کا پروگرام

21- [ابن ہشام]
22- [طبقات]
23- [ہشام: زاد المعاد]
24- [30:8]

ترتیب دیا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر واپس تشریف لے آئے اور رات کی آمد کا انتظار فرمانے لگے۔ قریش نے پارلیمنٹ کے اجلاس میں گیارہ سرداروں کا انتخاب کیا جنھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کا محاصرہ کرلیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا ''تم میرے بستر پر لیٹ جاؤ اور حضرمی چادر اوڑھ کر سوئے رہو تمھیں اُن کے ہاتھوں کوئی گزند نہیں پہنچے گا۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو تلقین فرمائی کہ کفار کی امانتیں واپس کرنے کے بعد مدینے آجاؤ۔ ارشادِ ربانی ہے ''اے ایمان والو جانتے بوجھتے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت نہ کرو اور اپنی امانتوں میں نمو داری کے مرتکب نہ ہو اور جان رکھو کہ تمھارے مال اور تمھاری اولاد حقیقت میں سامانِ آزمائش ہیں۔''(25)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ مشرکین اُن کی جان کے دشمن ہو چکے ہیں اس کے باوجود ان کی امانتیں واپس کیں یہی شانِ نبوت ہے۔ حضرت علیؓ نے بڑی خوشی اور بہادری کے ساتھ یہ ذمے داری قبول کی حالانکہ اس میں جان کا خطرہ بھی موجود تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ اپنے ربّ پر یقین محکم رکھتے تھے لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی قسم کا خوف نہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ آیت پڑھتے ہوئے گھر سے باہر نکلے اور کفار کے سروں پر مٹی ڈالتے ہوئے سکون کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گھر کی جانب روانہ ہوگئے۔ قرآن پاک میں اس واقعہ کے بارے میں ارشادِ ربانی ہے۔

''ہم نے ان کے آگے رکاوٹ کھڑی کردی اور ان کے پیچھے رکاوٹ کھڑی کردی پس ہم نے انھیں ڈھانک لیا اور وہ دیکھ نہیں رہے ہیں۔''(26)

25- [8:27-28]   26- [36:9]

باب 10

اپنے وطن سے ہجرت

حضور اکرم ﷺ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ہمراہ رات کی تاریکی میں اپنے وطن سے ہجرت کر گئے اور یمن کا رخ کرتے ہوئے چند میل کے فاصلے پر ثور نامی پہاڑ کے غار میں چھپ گئے۔ آپ ﷺ نے اس سفر کے لیے اجنبی راستہ اختیار کیا تا کہ کفار تلاش کے لیے معمول کے راستے پر نکلیں اور آپ ﷺ کو ڈھونڈ نہ پائیں۔ ایک اجنبی شخص نے آپ ﷺ کو اپنے گھر سے نکل کر جاتے ہوئے دیکھ لیا، اس نے آپ ﷺ کے گھر کا محاصرہ کرنے والوں کو خبر کی، انھوں نے گھر کے اندر جھانکا تو چارپائی پر کسی کو لیٹا ہوا پایا۔ کہنے لگے خدا کی قسم آپ ﷺ تو سوئے پڑے ہیں۔ صبح جب حضرت علیؓ بستر سے اُٹھے تو مشرکین اُن کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ مشرکین نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ آپ ﷺ کہاں ہیں تو انھوں نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ مشرکین اشتعال میں آ کر حضرت علیؓ کو خانہ کعبہ تک لے گئے اور کچھ دیر زیرِ حراست رکھا۔ (1) حضرت علیؓ سے مایوس ہو کر مشرکین حضرت ابو بکرؓ کے گھر پر گئے اور ان کی بیٹی حضرت اسماءؓ سے حضرت ابو بکرؓ کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا بخدا مجھے معلوم نہیں۔ ابو جہل نے ان کے رخسار پر زور سے تھپڑ مارا جس سے اُن کے کان کی بالی گر گئی۔ (2)

غارِ ثور میں داخل ہونے سے پہلے حضرت ابو بکر صدیقؓ نے غار کو صاف کیا۔ غار کے اندر چند سوراخ تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے اپنا تہ بند پھاڑ کر ان کو بند کیا۔ ایک سوراخ رہ گیا جس پر پاؤں رکھ دیا۔ آپ ﷺ حضرت ابو بکرؓ کی آغوش میں سر رکھ کر سو گئے، کسی زہریلے کیڑے یا سانپ نے

1۔ [رحمۃ للعالمین ﷺ] 2۔ [ابن ہشام]

حضرت ابوبکرؓ کے پاؤں کو ڈس لیا تکلیف کے باوجود انھوں نے حرکت نہ کی تاکہ آپ ﷺ جاگ نہ جائیں البتہ حضرت ابوبکرؓ کے آنسو آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک پر گرے تو آپ ﷺ اُٹھ بیٹھے اور حضرت ابوبکرؓ سے پوچھا کیا ہوا۔ انھوں نے کہا میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان مجھے کسی چیز نے ڈس لیا ہے۔ آپ ﷺ نے اُن کے پاؤں پر لعاب دہن لگایا تو حضرت ابوبکرؓ کی تکلیف رفع ہوگئی۔(3) آپ ﷺ غارِ ثور میں تین دن تک روپوش رہے تاکہ مشرکین آپ ﷺ کو تلاش کر کے تھک جائیں۔ حضرت ابوبکرؓ کے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ رات غار میں گزارتے صبح سویرے مکہ چلے جاتے اور مشرکین کی تازہ خبریں لے کر رات کی تاریکی میں غار میں پہنچ جاتے۔ حضرت ابوبکرؓ کے غلام عامر بن فہیرہ غار کے قریب بکریاں چراتے رہتے، رات کو بکریاں غار کے پاس لے آتے اور آپ ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ دودھ پی لیتے۔ عامر بن فہیرہ واپسی پر حضرت عبداللہؓ کے قدموں کے نشانات پر بکریوں کو ہانک کر مکہ لے جاتے تاکہ پاؤں کے نشان باقی نہ رہیں۔(4)

قریش نے صلاح مشورہ کے بعد حضور اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کی گرفتاری کے لیے سو سو اونٹوں کے انعام کا اعلان کر دیا۔(5) اس اعلان کے بعد سوار، پیادے اور قدموں کے نشانات کے ماہر کھوجیوں نے سرگرمی سے تلاش شروع کر دی۔ تلاش کرنے والے غار کے دہانے تک پہنچ گئے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا ”میں نبی ﷺ کے ساتھ غار میں تھا سر اُٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ لوگوں کے پاؤں نظر آرہے ہیں۔ میں نے کہا اے اللہ کے نبی ﷺ اگر ان میں سے کوئی شخص محض اپنی نگاہ نیچی کر دے تو ہمیں دیکھ لے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ابوبکرؓ خاموش رہو ”غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔“(6)

ایک روایت کے مطابق غار کے دہانے پر مکڑیوں نے جالا بُن دیا تھا اور کبوتریوں نے انڈے دے رکھے تھے اس لیے کھوجی مشرکین کو یہ خیال ہی نہ آیا کہ غار کے اندر کوئی انسان بھی جا سکتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کا کھوجیوں کی نظروں سے اوجھل رہنا خدائی معجزہ تھا۔ چوتھے روز

3۔ [مشکوٰۃ]　4۔ [ابن ہشام]　5۔ [بخاری]　6۔ [40:9]

طے شدہ پروگرام کے مطابق عبداللہؓ بن اریقط دو اونٹنیاں لے کر غار کے باہر آن پہنچا۔ وہ راستوں کا ماہر، باخبر اور تجربہ کار گائیڈ تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس کی مہارت اور دیانت کی وجہ سے اس کی خدمات حاصل کی تھیں۔ (7) ساحل کے ساتھ ساتھ نامعلوم راستوں پر مدینے کے سفر کا آغاز ہوا۔ ایک اونٹ پر حضور اکرم ﷺ اور دوسرے پر حضرت ابوبکرؓ اور ان کا غلام عامر بن فہیرہ سوار ہوئے۔ سراقہ بن مالک سو اونٹوں کے انعام کے لالچ میں حضور اکرم ﷺ کو تلاش کرتا قریب پہنچ گیا۔ اس کے بعد کیا واقعہ پیش آیا اسے سراقہ نے خود بیان کیا ہے:

> ''میں اپنی قوم کی مجلس میں بیٹھا تھا کہ ایک شخص مجلس میں آیا اور بتایا کہ اُس نے ساحل کے پاس چند افراد دیکھے ہیں، اس کا خیال ہے کہ وہ حضرت محمد ﷺ کے ساتھی ہیں۔ میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اور نیزہ لے کر اُن افراد کے تعاقب میں نکلا یہاں تک کہ ان کے قریب پہنچ گیا۔ میرا گھوڑا پھسلا اور میں گھوڑے سمیت نیچے گر گیا۔ میں دوبارہ گھوڑے پر سوار ہوا اور جب قریب پہنچا تو گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے۔ مجھے یقین ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ کا معاملہ غالب آ کر رہے گا۔ میں نے آپ ﷺ سے معافی مانگتے ہوئے امان طلب کی اور انھوں نے امان دے دی۔''(8)

راستے میں ایک اور معجزہ رونما ہوا۔ آپ ﷺ امِ معبد کے خیمے کے پاس رکے تو ایک کمزور بکری نظر آئی جو دودھ نہیں دیتی تھی۔ آپ ﷺ نے امِ معبد سے بکری کا دودھ دوہنے کی اجازت لے کر اس کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا تو ان میں دودھ اُتر آیا جو اس قدر تھا کہ برتن بھر گیا جسے سب نے شکم سیر ہو کر پیا اور اس کے باوجود بچ گیا۔ اس سفر کے دوران حضرت زبیرؓ بن عوام حضور اکرم ﷺ سے ملے جو تجارتی قافلے کے ساتھ شام سے واپس آ رہے تھے، انھوں نے آپ ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کو سفید پارچہ جات تحفہ کے طور پر پیش کیے۔ (9)

7- [انساب الاشراف] 8- [بخاری: مفہوم] 9- [بخاری]

قبا میں تشریف آوری

دو شنبہ 8 ربیع الاول 14 نبوی یعنی 23 ستمبر 622ء کو رسول اللہ ﷺ قبا میں تشریف لائے۔(10) مدینہ منورہ میں یہ خبر پہنچ چکی تھی کہ رسول خدا ﷺ مکہ سے روانہ ہو چکے ہیں۔ مدینہ کے لوگ روزانہ صبح سویرے مدینہ سے باہر نکل کر آپ ﷺ کا انتظار کرتے اور جب دھوپ کی تپش نا قابلِ برداشت ہو جاتی تو نا اُمید ہو کر واپس چلے جاتے۔(11) علامہ طبری کے مطابق مرد ہی نہیں عورتیں اور بچے بھی دیر تک شدید دھوپ میں کھڑے رہتے تھے۔ آخری روز ایک یہودی لڑکے نے پہاڑ کی چوٹی سے آپ ﷺ کے قافلے کو مدینہ کی جانب آتے دیکھ لیا اُس نے بلند آواز سے کہا کہ جن کا تمھیں انتظار تھا وہ آگئے ہیں۔ یہ سنتے ہی سب دوڑ پڑے اور چاروں طرف تکبیر کی صدائیں گونجنے لگیں۔ اس دن اہلِ مدینہ کی خوشی دیکھنے کے قابل تھی۔(12) مردوں اور بچیوں نے مسلح ہو کر اور لڑکوں نے ڈھولک اور دف بجا کر آپ ﷺ کا عقیدت کے ساتھ والہانہ استقبال کیا۔ اس موقع پر لوگ شکرانے اور مدح کے اشعار بھی گا کر پڑھ رہے تھے۔(13) حضرت علیؓ بھی تین روز کے بعد قبا پہنچ گئے۔ آپ ﷺ نے کلثومؓ بن ہدم کے گھر پر قیام فرمایا۔(14) پیدل سفر کرنے کی وجہ سے حضرت علیؓ کے پاؤں میں چھالے پڑ گئے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک پھیرا جس سے پاؤں صحت یاب ہو گئے۔ غزوۂ خیبر میں بھی حضرت علیؓ آشوب چشم میں مبتلا تھے۔ آپ ﷺ نے اپنا لعاب دہن لگایا جس سے صحت مل گئی اور پھر کبھی آنکھیں دُکھنے کو نہ آئیں۔(15)

آپ ﷺ نے قبا میں مسجد تعمیر کی اور اس کی تعمیر میں خود بھی مزدور کی طرح کام کیا۔ آپ ﷺ بھاری پتھر اُٹھاتے تو جسم مبارک خم ہو جاتا۔ آپ ﷺ کے جان نثار التجا کرتے کہ یہ کام نہ کریں۔ آپ ﷺ نے اخوت اور مساوات کا نمونہ پیش کرنا تھا اور اپنے عمل سے یہ ثابت کرنا تھا کہ سب انسان برابر ہیں۔ محنت اور مشقت باعثِ عار نہیں بلکہ وجہِ عزت و افتخار ہیں۔(16) مسجد قبا کا ذکر قرآن پاک میں بھی آیا ہے۔ ''وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے ہی دن تقویٰ پر رکھی گئی ہے۔ وہ اس بات کی

10۔ [رحمۃ للعالمین ﷺ] 11۔ [طبقات] 12۔ [طبقات] 13۔ [الوفاء انساب الاشراف]
14۔ [زاد المعاد] 15۔ [روضۃ الاحباب] 16۔ [شبلی]

زیادہ مستحق ہے کہ تم اس میں قیام (نماز) کرو۔ اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک ہو جانے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ پاکیزہ زندگی بسر کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔"(17)

پہلا خطبہ جمعہ

مسجدِ قبا کی تعمیر کے بعد آپ ﷺ مدینہ روانہ ہوئے۔ آپ ﷺ کی سواری ابھی بنو سالم بن عوف کے محلے میں پہنچی تھی کہ جمعہ کی نماز کا وقت ہو گیا۔ ایک سو مسلمان اس جمعہ کی نماز میں شریک ہوئے۔ آپ ﷺ نے جمعہ کا خطبہ ارشاد فرمایا۔ مدینے میں آپ ﷺ کا یہ پہلا خطبہ تھا۔(18)

"سب تعریف اللہ کے لیے ہے میں اس کی تعریف کرتا ہوں اور اُس سے مدد مانگتا ہوں اور اُس سے بخشش کا طلب گار ہوں اور اُس سے ہدایت کا خواہاں ہوں اور اُس پر ایمان لاتا ہوں اور اُس کا انکار نہیں کرتا اور دشمن ہوں اس کا جو اس کا انکار کرے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی خدا نہیں سوائے اللہ کے، کوئی اُس کا شریک نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اُس کا بندہ اور اُس کا رسول ہے جسے اُس نے بھیجا ہے ہدایت، نور اور وعظ و نصیحت کے ساتھ ایسے وقت میں جب رسولوں کا سلسلہ موقوف تھا اور علم کی کمی تھی اور لوگوں میں گم راہی پھیلی ہوئی تھی اور زمانہ دور ہو گیا تھا اور قیامت قریب تھی اور موت نزدیک جو اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرے وہ راہِ راست پر ہے اور جو اُن دونوں کی نافرمانی کرے وہ گمراہ ہوا اور وہ گناہ گار اور بھٹکا ہوا ہے۔ میں تمھیں نصیحت کرتا ہوں اللہ کے غضب سے بچنے کی، بہترین ہے وہ شے جس کی نصیحت کرے ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو جو یہ ہے کہ وہ اسے آخرت کی تیاری پر آمادہ کرے اور اللہ سے ڈرنے کی ہدایت۔ اور ڈرو اللہ سے جتنا اس نے اپنے سے ڈرایا ہے اور اس سے بڑھ کے کوئی نصیحت نہیں ہے اور نہ اس سے بہتر کوئی یاد ہے

17- [108:9]
18- [بخاری]

اور یقیناً اللہ سے پرہیز گاری اس کے لیے ہے جو اس کے مطابق عمل کرے، اس منزلِ مقصود پر جو کہ آخرت ہے اور جو ان روابط کو جو ظاہر و باطن میں اس کے اور اللہ کے درمیان ہیں درست رکھے اور سوائے رضائے الٰہی کے کوئی اور مقصد نہ ہو تو وہ اس کے لیے دنیا میں نیک نامی اور آخرت کے لیے ذخیرہ ہوگا۔ جب انسان محتاج ہوگا اپنے پہلے کیے ہوئے اعمال کا اور سوائے اس کے کچھ اس کے ساتھ نہ ہوگا۔ وہ آرزو رکھے گا کہ کاش اس کے اور اس موقع کے درمیان بہت بڑا فاصلہ ہوتا۔ اور اللہ تمھیں اپنے سے ڈراتا ہے اور اللہ بندوں پر شفیق و مہربان ہے اور اس نے اپنی بات کو سچ کر دکھایا اور اپنے وعدے کو پورا کیا اور اس کے خلاف نہیں ہو سکتا اس لیے کہ وہ خود فرماتا ہے کہ میرے یہاں بات بدلتی نہیں اور میں بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہوں، تو اللہ سے ڈر، اپنی دنیا اور آخرت دونوں میں اور ظاہر و باطن میں اس لیے کہ جو اللہ سے ڈرتا ہے تو اللہ اس کی غلطیوں کو نظر انداز کرتا اور اس کے اجر و ثواب کو بڑھاتا ہے اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اس نے بڑی کامیابی حاصل کی اور یقیناً اللہ سے ڈرنا اس کی ناراضی سے بچاتا ہے اور اس کی سزا سے بچاتا ہے اور اس کے غضب سے بچاتا ہے اور یقیناً اللہ سے ڈر چہروں کو نورانی بناتا اور پروردگار کو راضی کرتا اور درجے بلند کرتا ہے۔ اپنا حصہ حاصل کرو اور اللہ کے بارے میں کوتاہی سے کام نہ لو حالانکہ اللہ نے تم کو اپنی کتاب کا علم دیا ہے اور تمھارے لیے اپنا راستہ صاف نمایاں کر دیا ہے تاکہ وہ جانے انھیں جو سچے ہیں اور جانے انھیں جو جھوٹے ہیں تو حسنِ سلوک سے کام لو جس طرح اللہ نے تمھارے ساتھ اچھا سلوک کیا ہے اور اس کے دشمنوں کو دشمن رکھو اور اللہ کی راہ میں جہاد کا حق ادا کرو۔ اس نے تمھیں منتخب کیا اور تمھارا نام ''مسلم'' رکھا تاکہ جو ہلاک ہو وہ

حجت تمام ہونے کے بعد ہلاک ہو اور جو زندگی پائے، وہ کسی حجت کی بنا پر زندگی پائے اور قوت نہیں ہے مگر اللہ کے سہارے سے تو اللہ کو بہت یاد کرو اور آج کے بعد والے دن کے واسطے کام کرو کہ جو شخص اس معاملہ کو جو اس کے اور اللہ کے درمیان ہے ٹھیک رکھے گا تو اللہ اس کے اور دوسرے لوگوں کے درمیان والے معاملے کو خود ہی ٹھیک کر دے گا۔ اس لیے کہ اللہ لوگوں پر فیصلہ نافذ کرنے والا ہے اور وہ اس پر فیصلہ نافذ نہیں کر سکتے اور وہ لوگوں کا مالک ہے۔ وہ اس کے مالک نہیں ہیں اللہ سب سے بڑا ہے اور نہیں قوت مگر اللہ کے سہارے جو بزرگ ہے۔" (19)

جب آپ ﷺ قبا سے مدینہ پہنچے تو ہر انصاری کی یہ دلی تمنا تھی کہ آپ ﷺ اس کے گھر میں قیام فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اونٹنی اللہ کی طرف سے مامور ہے، وہ جہاں پر بیٹھے گی آپ ﷺ کا قیام وہیں پر ہوگا۔ اونٹنی بنو نجار کے محلہ میں ایک کھلی جگہ پر رک گئی۔ حضور اکرم ﷺ اونٹنی سے اترنے لگے تو یہ آیت وردِ زبانِ اقدس تھی "اے میرے ربّ مجھے بابرکت منزل میں اُتار تو ہی بہترین منزل میں اُتارنے والا ہے۔" (20) حضرت ایوب انصاریؓ کا مکان قریب ترین تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کے مکان میں قیام فرمایا۔ (21) چند روز بعد حضرت عبداللہؓ بن ابی بکر حضور اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت سودہؓ، حضرت عائشہؓ، آپ ﷺ کی دو صاحبزادیوں حضرت فاطمہؓ، ام کلثومؓ، حضرت اُسامہ بن زیدؓ اور ام ایمنؓ کو لے کر مدینہ پہنچ گئے۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے جب مہاجرین مکہ سے مدینہ پہنچے تو حضرت ابوبکرؓ، حضرت بلالؓ اور دیگر کئی صحابہ سخت بیمار ہو گئے۔ مدینہ کی آب و ہوا موافق نہ تھی۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنے ربّ سے دعا کی "اے اللہ ہمارے لیے مدینہ کو اسی طرح محبوب کر دے جیسے مکہ محبوب تھا یا اس سے بھی زیادہ اور مدینہ کی فضا صحت بخش بنا دے اور اس کے غلے میں برکت دے اور اس کا بخار منتقل کر کے جحفہ پہنچا دے۔" (22) اللہ نے آپ ﷺ کی دعا سن لی اور مدینہ کے حالات بدل گئے۔

19- [طبری علی نقوی: تاریخ اسلام] 20- [29:23] 21- [بخاری] 22- [بخاری]

مدینہ کی حالت

مدینہ (یثرب) مکہ سے شام اور مصر جانے والے تجارتی راستے کے قریب ایک اہم تجارتی مرکز تھا۔ قریش کے جو قافلے شام کی طرف جاتے تھے وہ مدینہ میں بھی قیام کرتے۔ مدینہ میں بڑی تعداد میں یہودی آباد تھے وہ اہلِ کتاب تھے، دینی اور دنیاوی علوم کے جاننے والے تھے۔ مدینہ کے عرب قبائل اوس اور خزرج پونے دو سو سال سے ان یہودیوں کے ساتھ ایک ہی شہر میں رہ رہے تھے اور نبوت، وحی، کتاب اور شریعت جیسے الفاظ اور ان کے مفہوم سے بخوبی آگاہ تھے۔ مدینہ کے مشرکین میں سے کچھ ایسے بھی تھے جو مسلمانوں کے خلاف دل میں سخت بغض اور کینہ رکھتے تھے مگر انھیں کھل کر سامنے آنے کی جرأت نہ تھی۔ اس گروہ کو منافقین کے نام سے پکارا گیا ان کا سردار عبداللہ بن ابی تھا۔ ان مشرکین نے ظاہری طور پر تو اسلام قبول کر لیا مگر باطنی طور پر اپنے دین پر قائم رہے۔ عبداللہ بن ابی مدینے کا سردار (بادشاہ) بننے والا تھا۔ اس کے سر کا تاج بھی تیار ہو چکا تھا مگر اسلام کے پیغام نے اس کے مواقع ختم کر دیے اور اہلِ مدینہ نے حضور اکرم ﷺ کی جانب رجوع کر لیا۔ عبداللہ بن ابی اس غم کو بھول نہ سکا اور اسلام کے خلاف سازشوں میں مصروف رہا۔ مدینہ کے یہودی دولت مند تھے غلے، کھجور، شراب اور کپڑے کی تجارت ان کے ہاتھ میں تھی۔ مدینہ میں یہودیوں کے تین مشہور قبیلے بنی قینقاع، بنونضیر اور بنو قریظہ تھے۔ مدینہ کے یہود کی ذہنیت کے بارے میں ایک مستند روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلامؓ ایک بلند پایہ یہودی عالم تھے۔ وہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چند سوالات کے تسلی بخش جواب پانے کے بعد مسلمان ہو گئے۔ انھوں نے آپ ﷺ کو بتایا کہ جب یہودیوں کو میرے اسلام لانے کا علم ہو گا تو مجھ پر بے بنیاد الزام تراشی سے گریز نہیں کریں گے۔ حضور اکرم ﷺ نے یہود کو بلا بھیجا جب وہ آئے تو حضرت عبداللہ بن سلامؓ چھپ گئے۔ آپ ﷺ نے یہود سے عبداللہؓ کے بارے میں دریافت فرمایا انھوں نے کہا "ہمارے سب سے بڑے عالم ہیں سب سے افضل ہیں اور سب سے افضل آدمی کے بیٹے ہیں۔" آپ ﷺ نے پوچھا کہ اگر عبداللہؓ مسلمان ہو جائیں تو آپ کا ردِ عمل کیا ہو گا۔ یہود نے کہا اللہ ان کو اس سے محفوظ رکھے اس کے بعد حضرت عبداللہ بن سلامؓ برآمد ہوئے اور کلمہ شہادت پڑھا۔

یہود نے اسی وقت یہ کہنا شروع کر دیا" یہ ہمارا سب سے بُرا آدمی ہے اور بُرے آدمی کا بیٹا ہے۔"
حضرت عبداللہؓ نے کہا" اے جماعتِ یہود اللہ سے ڈرو اللہ کی قسم تم لوگ جانتے ہو کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور حق کے لیے تشریف لائے ہیں۔" یہودیوں نے کہا تم جھوٹ کہتے ہو۔(23)

مسجد نبوی ﷺ، ریاست کا مرکز

حضرت ایوب انصاریؓ کے گھر کے قریب ایک کھلا میدان تھا جہاں پر لوگ کھجوریں خشک کرنے کے لیے دھوپ میں بچھایا کرتے تھے۔ یہ زمین دو یتیم بچوں سہل اور سہیل کی ملکیت تھی۔ ان کے والد کا نام رافع بن ابی عمرو بن عائذ تھا جو فوت ہو چکا تھا۔ اب وہ دونوں اسعد بن زرارہ کی کفالت میں تھے۔ آپ ﷺ نے سہل اور سہیل کو بلایا اور زمین کی قیمت دریافت کی۔ دونوں یتیم بچوں نے بلا معاوضہ یہ قطعہ زمین بطور ہدیہ پیش کرنا چاہا لیکن آپ ﷺ نے انکار کر دیا۔ زمین کی قیمت سونے کے دس دینار مقرر ہوئی جو حضرت ابو بکرؓ نے ادا کر دیے۔ مارکیٹ کے مطابق زمین کی قیمت کا تعین کرنے کے لیے لوگوں سے مشاورت کی گئی تا کہ یتیموں کی حق تلفی نہ ہو۔(24) زمین کی قیمت ادا کرنے کے بعد مسجد کی تعمیر کا آغاز ہوا۔

اس میدان میں گڑھے تھے جہاں بارش کا پانی کھڑا رہتا تھا کہیں پرانے مکانات کے کھنڈر تھے۔ ایک حصے میں مشرکین کی قبریں تھیں اور کہیں کھجور کے درخت تھے۔ گڑھوں کو بھر دیا گیا۔ کھنڈر ہموار کر دیے گئے۔ درخت کاٹ دیے گئے۔ مشرکین کی قبروں کو گرا کر ان کی ہڈیوں کو ایک گڑھے میں پھینک کر ان پر مٹی ڈال دی گئی۔ جب میدان ہموار ہو گیا تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا میرے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح ایک چھپر تعمیر کر دو۔(25) حضور اکرم ﷺ نے خود ایک مزدور کی طرح مسجد نبوی کی تعمیر میں حصہ لیا۔(26) مسجد کی تعمیر کے دوران حضر موت کا ایک شخص طلق بن علیؓ آیا وہ مٹی کا گارا بنانے کا بڑا ماہر تھا۔ آپ ﷺ نے اس کے کام کو دیکھ کر فرمایا" اس کو گارا بنانے پر ہی رہنے دو کیونکہ یہ اس کام کو تم سب سے زیادہ عمدگی سے کر رہا ہے۔"(27) اینٹیں اور پتھر ایک جگہ جمع

23- [بخاری] 23- [بخاری] 24- [مدارج النبوۃ، سبل الہدیٰ] 25- [وفاء الوفاء]
26- [طبری] 27- [وفاء الوفاء]

ہو گئے تو سرکارِ دو عالم ﷺ نے اپنی چادر اُتار دی اور خود اینٹیں اُٹھانے لگے جب مہاجرین اور انصار نے دیکھا تو سب نے اپنی چادریں اُتار کر ایک طرف رکھ دیں۔ وہ اینٹیں اور گارا اُٹھا کر لاتے اور یہ شعر گنگناتے:

''اگر ہم بیٹھے رہیں اور نبی ﷺ کام کرتے رہیں تو ہم گمراہی میں ہوں گے۔'' حضور اکرم ﷺ اینٹیں اُٹھا اُٹھا کر لاتے رہے ان کی گرد سے شکم مبارک پر مٹی کی تہ جم گئی۔ صحابہ کرام پر وجد طاری تھا سب مل کر یہ اشعار پڑھتے:

''کوئی زندگی نہیں ہے مگر آخرت کی زندگی اے اللہ انصار اور مہاجرین پر رحم فرما۔''

اُسامہؓ بن زید فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور اکرم ﷺ ایک بھاری پتھر اُٹھا کر لا رہے تھے کہ اسد بن حضیرؓ نے آپ ﷺ سے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ یہ بھاری پتھر مجھے دے دیجیے آپ ﷺ نے فرمایا:

''جاؤ کوئی اور پتھر اُٹھا لاؤ تم مجھ سے زیادہ اللہ کی رحمت کے محتاج نہیں۔''(28)

ایک دفعہ صحابہ کرام نے حضرت عمارؓ کے سر پر زیادہ اینٹیں رکھ دیں وہ اسی حالت میں حضور اکرم ﷺ کے پاس گئے اور شکایت کی کہ صحابہ خود ایک اینٹ اُٹھاتے ہیں اور مجھ پر اس قدر بوجھ لاد دیا ہے۔ آپ ﷺ نے بڑی شفقت کے ساتھ ان کے بالوں سے مٹی جھاڑتے ہوئے فرمایا ''اے پسر سمیہ لوگوں کو ایک اجر ملے گا اور تمھیں دو اجر ملیں گے۔''(29)

ایک روایت کے مطابق حضور اکرم ﷺ نے مسجد سے ملحقہ زمین کے مالک سے کہا کہ یہ قطعہ مسجد کے اضافے کے لیے دے دو اور اس کے بدلے جنت میں ایک محل لے لو۔ اس نے غربت اور عیال دار ہونے کی وجہ سے معذرت کر لی۔ حضرت عثمانؓ کو پتہ چلا تو انھوں نے دس ہزار درہم کے عوض یہ قطعہ زمین خرید لیا اور حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی آپ ﷺ جنت

28۔ [پیر کرم شاہ]
29۔ [ابن کثیر]

کے محل کے بدلے یہ زمین ان سے خرید لیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سودا قبول فرمایا۔(30)

حضرت عبادہؓ سے روایت ہے کہ انصار نے مال جمع کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ہم کب تک کھجور کی ٹہنیوں کے نیچے نماز پڑھتے رہیں گے۔ پختہ مسجد تعمیر کیجیے اور اسے آراستہ اور مزین فرمائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں اپنے بھائی موسیٰ علیہ السلام کے طرزِ عمل سے روگردانی نہیں کرنا چاہتا ایسا چھپر کافی ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے چھپر کی مانند ہو۔''(31)

مسجد کی دیواریں کچی اینٹوں سے بنائی گئیں اور بنیادیں تین ہاتھ چوڑی رکھی گئیں۔ مسجد کی ''قبلہ کی دیوار'' کی لمبائی ایک سو ہاتھ تھی اور چوڑائی اس سے کچھ کم تھی۔ محراب بیت المقدس کی طرف بنایا گیا۔ مسجد میں داخلے کے لیے تین دروازے رکھے گئے درمیان میں جو ستون تھے وہ کھجور کے درخت کے تھے۔ چھت کھجور کی شاخوں سے ڈالی گئی۔(32) مدینہ میں ہر قبیلہ کا الگ محلہ اور الگ مسجد تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی مدینہ میں نو مساجد تعمیر ہو چکی تھیں۔(33) ایک روایت کے مطابق مسجد کے تقدس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اگر کہیں مسجد دیکھو یا اذان کی آواز سنو وہاں کسی شخص کو قتل نہ کرنا۔''(34)

میں ناخوش و بیزار ہوں مَرمَر کی سِلوں سے
میرے لیے مٹی کا حرم اور بنا دو
(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

اہل طائف اسلام لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی کہ خاص اس جگہ مسجد تعمیر کروائیں جہاں پر ان کا بت نصب تھا۔(35) حضرت طلق بن علیؓ سے روایت ہے کہ جب ہماری قوم کے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ہمارے ملک میں ایک گرجا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وضو کا پانی عنایت فرمایا اور ہدایت فرمائی کہ گرجے کو توڑ ڈالو اور وہاں یہ پانی چھڑک کر مسجد

30۔ [طبری، سبل الہدیٰ 2]
31۔ [وفاء الوفاء]
32۔ [الامین]
33۔ [ابو داؤد]
34۔ [مسلم]
35۔ [نسائی]

تعمیر کرلو۔(36)

مسجد کی امامت

مساجد کی تعمیر کے بعد مختلف قبائل کے لیے الگ الگ امامِ مسجد مقرر کیے گئے جو شخص سب سے زیادہ حافظِ قرآن ہوتا اُسے امام مقرر کیا جاتا۔ ابو مسعود انصاریؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "جماعت کی امامت وہ کرے جو سب سے زیادہ کلام اللہ پڑھا ہو۔ اگر اس میں سب برابر ہوں تو سنت سے سب سے زیادہ واقف ہو۔ اگر اس میں بھی مساوات ہو تو جس نے سب سے پہلے ہجرت کی تھی، اس میں بھی سب برابر ہوں تو جس کی عمر زیادہ ہو۔"(37) جن کو قبائل میں عمال مقرر کیا جاتا وہی امامت کے فرائض بھی انجام دیتے۔(38) بڑے شہروں میں عمال اور امام الگ الگ مقرر کیے جاتے۔ عمان میں حضرت عمرو بن العاصؓ عامل تھے اور ابو زید انصاریؓ امام تھے۔(39) مساجد کے امام میرٹ پر نامزد کیے جاتے تھے۔

نبی ﷺ کا گھر

مسجد کے ساتھ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سودہؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کے لیے دو حجرے تعمیر کروائے۔ ہر حجرہ دس فٹ چوڑا اور پندرہ فٹ لمبا تھا۔ حجروں کی دیواریں کچی اینٹوں کی بنائی گئیں اور ان پر کھجور کی شاخوں کی چھتیں ڈالی گئی تھیں۔ دونوں حجروں کو ایک دوسرے سے الگ کرنے کے لیے کھجور کی شاخوں کو چن کر دیوار بنا دی گئی اور اس پر مٹی کا لیپ کر دیا گیا۔ دروازے کے بجائے کمبل کے پردے لٹکائے گئے تھے۔ حجروں کی چھتیں اتنی نیچی تھیں کہ ہاتھ اُٹھائیں تو چھت کو جا لگتا تھا۔(40)

حضور اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات حضرت سودہؓ، حضرت عائشہ صدیقہؓ اور دو بیٹیاں حضرت فاطمہؓ اور حضرت ام کلثومؓ مکہ سے مدینہ آ کر حجروں میں مقیم ہو گئیں۔ بعد میں مزید حجروں کا اضافہ کیا گیا۔ ازواج مطہرات کی وفات کے بعد جب خلیفہء وقت نے حجروں کو منہدم کر کے مسجد کے ساتھ

36- [زاد المعاد] 37- [شبلی] 38- [فتح الباری] 39- [مسند ابن حنبل] 40- [الامین ﷺ]

ملانے کا حکم دیا تو مدینہ کے صحابہ اس قدر روئے کہ ان کی داڑھیوں کے بال آنسوؤں سے تر ہو گئے۔ ان کی خواہش تھی کہ رسول اللہ ﷺ کے گھر کو اصلی حالت میں محفوظ رکھا جاتا اور نئی نسلوں کو اندازہ ہوتا کہ جس نبی ﷺ کے ہاتھ میں خزانے کی کنجیاں تھیں، انھوں نے کس سادگی، کفایت شعاری اور قناعت سے زندگی گزاری۔ (41)

مسجد ضرار

منافقین مسلمانوں کو کمزور کرنے اور انھیں تقسیم کرنے کے لیے سازشیں کرتے رہتے تھے۔ انھوں نے مسجدِ قبا کے قریب ایک اور مسجد اس بہانے سے تعمیر کی کہ جو معذور اور بزرگ مسلمان مسجدِ نبوی میں نہیں جا سکتے وہ اس مسجد میں نماز ادا کر لیا کریں مگر منافقین کی اصل غرض یہ تھی کہ انھیں ایسا مرکز مل جائے جسے وہ مسلمانوں کے خلاف استعمال کر سکیں۔ ابو عامر انصاری جو عیسائی مذہب قبول کر چکا تھا منافقین سے کہتا تھا کہ وہ منظم ہوں اور وہ قیصرِ روم سے ملاقات کر کے فوج کا دستہ لائے گا تا کہ مدینہ کو اسلام سے پاک کر دیا جائے۔ (42) حضور اکرم ﷺ جب تبوک تشریف لے جانے لگے تو منافقین اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم نے بیماروں اور معذوروں کے لیے ایک مسجد تیار کی ہے۔ آپ ﷺ چل کر ایک دفعہ نماز پڑھا دیں تو مسجد مقبول ہو جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس وقت میں مہم پر جا رہا ہوں۔ جب آپ ﷺ تبوک سے واپس تشریف لائے تو مالکؓ اور معنؓ بن عدی کو حکم دیا کہ اس مسجد کو آگ لگا دیں۔ (43) کیونکہ منافقین کی اس مسجد کے بارے میں یہ آیت نازل ہو چکی تھی:

> ''اور وہ لوگ جنھوں نے ایک مسجد ضرار پھوٹ ڈالنے اور کفر کی غرض سے تیار کی اور اس غرض سے کہ جو لوگ پہلے سے خدا اور رسول ﷺ سے لڑتے ہیں ان کو ایک کمین گاہ ہاتھ آئے اور وہ قسم کھاتے ہیں کہ ہم نے صرف بھلائی کے لحاظ سے ایسا کیا اور خدا گواہی دیتا ہے کہ یہ جھوٹ کہتے ہیں۔ محمد ﷺ تو

41۔ [السہیلی] 42۔ [زرقانی بحوالہ ابن جریر] 43۔ [شبلی]

کبھی اس مسجد میں جا کر کھڑا نہ ہو وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے ہی پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے وہ اس بات کی زیادہ مستحق ہے کہ تو اس میں نماز پڑھے۔ وہاں ایسے لوگ ہیں جن کو صفائی محبوب ہے اور خدا صفائی پسند کرنے والوں کو چاہتا ہے۔''(44)

ایک دفعہ ایک بدو مسجدِ نبویؐ میں آپ ﷺ سے ملاقات کے لیے آیا اتفاقاً اسے پیشاب کی حاجت ہوئی، وہ دیہاتی تھا، آدابِ مسجد سے ناآشنا تھا لہٰذا وہ مسجد کو عام جگہ سمجھتے ہوئے وہیں پیشاب کرنے لگا۔ چاروں طرف سے صحابہ کرام دوڑے اور اسے ڈانٹنے لگے۔ آپ ﷺ نے انھیں ٹوکا اور کہا کہ تم سختی کے لیے نہیں بلکہ نرمی کے لیے بھیجے گئے ہو اب اسے پیشاب کر لینے دو اور بعد میں پانی بہا دو۔ آپ ﷺ نے اس بدّو کو نرم الفاظ میں سمجھایا کہ مسجد اللہ کا گھر ہے، جس میں بندگی اور عبادت کی جاتی ہے۔ یہ پیشاب اور پاخانہ کی جگہ نہیں ہے۔ آپ ﷺ کے نرم الفاظ بدّو کے دل میں اُتر گئے۔(45)

حضور اکرم ﷺ مسجد کو سماجی، سیاسی، سفارتی اور عدالتی امور کے لیے بھی استعمال کرتے تھے۔ ایک دن مسجد میں دو صحابی قرض کے سلسلے میں آپس میں بحث کرنے لگے۔ آپ ﷺ نے ان کا موقف سن کر تنازعہ حل کرا دیا۔(46) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک دن تیس مسلمانوں کا لشکر بنی حنیفہ کے ایک شخص ثمامہ کو گرفتار کر کے لے آیا اور اسے مسجد کے ستون کے ساتھ باندھ دیا گیا۔ تیسرے روز آپ ﷺ نے اس کو رہا کر دیا۔ ثمامہ نے آپ ﷺ کے اخلاق سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔

ایک دن حضور اکرم ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ تین آدمی آئے۔ ان میں سے ایک نے مجلس میں تھوڑی سی جگہ خالی پائی وہیں بیٹھ گیا۔ دوسرے کو درمیان میں خالی جگہ نظر نہ آئی تو وہ پیچھے بیٹھ گیا۔ تیسرا پسند کی جگہ خالی نہ پا کر واپس چلا گیا۔ آپ ﷺ نے ان تینوں کے بارے میں فرمایا ان میں سے ایک نے اللہ کی پناہ لی، اللہ نے بھی اس کو پناہ دی۔ ایک نے حیا کی اللہ

-44 [9:107-108]　-45 [مسلم]　-46 [بخاری]

نے بھی اس کی حیا کی ایک نے اللہ سے منہ پھیرا (مجلس میں شریک نہ ہوا) اللہ نے بھی اس سے منہ پھیر لیا۔ [47]

ایک روز صحابہ نے مسجد میں دو حلقے بنا لیے۔ ایک حلقہ قرآن خوانی اور ذکر و دعا میں اور دوسرا حلقہ تعلیم و تعلم میں مشغول ہو گیا۔ اچانک آپ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا دونوں حلقے اچھے ہیں اور عمل خیر میں مشغول ہیں لیکن دوسرا پہلے سے افضل ہے، خود بھی علم سیکھتے ہیں اور دوسروں کو بھی سکھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو معلم بنا کر مبعوث کیا ہے یہ فرما کر آپ ﷺ دوسرے حلقے میں بیٹھ گئے۔ [48]

مسجد میں تعلیم

قرآن پاک میں تعلیم کے بارے میں آیات موجود ہیں۔ ایک آیت میں ارشاد ہوا ''بے شک خدا نے ایمان والوں پر مہربانی کی جب اس نے ان کے پاس انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو انھیں اُس کی آیتیں سناتا ہے، ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انھیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ اگرچہ اس سے پہلے وہ فاش گمراہی میں تھے۔'' [49]

بیعتِ عقبہ ثانیہ کے بعد حضور اکرم ﷺ نے ایک صحابی کو معلم بنا کر مدینہ روانہ کیا تاکہ وہ مسلموں کو قرآن مجید کی تعلیم دے اور انھیں اسلام کی بنیادی تعلیمات سے آگاہ کر سکے۔ ہجرت کے بعد آپ ﷺ نے سعید بن العاص ؓ کو تعلیم کے لیے نامزد کیا۔ وہ خوش نویس تھے اور مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھاتے تھے۔ ان کو ''معلمِ حکمت'' کا منصب دیا گیا تھا۔ [50] جنگِ بدر میں ستر مشرکین گرفتار ہوئے۔ ان میں سے جو مالدار نہ تھے اور نہ تاوان ادا نہیں کر سکتے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کی رہائی کے لیے یہ شرط لگائی کہ وہ مدینے کے دس دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھائیں۔ [51]

مسجدِ نبوی کا ایک احاطہ تعلیم اور قیام کے لیے مختص کیا گیا تھا جسے صفہ کہتے تھے۔ اس اقامتی درس گاہ میں فقہ کی تعلیم بھی دی جاتی تھی۔ قرآن کی سورتیں زبانی یاد کروائی جاتی تھیں فنِ تجوید سکھایا

47- [بخاری] 48- [ابن ماجہ] 49- [164-3] 50- [حمید اللہ عہد نبوی کا نظام حکومت]
51- [السہیلی۔ ابن سعد]

جاتا تھا۔ اس دینی مدرسے کی نگرانی آپ ﷺ فرماتے تھے۔ قیام کرنے والے طلبہ کے لیے کھانے کا بندوبست کیا جاتا تھا۔ طلبہ فارغ اوقات میں روزگار میں بھی مصروف رہتے تھے۔(52) مدینہ کے رہنے والے بھی مسجد میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے آتے تھے۔ مقامی طلبہ کے علاوہ دُور دراز کے قبائل سے بھی طلبہ تعلیم کے لیے آتے اور اپنا نصاب مکمل کر کے وطن واپس چلے جاتے۔(53) مدینہ میں صفا واحد درس گاہ نہ تھی۔ عہدِ نبوی ﷺ میں کم از کم نو مسجدیں تھیں جہاں دینی تعلیم دی جاتی تھی۔ حضور اکرم ﷺ کبھی کبھار ان مساجد میں جا کر مدرسے کی نگرانی فرماتے۔ آپ ﷺ نے یہ حکم بھی صادر کیا تھا کہ لوگ اپنے پڑھے لکھے ہمسایوں سے تعلیم حاصل کریں۔(54)

حضور اکرم ﷺ کسی کو منصب دینے اور مسجد کا امام مقرر کرنے سے پہلے یہ یقین کر لیتے کہ وہ قرآن وسنت کا ماہر ہے۔ آپ ﷺ کی ذاتی دلچسپی کی بناء پر خواندگی میں اس قدر اضافہ ہو گیا کہ قرآن پاک میں یہ حکم نازل ہوا کہ تجارتی معاملہ جس میں رقم اُدھار ہو تحریری طور پر انجام پائے اور ایسی دستاویز پر دو اشخاص کی گواہی لی جایا کرے تا کہ معاملات صاف اور شفاف ہوں اور ان میں کسی قسم کا شک پیدا نہ ہو۔(55) ہجرت کے بعد خواندگی کی بناء پر ہی سیاسی معاہدات، سرکاری خط و کتابت، فوجی مہم پر جانے والے رضا کاروں کی فہرستیں اور مردم شماری کا ریکارڈ رکھنا ممکن ہو سکا۔ تاریخ نے حضور اکرم ﷺ کے تین سو کے قریب خطوط محفوظ رکھے ہیں۔(56) بعض حدیثوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ خوش خطی پر بڑی توجہ فرماتے تھے۔(57)

حضور اکرم ﷺ نے معلم کو معاوضہ وصول کرنے سے منع فرمایا تھا۔(58) عبادہؓ بن صامت سے روایت ہے کہ وہ درسگاہِ صفہ میں قرآن اور فنِ تحریر کی تعلیم دیتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک شاگرد نے انھیں ایک کمان نذر کی مگر آپ ﷺ نے انھیں اسے قبول کرنے سے روک دیا۔(59) اسلامی ریاست کے حکمران کی حیثیت سے آپ ﷺ کو مترجمین کی ضرورت ہوتی تھی جو غیر زبانیں جانتے ہوں۔ آپ ﷺ نے حضرت زیدؓ بن ثابت کو حکم دیا کہ وہ عبرانی خط لکھنا اور پڑھنا سیکھ لیں۔ وہ فارسی، حبشی اور

52۔ [بخاری] 53۔ [طبری] 54۔ [بخاری] 55۔ [282:2] 56۔ [بخاری]
57۔[بخاری] 58۔[بخاری، طبرانی]
59۔[ابوداؤد]

رومی (یونانی) زبانیں جانتے تھے۔ (60) نصاب میں قرآن وسنت کے علاوہ نشانہ بازی، پیراکی، ریاضی، تقسیم ترکہ، مبادی طب، علمِ ہیئت، علمِ انساب اور علمِ تجوید (قرآن کی قرأت) کے مضامین بھی شامل تھے۔ (61) آپ ﷺ کی حدیث ہے کہ استاد کی عزت کی جائے اور علم بغیر عمل کے بے سود ہے۔ (62)

آپ ﷺ نے خواتین کی تعلیم کے لیے ہفتے میں ایک دن الگ مقرر فرما رکھا تھا۔ ایک روایت کے مطابق شفا بنتِ عبداللہ العدویہ نے آپ ﷺ کی اجازت سے آپ ﷺ کی زوجہ حضرت حفصہؓ کو لکھنے پڑھنے کی تعلیم دی۔ (63) اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن پاک میں ازواجِ مطہرات کو حکم دیا کہ وہ دوسروں کو تعلیم دیا کریں۔ (64) حضور اکرم ﷺ نے یمن کے گورنر عمرو بن حزم کے نام جو طویل ہدایت نامہ جاری کیا وہ تاریخ میں محفوظ ہے اس میں تحریر ہے کہ قرآن، حدیث، فقہ، علومِ اسلامیہ کی تعلیم کا بندوبست کریں۔ اس ہدایت نامہ میں یہ قابلِ توجہ جملہ بھی درج ہے "لوگوں کو اس بات کی نرمی سے ترغیب دو کہ وہ دینیات کی تعلیم حاصل کریں۔" (65) حضور اکرم ﷺ نے صوبہ یمن میں مدارس کا دورہ کرنے کے لیے ایک ناظم مقرر فرمایا۔ (66)

قرآن پاک میں اندھی تقلید کو پسند نہیں کیا گیا اور ہر شخص کو اپنے طور پر غور وفکر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ کسی رسم ورواج کی پیروی اور محض آبائی اور موروثی ہونے کی بناء پر پیروی کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ قرآن وسنت کے مطابق عمل کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ (67) احادیث میں علماء کی بڑی تعریف کی گئی ہے اور انھیں انبیاء کا وارث قرار دیا گیا ہے۔ (68) بعض سیرت نگاروں کے مطابق حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "علم حاصل کرو چاہے اس کے لیے چین جانا پڑے کیونکہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔" (69)

صدقات اور زکوٰۃ کی تقسیم کے لیے مسجد میں ہی بیت المال قائم کیا گیا۔ اس کے نگران حضرت

60۔ [بخاری]
61۔ [نسائی، سیوطی، ابوداؤد، ابن ماجہ]
62۔ [طبرانی: المعجم الاوسط]
63۔ [سیوطی: جمع الجوامع]
64۔ [51:33]
65۔ [ہشام، طبری، سیوطی]
66۔ [طبری]
67۔ [ابوداؤد]
68۔ [بخاری، ترمذی]
69۔ [نسائی، سیوطی]

بلالؓ تھے۔ جب بیت المال کے لیے نقد رقوم کے ساتھ اونٹ، بھیڑیں، بکریاں، کھجوریں اور دوسری اجناس وصول ہونے لگیں تو آمدنی واخراجات کا حساب کتاب رکھنے کے لیے کلرکوں کا تقرر کیا گیا۔ نیز مویشیوں کی دیکھ بھال کے لیے چرواہے رکھے گئے۔ (70)

مسجد اور بچوں کا تعلق ہمیشہ سے رہا ہے۔ خود نبی مکرم ﷺ اپنے نواسوں حضرت امام حسنؓ و حسینؓ کو مسجد میں لاتے رہے ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ ہمیں خطبہ دے رہے تھے۔ اسی اثنا میں حسنؓ اور حسینؓ آئے، انھوں نے سرخ رنگ کی قمیص پہنی ہوئی تھی اور وہ چلتے ہوئے لڑکھڑا رہے تھے تو رسول اللہ ﷺ فرطِ محبت سے منبر سے نیچے تشریف لائے اور ان دونوں کو اُٹھالیا اور اپنے سامنے بٹھا دیا پھر فرمایا ''اللہ نے سچ فرمایا ہے کہ تمھارے لیے مال اور اولاد فتنہ (آزمائش) ہیں۔'' جب میں نے ان دونوں بچوں کو چلتے اور لڑکھڑاتے ہوئے دیکھا تو میں صبر نہیں کر سکا یہاں تک کہ مجھے اپنی بات ختم کرنا پڑی اور ان دونوں کو اُٹھالیا۔ دورانِ نماز بچوں کی موجودگی کے حوالے سے یہ روایت خصوصی اہمیت کی حامل ہے۔ حضرت عبداللہ بن شدادؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ظہر یا عصر میں سے کسی نماز کے وقت رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور آپ ﷺ حسنؓ یا حسینؓ کو اُٹھائے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے اس کو آگے کر کے بٹھا دیا اور نماز کے لیے تکبیر کہہ کر نماز شروع کی۔ پھر جب سجدہ کیا تو آپ ﷺ نے اپنی نماز کے درمیان سجدے کو طویل کیا۔ میرے والد کہتے ہیں کہ میں نے اپنا سر اُٹھا کر دیکھا تو رسول اللہ ﷺ سجدے کی حالت میں ہیں اور بچہ آپ ﷺ کی پیٹھ پر بیٹھا ہوا ہے۔ یہ دیکھ کر میں واپس سجدے میں چلا گیا۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ نے نماز پوری کی تو لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے اپنی نماز کے درمیان سجدہ اتنا طویل کیا یہاں تک کہ ہمیں گمان ہوا کہ کوئی معاملہ درپیش ہے یا پھر آپ ﷺ کی طرف وحی نازل کی جارہی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ان میں سے کوئی بات نہ تھی لیکن میرا بیٹا میرے (کندھے پر) سوار تھا اور مجھے یہ بات ناپسند لگی کہ میں اس کے لیے عجلت کروں یہاں تک کہ وہ اپنی (کھیلنے کی) ضرورت پوری کرلے۔

70۔ [حمید اللہ]

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ میں نے حسن بن علیؓ کو دیکھا کہ وہ نبی پاک ﷺ کے پاس آتے جب کہ آپ ﷺ سجدے میں ہوتے تو آپ ﷺ کی پیٹھ پر سوار ہو جاتے۔ آپ ﷺ انہیں اُتارتے نہیں تھے جب تک وہ خود نہیں اُتر جاتے اور وہ آتے اور آپ ﷺ رکوع کر رہے ہوتے تو اپنے دونوں پیروں کو پھیلا دیتے اور وہ دوسری طرف نکل جاتے۔ کوئی ایسی روایت نہیں ملتی جس سے یہ ثابت ہو کہ نبی مکرم حضرت محمد ﷺ سیدنا حسنؓ و حسینؓ کے اوقاتِ نماز میں مسجد آنے پر ناراض ہوئے ہوں اور اپنی لختِ جگر سیدہ فاطمۃ الزہراؓ سے کبھی یہ کہا ہو کہ بچے مسجد میں نماز کے دوران کیوں جاتے ہیں یا روکنے کی ہدایت کی ہو۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ سیدنا حسنؓ و حسینؓ نے حضور اکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کا جو زمانہ پایا اس میں ان کی عمریں محض چند سال تھیں۔

مسجدِ نبوی اسلامی ریاست کا مرکزی سیکریٹریٹ تھی جہاں پر تعلیم و تربیت کے علاوہ ریاست کے مذہبی، سماجی، معاشی، سیاسی اور سفارتی امور بھی طے پاتے تھے۔ اگر کسی قبیلے کا کوئی سفارتی وفد آتا تو اس کے ساتھ مذاکرات مسجد میں ہی ہوتے۔ مسلمانوں، یہودیوں اور مشرکوں کے درمیان مسائل اور معاملاتِ مسجد میں ہی حضور اکرم ﷺ کی نگرانی اور رہنمائی میں طے کیے جاتے تھے۔ اگر کوئی فوجی مہم بھیجنے کی ضرورت پیش آتی تو اس کی ترتیب اور تنظیم کا کام بھی مسجد میں ہی ہوتا تھا۔ بیرونِ مدینہ تبلیغی اور سفارتی وفود بھی مسجد سے ہی روانہ کیے جاتے۔ رسول اللہ ﷺ نے بیرونی حاکموں کے نام سفارتی مراسلے بھی مسجد (سیکریٹریٹ) سے روانہ کیے۔ مسجد عبادت گاہ اور علمی مرکز کے علاوہ قیام و طعام اور اسلامی اخلاق کی تربیت گاہ کے طور پر بھی استعمال میں آتی تھی۔ دوسرے معنوں میں مسجد روحانی، مادی، دینی اور دنیاوی رہنمائی کا سرچشمہ تھی جہاں مسلمان نظم و ضبط، اتحاد اور مساوات کے اصول سیکھتے تھے۔ یہ مسجد کسی حاکم فرد یا خاندان کی دولت اور جاہ و جلال کی علامت نہیں تھی بلکہ خالقِ کائنات کی عظمت اور جلال کی علامت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے

مسجد کے بارے میں ارشاد فرمایا:

''اور یہ کہ مسجدیں صرف اللہ کے لیے ہیں پس اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔''(71)

''جب تم کسی شخص کو مسجد میں جانے کا عادی دیکھو تو اس کے ایمان کی گواہی دو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مسجدوں کو وہی آباد کرتا ہے جو اللہ اور قیامت پر ایمان لاتا ہے۔''(72)

71- [18:72]
72- [مشکوۃ]

باب 11

مواخات: بے گھر افراد کی آبادکاری

مکہ سے ہجرت کرنے والے سینکڑوں مسلمان مدینہ میں پناہ تو حاصل کر چکے تھے مگر یہاں پر ان کی کوئی جائداد نہیں تھی لہٰذا انھیں مقامی معیشت کا حصہ بنانے کی اشد ضرورت تھی۔ آپ ﷺ مکہ سے کچھ نقدی لائے تھے جس سے آپ ﷺ نے کئی اونٹنیاں اور بکریاں خرید لی تھیں۔ جن سے آپ ﷺ کے اہلِ بیت کی ضروریات پوری ہونے لگیں۔ کئی مدنی مسلمانوں نے اپنے باغ میں ایک ایک کھجور کا درخت حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ بعد ازاں مدینہ، خیبر اور فدک میں زرعی زمینیں خرید لی گئیں جو اسلامی ریاست کی ملکیت تھیں۔

حضور اکرم ﷺ نے مہاجرین کی آبادکاری کے لیے حضرت انس بن مالکؓ کے گھر پر ایک اجلاس بلایا جس میں ایک روایت کے مطابق نوے انصار اور مہاجرین شریک ہوئے۔ آپ ﷺ نے تجویز دی کہ مدینہ کے برسرِ روزگار اور باحیثیت مسلمان ایک ایک مکی مہاجر کو اپنا بھائی بنا لیں اور دونوں بھائیوں کے خاندان اکٹھے مل کر کام کریں اور روزی کمائیں۔ حتیٰ کہ دوسرے رشتہ دار بھائیوں کی طرح ترکے میں بھی حصہ دار ہوں۔ آپ ﷺ کی تجویز سے سب متفق ہو گئے۔ آپ ﷺ نے ہر ایک کی ذاتی خوبیوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ایک مدنی کو ایک مکی کا بھائی بنا دیا۔[1] یہ واقعہ مواخات کہلاتا ہے جس کی مثال انسانی تاریخ میں نہیں ملتی۔ یہ مواخات یعنی بھائی چارہ کئی سال تک جاری رہا تاہم مکی مسلمان یہ نہیں چاہتے تھے کہ وہ مدنی مسلمانوں پر کسی قسم کا بوجھ بنیں چنانچہ جب انھوں نے محنت و مشقت سے مناسب دولت کما لی تو انھوں نے اپنے میزبان مدنی بھائیوں کی املاک شکریہ کے ساتھ واپس کر دیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق اس بھائی چارے کا مقصد یہ تھا کہ جاہلانہ دور کی عصبیتیں ختم ہو جائیں، حمیت اور عزت اسلام کے لیے ہو نیز نسل رنگ اور وطن کے امتیازات مٹ

1۔ [ابن قیم]

جائیں۔ بڑے اور چھوٹے کا معیار، انسانیت اور تقویٰ کے علاوہ کچھ نہ ہو۔ السہیلی کے مطابق مواخات کا مقصد یہ تھا کہ ''مہاجرین کی غریب الوطنی کا احساس دور کیا جائے اور اہل وعیال سے ان کی جدائی کا غم قدرے کم کیا جائے۔''(2) حضرت عمرؓ نے اپنے مدنی بھائی حضرت عتبانؓ بن مالک سے کہا ''ایک دن میں آپ کے باغ میں کام کروں گا اور آپ حضور اکرم ﷺ کی مجلس میں دن گزاریں گے اور شام کو مجھے وہاں کی تمام کارروائی یعنی نازل ہونے والی نئی آیات قرآنی، سیاسی وسماجی فیصلوں سے آگاہ کریں گے۔ اگلے روز میں حضور اکرم ﷺ کے دربار میں حاضر رہوں گا اور آپ باغ میں کام کریں اور میں شام کو وہاں کی تمام روئیداد آپ کو بتایا کروں گا۔''

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو ان کے مدنی بھائی حضرت سعد بن ربیعؓ نے کہا ''یہ میری جائداد ہے، آدھی آپ کی ہوئی۔ میری دو بیویاں ہیں ان میں سے آپ جسے چاہیں منتخب کرلیں میں اسے طلاق دے دوں گا اور آپ ان سے شادی کرلیں۔'' حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے جواب میں کہا ''اللہ تعالیٰ آپ کو جائداد اور اہلِ خانہ مبارک کرے مجھے صرف مقامی منڈی کا رستہ بتا دیجیے۔'' حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے منڈی سے کچھ چیزیں ادھار خریدیں اور وہیں فروخت کردیں۔ چند روز کے اندر ان کی مالی حالت بہتر ہوگئی۔ وہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے نئے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ ان کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ وہ جلد امیر ترین تاجروں میں شمار ہونے لگے۔ آپؓ بڑے سخی، غریب پرور اور فروغِ اسلام کے لیے کام کرنے والے تھے۔(3)

4 ہجری میں بنو نضیر جلاوطن ہوئے اور ان کی زمینیں اور باغ قبضہ میں آئے تو حضور اکرم ﷺ نے انصار کو فرمایا کہ مہاجرین نادار ہیں۔ اگر تم اتفاق کرو تو نئی مقبوضہ زمینیں صرف ان کو ہی دے دی جائیں اور تم اپنی زمینیں واپس لے لو۔ انصار نے عرض کی ہماری زمینیں اور باغ مہاجر بھائیوں کے پاس رہنے دیجیے اور مقبوضہ جائداد بھی ان کو ہی عنایت فرما دیجیے۔(4) بعض صحابہ نے مدینہ میں دکانیں کھول لی تھیں۔ حضرت ابوبکرؓ کپڑے کی تجارت کرتے تھے۔ (5) حضرت عثمانؓ بنو قینقاع کے بازار میں کھجور کی خرید وفروخت کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ تجارت کرتے تھے اور ان کی تجارت ایران تک پہنچ گئی تھی۔(6)

2۔ [سبل الہدیٰ] 3۔ [بخاری] 4۔ [فتوح البلدان] 5۔ [ابن سعد۔ شبلی] 6۔ [مسند امام حنبل۔ شبلی]

بخاری شریف میں اخوت کا ایک بے مثال واقعہ درج ہے۔ ایک فاقہ زدہ شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر سے دریافت فرمایا کہ کھانے کے لیے کچھ ہے، جواب آیا کہ صرف پانی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین سے دریافت فرمایا کہ کوئی ہے جو اس شخص کو مہمان بنائے۔ حضرت طلحہؓ فاقہ زدہ شخص کو اپنے گھر لے گئے۔ ان کی بیوی نے بتایا کہ صرف بچوں کا کھانا موجود ہے۔ انھوں نے بیوی سے کہا کہ چراغ بجھا دو اور وہی کھانا مہمان کے سامنے رکھ دو۔ حضرت طلحہؓ، ان کی بیوی اور مہمان کھانے کے لیے بیٹھ گئے اور مہمان کو یہ تاثر دیتے رہے جیسے وہ بھی اس کے ساتھ کھانا کھا رہے ہیں مگر خود بھوکے رہے تاکہ ان کا مہمان پیٹ بھر کے کھانا کھا لے۔ (7) اس واقعہ کے بارے میں قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی:

"اور گو اُن کو خود تنگی ہو تاہم اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں۔" (8)

مسجد نبوی کے ایک کونے میں ایک چبوترہ بنایا گیا۔ غریب اور نادار مسلمان اس چبوترے پر قیام کرتے۔ ان کی تعداد گھٹتی بڑھتی رہتی تھی اور ایک موقع پر 400 تک پہنچ گئی تھی۔ ان کو اصحاب صفہ کا نام دیا گیا۔ یہ لوگ عبادت اور تعلیم میں مصروف رہتے۔ کچھ لوگ دن کو لکڑیاں کاٹ کر لاتے اور بھائیوں کے لیے کھانے کا سامان کرتے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کا شمار بھی اصحاب صفہ میں ہوتا ہے۔ اصحاب صفہ اس قدر غریب تھے کہ صرف ایک چادر سے اپنا پورا جسم ڈھانپتے تھے۔ ان کو دو دو دن کھانے کو نہیں ملتا تھا۔ نماز میں شریک ہوتے تو ضعف اور کمزوری سے گر پڑتے تھے۔ باہر سے آنے والے ان کو دیوانہ سمجھتے۔ (9) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کا خیال رکھتے اور کھانے کے لیے انھیں مہاجرین اور انصار میں تقسیم کر دیتے۔ باہر سے کھانا آتا تو انھیں اس میں شریک کرتے۔ ان لوگوں کا اس قدر خیال رکھتے کہ ایک دفعہ جب حضرت فاطمہؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ چکی پیتے پیتے میرے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے ہیں، مجھ کو ایک کنیز عنایت ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ میں تم کو دوں اور صفہ والے بھوکے مریں۔ (10) حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا "کھجور کے ہر دس گچھوں میں سے ایک گچھا مساکین کے لیے رکھنا ضروری ہے۔" (11)

7- [بخاری]
8- [9:59] 9- [ترمذی] 10- [زرقانی] 11- [بخاری]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''صدقات ان حاجت مندوں کے لیے ہیں جو اللہ کی راہ کے اسیر ہو کر رہ گئے ہیں وہ (کھانے کے لیے) زمین میں دوڑ دھوپ نہیں کر سکتے۔ ان کی خودداری اور (سوال نہ کرنے) کے باعث بے خبر شخص انھیں غنی خیال کرتا ہے۔ تم ان کے بشرے سے انھیں پہچان سکتے ہو۔ وہ لوگوں سے لپٹ کر مانگتے نہیں۔ تم (ان کی مدد کے لیے) جو مال بھی خرچ کرو گے وہ اللہ کی راہ میں ہے۔[12]

اصحابِ صفہ کے لیے معلم مقرر تھا جو انھیں قرآن پڑھاتا۔ جو قرآن پڑھنا سیکھ لیتے وہ قاری کہلاتے تھے۔ اصحابِ صفہ میں سے ستر قاریوں کو تبلیغ اور تعلیم کے لیے مدینہ سے باہر روانہ کیا گیا۔[13]

مواخات کی بنیاد انسانی اور مذہبی بنیاد پر رکھی گئی تھی جس کی بناء پر ہر قسم کے لسانی، نسلی، قبائلی تعصبات ختم ہو گئے نیز مسلمان ایک خدا، ایک قرآن اور ایک رسول اور ایک کلمہ کے رشتے میں بندھ گئے اور مسلم برداری میں شامل ہو گئے۔ کوئی یہ سوال نہیں کرتا تھا کہ تم کس قبیلے کے فرد ہو، تم کس ملک کے باشندے ہو، تمھاری مادری زبان کون سی ہے؟ تمھاری مالی حالت کیسی ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے تمام تعصبات پاش پاش کر دیے۔ حضور اکرم ﷺ نے کسی انصاری سے عہدِ اخوت نہ باندھا تاکہ ان کی حیثیت غیر جانبدار رہے اور کسی انصاری مسلمان کے لیے رنجش کا باعث نہ ہو۔[14] آپ ﷺ نے حضرت علیؓ سے عہدِ اخوت استوار کیا۔ آپ ﷺ مسجد کی تعمیر کی نگرانی کرتے اور مسلمانوں کو اسلامی تعلیم کے زیور سے آراستہ کرتے۔ مدینہ میں ایک شخص مکان تعمیر کر رہا تھا۔ حضرت علیؓ پانی کے ڈول بھر کر لاتے ہر ڈول کے عوض ایک دانہ کھجور مزدوری حاصل کرتے۔ ان کو سارا دن مزدوری کر کے سولہ کھجوریں حاصل ہوتیں۔ آٹھ خود رکھ لیتے اور آٹھ آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیتے۔[15]

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں مواخات کا ذکر ان الفاظ میں کیا:

''وہ لوگ کہ ایمان لائے اور ہجرت کی انھوں نے اللہ کی راہ میں اور جہاد کیا اور جن لوگوں نے انھیں مسکن فراہم کیا اور مدد کی وہ حقیقی مومنوں میں سے

12۔[273:2] 13۔ [مسند ابن حنبل] 14۔[کانسٹنٹ ورجل] 15۔ [کانسٹنٹ ورجل]

ہیں۔ خداوند اُن کی مغفرت کرے گا اور اُن کا رزق کشادہ کرے گا۔"(16)

مواخات کا رشتہ اس قدر مضبوط تھا کہ انصار بھائی کی وفات پر اس کے ترکہ کا وارث مہاجر بھائی قرار پاتا تھا۔ لیکن جب بعد میں ضرورت نہ رہی تو قرآن پاک میں صراحت کر دی گئی کہ ترکے میں رشتۂ قرابت مقدم ہونا چاہیے۔

"اور جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور تمھارے ساتھ جہاد کیا تو وہ بھی تم ہی میں داخل ہیں، قرابت دار قرآن کے قانون کی رو سے ایک دوسرے کی میراث کے زیادہ حق دار ہیں۔ بلاشبہ اللہ ہر بات کا علم رکھتا ہے۔"(17)

حضرت ابو ہریرہؓ جو اصحابِ صفہ میں شامل تھے مدینہ کے گورنر نامزد ہوئے۔ ایک دن اپنے سر پر لکڑیوں کا گٹھا اٹھائے بازار سے گزر رہے تھے۔ ثعلبہؓ بن مالک سے راستہ مانگا۔ ثعلبہؓ نے جواب دیا "اللہ آپ پر رحم کرے، کیا یہ بازار آپ کے لیے تنگ ہے؟" حضرت ابو ہریرہؓ نے جواب دیا "اللہ کے بندے راستہ گورنر کی پیٹھ پر لدے لکڑیوں کے گٹھے کے لیے مانگ رہا ہوں۔" حضرت ابو ہریرہؓ گورنر کے منصب کے باوجود دنیا کی آلائشوں سے پاک رہے وہ اکثر کہا کرتے تھے:

"شکر ہے اس خدا کا جس نے دین کو زندگی کا ضابطہ بنایا اور ابو ہریرہؓ کو مسلمانوں کا امیر بنا دیا۔"(18)

حضور اکرم ﷺ نے مواخات کے ساتھ مہاجرین اور انصار کے درمیان ایک عہد نامہ بھی کرایا۔ جس سے دورِ جاہلیت کے رسم و رواج کا خاتمہ ہو گیا اور قبائلی جنگ و جدل کی بنیاد ہی ڈھا دی گئی۔ اس عہدنامے کے چند نکات یہ ہیں:

۱) تمام مومنین دیگر انسانوں سے الگ ایک امت ہیں۔

۲) سارے راست باز مسلمان اس شخص کے خلاف ہوں گے جو ان پر زیادتی کرے گا اور مسلمانوں کے درمیان فساد پھیلائے گا، چاہے وہ کسی کا اپنا لڑکا ہی کیوں نہ ہو۔

۳) کوئی مومن کسی مومن کو کافر کے بدلے قتل کرے گا اور نہ ہی کسی مومن کے خلاف کسی

16- [74:8] 17- [75:8] 18- [الامین ﷺ]

کافر کی مدد کرے گا۔

۴) اللہ کا ذمہ (عہد) ایک ہوگا ایک معمولی آدمی کا دیا ہوا ذمہ بھی سارے مسلمانوں پر لاگو ہوگا۔

۵) مسلمانوں کی صلح ایک ہوگی۔کوئی مسلمان کسی مسلمان کو چھوڑ کر قتال فی سبیل اللہ کے سلسلے میں مصالحت نہیں کرے گا بلکہ سب کے سب برابری اور عدل کی بنیاد پر کوئی عہد و پیمان کریں گے۔

۶) جو شخص کسی مومن کو قتل کرے گا اور ثبوت موجود ہوگا اس سے قصاص لیا جائے گا۔سوائے اس صورت میں کہ مقتول کا ولی راضی ہو جائے۔

۷) کسی مومن کے لیے حلال نہ ہوگا کہ کسی ہنگامہ برپا کرنے والے کی مدد کرے اور اسے پناہ دے جو کسی فسادی کو پناہ دے گا اس پر قیامت کے دن اللہ کی لعنت اور غضب ہوگا۔

۸) تمھارے درمیان جو بھی اختلاف رونما ہوگا اسے اللہ اور محمد ﷺ کی طرف پلٹا جائے گا۔(19)

اس معاہدے کے بعد ایک نئے معاشرے نے جنم لیا جس کی بنیاد محبت، اخوت، ایثار، اعتدال اور برداشت کے اصولوں پر رکھی گئی۔قرآن پاک میں دوسروں کو کھانا کھلانے کی عادت کو سراہا گیا۔

> ''اور وہ نیک بندے اللہ کی محبت کی خاطر مسکینوں، یتیموں اور غریبوں کو کھانا کھلاتے ہیں پھر ان پر کوئی احسان نہیں جتلاتے بلکہ کہتے ہیں کہ ہم تو تمھیں بس اللہ ہی کی رضا کی خاطر کھانا کھلاتے ہیں ہم تم سے اس کا نہ کوئی معاوضہ طلب کرتے ہیں نہ کسی طرح کا شکریہ۔ہم تو اپنے پروردگار کی طرف سے خوف رکھتے ہیں، ایک سخت اور تلخ دن کا۔''(20)

19۔ [ابن ہشام] 20۔ [8:76]

باب 12

میثاقِ مدینہ: اِنسانی تاریخ کا پہلا دستور

صحرائے عرب کے اُمی نبی ﷺ نے اس وقت دنیا کو پہلے جامع تحریری دستور سے فیض یاب فرمایا جب دنیا کسی آئین یا دستور سے نا آشنا تھی۔ جدید دنیا کا دستوری سفر 1215ء میں شروع ہوا جب انگلستان کے بادشاہ نے میگنا کارٹا (Magna Carta) پر دستخط کیے۔ یہودی قبائل بنی قریظہ، بنی نضیر اور بنی قینقاع کا ایک وفد حضور اکرم ﷺ کے پاس آیا اور کہا ہم آپ ﷺ سے معاہدہ کرنا چاہتے ہیں، جس کی شرائط یہ ہوں گی کہ ہم کسی جنگ میں نہ آپ ﷺ کو مدد دیں گے اور نہ آپ ﷺ کے خلاف کوئی کارروائی کریں گے اور کسی کے خلاف آپ ﷺ کی امداد نہیں کریں گے۔ اور آپ ﷺ کے اصحاب میں سے کسی سے کوئی تعرض نہیں کریں گے اور نہ آپ ﷺ ہم سے کوئی تعرض کیجیے گا۔ ان شرائط کی بنیاد پر میثاق مدینہ طے پایا۔[1] حضرت انسؓ کے والد کے گھر پر مسلم اور غیر مسلم باشندوں کا ایک اجلاس ہوا جس میں فیصلہ کیا گیا کہ ایک شہری ریاست کا قیام عمل میں لایا جائے جو کنفیڈریشن کی طرز پر ہو اس میں شامل یونٹوں کو وسیع خود مختاری حاصل ہو۔ حضور اکرم ﷺ کو ریاست کا مرکزی حکمران تسلیم کیا گیا۔ ریاست کے سربراہ رسول اللہ ﷺ نے مشاورت کے ساتھ پہلا دستور جاری کیا۔[2]

ڈاکٹر طاہر القادری کے مطابق میثاق مدینہ کے 63 آرٹیکلز ہیں۔[3] یہ میثاق مسلمانوں، یہودیوں اور مشرکین کے درمیان طے پایا۔ اس کے چند آرٹیکل موجودہ دور کے حوالے سے قابل

1۔ [طبری] 2۔ [بخاری۔ ڈاکٹر حمید اللہ] 3۔ [میثاق مدینہ]

ذکر ہیں۔

ا۔ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت

اور یہ کہ جب کبھی تم میں کسی چیز کے متعلق اختلاف ہو تو اسے خدا اور محمد ﷺ کی طرف لوٹا دیا جائے گا۔[4] اور یہ کہ دستور والوں میں جو بھی قتل یا جھگڑا رونما ہو جس سے فساد کا ڈر ہو اس میں خدا اور خدا کے رسول محمد ﷺ سے رجوع کیا جائے گا۔ خدا اس شخص کے ساتھ ہے جو اس دستور کے مندرجات کو زیادہ سے زیادہ احتیاط اور وفا شعاری کے ساتھ تعمیل کرے۔[5] میثاق کے مطابق حضور اکرم ﷺ کو تمام ریاستی اختیارات کا مرکز و محور تسلیم کیا گیا اور اللہ کی حاکمیت کو دستور کا بنیادی عنصر قرار دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

> ''اور جو کوئی اس کے مطابق جو اللہ نے نازل کیا فیصلہ نہ کرے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔''[6]
>
> ''اور جو کچھ رسول ﷺ تمھیں دیں، لے لو اور جس سے منع فرمائیں اس سے رک جاؤ۔''[7] یعنی جنگ یا امن، اوامر و نواہی اور حلال و حرام کا فیصلہ رسول اللہ ﷺ کے احکام کی رو سے ہوگا اور قبائل و افراد کی حیثیت ثانوی قرار پائے گی۔

۲) تحریری دستور

حضور اکرم ﷺ نے میثاقِ مدینہ خود تحریر کروایا اور اس کے پہلے آرٹیکل میں درج ہے ''یہ اللہ کے نبی اور رسول محمد ﷺ کی طرف سے دستوری تحریر ہے۔'' تحریر کا مقصد یہ تھا کہ میثاق کے سب فریق اس کے پابند رہیں اور اس ضمن میں کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہونے پائیں۔

4۔ [آرٹیکل 28] 5۔ [آرٹیکل 52] 6۔ [45:5] 7۔ [7:59]

۲) تقسیم اختیارات

ریاستِ مدینہ میں کئی ریاستی اکائیاں (مہاجر، انصار اور غیر مسلم) شامل تھیں لہٰذا اختیارات کو تقسیم کیا گیا۔

"قریش میں سے ہجرت کر کے آنے والے اپنے محلے پر (ذمہ دار) ہوں گے اور اپنے خون بہا باہم مل کر دیا کریں گے تاکہ ایمان والوں کا باہمی برتاؤ نیکی اور انصاف کا ہو۔"(8)

"ہر گروہ کے حصے میں اسی رخ کی مدافعت آئے گی جو اس کے مقابل ہو۔"(9)

۴) متوازن دستور

حضور اکرم ﷺ نے اس دستور کو جامد اور غیر لچک دار بنانے کے بجائے متوازن بنایا۔ اس میں مزید طبقات کی شمولیت کی گنجائش رکھی۔ یہ معاہدہ قریش میں سے مسلمانوں اور اہلِ مدینہ میں سے ایمان اور اسلام لانے والوں اور ان لوگوں کے مابین ہے جو ان کے تابع ہوں اور ان کے ساتھ شامل ہو جائیں اور ان کے ہمراہ جنگ میں حصہ لیں۔(10)

"اور یہ کہ یہودیوں میں سے جو ہماری اتباع کرے گا تو اسے مدد اور مساوات حاصل ہوگی نہ اُن پر ظلم کیا جائے گا اور نہ ہی اُن کے خلاف کوئی مدد دی جائے گی۔(11) میثاقِ مدینہ میں چونکہ گنجائش موجود تھی لہٰذا غزوہ بدر کے بعد مزید یہودی بھی اس کا حصہ بن گئے۔(12)

۵) ریاست کی اخلاقی اساس

میثاقِ مدینہ پر عمل درآمد کے لیے اخلاقی اور روحانی اساس بھی مہیا کی گئی۔ ریاستِ مدینہ کے شہریوں سے نیکی کی توقع کی جاتی ہے نہ کہ گناہ اور عہد شکنی کی اور یہ کہ جو کوئی جس طرح کا عمل کرے گا

8۔ [آرٹیکل 40] 9۔ [آرٹیکل 57] 10۔ [آرٹیکل 2] 11۔ [آرٹیکل 20]
12۔ [ڈاکٹر طاہر القادری]

(نیکی یا برائی) اس کے اثرات اس کی ذات پر مرتب ہوں گے۔(13) اللہ اور اس کے رسول محمد ﷺ اس کے نگہبان ہیں جو نیکی اور تقویٰ کا حامل ہو۔(14)

۶) سیاسی وحدت کا تصور

میثاقِ مدینہ میں مذہبی اور اعتقادی وحدت کے ماسوا سیاسی وحدت کا تصور دیا گیا تا کہ غیر مسلم اس میثاق کا فریق بننے میں ہچکچاہٹ محسوس نہ کریں اور مدینہ کا دفاع ممکن بنایا جا سکے۔

"تمام دنیا کے لوگوں کے مقابل میثاقِ مدینہ میں شریک فریقوں کی علیحدہ سیاسی وحدت ہوگی۔"(15)

"اور بنی عوف کے یہودی مومنین کے ساتھ سیاسی وحدت تسلیم کیے جاتے ہیں۔ یہودیوں کو ان کا دین اور مسلمانوں کو ان کا دین موالی ہوں، ہاں جو ظلم یا عہد شکنی کا ارتکاب کرے تو اس کی ذات یا گھرانے کے سوائے کوئی مصیبت میں نہیں پڑے گا۔"(16)

۷) اُمتِ مسلمہ کا تصور

میثاقِ مدینہ میں جہاں ایک طرف سیاسی وحدت کا تصور پیش کیا گیا وہاں پر مسلم امہ کا تصور اجاگر کرنے کے لیے مغالطوں کا ازالہ کر دیا گیا کہ مسلم اور غیر مسلم ایک ہی آئینی مرتبے کے حامل ہیں۔ متعدد دفعات میں امتِ مسلمہ کو ممتاز اور فائق مقام دیا گیا ہے۔ "اور ایمان والے باہم بھائی بھائی ہیں ساری دنیا کے لوگوں کے مقابل۔"(17)

> "اور ایمان والوں کی صلح ایک ہی ہوگی اللہ کی راہ میں لڑائی ہوگی تو کوئی ایمان والا دوسرے ایمان والے کو چھوڑ کر دشمن سے صلح نہیں کرے گا جبکہ یہ صلح ان کے لیے برابر و یکساں نہ ہو۔"(18)
>
> "اور جو شخص کسی مومن کو عمداً قتل کرے اور ثبوت پیش ہو تو اس سے قصاص

13۔ [آرٹیکل 59] 14۔ [آرٹیکل 60] 15۔ [آرٹیکل 3] 16۔ [آرٹیکل 30]
17۔ [آرٹیکل 19] 18۔ [آرٹیکل 21]

لیا جائے گا بجز اس کے کہ مقتول کا ولی خون بہا پر راضی ہو جائے اور تمام ایمان والے اس کی تعمیل کے لیے اٹھیں اور اس کی تعمیل کے سوا انھیں کوئی چیز جائز نہ ہوگی۔"(19)

۸) قانون کی حکمرانی

میثاقِ مدینہ میں قانون کی حکمرانی کے اصول کو تسلیم کیا گیا۔ "اور کوئی ایمان والا کسی ایمان والے کو کسی کافر کے بدلے قتل نہیں کرے گا اور نہ کسی کافر کی کسی ایمان والے کے خلاف مدد کرے گا۔"(20)

"اور یہ کہ کوئی مومن کسی دوسرے مومن کے موالی (معاہداتی بھائی) سے خود معاہدہ برداری پیدا نہیں کرے گا۔"(21)

"جو خون ریزی کرے تو اس کی ذات اور اس کا گھرانہ ذمہ دار ہوگا خدا اس کے ساتھ ہے جو اس دستور کی وفاداری کے ساتھ تعمیل کرے۔"(22)

۹) مقامی رسوم وقوانین کا احترام

میثاقِ مدینہ تحریر کرتے وقت مختلف فریقوں کے مقامی قوانین اور رسوم کو مدنظر رکھا گیا۔

"اور بنی عوف اپنے محلہ پر ذمے دار ہوں گے اور حسبِ سابق (اپنے قوانین اور رسوم کے مطابق) خون بہا ادا کریں گے اور ہر گروہ اپنے ہاں کے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑائے گا مزید یہ کہ ایمان والوں کا باہمی برتاؤ نیکی اور انصاف پر مبنی ہوگا۔"(23)

اسی طرح دستور کے آرٹیکل نمبر 4 سے آرٹیکل 12 تک مدینہ کے دیگر قبائل کو اپنے قبائلی

19۔ [آرٹیکل26]　20۔ [آرٹیکل17]　21۔ [آرٹیکل15]　22۔ [آرٹیکل43]
23۔ [آرٹیکل5]

قوانین کے مطابق دیت کا فیصلہ کرنے کی اجازت دی گئی۔

۱۰) معاشی کفالت کا تصور

میثاقِ مدینہ میں ایک فلاحی ریاست کا تصور اجاگر کیا گیا۔ اور سماج کے افراد پر معاشی کفالت کی ذمے داری ڈالی گئی۔

''اور ایمان والے کسی قرض کے بوجھ سے دبے ہوئے کو مدد کیے بغیر نہیں چھوڑیں گے۔ جن کے ذمہ زر فدیہ یا دیت ہے۔[24] ہر گروہ اپنے قیدیوں کا زر فدیہ ادا کر کے (رہائی دلائے گا) اور اس ضمن میں مسلمانوں کے درمیان قانون اور انصاف کے بلا امتیاز اطلاق کو یقینی بنائے گا۔''[25]

۱۱) دفاعی معاہدہ

میثاقِ مدینہ ایک سیاسی دستور اور دفاعی معاہدہ بھی تھا۔ اس کا مرکزی نکتہ ریاست مدینہ کا اندرونی اور بیرونی دفاع تھا۔ اس معاہدے کے مطابق حضور اکرم ﷺ کو فوجی سربراہ بھی تسلیم کیا گیا۔

''اور یہ کہ ان میں سے کوئی بھی محمد ﷺ کی اجازت کے بغیر فوجی کارروائی کے لیے نہیں نکلے گا۔''[26]

''ان تمام اتحادیوں کو جو ہمارے ہمراہ جنگ کریں باہم نوبت بہ نوبت چھٹی دلائی جائے گی۔''[27]

''یہودی اس وقت تک مومنین کے ساتھ اخراجات برداشت کرتے رہیں گے جب تک وہ مل کر جنگ کرتے رہیں گے۔''[28]

''کسی بیرونی حملہ کی صورت میں ریاستِ مدینہ کا دفاع یہودی و مسلمانوں کی

24۔ [آرٹیکل 14]   25۔ [آرٹیکل 13]   26۔ [آرٹیکل 41]   27۔ [آرٹیکل 41]
28۔ [آرٹیکل 29]

مشترکہ ذمہ داری ہوگی۔''(29)

۱۴) بنیادی انسانی حقوق کی ضمانت

میثاق میں بنیادی انسانی حقوق کے تحفظ کو یقینی بنایا گیا ریاست کے شہریوں کا جینے کا حق، ملکیت کا حق اور جمہوری حق محفوظ رکھا گیا۔ رنگ، نسل اور جنس کے امتیاز کے بغیر بنیادی انسانی حقوق کی ضمانت دی گئی۔

''اور متقی ایمان والوں کے ہاتھ اس شخص کے خلاف اٹھیں گے جو ان میں سرکشی کرے یا استحصال بالجبر کرنا چاہے یا گناہ اور تعدی کا ارتکاب کرے یا ایمان والوں میں فساد پھیلانا چاہے اوران کے ساتھ سب مل کر ایسے شخص کے خلاف اٹھیں گے خواہ وہ ان میں سے کسی کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔''(30)

''پناہ گزین سے وہی برتاؤ ہوگا جو اصل (پناہ دہندہ) کے ساتھ، نہ اس کو ضرر پہنچایا جائے گا اور نہ خود وہ عہد شکنی کرے گا۔''(31)

۱۵) مذہبی آزادی کا تحفظ

میثاق مدینہ میں، مدینہ میں آباد تمام غیر مسلم قبائل کے مذہب کو تحفظ دیا گیا اور انھیں اپنے مذہب پر عمل کرنے کی آزادی دی گئی۔ اقلیتوں کو بھی تحفظ فراہم کیا گیا۔

''اور بنی عوف کے یہودی، مومنین کے ساتھ ایک سیاسی وحدت تسلیم کیے جاتے ہیں۔ یہودیوں کے لیے ان کا دین موالی ہو، جو ظلم یا عہد شکنی کا ارتکاب کرے تو اس کی ذات یا گھرانے کے سوا کوئی مصیبت میں نہیں پڑے گا۔''(32)

29۔ [آرٹیکل 54]　30۔ [آرٹیکل 16]　31۔ [آرٹیکل 50]
32۔ [آرٹیکل 30]

''یہود سے وفا شعاری نہ کہ عہد شکنی کی توقع کی جاتی ہے۔''(33)

۱۶) خواتین کے حقوق کی ضمانت

میثاق میں اقرار کیا گیا کہ خواتین کی عزت، حرمت اور وقار کے منافی کوئی اقدام نہیں کیا جائے گا اور ان کے حقوق کا تحفظ کیا جائے گا اور کسی عورت کو اس کے خاندان (اہل خانہ) کی رضامندی سے ہی پناہ دی جائے گی۔(34)

۱۷) مخالفین کی سازشوں کا تدارک

حضور اکرم ﷺ کو علم تھا کہ قریش سازشوں کے ذریعے ریاست مدینہ میں انتشار پیدا کرنے کی کوشش کریں گے۔ لہٰذا آپ ﷺ نے میثاق مدینہ میں ان سازشوں کے تدارک کے لیے آرٹیکل شامل کیے۔

''اور قریش کو پناہ نہیں دی جائے گی اور نہ اس کو جو انہیں مدد دے۔''(35)

''اور کوئی ایمان والا کسی ایمان والے کو کسی کافر کے بدلے میں قتل نہیں کرے گا اور نہ کسی کافر کی کسی ایمان والے کے خلاف مدد کرے گا۔''(36)

۱۸) مدینہ دارالامن ہوگا

مدینہ کو اہل مدینہ سے حرم تسلیم کرالینا حضور اکرم ﷺ کی بے مثال سیاسی بصیرت کا ثبوت ہے۔

''اور یثرب (مدینہ) کا جوف (یعنی میدان جو پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے) اس دستور والوں کے لیے حرم (دارالامن) ہوگا (یعنی یہاں آپس میں جنگ کرنا منع ہوگا)۔(37)

اے آر ولسن نے اپنی تصنیف (A LITERARY HISTORY OF ARABS) میں

33- [آرٹیکل 38] 34- [آرٹیکل 51] 35- [آرٹیکل 53] 36- [آرٹیکل 17]
37- [آرٹیکل 49]

میثاقِ مدینہ کے بارے میں تحریر کیا ہے:

''مدینہ آنے کے بعد محمد ﷺ کا پہلا کام شہر کے اندر مختلف طبقوں میں ہم آہنگی پیدا کرنا اور مختلف النوع عناصر میں امن و امان کا قیام تھا۔ آپ ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان ایک معاہدہ طے کرایا اور اس کے ساتھ آپ ﷺ نے یہودیوں کے ساتھ بھی معاہدہ کیا جس کے تحت انھیں اپنے مذہب پر رہنے اور اپنی املاک کی ملکیت کا اختیار دیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی انھیں کچھ حقوق دیتے ہوئے کچھ فرائض کا پابند بھی کیا گیا۔''

جے ویل ہاسن (J. Wellhausen) نے اپنی تصنیف (Arab Kingdom and its Fall) میں میثاقِ مدینہ کے بارے میں جامع تبصرہ کرتے ہوئے تحریر کیا:

''مدینہ کی آبادی دو گرہوں اوس اور خزرج میں تقسیم ہو چکی تھی۔ قتلِ عام روز کا معمول تھا۔ کوئی آدمی بھی خطرہ مول لیے بغیر باہر نہ نکل سکتا تھا۔ وہاں ایسی افراتفری کا بازار گرم تھا کہ زندگی محال تھی۔ اب یہاں ایک ایسی شخصیت کی ضرورت تھی جو اس لاقانونیت کا خاتمہ کرتی، لیکن وہ شخص غیر جانبدار ہو اور کسی مقامی حریفانہ آویزش میں شامل نہ ہو۔ اندریں حالات مکہ سے پیغمبر ﷺ تشریف لائے۔ گویا آپ ﷺ کو (مدینہ) میں خدا نے ہی بھیجا۔ خون کا رشتہ جو تعلق باہمی کی بنیاد کے طور پر ناکام ہو چکا تھا آپ ﷺ نے اس کی جگہ عقیدے کو دی۔ آپ ﷺ اپنے ساتھ اہلِ ایمان کا ایک گروہ بھی لائے اور آہستہ آہستہ آپ ﷺ نے مدینہ میں ایک دولتِ مشترکہ کی بنیاد رکھ دی جس کی اساس امتہ اللہ یعنی اللہ کا گروہ تھا۔ آپ ﷺ کے سامنے جو کرنے کے کام تھے اُن میں ابتدائی کام قانون کا نفاذ اور امن و امان کی بحالی تھا۔ چونکہ مدینہ میں کوئی حکمران نہ تھا سو (مذہبی حکمران) کے طور پر آپ ﷺ

نے قیادت سنبھال لی۔ قوت اپنے ہاتھ میں لے کر اپنی پوزیشن کو ایسے اقدامات سے محفوظ کرلیا جو ان حالات میں متوقع تھے۔ محمد ﷺ نے ان معاملات کو طے کرنے میں کمالِ بصیرت وحکمت کا مظاہرہ کیا۔ ان حالات میں مذہب کی قوت ایک سیاسی قوت کے طور پر سامنے آئی۔ اس سے ایک معاشرہ اور اس سے بڑھ کر ایک مقتدر قوت کا ظہور ہوا جس کی اطاعت کی جاتی تھی۔ ریاست کا اعلیٰ ترین حاکم ذاتِ الٰہی کو قرار دیا گیا۔ جو کچھ ہمارے ہاں بادشاہ کے نام پر ہوتا ہے اللہ کے نام پر (یعنی اللہ کی حاکمیتِ اعلیٰ کے تحت) کیا جانے لگا۔''(38) گویا تمام ریاستی امور اللہ کی حاکمیتِ اعلیٰ کے تحت سرانجام دیئے جانے لگے۔

یہودیوں کی سازشیں

حضور اکرم ﷺ دل سے چاہتے تھے کہ مدینہ کے یہودی قبائل میثاقِ مدینہ پر نیک نیتی کے ساتھ عمل کریں۔ جنگِ بدر میں مسلمانوں کی فتح سے یہودیوں میں حسد پیدا ہوا۔ اور انھوں نے اپنے مزاج اور فطرت کے مطابق مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنا شروع کردیں۔ وہ مکہ جا کر قریش کو مسلمانوں کے خلاف اکسانے لگے۔ یہودی چونکہ سود کا کاروبار کرتے تھے لہٰذا عرب قبائل ان کے سودی قرضوں میں جکڑے ہوئے تھے۔ ان کو یہ بھی خطرہ تھا کہ اگر اسلام مضبوط بنیاد پر کھڑا ہوگیا تو ان کا سودی کاروبار ختم ہو جائے گا۔ یہودی چند کوڑیوں کے بدلے احکامِ الٰہی میں ترمیم وتنسیخ کرڈالتے تھے۔(39) شرک وکفر کی حمایت کرتے اور مشرکین کو مسلمانوں سے بہتر بتاتے۔(40) (نعوذ باللہ) خدا کی شان میں گستاخی کرنے سے بھی دریغ نہ کرتے تھے۔(41) اپنے بعض بزرگوں کو (نعوذ باللہ) خدا کا بیٹا کہتے یا وہ درجہ دیتے۔(42) علانیہ جھوٹ بولتے اور حرام کھاتے۔(43)

38۔ [طاہر القادری: میثاقِ مدینہ] 39۔ [2:79] 40۔ [4:21-22] 41۔ [3:181]
42۔ [9:30-31] 43۔ [5:42]

آپ ﷺ یہودیوں سے حسنِ سلوک سے پیش آتے، مگر یہودی منافقت اور بدسلوکی سے باز نہ آتے۔ آپ ﷺ نے ایک یہودی سے قرض لیا۔ ابھی قرض کی مہلت ختم نہ ہوئی تھی اس نے انتہائی بداخلاقی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بھری مجلس میں آپ ﷺ کی گردن میں چادر ڈال کر زور سے کھینچتے ہوئے کہا:

> ''اے محمد ﷺ تم میرا قرض کیوں نہیں دیتے۔ تم بڑے نادہندہ ہو۔'' حضرت عمرؓ نے اس گستاخی کا مزہ چکھانے کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے فرمایا ''اے عمرؓ تمھیں چاہیے تھا کہ تم اسے حسنِ طلب کی تلقین کرتے اور مجھے حسنِ ادائیگی کے لیے کہتے۔'' پھر آپ ﷺ نے یہودی کا قرض قدرے زیادہ واپس کرنے کا حکم دیا۔[44]

ایک مسلمان عورت بنی قینقاع کے یہودی زرگر کی دکان پر گئی جس نے اُس کے ساتھ توہین آمیز سلوک کیا۔ ایک انصاری مسلمان جو بازار سے گزر رہا تھا یہ توہین برداشت نہ کر سکا اور اس نے زرگر کو قتل کر دیا۔ دوسرے یہودی آئے اور انھوں نے مسلمان کو جان سے مار دیا۔ آپ ﷺ امن و امان قائم کرنے کے لیے یہودیوں کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا ''بدر والوں کے انجام سے عبرت پکڑو۔''

یہودیوں نے جواب دیا ''ہم قریش نہیں ہم سے معاملہ پڑا تو ہم دکھا دیں گے کہ لڑائی اس کا نام ہے۔''[45] یہودی میثاقِ مدینہ کی کھلم کھلا خلاف ورزی کرنے لگے۔ آپ ﷺ کو مجبور ہو کر ان کے خلاف جنگ کا اعلان کرنا پڑا۔ یہودی اپنے قلعوں میں بند ہو گئے۔ اسلامی لشکر نے ان کا پندرہ روز تک محاصرہ کیا آخر کار یہودیوں نے نے ہتھیار ڈال دیے۔ آپ ﷺ نے بنو قینقاع کے یہودیوں سے نرمی کرتے ہوئے ان کی جان بخشی کر دی اور انھیں اسلحہ اور دوسرے ساز و سامان کے ساتھ مدینے سے باہر جانے کی اجازت دے دی، وہ فلسطین چلے گئے۔ اس واقعے کے بعد یہودیوں کے دیگر

44۔ [ابن الجوزی: الوفا] 45۔ [ابن ہشام]

قبائل کی مسلمانوں کے ساتھ عداوت بڑھ گئی۔[46]

بنونضیر اور نجد کے بنو عامر کے درمیان معاہدہ حلفی تھا۔ بنو عامر نے مسلمانوں کی ایک تبلیغی جماعت کو بلاکر غداری سے قتل کر دیا۔ تبلیغی جماعت کے حضرت عمرؓ بچ نکلنے میں کامیاب رہے۔ انھوں نے راستے میں بنو عامر کے دو لوگوں کو سوتے میں قتل کر دیا حالانکہ وہ دونوں اسلام قبول کر چکے تھے مگر حضرت عمرؓ کو علم نہ تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کا علم ہوا تو سخت ناراض ہوگئے اور مقتولوں کے رشتہ داروں سے افسوس کرتے ہوئے میثاقِ مدینہ کے مطابق دیت کی رقم ان کو بھیجی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنو عامر کے حلیف بنونضیر کے پاس بھی گئے اور انھیں بھی دیت میں حصہ کی پیش کش کی۔ اس موقع پر ایک یہودی عورت نے مکان کی چھت سے ایک بھاری پتھر گرا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی سازش کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے سازش سے آگاہ کر دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنونضیر کے محلہ سے واپس آگئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنونضیر کو تجدیدِ معاہدہ کی دعوت دی مگر وہ جنگ پر آمادہ ہوگئے۔ اسلامی فوج نے ان کا بھی محاصرہ کیا۔ وہ بھی دو ہفتوں کے بعد صلح پر راضی ہوگئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلحہ اور زمین کے علاوہ سارے ساز و سامان کے ساتھ مدینہ سے باہر جانے کی اجازت دے دی۔ ان کا مسلمانوں پر جو قرض تھا اس کی بازیابی کا حق بھی دیا۔ انھیں تجارت کے لیے مدینہ آنے کی اجازت بھی دی۔[47] بنونضیر کا بڑا حصہ خیبر میں جا کر آباد ہوگیا۔

غزوۂ خندق کے دوران جب مسلمان سخت کرب اور اذیت میں مبتلا تھے۔ بنو قریظہ نے معاہدے کے باوجود مسلمانوں کو اندر سے کمزور کرنے کی سازشیں کیں اور خفیہ طور پر قریش کی حمایت کرتے رہے۔ جنگِ خندق میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد مسلمانوں نے بنو قریظہ کا محاصرہ کیا۔ ایک ماہ کے محاصرے کے بعد بنو قریظہ کے یہودیوں نے ہتھیار ڈال دیے۔ بنو قریظہ نے قبول کیا کہ ان کے حلیف قبیلہ بنو اوس کے سردار حضرت سعدؓ بن معاذ ان کی قسمت کا فیصلہ کریں۔ حضرت سعدؓ نے تورات کے حکم کے مطابق مردوں کو قتل کرنے اور ان کی عورتوں اور بچوں

46- [البلاذری۔انساب] 47- [شرح السیر الکبیر]

کو غلام بنانے کا فیصلہ دیا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ تین چار سو یہودی قتل ہوئے۔(48) مدینہ میں یہودیوں کی تعداد بہت کم ہوگئی۔ وفات سے قبل آپ ﷺ نے ایک یہودی کے پاس اپنی زرہ رہن رکھوا کر کچھ غلہ قرض لیا تھا۔(49)

جزیرہ نمائے عرب میں آباد یہودیوں میں ایک بڑا نام کعب بن اشرف کا تھا۔ وہ مدینہ میں رہتا تھا جہاں پر اس کا اپنا قلعہ تھا۔ وہ بہت مالدار، حسین اور فصیح اللسان تھا۔ کعب مسلمانوں کا سخت دشمن تھا۔ جنگِ بدر کے بعد وہ مکہ پہنچ گیا جہاں پر اُس کی بہت آؤ بھگت کی گئی۔ کعب نے بدر کے مقتولوں کے بارے میں مرثیے لکھ کر قریش کے دلوں میں اشتعال پیدا کیا اور اُنھیں بدلہ لینے پر اُکسایا۔ مکہ میں طویل عرصہ قیام کے بعد کعب مدینہ واپس آیا تو اس نے مدینہ میں بھی اشتعال انگیزی شروع کردی۔ اس کی باغیانہ سرگرمیاں حد سے بڑھ گئیں۔ کعب حضور اکرم ﷺ کی پاک ازواج کے بارے میں بھی توہین آمیز اشعار محفلوں میں پڑھنے لگا۔ آپ ﷺ نے کعب، بن اشرف کو ایسی حرکتوں سے باز رہنے کو کہا مگر اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔ آپ ﷺ ریاست کے سربراہ تھے۔ امن وامان کا قیام آپ ﷺ کی ذمہ داری تھی۔ آپ ﷺ نے امن کو یقینی بنانے کے لیے صحابہ سے دریافت فرمایا ''کون ہے جو کعب بن اشرف کی خبر لے؟'' حضرت محمدؓ بن مسلمہ نے یہ ذمے داری قبول کرلی اور منصوبہ بندی کر کے کعب بن اشرف کو قتل کردیا اور توہینِ رسالت کا بدلہ لے لیا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا:

> ''اے ایمان والو! تم یہود و نصاریٰ سے دوستی نہ کرو اور جو شخص تم میں سے ان سے دوستی کرے گا تو وہ انھی میں سے ہے بے شک خدا ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کفار سے محبت کرتے ہیں۔''(50)

یہودی قبیلے بنوالمصطلق کے ساتھ غزوہ کے دوران ایک دن چشمہ سے پانی لینے پر ایک مہاجر اور انصاری کے درمیان جھگڑا ہوگیا۔ قریش اور انصار تلواریں نکال کر ایک دوسرے کے مقابل ہوگئے

48۔ [احمد اللہ]   49۔ [بخاری]   50۔ [5-51]

مگر چند لوگوں نے بیچ بچاؤ کروادیا۔ اس موقع پر عبداللہ بن ابی نے انصار کو یہ کہہ کر اکسانے کی کوشش کی کہ انصار نے جن مہاجرین کو پناہ دی اب وہی انصار کو چیلنج کرنے لگے ہیں۔ اب بھی موقع ہے کہ انصار مہاجرین کو مدینہ سے نکال دیں۔ جب یہ خبر حضور اکرم ﷺ تک پہنچی تو حضرت عمرؓ جوش میں آگئے اور عبداللہ بن ابی کو قتل کرنے کی اجازت مانگی۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''تم یہ چرچا پسند کرتے ہو کہ محمد ﷺ اپنے ساتھ والوں کو قتل کردیا کرتے ہیں۔''(51) جب عبداللہ بن ابی کے بیٹے عبداللہ کو علم ہوا کہ آپ ﷺ اس کے باپ سے ناراض ہیں تو وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے باپ کا سر کاٹ کر آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کرنے کی اجازت چاہی۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''میں اسے قتل کرنے کے بجائے اس پر مہربانی کروں گا۔''(52) جب منافق عبداللہ بن ابی کی وفات ہوئی تو آپ ﷺ نے حضرت عمرؓ کی ضد کے باوجود اپنی چادر اس کے کفن کے لیے عنایت فرمائی اور اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔(53)

51۔ [بخاری]
52۔ [طبری: ابن سعد]
53۔ [ابوداؤد]

باب 13

عظیم سپہ سالار ﷺ: بدر سے حنین تک

ہجرتِ مدینہ کے بعد بھی قریش حضور اکرم ﷺ کے خلاف سازشوں میں مصروف رہے، انھیں اندازہ تھا کہ اگر مسلمانوں کو مدینہ میں قدم جمانے کا موقع مل گیا تو اُن کے تجارتی مفادات خطرے میں پڑ جائیں گے اور مکہ کی حکمرانی بھی قریش کے ہاتھوں سے نکل جائے گی لہٰذا انھوں نے مدنی قبائل سے رابطے کر کے جستجو کی کہ وہ نیا مذہب قبول نہ کریں اور مسلمانوں کو مدینہ سے نکال دیں۔ خزرج قبیلے کا سردار عبداللہ بن ابی بن سلول مدینہ کا بادشاہ بننا چاہتا تھا مگر حضور اکرم ﷺ کے مدینہ تشریف لانے سے اس کا یہ خواب پورا نہ ہو سکا لہٰذا وہ زندگی بھر مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں مصروف رہا۔ قریش نے اس کے نام خط لکھا:

> ”تم نے ہمارے صاحب کو اپنے ہاں پناہ دی ہے تم انھیں قتل کر دو یا اپنے شہر سے نکال دو ہم خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو ہم سب مل کر تم پر حملہ کر دیں گے اور تمھیں بری طرح موت کے گھاٹ اُتار دیں گے اور تمھاری عورتوں کو اپنے لیے مباح سمجھیں گے۔“[1]

جب حضور اکرم ﷺ کو اس دھمکی آمیز خط کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ عبداللہ بن ابی کے پاس تشریف لے گئے اور اسے سمجھایا ”کیا تم خود اپنے بیٹوں اور بھائیوں سے لڑو گے“ چونکہ اکثر مدنی قبائل مسلمان ہو چکے تھے۔ اس لیے عبداللہ بن ابی اس نکتے کو سمجھ گیا اور قریش کے خط کی تعمیل نہ کر سکا۔[2]

حضور اکرم ﷺ مدینہ کے اندرونی حالات سے باخبر رہنے اور تبلیغ کے لیے مختلف ملکوں میں تشریف

1- [ابوداؤد] 2- [شبلی]

لے جایا کرتے تھے۔ایک دن آپ ﷺ بنوالحارث بن خزرج کے محلے میں تشریف لے گئے ایک جگہ مشرکین، منافقین مدینہ، یہود اور چند مسلمان بیٹھے تھے۔ آپ ﷺ گدھے پر سوار تھے گرد اڑی تو عبداللہ بن ابی نے منہ پر کپڑا ڈال لیا اور حقارت سے کہا ''گرد نہ اُڑاؤ''۔ آپ ﷺ نے مجمع کو سلام کیا اور قرآن پاک کی آیات سنائیں۔ عبداللہ بن ابی نے کہا ''اے شخص! مجھ کو یہ پسند نہیں اگر تمھاری بات سچ بھی ہو تو ہماری مجلس میں آ کر ہم کو نہ ستایا کرو، جو تمھارے پاس جائے اُس سے بیان کیا کرو۔'' مسلمان اس توہین پر مشتعل ہو گئے۔کشت وخون کا خطرہ پیدا ہو گیا آپ ﷺ نے فریقین کو ٹھنڈا کیا۔ (3)

ہجرت کے بعد مسلمان اس خوف میں مبتلا رہے کہ قریش ان پر اچانک حملہ نہ کر دیں لہٰذا وہ راتوں کو جاگتے رہتے اور مدینہ کے باہر پہرہ دیتے۔ایک شب مدینہ کے ایک محلے میں شور بلند ہوا، لوگ سمجھے کسی نے محلے پر حملہ کر دیا ہے سب مسلح ہو کر اس محلے کی طرف دوڑے تھوڑی دور ہی گئے تھے کہ سامنے سے آپ ﷺ اس محلے کی طرف سے واپس آتے ملے۔ آپ ﷺ گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار تھے اور گلے میں تلوار لٹکا رکھی تھی۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو بتایا کہ خطرے کی کوئی بات نہیں۔ گویا آپ ﷺ اُن سب سے پہلے وہاں پہنچ کر حقیقت معلوم کر چکے تھے۔ حقیقی رہنما اور سپہ سالار اپنے عوام کی جان و مال کی حفاظت کے لیے فکرمند رہتا ہے۔آپ ﷺ رات کو جاگتے رہتے۔ (4)

آپ ﷺ نے سپہ سالار کی حیثیت میں مسلمانوں کی عسکری تربیت کا بھی اہتمام کیا۔ آپ ﷺ تیراندازی کے مقابلے کرواتے اور خود بھی اُن مقابلوں میں شرکت فرماتے۔ گھوڑوں اور شہسواروں کی تربیت کے لیے مدینہ میں گھڑسواری کے مقابلے کروائے جاتے۔ آپ ﷺ جیتنے والوں کی حوصلہ افزائی کرتے اور انھیں انعامات سے نوازتے تھے۔ایک موقع پر جنگ میں شرکت کے اہل مسلمانوں کی فہرست تیار کی گئی تو لڑائی کے قابل افراد کی تعداد پندرہ سو نکلی۔ (5)

حضور اکرم ﷺ نے مدینہ کی حفاظت کے لیے گشتی دستے ترتیب دیے جو مدینہ کے گرد و نواح کا گشت کرتے اور حالات سے آگاہ رہتے۔ مدینہ کے مشرک قبائل کو بھی یہ تاثر ملتا کہ مسلمان ہوشیار

3۔ [بخاری، مسلم] 4۔ [الامین ﷺ] 5۔ [بخاری]

ہیں۔ گشتی دستے مدینہ کے قبائل، پہاڑوں، چشموں اور راستوں کے بارے میں بھی کوائف حاصل کرتے۔ آپ ﷺ نے بھی مدینہ کے قرب و جوار میں آباد مختلف قبائل سے رابطے کیے، اُن سے دوستانہ تعلقات استوار کیے اور کئی قبائل سے امن اور دوستی کے معاہدے بھی کیے تاکہ یہ قبائل قریشِ مکہ کے اتحادی بن کر مسلمانوں کے لیے مشکلات پیدا نہ کرسکیں۔ حضرت حمزہؓ اور عبیدہؓ بن الحارث، سعدؓ بن ابی وقاص ابتدائی گشتی دستوں کے سربراہ مقرر ہوئے۔ ہجرت کے سترھویں مہینے میں حضور اکرم ﷺ نے نو مہاجرین پر مشتمل ایک گشتی دستہ ترتیب دیا جس کا امیر حضرت عبداللہؓ بن جحش اسدی کو مقرر کیا۔ آپ ﷺ نے اس دستے کے امیر کو ایک تحریر دی اور ہدایت کی کہ اسے دو روز کے سفر کے بعد پڑھا جائے۔ حضرت عبداللہ بن جحش نے دو روز کے بعد تحریر پڑھی جس میں لکھا تھا۔

> ”تم میری یہ تحریر پڑھ کر مکہ اور طائف کے درمیان نخلہ تک جاؤ اور وہاں قیام کرکے قریش کی نقل و حرکت کی نگرانی کرتے رہو اور ان کے بارے میں ہمیں خبریں پہنچاتے رہو۔“

قریش کا ایک تجارتی قافلہ نخلہ کے مقام پر آ کر رکا جس کا امیر عمرو بن حضرمی تھا۔ اس کے ساتھ دو بھائی عثمان بن عبداللہ مخزومی اور نوفل بن عبداللہ مخزومی اور ہشام بن مغیرہ کا آزاد کردہ غلام الحکم بن کیسان بھی تھے۔ یہ رجب کا مہینا تھا جس میں لڑائی کرنا منع تھا۔ مشکل یہ تھی کہ یہ قافلہ اگلے روز مکہ روانہ ہونے والا تھا۔ حضرت عبداللہ بن جحشؓ شش و پنج میں تھے کہ وہ اس قافلے پر حملہ کریں یا اسے جانے دیں۔ اتفاق سے قافلے کا امیر عمرو بن حضرمی مسلمانوں کے حالات معلوم کرنے کے لیے اپنے کیمپ سے نکلا۔ حضرت واقد بن عبداللہ نے تیر چلا کر اسے موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ اس نے حضور اکرم ﷺ کی توہین کی تھی۔ مسلمانوں نے عثمان بن عبداللہ اور الحکم بن کیسان کو قیدی بنا لیا جبکہ نوفل بن عبداللہ بھاگ گیا۔ مسلمان قیدیوں اور مالِ غنیمت سمیت مدینہ واپس پہنچ گئے۔ حضرت عبداللہ بن جحش نے مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ ﷺ نے مالِ غنیمت لینے سے انکار کردیا اور فرمایا ”میں نے تمھیں ماہِ حرام میں لڑائی کا حکم نہیں دیا تھا۔“[6] جب نوفل

6۔ الطبری

نے مکہ پہنچ کر عمرو بن حضرمی کے قتل کی اطلاع دی تو قریش طیش میں آگئے انھوں نے مکہ اور مدینہ کے قبائل میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کے خلاف سخت پروپیگنڈا کیا کہ مسلمانوں نے حرمت والے مہینے میں حضرمی کو قتل کر دیا ہے۔ مورخ طبری کے مطابق حضرمی کا قتل غزوہ بدر کا سبب بنا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے پروپیگنڈے سے سخت پریشان ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر یہ آیت نازل فرمائی:

''اور وہ تم سے ماہِ حرام میں جنگ کے بارے میں پوچھتے ہیں کہو ماہِ حرام میں جنگ بڑا (گناہ) ہے لیکن اللہ کے راستے سے روکنا اور اس کا انکار کرنا مسجد حرام سے (لوگوں) کو روکنا اور حرم کے رہنے والوں کو وہاں سے نکال دینا اس سے بھی بڑا گناہ ہے اور فتنہ انگیزی قتل سے بھی بڑھ کر ہے۔ اور یہ لوگ تم سے مسلسل جنگ کرتے رہیں گے یہاں تک کہ تمھیں تمھارے دین سے پھیر دیں اگر ان کا بس چلے اور تم میں سے جو لوگ اپنے دین سے پھر جائیں اور کفر کی حالت میں ان کی موت واقع ہو جائے تو ان لوگوں کے اعمال دنیا اور آخرت دونوں میں اکارت جائیں گے۔ ایسے لوگ جہنمی ہیں اور ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔''(7)

اس وحی کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں کو اپنی تحویل میں لے کر مالِ غنیمت تقسیم فرما دیا۔ قریش حضرمی کی موت کو اس لیے بھی نہیں بھول سکتے تھے کہ اسلامی دستے نے مکے کی سرحد کے قریب جا کر ان کے ایک سردار کو قتل کیا تھا۔ قریش نے ہتھیاروں کی خریداری کے لیے ایک بڑا تجارتی قافلہ شام روانہ کیا جو ایک ہزار اونٹوں پر مشتمل تھا۔ اس قافلے کی قیادت ابوسفیان کے سپرد تھی۔ قریش کی سازشوں اور منصوبہ بندی کے پیشِ نظر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دفاعی جنگ کی اجازت دے دی۔

''جن سے لڑائی کی جاتی ہے (مسلمان) ان کو بھی اب لڑنے کی اجازت دی جاتی ہے کیونکہ ان پر ظلم کیا جا رہا ہے اور اللہ ان کی مدد پر یقیناً قادر ہے۔''(8)

ایک اور آیت میں جنگ کا مقصد بھی بیان کر دیا گیا۔

7- [217:2]　　8- [39:22]

"جنھیں ہم اگر زمین میں اقتدار سونپ دیں تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ ادا کریں گے، بھلائی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے۔"(9)

جنگِ بدر

اہلِ مدینہ کے لیے سنہری موقع تھا کہ وہ قریش کو ابوسفیان کے قافلے کی دولت (پچاس ہزار دینار) کے مال سے محروم کر کے زبردست فوجی، سیاسی اور اقتصادی فتح حاصل کر لیتے اور قریش کو اقتصادی جھٹکا لگا دیتے۔ اس جنگی حکمتِ عملی کے تحت حضور اکرم ﷺ نے ابوسفیان کے تجارتی قافلے کو روکنے کے لیے مدینہ سے روانگی کا اعلان فرمادیا البتہ کسی کو پابند نہ کیا۔ مدینہ سے روانگی کا مقصد مالِ غنیمت حاصل کرنا تھا اور بدر کی جنگ کا ارادہ نہ تھا۔ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ 313 مسلمان روانہ ہوئے جن میں 86 مہاجر اور باقی انصار تھے۔ مسلمانوں کے پاس اونٹ کم تھے لہٰذا وہ باری باری ان پر سوار ہوتے۔ آپ ﷺ بھی صحابہ کے اصرار کے باوجود اپنی باری پر ہی اونٹ پر سوار ہوتے اور اس طرح آپ ﷺ نے مساوات کا اعلیٰ نمونہ پیش کیا۔ آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا "نہ تم مجھ سے زیادہ چل سکتے ہو اور نہ ہی میں آخرت کا تم سے کم محتاج ہوں۔"(10) ابوسفیان ایک تجربہ کار اور سمجھ دار سردار تھا اس کو اپنے مخبروں کے ذریعے یہ اطلاع مل گئی کہ آپ ﷺ نے اس کے قافلے کو روکنے کے لیے اعلان کر دیا ہے چنانچہ اس نے راستہ تبدیل کر لیا اور اپنے قافلے کو بچا کر لے گیا۔ ابوسفیان نے مکہ میں اطلاع دے دی کہ وہ محفوظ ہے اور اس کے قافلے کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ مکہ کے قریش ابوجہل کی قیادت میں ہزاروں کی تعداد میں مدینہ کی جانب روانہ ہو چکے تھے۔ مکی لشکر میں 1300 فوجی 100 اونٹ اور چھ سو زرہیں تھیں۔ جب لشکر کو اطلاع مل گئی کہ ابوسفیان کا قافلہ محفوظ ہے اور مکہ کی جانب رواں دواں ہے تو قریش کے افراد میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ اکثر کی خواہش تھی کہ واپسی اختیار کی جائے مگر ابوجہل کو اپنی طاقت پر بڑا ناز تھا اس نے اعلان کیا کہ لشکر بدر جائے گا۔ وہاں پر تین دن قیام ہوگا، اونٹ ذبح کیے جائیں گے، لوگوں کو کھانا کھلائیں گے، لونڈیاں گانا گائیں

9- [41:22]

10- [مسند احمد]

گی اور سارے عرب پر ہماری دھاک بیٹھ جائے گی۔ (۱۱)

مجلسِ مشاورت

جب حضور اکرم ﷺ کو ابوسفیان کے قافلے کے بچ نکلنے اور مکی لشکر کی آمد کی مصدقہ اطلاعات مل گئیں تو آپ ﷺ نے مشاورتی اجلاس طلب کیا اور سب سے تبادلۂ خیال کیا اور اُن کو حالات کی نزاکت سے آگاہ کیا۔ جب اسلامی لشکر مدینہ سے روانہ ہوا اُس وقت لوگوں کا تاثر یہ تھا کہ ابوسفیان کے تجارتی قافلے کو روک کر مالِ غنیمت حاصل کیا جائے مگر بدر کے میدان میں پہنچنے سے پہلے صورت حال تبدیل ہو چکی تھی اور جنگ کے خطرات سر پر منڈلانے لگے تھے۔ اس لیے لشکر میں شامل افراد کو اعتماد میں لینا جنگی حکمتِ عملی کا تقاضا تھا۔ عظیم سپہ سالار ﷺ نے اسلامی فوج کو اعتماد میں لے کر ان میں حوصلہ اور اتفاق پیدا کیا۔ ایک گروہ جنگ کی خبر سن کر لرز اٹھا اس کا دل لرزنے اور دھڑکنے لگا۔ اسی گروہ کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

> "جیسا کہ تجھے تیرے رب نے تیرے گھر سے حق کے ساتھ نکالا اور مومنین کا ایک گروہ ناگوار سمجھ رہا تھا وہ تجھ سے حق کے بارے میں اس کے واضح ہو چکنے کے بعد جھگڑ رہے تھے گویا وہ آنکھوں دیکھتے موت کی طرف ہانکے جا رہے تھے۔" (12)

اس نازک موقع پر مہاجرین نے آپ ﷺ کا ہر حال میں ساتھ دینے کا دوٹوک اعلان کیا۔ لشکر میں انصار کی تعداد زیادہ تھی۔ بیعتِ عقبیٰ کے مطابق انصار پر مدینہ سے باہر آکر جنگ میں شریک ہونا لازم نہ تھا اس لیے آپ ﷺ ان کی رائے جاننا چاہتے تھے مگر شرم وحیا کی بناء پر کھل کر انصار سے مخاطب نہیں ہونا چاہتے تھے۔ آپ ﷺ نے سب کو مخاطب کر کے فرمایا "لوگو! مجھ کو مشورہ دو۔" انصار کے کمانڈر حضرت سعدؓ بن معاذ آپ ﷺ کا اشارہ سمجھ گئے اور کہنے لگے اے اللہ کے رسول آپ ﷺ کا روئے سخن ہماری طرف ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا "ہاں" تو حضرت سعدؓ بن معاذ نے کہا:

11۔ الرحیق المختوم

12۔ [6-5:8]

''ہم تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی ہے اور یہ گواہی دی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ لے کر آئے ہیں سب حق ہے۔ لہٰذا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو ارادہ ہے اس کے لیے پیش قدمی فرمایئے اس ذات کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ساتھ لے کر سمندر میں کودنا چاہیں تو ہم اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کود پڑیں گے۔ ہمارا ایک آدمی بھی پیچھے نہ رہے گا ہمیں قطعاً کوئی ہچکچاہٹ نہیں کہ کل آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے دشمن کے ساتھ ٹکرا جائیں۔ ہم جنگ میں پامرد اور لڑنے میں جواں مرد ہیں اور ممکن ہے اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارا وہ جوہر دکھلائے جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ہمراہ لے کر چلیں اللہ برکت دے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعدؓ کی تقریر سن کر بہت خوش ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں دعا دی۔ اس کے بعد صحابہ کرام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ (13) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی برکت کے ساتھ آگے چلو اور خوش ہو جاؤ اللہ نے کامیابی کی بشارت دی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقامِ بدر میں مدینہ کی طرف پہلے کنویں کے پاس اُترے اور خیمہ زن ہونے کا ارادہ کیا۔ حضرت حبابؓ بن منذر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس مقام پر اُترنے کا حکم دیا ہے اگر یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے تو ہمیں یہیں رہنا چاہیے۔ اس سے آگے پیچھے نہیں ہونا چاہیے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگی تدبیر کے لحاظ سے خود اس مقام پر اُترنے کا فیصلہ فرمایا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''میں نے جنگی تدبیر کے لحاظ سے اس مقام کا انتخاب کیا ہے۔'' حضرت حبابؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ کے نکتہ نظر سے یہ جگہ مناسب نہیں ہے، ہمیں آگے بڑھ کر اس چشمہ کے قریب کیمپ لگانا چاہیے جو قریش کی طرف سب سے قریب ہے۔ وہ چشمہ گہرا

13- [بخاری]

بھی ہے اس کا پانی ختم نہیں ہوتا۔اس طرح ہمیں کافی پانی میسر ہوگا جب کہ قریش کو پانی نہیں مل سکے گا۔رسول اللہ ﷺ نے حضرت حبابؓ کے مشورے کو پسند فرمایا اور آخری چشمے پر پڑاؤ ڈال لیا۔یہ دشمن کی پانی سپلائی کاٹنے کی بہترین چال تھی۔

جنگ کی تیاری

حضور اکرم ﷺ نے شام کے وقت قریش کی نقل و حرکت کے بارے میں خبر لانے کے لیے ایک گشتی دستہ وادی میں روانہ کیا جس میں حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ بن العوام اور حضرت سعدؓ بن ابی وقاص اور دوسرے صحابہ کرام شامل تھے۔آپ ﷺ نے فرمایا "مجھے اُمید ہے اس ٹیلے کے پیچھے جو غیر آباد کنویں ہیں ان کے پاس تمھیں کچھ خبر مل جائے گی۔" دستہ وہاں پہنچا تو قریش کے کچھ لوگ اونٹوں پر پانی کی مشکیں لاد رہے تھے۔وہ مسلمانوں کو دیکھ کر اونٹ بھگا کر لے گئے مگر مسلمانوں نے ان کے تین آدمی پکڑ لیے اور انھیں اپنے کیمپ میں لے آئے۔جب ان سے پوچھ گچھ کی گئی تو انھوں نے بتایا کہ وہ قریش کے لیے پانی لینے آئے تھے۔صحابہ کرام نے سمجھا کہ وہ دھوکا دینے کی کوشش کر رہے ہیں، وہ قریش کے لیے نہیں بلکہ ابوسفیان کے تجارتی قافلے کے لیے پانی لینے آئے تھے۔صحابہ نے ان کی پٹائی کر دی قیدیوں نے مار پیٹ سے بچنے کے لیے کہہ دیا کہ وہ ابوسفیان کے تجارتی قافلے کے ساتھ ہیں اور اس کے لیے پانی لینے آئے تھے۔حضور اکرم ﷺ نماز پڑھ رہے تھے سلام پھیر کر آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا "جب انھوں نے سچ بولا تم نے ان کی پٹائی کی مگر جب انھوں نے جھوٹ بولا تم نے ان کو چھوڑ دیا۔"

حضور اکرم ﷺ نے ایک ماہر سپہ سالار کی طرح قیدیوں سے کچھ سوالات کیے تاکہ قریش کے لشکر کی درست تعداد کا علم ہو سکے اور اس کے مطابق اسلامی لشکر کی صف بندی کی جا سکے۔آپ ﷺ نے ان سے پوچھا قریش کا لشکر کہاں اُترا ہے۔"ٹیلے کے پیچھے۔" انھوں نے جواب دیا۔آپ ﷺ نے پوچھا لشکر کی تعداد کتنی ہے۔انھوں نے کہا لشکر بہت زیادہ ہے تعداد معلوم نہیں۔آپ ﷺ نے پوچھا لشکر کے لیے روزانہ کتنے اونٹ ذبح کیے جاتے ہیں۔قیدیوں نے بتایا کبھی نو اور کبھی دس اونٹ

ذبح کیے جاتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے صحابہ سے فرمایا قریش کی تعداد نو سو اور ایک ہزار کے درمیان ہے۔ آپ ﷺ نے قیدیوں سے پوچھا مکہ سے لشکر کے ساتھ کون کون آیا ہے۔ قیدیوں نے تمام بڑے لوگوں کے نام بتادیے۔

حضور اکرم ﷺ کے لیے ٹیلے کے اوپر پتھروں اور کھجور کی شاخوں سے ایک چھپر بنایا گیا۔ آپ ﷺ کی حفاظت کی ذمے داری حضرت ابوبکر صدیق ؓ اور حضرت سعد ؓ بن معاذ نے اپنے ذمے لی۔ اللہ تعالیٰ نے بارش کی صورت میں رحمت نازل فرمائی جس سے صحابہ کرام کے جسم دھل گئے۔ ریت بیٹھ گئی، موسم خوشگوار ہو گیا۔ صحابہ کرام رات سکون سے سوئے اور ان کی تھکاوٹ دور ہو گئی۔ مشکیزے وضو اور پینے کے لیے بھر لیے گئے۔ قریش کا لشکر ڈھلوان پر تھا لہٰذا اس کے سامنے بارش کی وجہ سے کیچڑ ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس رحمت کے بارے میں فرمایا:

"جب کہ اس نے اپنی طرف سے تمھیں راحت اور آرام پہنچانے کے لیے اونگھ طاری کر دی تھی پھر اس نے تم پر آسمان سے مینہ برسایا تا کہ تمھیں اس کے ذریعے پاک صاف کر دے اور تم سے شیطانی نجاست کو دور کر دے۔ تمھارے دلوں کو مضبوط کر دے اور تمھارے قدم اچھی طرح جما دے۔"(14)

حضور اکرم ﷺ نے اسلامی لشکر کی ترتیب اور صف بندی کے لیے نیا طریقہ اختیار کیا جو عرب میں پہلے کبھی اختیار نہیں کیا گیا تھا۔ آپ ﷺ نے اپنے فوجیوں کو نماز کی صفوں کی طرح سیدھا کھڑا کیا جس سے اسلامی لشکر ایک مضبوط دیوار کی طرح ہو گیا جس میں شگاف ڈالنا ممکن نہ تھا۔ آپ ﷺ تیر کی نوک کے ساتھ صف بندی کر رہے تھے۔ حضرت سواد ؓ بن غزیہ صف سے باہر نکلے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کو پیٹ پر ہلکا سا تیر چبھو کر صف کے اندر کیا۔ حضرت سواد ؓ نے کہا حضور آپ ﷺ نے مجھے چوٹ لگائی ہے۔ آپ عدل و انصاف کرنے والے ہیں مجھے بدلہ دیجیے۔ آپ ﷺ نے اپنا پیٹ سواد ؓ کے آگے کر دیا۔ حضرت سواد ؓ نے آگے بڑھ کر آپ ﷺ کا پیٹ محبت سے چوم لیا۔

14- [11:8]

آپ ﷺ نے عسکری اہمیت کی جگہوں پر تیر انداز دستے تعینات فرمائے۔ پہلی صف میں تلوار چلانے والے اور نیزہ بردار تھے جبکہ پچھلی صفوں میں تیر انداز تھے۔ لشکر کی صف بندی اس انداز سے کی گئی کہ دشمن پر ہیبت طاری ہوگئی۔ جب حضور اکرم ﷺ نے جنگ کی تیاری مکمل کرلی اور ہر قسم کی ''تدابیر'' اختیار کرلیں تو ''تقدیر'' کے لیے آپ ﷺ اپنے رَبّ کے سامنے سجدہ ریز ہوکر دعا مانگنے لگے ''یا الٰہی اگر یہ مٹھی بھر جماعت آج ختم ہوگئی تو قیامت تک تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ ہوگا یا الٰہی تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے اسے پورا کر۔''

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''یاد کرو جب تم فریاد کر رہے تھے اپنے رَبّ سے تو سن لی اس نے تمھاری فریاد (اور فرمایا) یقیناً میں مدد کرنے والا ہوں تمھاری ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ جو پے در پے آنے والے ہیں۔''(15)

خطابِ بدر

حضور اکرم ﷺ نے اعلان جنگ سے پہلے اسلامی لشکر سے خطاب فرمایا:

''میں تمھیں اس بات پر آمادہ کرتا ہوں جس پر اللہ عزوجل نے تمھیں آمادہ کیا ہے اور ان کاموں سے منع کرتا ہوں جن سے اللہ تعالیٰ نے تمھیں منع فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شان بہت بڑی ہے، وہ حق کا حکم دیتا ہے اور سچائی کو پسند کرتا ہے اور نیک کام کرنے والوں کو اپنی بارگاہ میں بلند منزلوں پر فائز کرتا ہے۔ اسی کے ساتھ ان کا ذکر بلند ہوتا ہے اور اسی سے انھیں فضیلت حاصل ہوتی ہے اور آج تم حق کی منزلوں سے ایک منزل پر کھڑے ہو اس مقام پر اللہ تعالیٰ کسی سے کوئی عمل قبول نہیں کرے گا۔ سوائے اس کے جو محض اس کی رضا کے لیے کیا گیا ہو اور جنگ کے موقع پر صرف صبر ہی ایسی چیز ہے جس سے

15۔ [9:8]

اللہ تعالیٰ غم اور مایوسی کو دُور کرتا ہے اور اسی صبر کی برکت سے غم سے نجات دیتا ہے اور اسی صبر سے تم آخرت میں نجات پاؤ گے۔ تم میں اللہ کا نبی موجود ہے جو تمھیں بعض چیزوں سے منع کرتا ہے اور بعض چیزوں کا تمھیں حکم دیتا ہے۔ آج تمھیں حیا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ تمھارے کسی ایسے عمل سے آگاہ نہ ہو جس سے وہ تم پر ناراض ہو۔ اللہ تعالیٰ کی تم سے بے زاری بہت سخت ہے اس بیزاری سے جو تمھیں اپنے آپ سے ہے۔ اس نے اپنی کتاب میں تمھیں جن چیزوں کا حکم دیا ہے انھیں غور سے دیکھو اور جو نشانیاں تمھیں دکھائی ہیں اور ذلت کے بعد تمھیں عزت بخشی ہے۔ اس کتاب کو مضبوطی سے پکڑ لو۔ اس سے تمھارا رَبّ تم سے راضی ہوگا اور ان مقامات پر اپنے رَبّ کو آزماؤ۔ تم اس کی رحمت اور مغفرت کے مستحق ہو جاؤ گے جس کا اس نے تم سے وعدہ کیا ہے۔ بے شک اس کا وعدہ حق ہے۔ اس کا قول سچا ہے اور اس کا عذاب بہت سخت ہے۔ بے شک میں اور تم اس اللہ کی مدد طلب کرتے ہیں جو حیّ و قیوم ہے۔ وہی ہماری پشت پناہی کرنے والا ہے اور اسی کا دامن کرم ہم نے پکڑا ہوا ہے۔ اس پر ہم نے بھروسا کیا ہے اور اسی کی طرف ہم لوٹ کر جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہماری مغفرت فرمائے۔"(16)

جنگ کا میدان ترتیب دیا جا چکا تھا، دو مسلمان حضرت حذیفہؓ اور حضرت حسیلؓ کہیں سے آرہے تھے۔ کفار نے ان کو روکا اور پوچھا کہ محمد ﷺ کی مدد کو جا رہے ہو انھوں نے انکار کیا اور جنگ میں عدم شرکت کا وعدہ کیا۔ دونوں نے آپ ﷺ کو صورتِ حال سے آگاہ کیا۔ اسلامی لشکر کو اسلام کی پہلی جنگ میں ایک ایک آدمی کی اشد ضرورت تھی مگر آپ ﷺ نے دونوں مسلمانوں کو جنگ میں شرکت سے روک دیا اور فرمایا مسلمان کو ہر حال میں اپنا وعدہ پورا کرنا چاہیے۔(17)

16- [سبل الہدیٰ] 17- [مسلم]

بدر کی جنگ میں ایک طرف باطل تھا۔ قریش کے آہن پوش دستے تھے حملہ کرنے والے گھوڑ سوار تھے۔ نیزوں اور تیروں کی کثرت تھی۔ قریش کو قومی غرور اور طاقت پر فخر تھا۔ لشکر کا سپہ سالار عتبہ بن ربیعہ تھا اور ابوجہل اس کا نائب تھا۔ باطل کے مقابلے میں حق تھا۔ مسلمان بے سروسامان تھے تین سو تیرہ فوجی ایمان کی قوت سے سرشار تھے۔ اُن کے پاس صرف دو گھوڑے تھے۔ مسلمانوں کے کمانڈر رسول اللہ ﷺ تھے۔ اس جنگ میں خونی رشتے ایک دوسرے کے مقابل تھے۔ مسلمان اپنے عقیدے کا تحفظ کر رہے تھے قریش کے لشکر کے کچھ لوگ رعب ڈالنے کے لیے پانی پینے کے بہانے اس کنویں کی جانب بڑھے جو مسلمانوں کے قبضے میں تھا۔ صحابہ نے ان کو روکنا چاہا مگر آپ ﷺ نے منع فرمادیا اور مشرکین کو پانی پینے کی اجازت دی۔

جنگ کا آغاز عتبہ نے کیا، وہ آگے بڑھا اور چلاّیا ''کون ہے جو ہمارا مقابلہ کرے گا۔'' اسلامی لشکر کے تین انصاری نوجوان مقابلے کے لیے نکلے۔ عتبہ پکارا ''محمد ﷺ ہمارے مقابلے میں ہماری برادری کے ہم مرتبہ مقابلے کے لیے بھیجو۔'' آپ ﷺ نے قریش کا یہ فخر اور غرور فتح مکہ کے موقع پر یہ کہہ کر مٹا دیا تھا ''اللہ نے جاہلیت کا غرور اور باپوں پر فخر کا دعویٰ باطل کر دیا ہے۔ تم سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے۔''(18) رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبیدہؓ، حضرت حمزہؓ، حضرت علیؓ کو عتبہ، شیبہ اور ولید کے مقابلے کے لیے بھیجا۔ عربوں کی روایت کے مطابق تینوں الگ الگ مقابلہ کرنے لگے۔ حضرت حمزہؓ نے شیبہ بن ربیعہ کو قتل کر دیا۔ حضرت علیؓ نے ولید کا خاتمہ کر دیا۔ حضرت عبیدہؓ اور عتبہ بن ربیعہ نے ایک دوسرے کو زخمی کر دیا۔ حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؓ نے آگے بڑھ کر عتبہ کا خاتمہ کر دیا اور حضرت عبیدہؓ کو اُٹھا کر اسلامی لشکر میں لے آئے۔ انصار مدینہ کے دو نوجوانوں نے گھات لگا کر ابوجہل کو قتل کر دیا۔ قریش کے سردار قتل ہو گئے تو ان کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ میدان جنگ سے بھاگ نکلے۔

حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے مکہ میں امیہ بن خلف سے وعدہ کر رکھا تھا کہ وقت آنے پر وہ اس کی حفاظت کریں گے۔ بدر کے میدان میں جب بھگدڑ مچ گئی تو حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے

18۔ [شبلی]

وعدے کے مطابق امیہ بن خلف کو زمین پر بٹھا کر اس کے اوپر ڈھال بن گئے مگر لوگوں نے نیچے سے تلوار مار کر اس کو قتل کر دیا۔ امیہ کو بچانے کی کوشش میں حضرت عبدالرحمٰنؓ کا اپنا پاؤں زخمی ہو گیا۔ (19) جنگِ بدر میں چودہ مسلمان شہید ہوئے جن میں سے چھ مہاجرین اور آٹھ انصار تھے۔ مشرکین کے ستر آدمی مارے گئے اور ستر قید کر لیے گئے۔ بدر کے پہلے شہید مہجعؓ بن صالح تھے جو حضرت عمرؓ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ آپ ﷺ نے ان کو سید الشہدا کا خطاب عطا فرما کر انسانیت نوازی کا اعلیٰ نمونہ پیش کیا۔ (20)

مالِ غنیمت

میدانِ جنگ میں اسلامی لشکر کا ایک گروہ بھاگتے ہوئے قریش کا تعاقب کر کے ان کو قتل کر رہا تھا۔ ایک گروہ رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کرنے لگا تا کہ کوئی مشرک آپ ﷺ تک پہنچنے نہ پائے۔ ایک گروہ مالِ غنیمت جمع کرنے لگا۔ اس گروہ نے عرب روایات کے مطابق دعویٰ کیا کہ یہ مالِ غنیمت چونکہ انھوں نے جمع کیا ہے لہٰذا اس پر ان کا حق ہے۔ مالِ غنیمت پر اسلامی لشکر میں سخت اختلاف پیدا ہو گیا۔ اس موقع پر مالِ غنیمت کی تقسیم کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوئی۔

> "تجھ سے مالِ غنیمت کا حکم دریافت کرتے ہیں بتا دیجیے کہ غنیمت کے مال اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ہیں۔ پس تم اللہ سے ڈرتے رہو اور اپنا باہمی معاملہ ٹھیک ٹھاک رکھو اور اس کے رسول ﷺ کے فرمانبردار بنے رہو اگر تم ایماندار ہو۔" (21)

> "جان لو کہ تم جو کچھ بھی مالِ غنیمت حاصل کرو۔ اس میں سے پانچواں حصہ تو اللہ کا ہے اور رسول ﷺ کا اور قرابت داروں کا اور یتیموں اور مسکینوں کا اور راہ چلتے مسافروں کا اور تم اللہ پر ایمان لائے ہو اور اس پر جو ہم نے اپنے بندے پر اس دن اُتارا ہے جو دن حق اور باطل کی جدائی کا تھا جس دن دو فوجیں

19۔ [زاد المعاد، بخاری] 20۔ [الہیثمی] 21۔ [1:8]

بھر گئی تھیں اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔[22]

رسول اللہ ﷺ نے پانچواں حصہ نکال کر سب مال غنیمت مجاہدین کے درمیان تقسیم فرمایا اور ان کو برابر کا حصہ دیا۔[23]

قیدیوں سے سلوک

حضور اکرم ﷺ نے جنگی قیدیوں کو صحابہ میں تقسیم کر دیا اور ارشاد فرمایا کہ ان سے اچھا سلوک کیا جائے۔ ان قیدیوں میں ابو عزیز بھی تھے جو حضرت مصعبؓ بن عمیر کے بھائی تھے۔ ان کا بیان ہے کہ مجھے جن انصاریوں نے اپنے گھر میں قید کر رکھا تھا جب صبح یا شام کا کھانا لاتے تو روٹی میرے سامنے رکھ دیتے اور خود کھجوریں کھاتے اور میرے ساتھ بہت اچھا سلوک کرتے۔[24] بدر کے قیدیوں میں رسول اللہ ﷺ کے چچا عباسؓ بھی تھے۔ حضرت عمرؓ قیدیوں کی مشکیں کسنے پر مامور تھے انھوں نے عباسؓ کی مشکیں کس کر باندھیں۔ عباسؓ رات کو سو نہ سکے ان کے کراہنے کی آواز سن کر رسول اللہ ﷺ بے چین ہو گئے۔ حضرت عمرؓ کو آپ ﷺ کی بے چینی کا علم ہوا تو انھوں نے عباسؓ کی مشکیں کھلوا دیں۔ جزیرہ نمائے عرب میں جنگی قیدیوں کو قتل کرنے اور فدیہ لے کر رہا کرنے کا بھی رواج تھا۔ قبائلی لڑائیاں ذاتی وقار، دوسروں پر غلبہ حاصل کرنے اور ان کی املاک پر قبضہ کرنے کے لیے لڑی جاتی تھیں۔ بدر کی لڑائی صرف اللہ کے لیے لڑی گئی تھی اس میں کوئی دنیاوی فائدہ نہیں تھا بلکہ مقصد اللہ کی زمین پر اللہ کی حاکمیت قائم کرنا تھا۔ اس جہاد کا صلہ آخرت میں ملنا تھا۔ قیدیوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی کوئی ہدایت موجود نہ تھی۔ آپ ﷺ نے صحابہ سے مشاورت کی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ بدر کے اسیر آپ ﷺ کی قوم سے تعلق رکھتے ہیں اور آپ ﷺ کے رشتے دار ہیں۔ آپ ﷺ ان کو معاف کر دیں اور فدیہ لے کر رہا کر دیں۔ اس طرح ہمیں مالی تقویت بھی ملے گی۔ ممکن ہے اللہ ان کو ہدایت فرمائے اور وہ ہمارے ساتھی بن جائیں۔ حضرت عمرؓ نے رائے دی کہ سب قیدیوں کے سر قلم کر دیے جائیں۔ یہ قیدی مشرکین کے سردار ہیں جنھوں نے

22- [41:8] 23- [ابن کثیر] 24- [طبری]

آپ ﷺ کو جھٹلایا اور گھر سے نکال دیا۔ یہ کسی نرمی کے محتاج نہیں ہیں۔ حضرت عبداللہ بن رواح نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ لکڑیوں کی آگ جلا کر ان قیدیوں کو اس آگ میں پھینک دیں۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی تجویز سے اتفاق فرمایا اور چار چار ہزار درہم لے کر قیدی رہا کرنے کا حکم دیا۔ انصار نے آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت عباسؓ کو فدیہ کے بغیر رہا کر دیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے مساوات کے اصول کے پیش نظر اس رائے سے اتفاق نہ کیا۔ (25) جو قیدی فدیہ دینے کے قابل نہ تھے ان کو حکم ہوا کہ اپنی رہائی کے لیے دس دس بچوں کو پڑھنا لکھنا سکھادیں۔ (26) حضرت زید بن ثابتؓ نے بدر کے ایک قیدی سے پڑھنا لکھنا سیکھا تھا۔ (27)

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر وحی بھیجی ''جب تک ملک میں اچھی طرح خونریزی کی جنگ نہ ہو جائے اللہ کے نبی کو دشمن کو قیدی نہیں بنانا چاہیے۔ تم تو دنیا کا مال چاہتے ہو اور اللہ کا ارادہ آخرت کا ہے اور اللہ زور آور اور حکمت والا ہے۔ اگر پہلے سے اللہ کی طرف سے بات لکھی ہوئی نہ ہوتی تو جو کچھ تم نے لیا ہے اس بارے میں تمھیں کوئی بڑی سزا ہوتی۔ پس جو کچھ تم نے حلال اور پاکیزہ غنیمت حاصل کی ہے خوب کھاؤ پیو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ یقیناً اللہ غفور ورحیم ہے۔'' (28)

بدر کے قیدیوں میں حضور اکرم ﷺ کے داماد ابوالعاص بن ربیع بھی تھے۔ ان کی والدہ ہالہ حضرت خدیجہؓ کی بہن تھیں۔ آپ ﷺ کی بڑی بیٹی حضرت زینبؓ ابوالعاص سے بیاہی ہوئی تھیں۔ یہ شادی ظہور نبوت سے پہلے ہوئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ نے اپنے شوہر کی رہائی کے لیے کچھ رقم اور ایک ہار بھیجا۔ یہ ہار ان کی والدہ حضرت خدیجہؓ نے انھیں شادی کے موقع پر دیا تھا۔ یہ ہار دیکھ کر آپ ﷺ پر رقت طاری ہوگئی اور اپنی سب سے عزیز زوجہ کے ساتھ گزارے ہوئے دن یاد آ گئے۔ آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کہ تمھاری مرضی ہو تو ابوالعاص کو فدیہ کے بغیر رہا کر دو۔ یہ حکم نہیں تھا بلکہ خواہش کا اظہار تھا۔ صحابہ نے آپ ﷺ کے داماد کو فدیہ کے بغیر رہا کر دیا۔ (29) یہ وہی ابوالعاص تھے جو سماجی بائیکاٹ کے دوران خفیہ طور پر مسلمانوں کو کھانے پینے کی اشیاء پہنچاتے رہتے

25۔ [بخاری] 26۔ [مسند ابن حنبل] 27۔ [طبقات ابن سعد]
28۔ [8:67-69] 29۔ [طبری]

تھے۔

قیدیوں میں ایک شاعر سہیل بن عمرو بھی تھا جو آپ ﷺ کے خلاف اشتعال انگیز تقریریں کیا کرتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے رائے دی کہ اس کے دو نچلے دانت نکال دیے جائیں تا کہ یہ بول نہ سکے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر میں اس کے اعضاء بگاڑوں گا تو اللہ میرے اعضاء بگاڑ دے گا۔(30) ایک روایت کے مطابق سہیل نے عرض کی کہ اس کی پانچ بیٹیاں ہیں لہٰذا اسے فدیہ کے بغیر رہا کر دیا جائے۔ آپ ﷺ نے اسے رہا کر دیا۔(31)

آپ ﷺ نے فرمایا "اپنے دوست کے ساتھ اعتدال کا معاملہ رکھو شاید وہ کسی دن تمھارا دشمن ہو جائے اور دشمن کے ساتھ دشمنی میں بھی میانہ روی رکھو ممکن ہے کل وہی تمھارا دوست بن جائے۔ [ترمذی]

بدر کی جنگ کے بعد مکہ میں صفِ ماتم بچھ گئی۔ عمیر بن وہب اور صفوان بن امیہ اکٹھے بیٹھے مقتولینِ بدر کا ماتم کر رہے تھے۔ صفوان نے کہا "اللہ کی قسم اب جینے کا مزہ نہیں۔" عمیر نے کہا سچ کہتے ہو اگر مجھ پر قرض نہ ہوتا اور بچوں کا خیال نہ ہوتا تو میں سوار ہو کر جاتا اور محمد ﷺ کو قتل کر آتا، میرا بیٹا بھی وہاں قید ہے۔ صفوان نے کہا تم قرض کی اور بچوں کی فکر نہ کرو ان کا میں ذمہ دار ہوں۔ عمیر نے گھر آ کر تلوار زہر آلود کی اور مدینہ پہنچا۔ حضرت عمرؓ نے اس کے تیور دیکھ کر اس کا گلا دباتے ہوئے آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ ﷺ نے عمیر سے پوچھا کس نیت سے آئے ہو کہنے لگا بیٹے کو چھڑانے آیا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا پھر تلوار کیوں حمائل ہے۔ کہنے لگا آخر تلواریں بدر میں کس کام آئیں۔ فرمایا کیا تم نے اور صفوان نے میرے قتل کی سازش نہیں کی۔ عمیر آپ ﷺ کی بات سن کر ششدر رہ گیا اور بے اختیار بولا محمد ﷺ بے شک آپ ﷺ اللہ کے پیغمبر ہیں۔ میرے اور صفوان کے سوا اس سازش کی خبر کسی کو نہ تھی۔ عمیرؓ نے اسی وقت اسلام قبول کر لیا۔ عمیرؓ نے مکہ واپس پہنچ کر اسلام کی تبلیغ شروع کر دی۔(32)

اللہ تعالیٰ نے غزوہ بدر کے بارے میں ارشاد فرمایا:

30- [طبری] 31- [سیرۃ صحابہؓ] 32- [طبری]

''اور یاد کرو جب تم تھوڑے تھے۔ زمین میں کمزور بنا کر رکھے گئے تھے، ڈرتے تھے کہ لوگ تمھیں اچک لے جائیں گے۔ پس اس نے تمھیں ٹھکانا مرحمت فرمایا اور اپنی مدد کے ذریعے تمھاری تائید کی اور تمھیں پاکیزہ چیزوں سے روزی دی تا کہ تم لوگ اس کا شکر ادا کرو۔''(33)

جنگ اُحد

قریش جنگ بدر میں اپنے سرداروں کے قتل کا بدلہ لینے پر تلے ہوئے تھے۔ انھوں نے جنگ بدر کے زمانے کا تجارتی منافع نئی جنگ کے لیے وقف کر دیا۔ عرب کے رواج کے مطابق دو شاعروں سہیل بن عمرو اور رافع نے مختلف قبائل میں اپنے اشعار سے انتقام کی آگ بھڑکا دی۔ سہیل بن عمرو بدر میں قیدی بن گیا تھا حضور اکرم ﷺ نے اس کی کثیر بیٹیوں اور مفلسی کی بناء پر رحم کرتے ہوئے رہا کر دیا تھا مگر وہ اسلام دشمنی سے باز نہ آیا۔(34) جنگ احد میں نام ور خواتین مثلاً عتبہ کی بیٹی اور امیر معاویہؓ کی ماں ہند، ابو جہل کے بیٹے عکرمہ کی بیوی اُمِ حکیم، حضرت خالدؓ کی بہن فاطمہ بنتِ ولید، طائف کے رئیس مسعود ثقفی کی بیٹی برزہ، عمروؓ بن العاص کی زوجہ ریطہ، حضرت مصعبؓ بن عمیر کی ماں خناس شریک ہوئیں۔(35)

رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ اسلام قبول کر چکے تھے مگر ابھی تک مکہ میں تھے۔ انھوں نے قریش کی جنگی تیاریوں کے حالات لکھ کر ایک قاصد کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچا دیے۔ جب آپ ﷺ کو اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے اپنے دو خبر رساں انسؓ اور مونسؓ کو لشکر قریش کی خبر لانے کے لیے روانہ کیا۔ انھوں نے آ کر اطلاع دی کہ قریش کا لشکر مدینہ کے قریب پہنچ گیا ہے اور اس کے گھوڑوں نے مدینہ کی ایک چراگاہ کو صاف کر دیا ہے۔ آپ ﷺ نے صحابہ سے مشورہ کیا۔ مہاجرین اور انصار کے اکابرین نے مشورہ دیا کہ عورتیں باہر قلعوں میں بھیج دی جائیں اور شہر میں پناہ گزیں ہو کر مقابلہ کیا جائے۔ عبداللہ بن ابی سلول نے بھی یہی رائے دی۔(36) نو جوان صحابہ نے

33- [26:8] 34- [بخاری] 35- [طبری] 36- [طبری]

اصرار کیا کہ مدینہ سے باہر نکل کر قریش کا مقابلہ کیا جائے۔ حضور اکرم ﷺ اپنے حجرے میں تشریف لے گئے اور زرہ پہن کر باہر آ گئے۔ نوجوان صحابہ کو ندامت محسوس ہوئی اور سب نے کہا کہ ہم اپنی رائے واپس لیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "پیغمبر کو زیب نہیں دیتا کہ ہتھیار پہن کر اتار دے تا آنکہ اللہ اس کے اور دشمن کے درمیان فیصلہ نہ فرمادے۔" (37) مسلمان جمعہ کی نماز پڑھ کر مدینہ سے چل پڑے، ان کی تعداد ایک ہزار تھی۔ عبداللہ بن ابی سلول اپنے تین سو افراد لے کر مدینہ واپس آ گیا۔ اس نے بہانہ کیا کہ اس کی رائے چونکہ تسلیم نہیں کی گئی اس لیے وہ جنگ میں شامل ہونے کے لیے تیار نہیں ہے۔ اسلامی لشکر سات سو صحابہ پر مشتمل تھا جن میں ایک سو زرہ پوش اور 50 گھوڑ سوار تھے۔ اسلامی لشکر نے احد کے قریب پہنچ کر صف آرائی کی۔ لشکر کو تین دستوں میں تقسیم کیا۔ نمبر 1۔ مہاجرین کا دستہ۔ نمبر 2۔ قبیلہ اوس (انصار) کا دستہ۔ نمبر 3 قبیلہ خزرج (انصار) کا دستہ جنگ سے پہلے آپ ﷺ نے لشکر کا جنگی نکتہ نظر سے معائنہ کیا۔ دفاعی منصوبہ کے تحت 50 ماہر تیر اندازوں کا ایک دستہ احد کی اس وادی پر مقرر کیا گیا جہاں سے عقب سے حملے کا خطرہ تھا۔ آپ ﷺ نے ان کو ہدایت فرمائی "شہسواروں کو تیر مار کر ہم سے دور رکھو وہ پیچھے سے ہم پر چڑھ نہ دوڑیں۔ اگر تم لوگ دیکھو کہ ہمیں پرندے اچک رہے ہیں تو بھی اپنی جگہ نہ چھوڑنا اگر تم لوگ دیکھو کہ ہم نے دشمن کو شکست دے دی ہے اور انہیں کچل دیا ہے تب بھی اپنی جگہ نہ چھوڑنا جب تک میں تمھیں خود نہ بلاؤں۔ (38)

ابو عامر کفار کی طرف سے لڑ رہا تھا۔ جبکہ اس کے صاحبزادے حضرت حنظلہؓ اسلامی لشکر میں شامل تھے انھوں نے حضور اکرم ﷺ سے اپنے باپ کا مقابلہ کرنے کی اجازت طلب کی۔ رحمۃ اللعالمین نے یہ گوارا نہ کیا کہ ایک بیٹا اپنے باپ پر تلوار اُٹھائے۔

احد کے میدان میں مشرکین اور مسلمان بڑی دلیری اور شجاعت سے لڑے۔ مسلمانوں کی منظم صفیں ایمانی قوت کے ساتھ قریش کی جانب بڑھیں تو ان میں خوف و ہراس پھیل گیا اور وہ میدان سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ جب مسلمانوں نے دیکھا کہ قریش بھاگ رہے ہیں تو وہ صف بندی توڑ کر مال غنیمت لوٹنے میں مصروف ہو گئے۔ ان کو دیکھ کر ٹیلے پر مامور حفاظتی دستہ بھی آپ ﷺ کی

37۔ [نسائی]
38۔ [بخاری]

ہدایت کو نظر انداز کرتے ہوئے ٹیلے سے نیچے اُتر آیا اور مال غنیمت جمع کرنے لگا۔ البتہ دس مجاہدین اپنی جگہ پر ڈٹے رہے اور شہید ہو گئے۔ [مدارج النبوت۔ شاہ عبدالحق] مسلمانوں کو اس فاش غلطی کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔ کفار کے ایک دستے کے سردار خالد بن ولید نے موقع پاتے ہی عقب سے مسلمانوں پر اچانک حملہ کر دیا۔ مسلمان دوبارہ صف بندی نہ کر پائے اور انفرادی طور پر لڑتے لڑتے شہید ہوتے گئے۔ اسلامی لشکر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی افواہ پھیل گئی جس سے مسلمان بددل ہو کر بھاگنے لگے۔ چند جاں نثار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہ گئے۔ ایک مشرک عبداللہ بن قمیہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر تلوار سے حملہ کیا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک زخمی ہو گیا اور دو دانت شہید ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جاں نثاروں کے ہمراہ پہاڑ کے اوپر چڑھ گئے۔ ایک جاں نثار نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ظالموں کے لیے بددعا کیجیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے دنیا کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی "اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے" ان جان نثاروں میں حضرت ام عمارہؓ بھی شامل تھیں جنھوں نے بڑی بے جگری کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کیا۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلیمؓ اور حضرت ام سلیطؓ اس جنگ میں زخمیوں کو پانی پلاتی رہیں۔ (39) اس جنگ میں ستر مسلمان شہید ہوئے جن میں زیادہ تعداد انصار کی تھی۔ مسلمانوں کے پاس اتنا کپڑا بھی نہیں تھا کہ شہدا کو کفن سے ڈھانپا جاتا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدشہ تھا کہ قریش واپس آ کر مدینہ پر حملہ نہ کر دیں چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی لشکر کو مشرکین کا تعاقب کرنے کا حکم دیا اور مدینہ سے آٹھ میل دور حمراء الاسد پہنچ کر پڑاؤ ڈال دیا۔ جب ابوسفیان کو اسلامی لشکر کے تعاقب کا علم ہوا تو وہ اپنے لشکر کے ساتھ مکہ چلا گیا۔ جنگ احد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہؓ نے دلیری سے لڑتے ہوئے شہادت پائی۔ قریش نے ان کی لاش کو مسخ کر کے رکھ دیا۔ ان کا پیٹ چاک تھا جگر باہر نکلا ہوا تھا ناک اور کان کٹے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حمزہؓ کی مسخ شدہ لاش دیکھ کر انتہائی دکھ ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غم سے مغلوب ہو کر فرمایا اللہ نے اگر مجھ کو قریش پر غالب کیا تو میں اس کے عوض ان کے تیس آدمیوں کا مُثلہ کروں گا۔ (40) اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

39۔ [بخاری] 40۔ [ابن ہشام]

''یعنی اگر تم بدلہ لو تو اسی قدر بدلہ لو جس قدر تمہارے ساتھ ظلم کیا گیا ہو اور اگر تم صبر کرو تو یہ صبر کرنے والوں کے واسطے بہتر ہے اور اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم صبر ہی اختیار کرو اور تمہارا صبر نہیں ہے مگر خدا کی مدد سے اور تم ان پر رنجیدہ نہ ہو اور نہ ان کی چال بازیوں پر تنگ دل ہو۔ اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ سے کام لیتے ہیں۔''(41)

جنگ احد کے بارے میں قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''قبل اس کے کہ تمھیں موت کا سامنا ہوتا تم (میدانِ جنگ) میں مرنے کی تمنا کرتے تھے لیکن جب تمھیں موت سامنے نظر آئی تو تم دور سے تماشا کرتے رہے۔''(42)

''اور نہیں ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مگر ایک پیغمبر اور اس سے قبل دوسرے پیغمبر بھی تھے جنھوں نے وفات پائی اور اگر یہ پیغمبر فوت ہو جائے یا قتل ہو جائے تو کیا تم دین سے روگردان ہو جاؤ گے اور جنگ میں پسپائی اختیار کرو گے ہر کوئی جو دین سے روگردانی کرے گا مرتد ہو جائے گا اور خدا کا کچھ نقصان نہیں ہو گا بلکہ اسی کا اپنا نقصان ہو گا۔''(43)

''اگر تم کو اس جنگ میں زخم پہنچا تو اس سے پہلے دوسری قوم کو بدر میں بھی اسی کے برابر زخم پہنچ چکا ہے۔ ان دنوں کو ہم لوگوں کے درمیان گردش دیتے ہیں (کبھی فتح کبھی شکست اور یہ شکست اس لیے دی) تا کہ خدا مومنوں کو جان لے اور تم میں سے گواہ بنائے اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو دوست نہیں رکھتا اور تا کہ پاک کرے اللہ مومنوں کو اور کفار کو مٹا دے۔''(44)

''اور بے شک اللہ نے تم سے جو وعدہ کیا تھا اس کو سچا کر دیا جب کہ تم کفار کو اس کے حکم سے قتل کر رہے تھے یہاں تک کہ جب تم مالِ غنیمت کو دیکھ کر لڑائی

41- [16-126-127] 42- [3:143] 43- [3:144] 44- [3:140]

سے بزدل ہو گئے اور کام میں جھگڑا ڈال دیا اور نافرمانی کی بعد اس کے کہ دکھایا اللہ نے تم کو وہ جو تم چاہتے تھے بعض تم میں سے دنیا کا ارادہ رکھتے تھے اور بعض آخرت کا پھر اللہ تعالیٰ نے تم کو دشمنوں کی طرف سے پھیر دیا تاکہ تم کو آزمادے اور بے شک خدا نے تمھیں معاف کر دیا اور خدا مومنوں پر فضل کرنے والا ہے۔"(45)

"جب تم بھاگے چلے جارہے تھے اور پیچھے مڑ کر کسی کو نہ دیکھتے تھے اور رسول ﷺ تمھارے پیچھے سے تم کو پکارتے تھے اس لیے تم کو رنج کے بعد رنج پہنچا تاکہ تم آئندہ غمگین نہ ہو اس چیز پر جو تم سے لے لی جائے اور نہ اس مصیبت پر جو تم کو پہنچے اور اللہ تعالیٰ خبردار ہے ان کاموں سے جو تم کرتے ہو۔"(46)

جنگِ احد کے بعد اللہ تعالیٰ نے سود سے بچنے، صبر کرنے اور درگزر کرنے کی تلقین کی۔

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو یہ بڑھتا اور چڑھتا سود کھانا چھوڑ دو اور اللہ سے ڈرو امید ہے کہ فلاح پاؤ گے...... جنت ان لوگوں کے لیے ہے جو مال خرچ کرتے ہیں خواہ بدحال ہوں یا خوش حال جو غصے کو پی جاتے ہیں اور دوسروں کے قصور معاف کر دیتے ہیں ایسے نیک لوگ اللہ کو بہت پسند ہیں۔[3:130-134]

شراب پر پابندی

دورِ جاہلیت میں شراب کھلے عام پی جاتی تھی، اسے اس وقت کی تہذیب کا حصہ سمجھا جاتا تھا۔ اسلام کے نزول کے بعد مسلمان پرانی تہذیب کا دینی تقاضوں کے مطابق جائزہ لینے لگے۔ شراب

45- [3:152] 46- [3:153]

اور جوئے پر بحث ہونے لگی۔ قرآن پاک میں ارشاد ہوا۔

> ''وہ تم سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں، کہہ دو ان دونوں میں بڑا گناہ ہے۔ اگرچہ ان میں لوگوں کے لیے کچھ نفع بھی ہے لیکن ان کا گناہ ان کے منافع سے بہت بڑا ہے۔''(47)

اسلام دینِ فطرت ہے۔ خالق اپنی مخلوق کی فطرت سے آگاہ ہوتا ہے لہٰذا وہ برائیوں کو ترغیب، تعلیم اور تربیت سے ختم کرتا ہے اور یکدم قطعی احکامات نازل نہیں فرماتا۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے شراب کو بڑا گناہ قرار دیا اس کے بعد نیا فرمان نازل ہوا:

> ''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ جب تم نشہ کی حالت میں ہو تو نماز کے قریب بھی نہ جاؤ۔ نماز اس وقت پڑھنی چاہیے جب تم جانو کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔''(48)

یہ اس لحاظ سے ایک سخت حکم تھا کہ مسلمان پر پانچ وقت کی نماز فرض ہے لہٰذا اس حکم کے بعد شراب پینے اور شراب کی محفلوں میں شرکت کے مواقع ہی محدود ہو گئے اور آخری فرمان میں شراب کو حرام قرار دے کر اس پر مکمل پابندی عائد کر دی گئی۔ ارشاد ربانی ہے:

> ''اے ایمان والو! یہ شراب اور جوا اور یہ بتوں کی قربان گاہیں اور تیروں سے فال نکالنا یہ سب گندے شیطانی کام ہیں، ان سے بچتے رہو تا کہ تم فلاح پاؤ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے سے تمھارے درمیان دشمنی اور نفرت پیدا کر دے اور تمھیں اللہ کی یاد اور نماز سے دور رکھے تو کیا تم ان سے باز نہیں رہو گے اور فرماں برداری کرو اللہ کی اور فرماں برداری کرو رسول ﷺ کی اور بچتے رہو (جوئے اور شراب سے) اگر تم حکم عدولی کرو گے تو جان لو کہ ہمارے رسول ﷺ کا ذمہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ اللہ کا پیغام

47- [219:2]　48- [43:4]

واضح طور پر پہنچادے۔ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور وہ نیک کام کرتے ہیں انھوں نے اس سے پہلے جو کچھ کھایا پیا تھا اس کی وجہ سے ان کی گرفت نہیں ہوگی بشرطیکہ جو چیزیں حرام کردی گئی ہیں۔ آئندہ وہ ان سے دور رہیں اور ایمان پر ثابت قدم رہیں اور نیک کام کریں اور جس جس چیز سے روکا جائے اس سے رک جائیں اور اللہ کا جو بھی حکم ہو اسے مانیں اور خدا ترسی اور نیکی کا رویہ اپنائیں اور اللہ نیکو کاروں کو دوست رکھتا ہے۔''(49)

یہ حکم غزوۂ احد کے کچھ عرصہ بعد آیا تھا۔ مدینہ میں منادی کرادی گئی ''لوگو! سن لو اللہ تعالیٰ نے شراب حرام قرار دے دی ہے۔'' یہ حکم سنتے ہی جس کے ہاتھ میں جام تھا اس نے زمین پر دے مارا۔ شراب کے مٹکے توڑ دیے گئے، چمڑے کے مشکیزے پھاڑ دیے گئے۔ یہ اللہ کی حاکمیت اور رسول اللہ ﷺ کی تربیت کا اثر تھا۔

غزوۂ خندق (عرب کا پہلا جنگی تجربہ)

غزوۂ احد کے چھ ماہ بعد مدینہ کے یہودی قبیلہ بنونضیر نے مسلمانوں سے لڑائی مول لے لی اور مسلمانوں کے محاصرے کے بعد شکست کھا کر شہر چھوڑ کر خیبر جا بسے۔ انھوں نے انتقامی جذبے کے تحت عرب قبائل میں آگ بھڑکا دی۔ مدینہ کے بنوغطفان اور بنوالمصطلق، اہلِ طائف، بنوکنانہ اور اہل مکہ نے مسلمانوں کے خلاف اتحاد قائم کرلیا اور فیصلہ کیا کہ سب مل کر مدینہ پر حملہ کریں اور مسلمانوں کو قتل کردیں۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورے سے مدینہ کے اردگرد خندق کھودنے کا فیصلہ کیا تاکہ مشرکین کے عزائم کا دفاعی مقابلہ کیا جاسکے۔ حضور اکرم ﷺ نے اسلامی لشکر کے سپہ سالار کی حیثیت میں گھوڑے پر سوار ہوکر مدینہ کے گردونواح کا جائزہ لیا اور خندق کے بارے میں نقشہ تیار کیا۔ ہر صحابی کو 6 فٹ چوڑی اور ساڑھے سات فٹ گہری خندق کھودنے کی ذمہ داری دی گئی تھی تاکہ مشرکین کے گھوڑسوار بھی خندق کو عبور نہ کرسکیں۔ خندق کی کھدائی میں بچے، جوان، بوڑھے، امیر اور

49۔ [5:90-93]

غریب سب شریک ہوئے۔ آپ ﷺ نے خود بھی خندق کی کھدائی میں حصہ لیا۔ نہ صرف مٹی ڈھوئی بلکہ کدال کا کام بھی کیا موسم شدید سرد تھا، خوراک کی بھی کمی تھی مگر مسلمانوں نے ایمانی جذبے سے کام لے کر چھ روز کے اندر خندق تیار کر دی۔(50) عالمِ عرب کی تاریخ میں یہ پہلا جنگی تجربہ تھا۔ آپ ﷺ نے اپنی زندگی میں ہمیشہ مہم جوئی سے گریز کیا۔ آپ ﷺ کو غزوۂ احد میں جو تجربہ ہوا تھا اس کی روشنی میں دفاعی جنگ لڑنے کا فیصلہ کیا گیا۔ مشرکین کی تعداد بہت زیادہ تھی اور مسلمان کم تھے لہٰذا کھلے میدان میں مشرکین سے جنگ کرنا ممکن نہ تھا۔ مدینہ سے باہر فصلوں کی تمام پیداوار مدینہ کے اندر لائی گئی تاکہ مشرکین ان فصلوں کو اپنے لیے استعمال نہ کر سکیں۔

ابوسفیان نے اتحادی قبائل کے سرداروں کو خانہ کعبہ میں جمع کیا سب نے اللہ کی قسمیں کھا کر عہد کیا کہ وہ نئے دین اور رسول اللہ ﷺ کے خاتمے تک متحد رہیں گے۔ ایک روایت کے مطابق قریش اور ان کے اتحادی دس ہزار لشکر کے ساتھ مدینہ پہنچے اور مدینہ کے گرد خندق دیکھ کر دنگ رہ گئے اور ان کے سارے منصوبے خاک میں ملتے نظر آئے۔ قریش نے مدینہ کا محاصرہ کر لیا اور پڑاؤ ڈال دیا۔ مشرکین کا خیال تھا کہ مسلمان تعداد میں کم ہیں لہٰذا وہ ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ آپ ﷺ نے حذیفہؓ کو قریش کی مخبری کے لیے روانہ کیا تاکہ ان کی حکمت عملی کا اندازہ ہو سکے۔ موسم سخت سرد تھا اور رات تاریک تھی۔ حذیفہؓ کا مشن خطرناک اور حساس تھا۔ وہ دشمن کے کیمپ میں پہنچ گئے۔ ابوسفیان اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھا آگ تاپ رہا تھا وہ اپنے سرداروں سے کہہ رہا تھا کہ شدید آندھی کی وجہ سے ہماری ہانڈیاں الٹ گئی ہیں، خیمے اکھڑ گئے ہیں۔ ان حالات میں مجھے اندیشہ ہے کہ محمد ﷺ نے اپنے کسی جاسوس کو ہمارے بارے میں معلومات لینے کے لیے بھیجا ہو گا لہٰذا تم سب ایک دوسرے سے پوچھو کہ دائیں بائیں کون بیٹھا ہے۔ حذیفہؓ بن یمان ذہین شخص تھے۔ ابوسفیان کی بات سن کر انھوں نے سوچا کہ اگر ان کے ساتھ والے نے پوچھ لیا کہ تم کون ہو تو میری شناخت ہو سکتی ہے لہٰذا میں نے پہل کرتے ہوئے خود ہی اپنے دائیں اور بائیں بیٹھے ہوئے اشخاص سے نام پوچھ لیا اور اپنی شناخت نہ ہونے دی۔ حذیفہؓ حالات کا جائزہ لے کر حضور اکرم ﷺ کے

50۔ [ابن کثیر]

پاس پہنچے اور رپورٹ پیش کی کہ دشمن کا لشکر حوصلہ ہار چکا ہے اور واپسی کی تیاریاں کر رہا ہے۔ حذیفہؓ آپ ﷺ کے قریب ہی سو گئے۔ آپ ﷺ نے اپنی چادر کا ایک حصہ حذیفہؓ پر ڈال دیا تا کہ وہ سردی سے محفوظ رہیں۔ (51)

نعیمؓ بن مسعود کی چال

خندق کی لڑائی کے دوران بنو غطفان کی ایک نمایاں شخصیت نعیمؓ بن مسعود مسلمان ہو گئے۔ اللہ نے ان کا دل بدل دیا تا کہ وہ گہری چال سے قریش کے حوصلے پست کر سکیں۔ نعیمؓ بن مسعود حضور اکرم ﷺ کے پاس آئے اور اپنی خدمات پیش کیں۔ ان کے اسلام لانے کا کسی کو علم نہیں تھا۔ آپ ﷺ نے نعیمؓ بن مسعود کو ہدایت کی کہ وہ کافروں کی حوصلہ شکنی کریں اور ان میں پھوٹ ڈالیں۔ نعیم بنو قریظہ کے پاس پہنچے اور ان سے کہا کہ تم لوگوں نے قریش کا ساتھ دے کر درست فیصلہ نہیں کیا۔ یہ لوگ باہر سے آئے ہیں جنگ کے بعد واپس چلے جائیں گے تمھارے گھر بار، بیوی، بچے مدینہ ہی میں ہیں۔ جنگ کے بعد مسلمان تم سے انتقام لیں گے۔ نعیم کی باتیں سن کر بنو قریظہ کے لوگ چونک پڑے اور پوچھنے لگے کہ وہ کیا کریں۔ نعیم نے ان کو مشورہ دیا کہ جب تک قریش تم لڑکوں کو اپنے کچھ آدمی یرغمال کے طور پر نہ دیں تم ان کے ساتھ جنگ میں شرکت نہ کرو۔ بنو قریظہ نے نعیم کے مشورے سے اتفاق کیا۔ اس کے بعد نعیم بن مسعود قریش کے پاس پہنچے اور ان کو بتایا کہ بنو قریظہ کے یہود محمد ﷺ کے ساتھ عہد شکنی پر نادم ہیں اور انھوں نے یہ سازش تیار کی ہے کہ آپ کے کچھ آدمی کسی بہانے سے لے کر محمد ﷺ کے حوالے کر دیں اور اس طرح دوبارہ ان کا اعتماد حاصل کر لیں۔ لہٰذا اگر وہ آپ کے کچھ لوگوں کو یرغمال کے طور پر مانگیں تو اپنے لوگوں کو ان کے حوالے نہ کرنا۔ اگلے روز قریش نے یہود کو پیغام بھیجا کہ محاصرہ طویل ہوتا جا رہا ہے لہٰذا ہم دونوں اچانک حملہ کر کے جنگ کو نمٹا دیں۔ قریش نے اچانک جنگ کے لیے ہفتے کا دن مقرر کیا جو یہودیوں کا مقدس دن تھا۔ یہودیوں نے اس روز لڑائی کرنے سے انکار کر دیا اور قریش کو پیغام بھیجا کہ جب تک قریش اپنے کچھ لوگ یرغمال نہ دیں گے

51- [سبل الہدیٰ]

یہود لڑائی میں شریک نہیں ہوں گے۔ جب قریش کو یہ پیغام ملا تو وہ کہنے لگے کہ واللہ نعیم نے سچ ہی کہا تھا۔ قریش نے یہود کو جواب دیا کہ وہ ہرگز اپنے لوگ یرغمال کے طور پر نہیں دیں گے اور یہود قریش کے ساتھ مل کر مسلمانوں پر حملہ کر دیں۔ بنوقریظہ نے کہا نعیم سچ کہتا تھا۔ دونوں فریقوں کا ایک دوسرے پر سے اعتماد اُٹھ گیا اور ان کے حوصلے پست ہو گئے۔ جنگِ خندق میں آٹھ قریش قتل اور چھ مسلمان شہید ہوئے۔

مسلمان محاصرے کی طوالت سے مایوس ہونے لگے تھے۔ سخت سردی اور شدید بھوک نے ان کو بدول کر دیا تھا۔ صحابہ کرام تین تین دن تک بھوک سے نڈھال رہتے۔ آپ ﷺ کو اپنے شکم دکھاتے جن پر بھوک کی وجہ سے پتھر بندھے تھے اس موقع پر آپ ﷺ نے اپنا شکم دکھایا جس پر دو پتھر بندھے تھے۔(52) اللہ تعالیٰ نے منافقین کی مایوسی کا اظہار ان الفاظ میں کیا:

"اور جب منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے کہہ رہے تھے کہ ہم سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے جو وعدہ کیا ہے وہ فریب کے سوا کچھ نہیں اور جب ان کی ایک جماعت نے کہا کہ اہلِ یثرب تمہارے لیے ٹھہرنے کی گنجائش نہیں لہٰذا واپس چلو اور ان کا ایک فریق نبی سے اجازت مانگ رہا تھا کہتا تھا ہمارے گھر خالی پڑے ہیں حالانکہ وہ خالی نہیں پڑے تھے یہ لوگ محض فرار چاہتے تھے۔"(53)

ان حالات میں مسلمان اپنے رَبّ سے دعائیں کر رہے تھے۔

"اے اللہ ہماری پردہ پوشی فرما اور ہمیں خطرات سے مامون کر دے۔"

"اے اللہ کتاب اُتارنے والے جلد حساب لینے والے ان لشکروں کو شکست دے اور انھیں جھنجھوڑ کر رکھ دے۔"(54)

مسلمان ثابت قدم رہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی دعائیں سن لیں۔ ان کی مدد کے لیے فرشتے بھیجے تیز آندھی نے کفار کے خیمے اکھاڑ دیے اور ان کی ہانڈیاں الٹ دیں۔ کفار حوصلہ ہار

52۔ [شمائل ترمذی]   53۔ [33:12-13]   54۔ [بخاری]

گئے اور مکہ واپس جانے پر مجبور ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اے ایمان والو اللہ کے احسان کو یاد کرو جو اس نے تم پر اس وقت کیا جب تم پر لشکر کے لشکر چڑھ آئے تھے۔ پھر ہم نے ان پر تند و تیز آندھی اور ایسے لشکر بھیجے تھے جنہیں تم نے دیکھا ہی نہیں اور تم جو کچھ کرتے ہو اللہ تعالیٰ وہ سب کچھ دیکھتا ہے۔''(55)

جنگِ خندق کے دوران محاصرے کی سختی دیکھ کر حضور اکرم ﷺ کے دل میں خیال آیا کہ ایسا نہ ہو کہ انصار ہمت ہار جائیں لہٰذا آپ ﷺ نے بنو غطفان سے اس شرط پر معاہدہ کرنا چاہا کہ مدینہ کی پیداوار کا ایک ثلث ان کو دے دیا جائے۔ آپ ﷺ نے انصار کے رؤسا سعدؓ بن عباس اور سعدؓ بن عبادہ سے مشورہ کیا۔ دونوں نے عرض کی کہ اگر اللہ کا حکم ہے تو انکار کی مجال نہیں لیکن اگر رائے ہے تو عرض ہے کہ کفر کی حالت میں بھی کوئی شخص ہم سے خراج مانگنے کی جرأت نہ کر سکا اور اب تو اسلام نے ہمارا مرتبہ بلند کر دیا ہے۔ یہ استقلال دیکھ کر آپ ﷺ کو اطمینان ہوا۔ حضرت سعدؓ نے معاہدہ کا کاغذ ہاتھ میں لے کر تمام عبارت مٹا دی۔(56)

حضور اکرم ﷺ نے مسلمانوں میں جوش پیدا کرنے اور کفار کے حوصلے پست کرنے کے لیے ''نعرہ تکبیر'' سے بھی کام لیا۔ دو سو مسلمانوں کا لشکر خندق کے ساتھ ساتھ گشت کرتا اور نعرہ تکبیر بلند کرتا، اس تدبیر سے یہودیوں کو مدینہ کے اندر سے مسلمانوں پر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔(57)

حضور اکرم ﷺ نے جنگ کے دوران بھی اخلاقی اقدار کو مستحکم بنایا۔ عمرو بن عبدوُد کی لاش تڑپ کر خندق میں جا گری۔ مشرکین نے عمرو کی لاش لینے کے لیے دس ہزار دینار کی پیش کش کی۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ''ہم مردہ فروش نہیں ہم لاشوں کا سودا نہیں کرتے یہ ہمارے لیے جائز نہیں۔'' آپ ﷺ نے عمرو کی لاش بلا قیمت دے دی۔(58)

غزوۂ خندق میں بنو قریظہ نے عہد شکنی کی اور مسلمانوں کا ساتھ دینے کی بجائے مشرکین سے مل

55- [9:33]　56- [طبری]　57- [کتاب المغازی]　58- [البدایہ والنہایہ]

گئے اور سازشیں کرنے لگے۔ مسلمان خواتین حضرت حسانؓ بن ثابت کے قلعہ کے اندر جمع تھیں۔ حضور اکرم ﷺ کی پھوپھی سیدہ صفیہؓ بنتِ عبدالمطلب قلعہ کی چھت پر تھیں، انھوں نے دیکھا کہ ایک یہودی قلعہ کا چکر لگا رہا ہے۔ جس کا مقصد شرارت کر کے مسلمان مجاہدین کی توجہ جنگ سے ہٹانا تھا۔ سیدہ صفیہؓ نے ایک لکڑی سے اس یہودی کو مار مار کر ختم کر دیا۔[59] حضرت حسانؓ بن ثابت نے اس بہادر خاتون کے بارے میں اشعار بھی کہے۔[60]

مشہور صحابی نعمانؓ بن بشیر کی ہمشیرہ بیان کرتی ہیں کہ میری والدہ عمرہ بنتِ رواحہ نے مجھے ایک پوٹلی میں تھوڑی سی کھجوریں دیں اور کہا اپنے والد اور ماموں عبداللہؓ بن رواحہ کے پاس لے جاؤ۔ جب میں ان دونوں کو تلاش کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزری تو آپ ﷺ نے پوچھا بیٹی تمھارے ہاتھ میں کیا ہے میں نے کہا کھجوریں ہیں جو والد اور ماموں کے لیے لائی ہوں۔ آپ ﷺ نے مجھ سے کھجوریں لے کر ایک چادر پر بکھیر دیں اور ایک شخص کو حکم دیا کہ اہلِ خندق کو دوپہر کے کھانے کی دعوت دے۔ سب اہلِ خندق کھجوریں کھاتے گئے مگر کھجوریں ختم نہ ہوئیں یہ آپ ﷺ کا معجزہ تھا۔[61] ایک خاتون رشیدہؓ دوائیں اور مرہم پٹی کا سامان لے کر اس جنگ میں شریک ہوئیں اور زخمیوں کی خدمت کی۔

جنگِ خندق کے دوران حضرت علیؓ کا مقابلہ قریش کے سردار عمرو بن عبدوُد سے ہوا۔ لڑائی کے دوران عمرو کا ہاتھ زخمی ہوا اور تلوار چھوٹ گئی۔ حضرت علیؓ نے اس کی تلوار پر اپنا پاؤں رکھ دیا تاکہ عمرو دوسرے ہاتھ سے تلوار نہ اُٹھا سکے اور عمرو سے کہا اگر تو اسلام قبول کر لے تو میں تجھے قتل نہیں کروں گا۔ عمرو نے حضرت علیؓ کے منہ پر تھوک دیا اور کہا ''میں کبھی اسلام قبول نہ کروں گا۔'' حضرت علیؓ نے اپنا چہرہ صاف کیا اور سوچ میں پڑ گئے۔ عمرو نے کہا کہ میں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کیا اور تم نے مجھے قتل نہیں کیا۔ حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ جب تم نے میرے چہرے پر تھوکا تو مجھے غصہ آ گیا اگر میں تم کو اس وقت قتل کر دیتا تو یہ انتقام ہوتا۔ مسلمان انتقام کے لیے نہیں اللہ کی خوشنودی کے لیے قتل کرتے ہیں۔ اے عمرو میں تمھیں دوبارہ اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ عمرو نے دوبارہ انکار کر دیا تو

59- [ابن کثیر] 60- [الروض الانف] 61- [ابن ہشام]

حضرت علیؓ نے اسے قتل کر دیا اور عمرو کی قیمتی زرہ اس کی بہن کو واپس کر دی تا کہ یہ الزام نہ آئے کہ علیؓ نے زرہ کے لیے عمرو کو قتل کیا۔ (62) اسلام کے کٹر دشمن بھی حضور اکرم ﷺ کی قائدانہ صلاحیتوں کے معترف ہیں۔ مغربی مفکر ڈبلیو ایم واٹ نے لکھا ہے ''فوجی محاذ پر مکہ والوں کی ناکامی کا سبب محمد ﷺ کی برتر منصوبہ بندی اور شاید آپ ﷺ کا خبریں حاصل کرنے کا برتر نظام اور خفیہ ایجنٹ تھے اور جنگ کا یہ نتیجہ مسلمانوں کے باہمی اتحاد اور ڈسپلن کی وجہ سے برآمد ہوا۔''

خیبر کی فتح (عسکری اور سماجی پہلو)

حدیبیہ سے واپس مدینہ پہنچنے کے بعد حضور اکرم ﷺ کی خواہش تھی کہ مسلمانوں اور اہلِ مکہ کے تعلقات خوشگوار رہیں۔ قدرت کی جانب سے مکہ میں خشک سالی کی وجہ سے قحط پڑ گیا۔ قبیلہ بنو حنیفہ جو مسلمان ہو چکا تھا مکہ کو خوراک فروخت کرتا تھا، اس نے خوراک کی ترسیل بند کر دی۔ مکہ کے لوگوں نے آپ ﷺ سے رابطہ کیا اور درخواست کی کہ بنو حنیفہ کو خوراک فروخت کرنے کی ہدایت فرمائیں۔ آپ ﷺ نے خوراک کی پابندی ختم کروادی اور اس مشکل گھڑی میں پانچ سو طلائی سکہ بھی مکہ بھجوایا تاکہ غریبوں میں تقسیم کیا جائے اور وہ بھوک سے نجات حاصل کر سکیں۔ آپ ﷺ نے اس موقع پر مدینہ سے بہت سا خرما ابوسفیان کے پاس مکہ بھجوایا اور خواہش ظاہر کی کہ خرما کے بدلے چمڑا مدینے ارسال کر دیا جائے۔ ابوسفیان خرما واپس کرنا چاہتا تھا مگر فاقہ کش قریش نے مزاحمت کی۔ مکہ میں چمڑا بے کار پڑا تھا اس کا کوئی خریدار نہ تھا لہٰذا ابوسفیان نے چمڑا مدینہ بھجوا دیا۔ مشکل گھڑی میں مالی مدد کر کے آپ ﷺ نے قریش کے دلوں میں دوستی کے جذبات پیدا کر لیے۔ آپ ﷺ نے ابوسفیان کی بیوہ بیٹی اُم حبیبہؓ جو تیرہ سال سے حبشہ میں بے یار و مددگار مقیم تھیں، سے شادی کر کے اہلِ مکہ کے ساتھ قرابت کا رشتہ استوار کر لیا۔ یہ نکاح اسلام کی پیش رفت کے لیے سازگار ثابت ہوا۔ حضور اکرم ﷺ خیبر کے یہودیوں کے بارے میں بڑے فکر مند تھے۔ مسلمان بیک وقت قریش اور خیبر کے یہودیوں سے مقابلہ کرنے کی پوزیشن میں نہ تھے۔ اسلامی فوج اگر خیبر کی جانب پیش قدمی کرتی تو مکہ کے قریش مدینہ پر قبضہ کر سکتے تھے اور اگر مکہ کی جانب رخ کیا جاتا تو خیبر کے

62۔ [کانسٹنٹ ورجل]

یہودی مدینہ پر یلغار کرتے۔ آپ ﷺ نے اعلیٰ عسکری اور سفارتی صلاحیتوں کا مظاہرہ کرتے ہوئے صلح حدیبیہ کے ذریعے مکہ کے قریش کو عارضی طور پر غیر جانب دار کر دیا۔

اسلامی لشکر خیبر کی جانب روانہ ہوا تو حضرت ابو عبسؓ بن جبر نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ ان کے پاس اونٹ کی سواری ہے مگر کپڑے نہیں ہیں آپ ﷺ نے ان کو قیمتی چوغہ عطا کیا۔ سفر کے دوران آپ ﷺ نے دیکھا کہ عبسؓ نے پرانا چوغہ پہن رکھا ہے جب آپ ﷺ نے سبب پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ گھر میں بچوں کے لیے کچھ نہیں تھا میں نے چوغہ 8 درہم میں فروخت کر دیا۔ دو درہم گھر میں چھوڑ آیا دو درہم سے زادِ راہ خرید ا اور چار درہم سے پرانا چوغہ خرید لیا۔(63)

خیبر مدینہ کے شمال میں 114 کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہاں پانی کی افراط ہے اور علاقہ زرخیز ہے۔ خیبر شہر کے باہر آتش فشاں چٹانوں کا وسیع سلسلہ شروع ہو جاتا ہے جسے عبور کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ خیبر میں آٹھ جنگی قلعے تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے خیبر پر حملہ کرنے کے لیے پندرہ سو افراد پر مشتمل لشکر تیار کیا اور اپنی قیادت میں خیبر کی جانب پیش قدمی فرمائی۔ بعض مؤرخین کے مطابق اسلامی لشکر نے خیبر پر اچانک حملہ کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد خیبر کے یہودیوں کو اندازہ تھا کہ مسلمان خیبر پر حملہ کریں گے۔ جب اسلامی لشکر خیبر پہنچا تو یہودی مکمل طور پر دفاع کے لیے تیار تھے۔ انھوں نے آٹھ قلعوں میں سامان خوراک جمع کر رکھا تھا اور بیس ہزار سپاہ پورے ساز و سامان سے لیس جنگ کے لیے تیار تھی۔ مسلمانوں کا جنگی اسلحہ صرف تیر و کمان اور تلوار پر مشتمل تھا۔ آمنے سامنے جنگ سے قلعوں کو تسخیر کرنا ممکن نہ تھا لہٰذا قلعوں کا محاصرہ کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ مسلمان تین روز کے سفر کے بعد خیبر پہنچ گئے تھے۔ راستہ دکھانے والوں کی مدد سے الطاۃ کی وادی میں کیمپ لگانے کا فیصلہ کیا گیا۔

مشاورت

حضور اکرم ﷺ نے جنگی حکمتِ عملی طے کرنے کے لیے صحابہ کرام سے مشاورت کی۔ حضرت

63۔ [الامین ﷺ]

خبابؓ بن المنذر نے مشورہ دیا کہ یہ جگہ یہودیوں کے قلعوں کے نزدیک ہے۔ اس کے اردگرد کھجور کے گھنے درخت ہیں اور سیم کے پانی کے جوہڑ بھی۔ ہم نشیب میں ہوں گے اور یہودی قلعوں میں ہوں گے۔ وہ بڑے ماہر تیر انداز ہیں قلعوں کی بلندیوں سے نیچے آنے والے تیر دور تک جائیں گے اس طرح وہ آسانی سے ہمیں نشانہ بنا سکیں گے۔ یہ بھی خدشہ ہے کہ وہ قلعوں سے نکل کر کھجور کے درختوں میں چھپ جائیں اور ہم پر شب خون ماریں۔ ہمیں ایسی جگہ کیمپ لگانا چاہیے جو کھلا میدان ہو تاکہ ہم پر یہودی چھپ کر اچانک حملہ نہ کر سکیں اور ان کے تیر بھی ہمیں براہ راست نشانہ نہ بنا سکیں۔
حضور اکرم ﷺ نے حضرت خبابؓ کے مشورے کو پسند کیا اور صحابہ کے مشورے سے وادئ رجیع میں اسلامی لشکر کے خیمے لگائے۔ حضرت عثمانؓ کو خیموں کا نگران مقرر کیا اور رات کے اندھیرے میں اسلامی دستے کے ساتھ قلعوں کے قریب پہنچ گئے۔ جب خیبر کی بستیاں نظر آئیں تو آپ ﷺ نے اپنے رَبّ سے دعا کی:

> ''اے سات آسمانوں اور ان اشیاء کے رَبّ جن پر یہ آسمان سایہ کیے ہوئے ہیں، اے سات زمینوں اور ان چیزوں کے رَبّ جو ان زمینوں پر موجود ہیں۔ شیطانوں اور ان کے رَبّ جنھیں شیطانوں نے گمراہ کیا ہے۔ اے ہواؤں اور ان کے رَبّ جنھیں ہوائیں اُڑائے پھرتی ہیں ہم تجھ سے اس بستی کی بھلائی کا سوال کرتے ہیں اور اس بستی کے شر سے اور اس کے باسیوں کے شر سے اور اس میں پائی جانے والی چیزوں کے شر سے تیری پناہ مانگتے ہیں۔''

حضور اکرم ﷺ نے اسلامی لشکر کو مختلف دستوں میں تقسیم فرمایا اور ان کو مختلف اطراف سے قلعوں پر حملوں کا حکم دیا۔

حضرت علیؓ کا اعزاز

مستند روایت کے مطابق حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو سفید پرچم عنایت کر کے ایک قلعہ کی جانب روانہ کیا۔ حضرت ابوبکرؓ بڑی جرأت سے لڑے مگر قلعہ فتح نہ کر سکے۔ آپ ﷺ نے

حضرت عمرؓ کو روانہ کیا انھوں نے بڑی جاں فشانی کا مظاہرہ کیا مگر فتح حاصل کیے بغیر واپس چلے آئے۔ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو بلایا ان کی آنکھیں دکھ رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے اپنا لعاب دہن ان کی آنکھوں پر لگایا جس سے افاقہ ہوا۔ آپ ﷺ نے جنگی نشان ان کے حوالے کیا اور قلعہ فتح کرنے کا حکم دیا۔ حضرت علیؓ نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ کیا یہود کو لڑ کر مسلمان بنالیں آپ ﷺ نے فرمایا ان کو نرمی کے ساتھ اسلام پیش کرو اگر تمھاری ہدایت سے ایک شخص بھی ایمان لائے تو سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔(64) حضرت علیؓ قلعہ کے قریب پہنچے تو ایک یہودی نے حضرت علیؓ پر وار کیا، آپ کے ہاتھ سے سپر نکل کر دور جا گری۔ حضرت علیؓ نے قلعہ کے دروازہ کو اُٹھالیا اور اسے ڈھال بنا کر بے جگری سے لڑتے رہے۔ حضرت علیؓ نے سولہ یہودیوں سے دست بہ دست لڑائی کی اور انھیں قتل کیا۔ مجاہدین نے درختوں کے مضبوط تنوں کو اُٹھا کر قلعے کے بڑے دروازے پر مار مار کر دروازہ توڑ دیا۔ مسلمان قلعہ کے اندر داخل ہو گئے اور یہودیوں نے خوف کے مارے ہتھیار ڈال دیے۔ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو شیرِ خدا کا خطاب عطا فرمایا۔(65)

خیبر کے قلعوں سے جو مالِ غنیمت حاصل ہوا اُس میں یہودیوں کی مذہبی کتب تورات کے نسخے بھی تھے۔ آپ ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا کہ تورات کے سارے نسخے ادب کے ساتھ یہودیوں کو واپس کر دیے جائیں۔(66) خیبر یہودیوں کا سیاسی، اقتصادی اور فوجی مرکز تھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ مرکز سرنگوں کر دیا اور عالمِ عرب میں مسلمانوں کے راستے میں بڑی رکاوٹ ختم ہو گئی۔ خیبر کا قلعہ بیس روز میں فتح ہوا اور 93 یہودی مارے گئے۔ خیبر کی فتح کے بعد ریاست مدینہ کو بڑی تعداد میں نیزے، تلواریں، ڈھالیں اور زرہیں مل گئیں۔

یہودیوں نے حضور اکرم ﷺ سے درخواست کی کہ وہ چونکہ بہتر کاشتکار ہیں اور زراعت کے ماہر ہیں لہٰذا خیبر کی زمینیں ان کے پاس رہنے دیں اور وہ فصل کا آدھا حصہ مسلمانوں کو دینے کے لیے تیار ہیں۔ آپ ﷺ نے مفتوحہ زمینیں بٹائی پر دے دیں۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ غلہ دو حصوں میں تقسیم کرتے اور یہودیوں کو ان میں سے ایک حصہ ان کی پسند کے مطابق دیتے۔ یہود مسلمانوں کے اس عدل پر حیران ہوتے۔(67)

64۔ [بخاری] 65۔ [ہشام: ابن کثیر] 66۔ [الامین ﷺ] 67۔ [ہشام: بلاذری]

خیبر کی جنگ کے دوران آپ ﷺ نے چار چیزوں کی ممانعت فرمائی، حاملہ قیدی عورت کے قریب نہ جائیں، گھریلو گدھے کا گوشت نہ کھائیں، کسی درندے کا گوشت نہ کھائیں اور مالِ غنیمت تقسیم ہونے سے پہلے اسے فروخت نہ کریں۔ خیبر کے یہودی مسلمانوں سے حسن سلوک کرنے لگے تھے آپ ﷺ بھی چاہتے تھے کہ دونوں فریقین ماضی کی تلخیاں بھول جائیں اور تعلقات کے نئے دور کا آغاز کرتے ہوئے بقائے باہمی کے اصول پر عمل کریں۔ سلام بن مشکم کی بیوہ زینب نے ایک بھنی ہوئی بکری ہدیہ میں بھیجی تو آپ ﷺ نے اسے قبول فرمایا۔ زینب یہودیوں کے سپہ سالار حارث کی بہن تھی۔ آپ ﷺ نے بکری کے حصے کر کے صحابہ میں تقسیم فرمائے۔ آپ ﷺ نے گوشت کا ٹکڑا منہ میں ڈالا اور ذائقہ چکھ کر منہ سے باہر پھینک دیا اور صحابہ کو بتایا کہ اس گوشت میں زہر شامل ہے۔ حضرت بشرؓ بن براءؓ گوشت کا ٹکڑا نگل گئے۔ آپ ﷺ نے یہودن زینب کو بلایا اور پوچھا ''تم نے اس گوشت میں زہر ملایا ہے۔'' زینب نے اپنے جرم کا اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ میرے دل میں خیال آیا کہ میری قوم نے آپ ﷺ سے بہت تکالیف اٹھائیں ہیں اگر آپ ﷺ دنیاوی بادشاہ ہیں تو ہمیں آپ ﷺ سے نجات مل جائے گی اور اگر آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں تو اللہ آپ ﷺ کو اس کی اطلاع کردے گا۔ آپ ﷺ نے زینب کو معاف کر دیا مگر جب حضرت بشرؓ زہر کے اثر کی وجہ سے شہید ہوگئے تو قصاص میں زینب کو قتل کر دیا گیا۔ (68)

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ خیبر سے واپسی پر آپ ﷺ کا غلام کجاوہ اُٹھا کر رکھ رہا تھا کہ وہ ایک تیر لگنے سے وفات پا گیا لوگ کہنے لگے اسے جنت ملے گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہرگز نہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس کا شملہ آگ میں جل رہا ہے۔ یہ شملہ اس غلام نے مالِ غنیمت سے چرایا تھا۔ آپ ﷺ کی یہ بات سن کر ایک شخص آیا اور کہنے لگا یارسول اللہ ﷺ جوتیوں کے دو تسمے میں نے بھی مالِ غنیمت سے لیے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ان کے برابر تجھ کو دوزخ میں جلنا ہوگا۔ (69) حضور اکرم ﷺ نے خیبر سے واپسی پر راستے میں ایک رات فرمایا آج رات کون

68۔ [الامین ﷺ] 69۔ [ہشام]

ایسا شخص ہے جو ہماری حفاظت کرے اور صبح سویرے نماز کے۔لیے جگادے۔حضرت بلالؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ رات کو میں جاگوں گا۔ چنانچہ آپ ﷺ اور دوسرے سب لوگ سو گئے۔حضرت بلالؓ نماز پڑھنے میں مشغول ہوئے اور نماز کے بعد اپنی کاٹھی کا سہارا لے کر مشرق کی جانب منہ کر کے بیٹھ گئے۔ نیند ان پر غالب آ گئی۔ سورج کی حرارت سے سب لوگوں کی آنکھ کھلی سب سے پہلے آپ ﷺ جاگے اور بلالؓ سے فرمایا تم نے یہ کیا کیا۔ بلالؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ جس نے آپ ﷺ کو سلایا اسی نے مجھ کو بھی سلایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو سچ کہتا ہے۔آپ ﷺ نے بلالؓ کو اذان کے لیے کہا اور آپ ﷺ نے سب کو نماز پڑھائی۔اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا جب تم نماز کو بھول جاؤ تو پھر جس وقت یاد آئے اسی وقت اس کو پڑھ لو۔(70) خیبر کی جنگ میں چند خواتین نے بھی شرکت کی جو زخمیوں کو پانی پلاتیں اور ان کی دیکھ بھال کرتیں۔

جنگِ حنین (سخاوت کے نمونے)

فتح مکہ کے بعد جب کعبہ کے بت گرادیے گئے تو آپ ﷺ نے خالدؓ بن ولید کو حکم دیا کہ نخلہ جا کر وہاں کے بتوں کو توڑ دیں۔عزیٰ کا بہت بڑا مجسمہ اسی مقام پر نصب تھا۔ جزیرہ نمائے عرب میں مشرکوں کو اپنے جھوٹے خداؤں کے بت خطرے میں نظر آنے لگے۔قبیلہ بنو ہوازن کے لوگ لات کے پجاری تھے جس کا مندر طائف میں تھا۔ بنو ہوازن کو یقین تھا کہ ایک دن اسلامی لشکر لات کی جانب پیش قدمی کرے گا اور ان کے علاقے میں بھی آباء واجداد کا مذہب نیست ونابود ہو جائے گا اور ان کی تجارت کا مرکز بھی ختم ہو جائے گا چنانچہ بنو ہوازن نے اپنے زیرِ اثر مختلف قبائل کے مشورے سے بیس ہزار افراد پر مشتمل ایک لشکر تیار کیا تا کہ مسلمانوں کو مکہ سے نکال کر ایک بار پھر مشرکین کے مرکز مکہ پر بتوں کا پرچم بلند کیا جا سکے۔ بنو ہوازن اور ان کے اتحادیوں کا سپہ سالار مالک بن عوف تھا اس نے فیصلہ کیا کہ تمام قبائل کے بچے، عورتیں اور ساز وسامان لشکر کے ساتھ جائے گا تا کہ لشکری اپنے بچوں اور عورتوں کی وجہ سے پورے جوش اور جذبے کے ساتھ مسلمانوں کے خلاف جنگ کریں

70۔ [ہشام]

اور یقینی فتح حاصل کرلیں۔ جب حضور اکرم ﷺ کو بنو ہوازن کے لشکر کی مکہ پر چڑھائی کی خبر ملی تو آپ ﷺ نے حضرت عبداللہؓ بن ابی حدرد اسلمی کو مخبری کے لیے روانہ کیا اور ہدایت کی کہ وہ ہوازن کے لشکر میں گھل مل جائیں اور پوری معلومات لے کر واپس آئیں۔ حضرت عبداللہ بنو ہوازن کی جنگی تیاری اور ان کے ساز و سامان، اسلحہ وغیرہ کی مکمل معلومات حاصل کر کے مکہ واپس آئے اور آپ ﷺ کو رپورٹ پیش کردی۔ آپ ﷺ نے فیصلہ کیا کہ بنو ہوازن کا مقابلہ ان کے علاقے میں ہی کیا جائے چنانچہ اسلامی لشکر کی پیش قدمی کی تیاریاں شروع کردیں۔ اسلامی لشکر کی تعداد دس ہزار تھی مکہ کے دو ہزار نو مسلم بھی لشکر میں شامل ہو گئے۔ آپ ﷺ نے صفوان بن امیہ سے ایک سو ڈھالیں اور زرہیں ادھار لیں تاکہ اسلامی لشکر کو مسلح کیا جاسکے۔ رسول اللہ ﷺ 5 شوال کو مکہ سے روانہ ہوئے۔(71) آپ ﷺ نے 20 سالہ عتابؓ بن اسید کو مکہ کا امیر مقرر کیا۔ مکہ کے کسی بزرگ، سردار یا اپنے کسی عزیز کو مکہ کا امیر مقرر نہ کیا گیا اور یہ منصب نوجوان کو عطا ہوا۔ آپ ﷺ نے امیرِ مکہ کے لیے ایک درہم یومیہ وظیفہ مقرر کیا اور فرمایا۔ ''تمھیں لوگوں کے ساتھ بھلائی کی نصیحت کرتا ہوں۔''(72)

اسلامی لشکر 10 شوال کو حنین کی وادی کے کنارے پہنچ گیا۔ سفر کے دوران راستے میں بیری کا پرانا درخت آیا۔ مشرک ہر سال اس درخت کے پاس میلہ لگایا کرتے تھے اور اپنے ہتھیار اس درخت کی شاخوں پر لٹکا دیتے تھے اور برکت کے لیے جانور ذبح کیا کرتے تھے۔ لشکر اسلام میں شامل نو مسلم اسلامی تعلیمات سے آگاہ نہیں تھے، انھوں نے آپ ﷺ سے درخواست کی انھیں پرانی رسم ادا کرنے کی اجازت دی جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''اللہ اکبر! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے تم نے بھی ویسی بات کہی جیسی موسیٰ کی قوم نے ان سے کہی تھی کہ ہمارے لیے بھی اور معبودوں کی طرح ایک معبود بنادیں یہ تو رواجی طریقہ ہے اگر تم نے بھی ایسے رواج کی پیروی کی تو یہ سابقہ قوموں کی پیروی ہوگی۔''

حنین کی جنگ کے لیے اسلامی لشکر کی تعداد سب دوسری جنگوں سے زیادہ تھی۔ لشکر کی تعداد کو

71۔ [ابن اسحاق، طبری] 72۔ [الامین ﷺ]

دیکھتے ہوئے بعض صحابہ نے فخر اور غرور کا اظہار کرتے ہوئے کہا" آج ہماری تعداد اتنی ہے کہ ہم پر کوئی غلبہ نہیں پا سکے گا۔" آپ ﷺ نے ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے بھی مسلمانوں کے اس غرور کا ذکر قرآن پاک میں کیا" بے شک اللہ تعالیٰ نے تمھاری بہت سے مواقع میں مدد کی اور خاص حنین کی جنگ کے روز جب کہ تم کثرت فوج سے خوش تھے۔" [26:9]

بنو ہوازن کے سپہ سالار مالک بن عوف نے اپنے تیراندازوں کو پہاڑوں کی گھاٹیوں اور کمین گاہوں میں چھپا رکھا تھا اور انھیں حکم تھا کہ جوں ہی مسلمان وادی میں داخل ہوں ان پر تیروں کی بارش کر دی جائے۔ حضور اکرم ﷺ نے اسلامی لشکر ترتیب دیا، اسے مختلف دستوں میں تقسیم کر کے نمایاں صحابیوں کے ہاتھوں میں پرچم دیے۔ حضرت خالدؓ نے پہلے ہی حملے میں ہوازن کی صفیں تتر بتر کر دیں اور وہ اپنے عقب میں اونٹوں پر سوار عورتوں کی قطاریں توڑ کر بھاگنا شروع ہو گئے۔ نو مسلموں نے دشمنوں کی صفوں میں شگاف دیکھے تو وہ عورتوں کو قیدی بنانے اور مالِ غنیمت سمیٹنے کے لیے دوڑے۔ (73) ہوازن کے تیراندازوں نے مسلمانوں پر تیروں کی بارش کر دی۔ نو مسلم مجاہد گھبرا کر پیچھے کی جانب بھاگے جس کی وجہ سے صفیں درہم برہم ہو گئیں اور مسلمانوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ (74) رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ اپنی جگہ پر ڈٹے رہے آپ ﷺ نے بھاگنے والوں کو پکارا "لوگو! میں اللہ کا رسول اور محمد بن عبداللہ یہاں ہوں۔ ادھر آؤ میں اللہ کا سچا نبی ہوں اور اللہ نے مجھ سے فتح و نصرت کا جو وعدہ کیا ہے وہ حق ہے۔ اس وعدے میں کوئی شک و شبہ نہیں میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔" حضور اکرم ﷺ کی آواز سنتے ہی بھاگنے والے "لبیک یا رسول اللہ ﷺ" کہتے ہوئے آپ ﷺ کے گرد جمع ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے کنکریوں کی مٹھی لے کر مشرکین کی جانب پھینکی اور فرمایا "ان کے چہرے بگڑ گئے۔" ادھر سے بھاگے ہوئے مسلمان مجاہد واپس آ رہے تھے اور دوسری جانب سے مشرک پسپا اور قیدی ہونے لگے تھے۔ (75) اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ مشرکین اپنی عورتیں، بچے اور سامان چھوڑ کر بھاگ گئے۔ بنو ہوازن کی چھ ہزار عورتیں، چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی مالِ غنیمت کے طور پر مسلمانوں کے قبضے میں آئیں۔

73- [بخاری۔ المغازی]
74- [البدایہ والنہایہ]
75- [ابن کثیر۔ بیہقی]

حضرت ابو طلحہؓ کی بیوی ام سلیمؓ بھی اسلامی لشکر کے ساتھ تھیں، انھوں نے اپنی کمر کے گرد چادر باندھ رکھی تھی اور ہاتھ میں خنجر تھا۔ ام سلیمؓ نے آپ ﷺ کو مشورہ دیا کہ بھاگنے والے مسلمان مجاہدین کو قتل کر دیا جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''کیا ان کے لیے اللہ کافی نہیں ہے۔''(76) ایک جگہ کچھ لوگ جمع تھے جو عورت کی لاش کو دیکھ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے لاش دیکھ کر فرمایا ''یہ تو لڑنے والی نہیں تھی۔'' آپ ﷺ نے حضرت خالدؓ کو پیغام بھجوایا کہ عورتوں، بچوں اور ان لوگوں کو قتل نہ کرو جن کو اجرت پر لڑنے کے لیے لایا گیا تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے ان کو اچھی خوراک دی جائے اور پہننے کے لیے کپڑے دیے جائیں۔ غزوہ حنین کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

> ''یقیناً بہت سے میدانوں میں تمھاری مدد کی اور روز حنین بھی جب تمھاری کثرت نے تمھیں مغرور بنا دیا تھا مگر اس (کثرت) نے تمھیں کوئی فائدہ نہ دیا اور اپنی وسعت کے باوجود زمین تم پر تنگ ہو گئی اور تم پیٹھ پھیر کر مڑ گئے پھر اللہ نے اپنے نبی اور مومنوں پر اپنی سکینت (سکون) نازل کی اور اپنے ایسے لشکر بھیجے جنھیں تم دیکھ نہیں رہے تھے اور کافروں کو کڑی سزا دی اور اللہ کافروں کو ایسی ہی سزا دیتا ہے۔''(77)

ہوازن کے لشکر کا بڑا حصہ حنین سے بھاگ کر طائف میں قلعہ بند ہو گیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالدؓ بن ولید کو ایک ہزار کے لشکر کے ساتھ فوری طور پر ان کے تعاقب میں بھیج دیا۔ حضرت خالدؓ نے طائف کا محاصرہ کر لیا۔ حضور اکرم ﷺ بھی لشکر کے ساتھ طائف پہنچ گئے۔ طویل محاصرے کے بعد اہل طائف ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو گئے اور اسلامی لشکر نے مشرکین کا آخری قلعہ اور لات کا مندر بھی فتح کر لیا۔

ایک روز ہوازن کے قیدیوں میں سے ایک خاتون آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی

76۔ [مسلم]　77۔ [9-26,25]

اور کہا ''یارسول اللہ ﷺ میں شیما بنتِ حارث آپ ﷺ کی رضاعی بہن ہوں۔ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا تمھارے جسم پر کوئی ایسا نشان ہے جو مٹ نہ سکا۔ شیما نے وہ نشان دکھایا جو بچپن میں حضور اکرم ﷺ کے کاٹنے سے بازو پر پڑ گیا تھا۔ آپ ﷺ نے شیما کے لیے اپنی چادر بچھا دی اور فرمایا ''تمھاری ہر سفارش پوری ہوگی جو چاہو ملے گا۔ میرے پاس عزت اور تکریم سے رہنا چاہو تو رہ جاؤ اپنی قوم میں جانا چاہو تو جا سکتی ہو۔'' شیما نے عرض کیا ''یارسول اللہ مجھے میری قوم میں بھجوا دیں۔'' رسول اللہ ﷺ نے اسے تحائف دے کر رخصت کیا ایک روایت کے مطابق جب ہوازن کے قبیلہ نے دیکھا کہ شیما اور اس کا شوہر آزاد ہو گئے ہیں تو انھوں نے اپنا نمائندہ آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجا انھوں نے کہا کہ ہم حلیمہ کے قبیلہ میں سے ہیں۔ اس نسبت سے آپ ﷺ کے رضاعی بہن بھائی ہیں لہٰذا ہمیں بھی فدیہ کی ادائیگی کے بغیر رہا کر دیا جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم چونکہ مسلمانوں میں مالِ غنیمت کے طور پر تقسیم ہو چکے ہو اس لیے میں تمھیں آزاد نہیں کر سکتا۔ ہوازن کے نمائندے نے کہا کہ آپ ﷺ کیسے برداشت کریں گے کہ آپ ﷺ کے رضاعی بہن بھائی دوسروں کے غلام اور کنیز بن جائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں صرف اتنا کر سکتا ہوں کہ اپنے حصے کے غلام اور کنیزیں آزاد کر دوں۔ ہوازن کا سپہ سالار مالک بن عوف بھی آپ ﷺ کے حصے میں آیا تھا۔ آپ ﷺ نے اسے مال سمیت آزاد کر دیا وہ اسی وقت مسلمان ہو گیا۔(78) جب صحابہ نے دیکھا کہ آپ ﷺ نے اپنے حصے کے قیدی آزاد کر دیے ہیں تو آپ ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے سب نے اپنے حصے کے قیدی آزاد کر دیے۔

حضرت عبداللہؓ بن ابی بکر سے روایت ہے کہ حنین کے ایک مجاہد نے بتایا کہ وہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا اس نے موٹی جوتی پہن رکھی تھی اتفاق سے مجاہد کی اونٹنی آپ ﷺ کی اونٹنی سے ٹکرا گئی اور اس کی جوتی آپ ﷺ کی پنڈلی سے جا لگی جس سے آپ ﷺ کو تکلیف ہوئی اور آپ ﷺ نے چھڑی مجاہد کے پاؤں پر ماری اور فرمایا کہ پیچھے ہو کر چلو۔ دوسرے روز آپ ﷺ نے اس مجاہد کو تلاش کیا اس نے سوچا آپ ﷺ باز پرس کریں گے مگر آپ ﷺ نے اس مجاہد سے کہا کہ تم

78۔ [کانسٹنٹ ورجل]

نے میری پنڈلی سے اپنی جوتی ٹکرائی تھی جس سے مجھے تکلیف پہنچی اور میں نے تمھارے پاؤں پر چھڑی ماری لہٰذا میں تمھیں اس کا معاوضہ دینا چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے اس مجاہد کو اسی بکریاں دیں۔ (79)

حضور اکرم ﷺ نے ابوسفیان کو مالِ غنیمت میں سے چالیس اوقیہ چاندی اور سو اونٹ دیے۔ ابوسفیان نے عرض کی کہ میرا بیٹا یزید بھی لشکر اسلام میں شریک تھا آپ ﷺ نے چالیس اوقیہ چاندی اور سو اونٹ یزید کو دیے۔ ابوسفیان نے پھر عرض کی کہ میرا بیٹا معاویہ بھی لشکر اسلام میں شامل تھا آپ ﷺ نے اس کو بھی چالیس اوقیہ چاندی اور سو اونٹ عطا فرمائے۔ ابوسفیان نے سخاوت کا یہ اعلیٰ نمونہ دیکھ کر کہا:

> "اے اللہ کے پیارے رسول میرے ماں باپ حضور ﷺ پر قربان بے شک آپ ﷺ جنگ اور صلح دونوں حالتوں میں بڑے کریم ہیں میں نے آپ ﷺ کے ساتھ جنگ بھی کی۔ آپ ﷺ بہترین شخص تھے پھر میں نے آپ ﷺ کے ساتھ صلح کی اور آپ ﷺ بہترین مصالحت کرنے والے تھے۔ سخاوت میں آپ ﷺ کا مقام بہت اعلیٰ ہے اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔" (80)

حکیم بن حزام کو حضور اکرم ﷺ نے سو اونٹ دیے انھوں نے عرض کی ایک سو اونٹ اور دیجیے۔ آپ ﷺ نے عطا فرمائے انھوں نے پھر سو اونٹوں کی درخواست کی۔ آپ ﷺ نے تیسری بار ان کو سو اونٹ دے دیے اور فرمایا اے حکیم یہ مال بڑا میٹھا ہے جو اسے سخاوت کے ارادے سے حاصل کرتا ہے اس کے لیے برکت ڈال دی جاتی ہے اور جو حرص و لالچ سے حاصل کرتا ہے اس میں برکت نہیں ڈالی جاتی۔ وہ اس آدمی کی طرح بن جاتا ہے جو کھاتا ہے مگر اس کی بھوک پوری نہیں ہوتی۔ حکیم سنو! اوپر والا ہاتھ (دینے والا) نیچے والے ہاتھ (لینے والا) سے بہتر ہے۔ یہ کلمات سن کر حکیم نے سو اونٹ

79۔ [سبل الہدیٰ] 80۔ [السیرۃ النبویہ]

لے کر دو سو اونٹ واپس کر دیے اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ مجھے اس خدا کی قسم ہے جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے میں آئندہ زندگی بھر کسی سے کبھی مطالبہ نہیں کروں گا۔(81)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ چل رہا تھا آپ ﷺ نے ایک موٹی اور کھردری چادر اوڑھی ہوئی تھی۔ ایک بدو آیا اس نے زور سے چادر کو کھینچا اور کہا کہ اللہ کا جو مال آپ ﷺ کے پاس ہے حکم دیجیے اس میں سے میرا حصہ دیا جائے۔ آپ ﷺ کی گردن پر نشان پڑ گیا مگر آپ ﷺ نے اس ناشائستہ حرکت پر برہمی کا اظہار نہ کیا اور مالِ غنیمت سے اسے مناسب حصہ عطا فرمایا۔(82)

معمولاتِ جہاد

مدنی زندگی میں آپ ﷺ کو بار بار دشمنانِ اسلام کے خلاف صف آراء ہونا پڑا اور فوجی دستوں کی قیادت کرنا پڑی۔ جنگ ہوش و عقل کی بجائے جوش و جذبے سے لڑی جاتی ہے مگر ہمیں رسالت مآب ﷺ کی سیرت طیبہ میں ان مواقع پر بھی اعتدال و توازن نظر آتا ہے۔ جہاد کے لیے آپ ﷺ حسب ذیل باتوں کا اہتمام فرمایا کرتے تھے۔

جنگ پر روانہ ہونے سے پہلے آپ ﷺ اس جنگ کے لیے تمام ممکنہ وسائل بہم پہنچاتے تھے۔ موجود افرادی قوت میں سے جتنی ضرورت ہوتی اس کے مطابق رضا کاروں کا انتخاب فرما لیتے۔ چند جنگوں (مثلاً غزوہ تبوک وغیرہ) میں ہر مسلمان عاقل و بالغ کا جنگ کے لیے حاضر ہونا لازمی تھا۔ ان کے علاوہ چھوٹی چھوٹی لڑائیوں کے لیے دشمن کی تعداد (ابتداء میں دس مگر بعد ازاں دو کے مقابلے میں ایک) کی مناسبت سے افرادی قوت کا تعین فرماتے۔ افرادی قوت کے ساتھ ساتھ تمام ممکنہ عسکری وسائل (اسلحہ، مویشی اور بار برداری کے جانوروں) کا بھی پورا پورا انتظام فرماتے۔ ایسے مواقع پر صحابہؓ سے دل کھول کر چندہ دینے کی اپیل کی جاتی پھر اس تمام جمع شدہ پونجی سے سامانِ جنگ خرید کر مجاہدین میں تقسیم کیا جاتا۔ سپاہیوں کو آپ ﷺ کی تعلیم یہ تھی کہ صرف اور صرف اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے جنگ کریں۔(83) لیکن جنگ جیتنے کی صورت میں مال غنیمت میں

81۔ [تاریخ الخمیس] 82۔ [ابن کثیر] 83۔ [البخاری]

سے حصہ دینے کا بھی وعدہ فرماتے۔ جہاد کی تیاری کے ضمن میں ہتھیاروں کی صفائی اور گھوڑوں اور جوانوں کی دوڑ کا بندوبست بھی فرماتے۔ جہاں آپ ﷺ کھڑے ہو کر گھوڑوں کی دوڑ کراتے وہیں بعد از اں مسجد سبق الخیل تعمیر ہوئی۔

اگر آپ ﷺ نے خود قیادت نہ کرنا ہوتی تو آپ ﷺ لشکر پر امیر اور نائب امیر اور بعض اوقات نائب النائب بھی مقرر فرماتے۔ قیادت سونپنے کا بھی وہی اصول تھا جو نماز کی امامت کے لیے مقرر تھا یعنی آپ ﷺ کسی صاحب علم اور پختہ عمر کے آدمی کو اس کا امیر مقرر فرماتے۔ (84) مگر بعض اوقات بہادری اور علم و فہم اور بعض دیگر خصوصیات کی بنا پر نوجوانوں کو بھی قیادت سونپ دیتے تھے (جیسے کہ حضرت اسامہؓ بن زید کو قیادت سونپی)۔ لشکر کو رخصت کرتے وقت مدینہ منورہ سے باہر تک تشریف لے جاتے۔ الوداع کرتے وقت ان کو اور ان کے دین کو اللہ کی امان میں سونپتے۔ (85) روانہ کرتے وقت یہ نصیحت فرماتے تھے کہ خدا سے ہر حال میں ڈرتے رہنا اور اپنے ساتھی مسلمانوں کی خیر خواہی کرتے رہنا۔ پھر آپ ﷺ فرماتے خدا کے نام پر کافروں کے خلاف جہاد کرنا، خیانت اور بدعہدی نہ کرنا، کسی کا مثلہ نہ بنانا، کسی بچے، بوڑھے اور کسی عورت کو قتل نہ کرنا۔ (86) جب تمھارا دشمن سے مقابلہ ہو تو اس کے سامنے تین باتیں پیش کرنا۔ نمبر (1) اسلام قبول کر لو، نمبر (2) اگر اسلام قبول نہیں کرتے تو جزیہ ادا کرنا قبول کرو، نمبر (3) اگر جزیہ دینا بھی منظور نہیں کرتے تو پھر لڑنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اگر وہ اسلام لانا یا جزیہ دینا قبول کر لیں تو ان سے جنگ روک دینا اگر وہ یہ باتیں قبول نہیں کرتے تو پھر اللہ کی مدد سے ان کے خلاف جہاد کرنا اور اگر تم کسی قلعے کا محاصرہ کرو اور قلعے کے لوگ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی ذمہ داری پر اترنا چاہیں تو تم ہرگز قبول نہ کرنا مگر یہ کہ وہ تمھاری ذمہ داری پر اترنا قبول کریں کیونکہ اگر تم اپنی اور اپنے ساتھیوں کی ذمہ داری کو پورا نہ کر سکو تو یہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی ذمہ داری کو توڑنے سے بہتر ہے اور اسی طرح اگر کسی قلعے والے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم پر اترنا قبول کریں تو ہرگز نہ ماننا مگر یہ کہ وہ تمھارے حکم پر اترنا منظور کریں کیونکہ تم نہیں جانتے کہ تم ان میں حکمِ خداوندی جاری بھی کر سکتے ہو یا نہیں۔ (87) ایسے موقعوں پر

84۔ [البخاری] 85۔ [ابوداؤد] 86۔ [البخاری] 87۔ [مسلم]

آپ ﷺ یہ بھی فرماتے تم لوگوں کے لیے آسانی پیدا کرنا تنگی نہیں۔ آپ ﷺ جنگ میں جنگی چال (خدعہ) کے تو قائل تھے مگر دھوکا اور فریب (الغدر) کے ہرگز قائل نہ تھے۔ آپ ﷺ کا فرمان تھا کہ قیامت کے روز غدر کرنے والوں کا الگ جھنڈا ہوگا۔ امیر کے ساتھ ساتھ عام فوج کو بھی نصیحتیں فرماتے اور انھیں خاص طور پر اطاعتِ امیر کا حکم دیا جاتا۔ آخر میں دعا کر کے انھیں رخصت فرماتے۔ (88)

اگر آپ ﷺ نے خود کسی جنگ کی قیادت کرنا ہوتی تو آپ ﷺ اپنی تمام ذمہ داریاں نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دیتے۔ آپ ﷺ کو جب کسی طرف سے جنگی کارروائی کی اطلاع ملتی تو آپ ﷺ اپنے خاص احباب کی مجلس مشاورت طلب فرماتے اور اس مسئلے کو سب کے سامنے پیش کرتے۔ جو فیصلہ بھی ہوتا خواہ آپ ﷺ کی مرضی کے خلاف ہو (مثلاً غزوہ احد کے موقع پر باہر نکل کر مدافعت کرنے کا فیصلہ)، اس کی بہرحال پابندی فرماتے۔ دشمنوں کی مدافعت کے لیے جو بھی تدبیر سوچی جاتی آپ ﷺ اس تدبیر کی انجام دہی میں صحابہؓ کے ساتھ پوری طرح شریک رہتے مثلاً خندق کھودنے میں۔ (89) اگر باہر نکل کر مدافعت کرنے کا فیصلہ ہوتا تو آپ ﷺ پوری طرح زادِ راہ لے کر نکلتے۔ (90) جب لشکر مدینہ منورہ سے باہر ڈیرے ڈال دیتا تو اپنے لشکر کا جائزہ لیتے، اگر کوئی اس میں نابالغ ہوتا یا اگر کوئی ماں باپ کی مرضی کے خلاف شریکِ جہاد ہونا چاہتا تو اسے واپس بھیج دیتے۔ (91) بقیہ لشکر کو لے کر روانہ ہو جاتے۔ روانگی میں دشمن کی نقل و حرکت سے باخبر رکھنے کے لیے آدمی مقرر فرماتے۔ (92) اگر قریبی علاقے میں دشمن کے کسی جاسوس کی اطلاع ملتی تو اسے ڈھونڈھ نکالتے۔ (93)

آپ ﷺ جنگی معلومات کو نہایت خفیہ رکھتے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے انتہائی قریبی ساتھیوں کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا کہ آپ ﷺ کا ارادہ کدھر کا ہے۔ راستے میں آپ ﷺ تیز تیز چلنا پسند فرماتے۔ (94) رات کے آخری پہر میں سفر کرنا آپ ﷺ کو زیادہ پسند تھا۔ (95) راستے میں اونٹوں اور

88۔ [ابوداؤد] 89۔ [البخاری] 90۔ [البخاری] 91۔ [مسلم۔ابوداؤد] 92۔ [البخاری]
93۔ [البخاری] 94۔ [البخاری] 95۔ [ابوداؤد]

دوسرے جانوروں کی گردنوں سے گھنٹیاں (جرس) اتروادی جاتیں۔[96] مقصد یہ ہوتا تھا کہ دشمن آپ ﷺ کے اچانک پہنچ جانے سے حواس باختہ ہو جائے اور یوں خونریزی کی نوبت نہ آنے پائے۔ اگر کسی جگہ رات بسر کرنے کا فیصلہ ہوتا تو رات کے پہرے داروں نیز اردگرد کے علاقے پر دشمن کی نقل وحرکت پر نظر رکھنے کے لیے نگران افراد کا تقرر فرماتے۔[97] رات راستے سے ہٹ کر بسر کی جاتی۔ دشمن کے متوقع حملے کی وجہ سے حالت جنگ کے علاوہ پہرے دار دستوں کے (بعض اوقات الگ الگ) شعائر مقرر فرماتے تاکہ ایک دوسرے اور دوست دشمن کی شناخت میں آسانی رہے۔[98] حملے کے لیے رات ہوتی تو صبح کا اور صبح ہوتی تو دوپہر ڈھلنے کا انتظار فرماتے۔ اگر اس بستی میں مسجد کے کوئی آثار دکھائی دیتے یا اذان کی آواز سنائی دیتی تو حملہ موقوف کر دیتے۔[99] اور اگر اس بستی میں سے اسلام کی کوئی علامت ظاہر نہ ہوتی تو مقررہ وقت پر بلند آواز سے اللہ اکبر کے نعرے کے ساتھ دشمن پر حملہ کر دیتے۔[100] خطبات میں نصرتِ خداوندی کے حصول اور اسلام کی فتح ونصرت کے لیے لمبی لمبی دعائیں بھی ضرور مانگتے۔ اس وقت آپ ﷺ پر ایسی رقت طاری ہوتی کہ صحابہ کرامؓ آپ ﷺ پر ترس کھاتے۔ آپ ﷺ صحابہ کرامؓ کو یہ تاکید فرمایا کرتے کہ اگرچہ دشمن تم پر حملہ کر چکا ہو پھر بھی اگر وہ تمھارے حملے کے وقت کلمہ پڑھ لے تو اس سے تلوار فوراً اٹھالی جائے۔[101] حملے سے قبل صحابہ کرامؓ کو مختلف مقامات پر تعینات فرماتے اور یہ تاکید کرتے کہ فتح ہو یا شکست تم اپنی جگہ ہرگز نہ چھوڑنا۔[102] جنگ کے میدان پر آپ ﷺ کی نظر اس قدر حاوی ہوتی تھی کہ جنگ ہر صورت آپ ﷺ کے مرتب کیے ہوئے نقشے کے مطابق ہی لڑی جاتی۔

جنگ کے دوران میں آفاقی اور قدرتی مظاہر سے بھی مدد لیتے۔ عام طور پر آپ ﷺ سورج کو اپنے پیچھے اور دشمن کو اپنے آگے رکھتے۔ ہوا کے رخ سے حملہ کرتے تاکہ گردوغبار مسلمان سپاہیوں کے بجائے دشمن کو پریشان کرے۔[103] آپ ﷺ صحابہؓ کو یہ تاکید فرماتے کہ تاک تاک کر تیر چلاؤ، (زیادہ اسلحہ ضائع نہ کرو) اور تلوار اس وقت نکالو جب دشمن تمھارے سر پر پہنچ جائے۔[104] جنگ کے دوران

96۔ [البخاری] 97۔ [البخاری] 98۔ [ابوداؤد] 99۔ [البخاری] 100۔ [ابوداؤد]
101۔ [ابوداؤد] 102۔ [ابوداؤد] 103۔ [ابوداؤد] 104۔ [ابوداؤد]

مسلمان خواتین کو بھی آپ ﷺ ہمراہ لاتے تاکہ وہ زخمیوں کو پانی پلائیں اور اگر ضرورت پڑے تو انھیں سہارا دے کر مدینہ منورہ یا مرکزِ عسکر تک پہنچائیں۔ (105) دورانِ جنگ میں آپ ﷺ ہمیشہ دشمن سے متصل سب سے اگلی صفوں میں ہوتے اور حضرت علیؓ جیسے شجاع بھی جنگ کی شدت میں آپ ﷺ کے زیرِ سایہ پناہ لینے پر مجبور ہو جاتے۔ (106) اسی طرح خطرات کے موقع پر آپ ﷺ سب سے آگے ہوتے۔ (107) لڑائی میں اگر اور شدت آجاتی اور آپ ﷺ کی سواری مضطرب ہونے لگتی تو آپ ﷺ سواری سے کود کر نیچے آجاتے۔ (108) فتح ہوتی یا ہزیمت آپ ﷺ اپنی جگہ سے ایک انچ پیچھے ہٹنا بھی پسند نہ فرماتے۔ لڑائی کے دوران اپنے ساتھیوں کے حوصلے بڑھاتے۔ فتح کی صورت میں سجدۂ شکر بجالاتے اور اُس جگہ عدل و انصاف قائم کرنے کے لیے تین دن قیام فرماتے۔ (109) علاقے کا مناسب بندوبست کر کے اور کسی کو امیر مقرر فرما کر مالِ غنیمت سمیت واپس تشریف لاتے۔ مدینہ کے لوگ شہر سے باہر نکل کر آپ ﷺ کا استقبال کرتے۔ (110)

105۔[مسلم] 106۔[ابن الجوزی] 107۔[البخاری] 108۔[البخاری]
109۔[البخاری] 110۔[ابوداؤد]

صلح حدیبیہ۔ اعلیٰ سفارت کاری کا نمونہ

حدیبیہ ایک کنویں کا نام تھا، جب اس کے اردگرد گاؤں آباد ہوا تو وہ بھی اسی نام سے مشہور ہوا۔ ہجرتِ مدینہ کے بعد مسلمان کئی سال تک عمرے کی سعادت حاصل نہ کر سکے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ ان مشرکوں کو کیوں عذاب نہ دے حالانکہ انھوں نے اہلِ ایمان کو مسجدِ حرام میں آنے سے روک دیا۔''(1)

مسلمان عمرے کے لیے بے چین رہتے آپ ﷺ ان کو صبر کی تلقین فرماتے۔ ایک روز آپ ﷺ نے صحابہ کو اپنے خواب کے بارے میں بتایا کہ ہم سب امن وسلامتی کے ساتھ مسجدِ حرام میں داخل ہو رہے ہیں۔ یہ خوشخبری سن کر صحابہ کرام کی خوشی کی کوئی حد نہ رہی۔ سفر کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ مدینہ سے باہر جو قبائل مسلمان ہو چکے تھے اُن کو بھی عمرے کی دعوت دی گئی۔ یکم ذی قعد چھ ہجری حضور اکرم ﷺ کی قیادت میں عشاق کا قافلہ سوئے حرم روانہ ہوا۔ قافلے کی تعداد پندرہ سو تھی۔ آپ ﷺ اپنی ناقہ قصویٰ پر سوار تھے۔ قربانی کے لیے ستر اونٹ ہمراہ تھے جن پر قلادے ڈال دیے گئے تا کہ پہچان ہو سکے کہ یہ قربانی کے جانور ہیں۔ یہ قافلہ مدینہ سے چھ سات میل کے فاصلے پر ذوالحلیفہ نامی گاؤں پہنچا تو سب نے عمرے کا احرام باندھ لیا۔ ازواجِ مطہرات میں حضرت ام سلمہؓ آپ ﷺ کے ہمراہ تھیں۔ حضور اکرم ﷺ نے بشر بن سفیان کو مکہ کے حالات کا جائزہ لینے کے لیے روانہ کیا۔ آپ ﷺ نے جحفہ کے مقام پر پہنچ کر یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔

''میں تمھارا پیش رو ہوں اور میں تم میں ایسی چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں اگر تم اس کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے اور وہ ہے اللہ کی کتاب اور

1۔ [34:8]

اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت۔"(2)

قریش کو جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے قافلے کی مکہ روانگی کی اطلاع ملی تو ان کے دلوں میں وسوسے پیدا ہوئے۔ انھوں نے یہ خیال کیا کہ عمرہ محض ایک بہانہ ہے اصل مقصد مکہ پر قبضہ کرنا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب عسفان کے مقام پر پہنچے تو بشر بن سفیان نے مکہ سے واپس آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ قریش کو قافلے کی اطلاع مل چکی ہے اور انھوں نے عہد کر رکھا ہے کہ مسلمانوں کو کسی صورت مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صد حیف قریش کو جنگوں نے کھوکھلا کر دیا مگر وہ اپنی ضد سے باز نہیں آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس عزم کا اظہار فرمایا:

"قریش کیا سوچ رہے ہیں بخدا میں اس وقت تک اس دین کے لیے جہاد کرتا رہوں گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو غالب کر دے یا میری زندگی ختم ہو جائے۔"(3)

قریش کے عزائم سے آگاہی کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجلس مشاورت طلب کی اور پوچھا کہ ہمیں ان حالات میں کیا طرزِ عمل اختیار کرنا چاہیے۔ صحابہ نے مشورہ دیا کہ ہم عمرے کی نیت سے آئے ہیں لہٰذا ہمیں اپنا سفر جاری رکھنا چاہیے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رائے سے اتفاق کیا اور سفر جاری رکھنے کا حکم فرمایا البتہ مشہور راستے کے بجائے غیر معروف راستہ اختیار کیا تا کہ قافلہ کسی مزاحمت کے بغیر مکہ کے قریب پہنچ جائے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب دشوار گزار راستے سے گزرتے ہوئے ہموار میدان میں پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے فرمایا کہ سب کہو "ہم اللہ سے مغفرت طلب کرتے ہیں اور اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔" سب نے یہ جملے دہرائے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہی وہ بات تھی جو بنی اسرائیل کے سامنے پیش کی گئی لیکن انھوں نے یہ کہنے سے انکار کر دیا۔ اس کا ذکر قرآن کریم کی اس آیت میں کیا گیا ہے "اور کہتے چلے جانا بخش دے ہمیں، ہم بخش دیں گے تمھاری خطائیں۔"(4) صبح ہوئی تو سب نے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم سب کو اللہ تعالیٰ نے بخش دیا

2۔ [مصدر سابق] 3۔ [ابن کثیر] 4۔ [58:2]

سوائے سرخ اونٹ والے کے۔" حضرت جابر فرماتے ہیں کہ ہم نے سرخ اونٹ والے کو کہا کہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کرو کہ آپ ﷺ تمھارے لیے دعا فرمائیں۔ وہ بولا میں تو اپنا گم شدہ اونٹ تلاش کرنے میں مصروف ہوں مجھے میرا اونٹ مل جائے۔ مجھے یہ اس سے زیادہ محبوب ہے کہ آپ ﷺ میرے لیے مغفرت کی دعا کریں۔ وہ اپنے اونٹ کی تلاش میں پھر رہا تھا کہ ایک پتھر سے اس کا پاؤں پھسلا وہ لڑھکتا ہوا نیچے جا گرا اور مر گیا۔ جنگلی درندے اس کی لاش کو چیر پھاڑ کر کھا گئے۔ (5)

حضور اکرم ﷺ حدیبیہ کے مقام پر پہنچے۔ آپ ﷺ کی ناقہ قصویٰ بیٹھ گئی لوگوں نے خیال کیا کہ شاید تھک کر بیٹھ گئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا "اسے اس ذات نے آگے بڑھنے سے روک دیا ہے جس نے ہاتھیوں کو مکہ جانے سے روکا تھا۔" آپ ﷺ نے حکم دیا کہ یہیں خیمہ زن ہو جاؤ۔ لوگوں نے عرض کی کہ سارے کنویں خشک پڑے ہیں اور پانی کی ایک بوند نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا اور کسی صحابی کو حکم دیا کہ کسی کنویں کے اندر جا کر اس تیر کو گاڑ دو۔ اس نے تعمیل ارشاد کی تو پانی ابلنا شروع ہو گیا اور کنواں پانی سے بھر گیا۔

قریش بضد تھے کہ مسلمان آگے نہ بڑھنے پائیں۔ حضور اکرم ﷺ کی خواہش تھی کہ سارے معاملات حسن و خوبی کے ساتھ طے پا جائیں چنانچہ آپ ﷺ نے تشدد اور انتہا پسندی کے بجائے اعتدال اور سفارت کاری سے کام لیا۔ قریش کا نمائندہ بدیل بن ورقاء اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ حضور اکرم ﷺ کے پاس آیا اور آمد کا سبب پوچھا۔ آپ ﷺ نے اسے بتایا کہ عمرے کا شوق ہمیں یہاں لایا ہے۔ احرام میں ملبوس ہیں قربانی کے جانور ہمراہ ہیں، ایک تلوار لے کر ہم تمھارے ساتھ جنگ کرنے کے ارادے سے کیسے آسکتے تھے۔ بدیل مطمئن ہو گیا، اس نے اہل مکہ کو کہا کہ مسلمان صرف عمرہ کی نیت سے آئے ہیں لہٰذا ان کا راستہ نہ روکو اہل مکہ نے بدیل سے اتفاق نہ کیا۔ اہلِ مکہ نے سردار حلیس بن علقمہ کو اپنا نمائندہ بنا کر حضور اکرم ﷺ کے پاس بھیجا۔ جب حضور اکرم ﷺ نے حلیس کو آتے دیکھا تو اپنے صحابہ کو ہدایت کی کہ قربانی کے جانوروں کی قطاریں اس کے سامنے سے گزاریں۔ حلیس یہ منظر دیکھ کر بہت متاثر ہوا اور آپ ﷺ سے گفتگو کیے بغیر قریش کے پاس واپس چلا گیا۔ اس نے قریش کو یقین دلایا کہ مسلمان جنگ کرنے کی غرض سے نہیں آئے اور ان کا مکہ پر قبضہ

5- [سبل الہدیٰ]

کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ قریش حلیس کی بات سن کر بھڑک اُٹھے اور کہنے لگے تم بدو ہو، باریکیوں کو نہیں سمجھتے۔ حلیس بھی مشتعل ہو گیا اور کہنے لگا کہ ہمارے قبیلے نے اس لیے قریش سے دوستی نہیں کی کہ وہ زائرین کا راستہ روکیں۔ حلیس نے قریش کو دھمکی دی کہ اگر انھوں نے ضد نہ چھوڑی تو وہ اپنے قبیلہ کو لے کر مکہ سے چلا جائے گا۔ قریش نے اسے کہا کہ صبر سے کام لو اور انھیں سوچنے کا موقع دو۔

قریش نے عروہ بن مسعود ثقفی کو اپنا سفیر بنا کر حضور اکرم ﷺ کے ساتھ مذاکرات کے لیے روانہ کیا۔ عروہ نے قریش سے روانگی سے پہلے بامقصد مذاکرات کے لیے اختیارات حاصل کر لیے۔ عرب کے دستور کے مطابق عروہ گفتگو کے دوران کبھی کبھی حضور اکرم ﷺ کی داڑھی کو چھولیتا۔ حضرت مغیرہ جو پاس کھڑے تھے عروہ کے ہاتھ کو جھٹک دیتے۔ وہ عروہ کے ممنون احسان بھی تھے۔ اسلام سے قبل حضرت مغیرہؓ نے بارہ آدمی قتل کر دیے تھے اور عروہ نے ان کا خون بہا ادا کیا تھا۔ جب عروہ آپ ﷺ کی داڑھی کو چھونے سے باز نہ آیا تو مغیرہ نے سخت غصے سے کہا اگر اب تم نے بدتمیزی کی تو سلامت واپس نہیں جائے گا۔ عروہ نے حضور اکرم ﷺ سے پوچھا یہ سخت کلام کون ہے آپ ﷺ نے فرمایا یہ تیرا بھتیجا مغیرہ ہے۔(6) عروہ کو آپ ﷺ کی بے ساختہ گفتگو سے اندازہ ہو گیا کہ مسلمان صرف عمرے کی سعادت حاصل کرنے کے لیے آئے ہیں اور ان کا ہرگز مقصد مکہ پر قبضے کا نہیں ہے۔ عروہ نے قریش کو مشورہ دیا کہ مسلمانوں کے راستے میں رکاوٹ نہ ڈالی جائے اور ان کو عمرے کا موقع فراہم کر دیا جائے۔

اہل مکہ نے مسلمانوں کو مشتعل کرنے کی کوشش کی تاکہ مسلمان جنگ پر آمادہ ہو جائیں۔ ایک رات تاریکی میں چالیس پچاس مشرک اسلامی قافلے میں گھس آئے اور مسلمانوں پر پتھروں کی بارش کر دی۔ مسلمانوں نے صبر وضبط سے کام لیا اور مشرکین کو گرفتار کر کے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ ﷺ نے کسی سے انتقام نہ لیا اور سب کو رہا کر کے قریش کی سازش ناکام بنا دی۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت عمرؓ کو سفیر بنا کر قریش کے پاس بھیجنے کا ارادہ فرمایا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میرے دل میں مشرکین مکہ کے لیے جو عداوت ہے وہ اس سے بخوبی واقف ہیں۔ میرے خاندان بنی عدی کا کوئی آدمی وہاں موجود نہیں ہے جو آڑے وقت میں میری مدد کرے۔ مجھے

6۔ [ابن کثیر]

اندیشہ ہے مشرکین مجھے نقصان پہنچائیں گے۔ میری تجویز یہ ہے کہ حضورﷺ اگر حضرت عثمانؓ کو اپنا سفیر بنا کر بھیجیں تو ان کی کامیابی کے امکانات زیادہ روشن ہیں۔ ان کے خاندان کے افراد مکہ میں موجود ہیں جو اثر و رسوخ کے مالک ہیں۔ ان پر کوئی دست اندازی کی جرأت نہیں کرے گا۔ حضور اکرمﷺ نے اس تجویز سے اتفاق کیا اور حضرت عثمانؓ کو اپنا سفیر بنا کر قریش کے پاس روانہ کیا تاکہ وہ قریش کو قائل کر سکیں اور مسلمان امن و سکون کے ساتھ خانہ کعبہ کی زیارت کر لیں۔ (7)

حضور اکرمﷺ نے حضرت عثمانؓ کو ہدایت فرمائی کہ وہ مکہ میں ان مسلمانوں سے بھی ملاقات کریں جو بے کسی کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور ان کو یہ خوشخبری سنائیں کہ ان کی مظلومیت کے دن ختم ہونے والے ہیں۔ مکہ عنقریب فتح ہوگا اور یہاں دینِ حق کو غلبہ نصیب ہوگا۔ (8) حضرت عثمانؓ نے مکہ کے سرداروں سے ملاقاتیں کر کے ان کو یقین دہانی کرائی کہ مسلمان اسلحہ کے بغیر مکہ آئے ہیں اور ان کی نیت خانہ کعبہ کی زیارت کی ہے۔ حضرت عثمانؓ کو اہلِ مکہ نے اپنے ہاں روک لیا اور یہ افواہ پھیل گئی کہ حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا گیا ہے۔ حضور اکرمﷺ نے اس افواہ کے بعد اپنے صحابہ سے بیعت لی اور عہد کیا کہ جب تک حضرت عثمانؓ کا بدلہ نہیں لیں گے واپس نہیں جائیں گے۔ اس بیعت کو بیعتِ رضوان کا نام دیا گیا۔ بیعت لینے میں حکمت یہ تھی کہ مسلمانوں کے عزمِ صمیم کی بناء پر مشرکین مرعوب ہو جائیں اور مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کا خیال دل سے نکال دیں۔ اس بیعت کے بعد قریش کے اوسان خطا ہو گئے اور سرداروں نے باہمی مشاورت سے فیصلہ کیا کہ اس سال مسلمانوں کو زیارت کا موقع دینے کی بجائے اگلے سال ان کو تین دن مکہ کے اندر رہنے، نماز پڑھنے اور طواف کی اجازت دے دی جائے۔ مکہ کے سرداروں نے اتفاق رائے کے ساتھ سہیل بن عمرو کو اپنا نمائندہ بنا کر حضور اکرمﷺ کے پاس روانہ کیا تاکہ آپﷺ سے قریش کی پیش کش کے بارے میں مذاکرات کیے جائیں۔ قرآن پاک میں بیعت رضوان کا ذکر ان الفاظ میں آیا ہے۔ ”اللہ مومنوں سے خوش ہو گیا، جب وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کر رہے تھے ان کے دلوں کا حال اُس کو معلوم تھا۔ اس لیے اُس نے اُن پر سکینت (سکون) نازل فرمائی، ان کو انعام میں قریبی فتح بخشی۔ [18:48]

• سہیل بن عمرو اور حضور اکرمﷺ کے درمیان تفصیلی مذاکرات ہوئے اور آخر کار معاہدے کی

7۔ [کرم شاہ] 8۔ [السیرۃ النبویہ]

شرائط طے پا گئیں۔ بظاہر ان شرائط سے مسلمانوں کی کمزوری ظاہر ہوتی تھی مگر درحقیقت یہ معاہدہ مسلمانوں کے مستقبل کے لیے سنگِ میل کی حیثیت رکھتا تھا۔ حضرت عمرؓ اس معاہدہ کی شرائط سے بہت رنجیدہ تھے۔ وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے استفسار کیا:

یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ اللہ کے رسول نہیں ہیں؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! بلاشبہ میں اللہ کا رسول ہوں۔

یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا! بلاشبہ ہم مسلمان ہیں۔

کیا وہ لوگ مشرک نہیں ہیں؟

بلاشبہ وہ مشرک ہیں۔

پھر ہمارے دین کے معاملے میں ہماری توہین کیوں؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میں اللہ کا بندہ ہوں اور اس کا رسول ﷺ ہوں اور میں کسی طرح بھی اللہ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کرسکتا۔ میرا اللہ مجھے ضائع نہیں کرے گا۔[9]

حضور اکرم ﷺ نے قلم ودوات منگوایا اور حضرت علیؓ کو معاہدہ تحریر کرنے کی ہدایت فرمائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا سب سے اوپر "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" لکھو۔ سہیل بن عمرو نے کہا۔ ہم رحمٰن کو نہیں مانتے لہٰذا سب سے اوپر "باسمك اللهمه" لکھا جائے۔ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ سے کہا ویسے ہی لکھ دو جو سہیل کہتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کے بعد لکھو "یہ وہ صلح نامہ ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے سہیل بن عمرو سے کیا ہے۔" سہیل بن عمرو نے کہا "اگر ہم آپ ﷺ کو اللہ کے رسول مانتے تو آپ ﷺ سے کبھی لڑائی نہ کرتے۔" لکھوائیں جو محمد ﷺ بن عبداللہ نے سہیل بن عمرو سے کیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ رسول اللہ کے الفاظ کاٹ کر محمد بن عبداللہ تحریر کردو۔ حضرت علیؓ نے عرض کی کہ میں یہ گستاخی کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ میرا نام کہاں ہے۔ حضرت علیؓ نے اپنی انگلی رکھ دی۔ آپ ﷺ نے خود اپنے ہاتھ سے رسول اللہ ﷺ کے الفاظ کاٹ

9۔ [الامین ﷺ]

دیے اور حضرت علیؓ نے محمد بن عبداللہ کے الفاظ تحریر کر دیے۔ صلح حدیبیہ کی آٹھ شرائط طے پائیں:

معاہدے کا متن

1۔ دس سال تک جنگ بند رہے گی، ان دس سالوں میں لوگ امن سے رہیں گے اور ان کے ہاتھ ایک دوسرے کے خلاف نہیں اٹھیں گے۔

2۔ محمد ﷺ کے ساتھیوں میں سے جو کوئی حج یا عمرہ یا تجارت کی غرض سے مکہ آئے گا اسے جان ومال کی امان حاصل ہوگی اور قریش کا جو کوئی فرد تجارت کے لیے مصر یا شام جاتے ہوئے مدینہ سے گزرے گا اسے بھی جان ومال کی امان حاصل ہوگی۔

3۔ اگر قریش کا کوئی شخص اپنے ولی کی اجازت کے بغیر محمد ﷺ کے پاس جائے گا تو وہ اسے واپس کر دیں گے لیکن اگر محمد ﷺ کے ساتھیوں میں سے کوئی شخص قریش کے پاس آجائے گا تو اسے واپس نہیں کیا جائے گا۔

4۔ فریقین ایک دوسرے سے بدعہدی نہیں کریں گے اور نہ باہر سے غداری قبول کریں گے اور وہ ایک دوسرے کے خلاف کسی کو خفیہ یا علانیہ مدد نہیں دیں گے۔

5۔ جو کوئی محمد ﷺ کے اس عہد اور ذمہ داری میں شامل ہونا چاہے وہ بھی ایسا کر سکے گا اور جو کوئی قریش کے اس عہد اور ذمے داری میں شامل ہونا چاہے وہ بھی ایسا کر سکے گا۔

6۔ اس سال محمد ﷺ واپس چلے جائیں گے اور مکہ میں ہمارے پاس نہیں آئیں گے۔ اگلے سال ہم مکہ سے باہر چلے جائیں گے اور محمد ﷺ اور ان کے ساتھی مکہ میں داخل ہو کر تین راتیں وہاں ٹھہر سکیں گے مگر وہ میان میں بند تلواروں کے علاوہ اپنے ساتھ کوئی اور ہتھیار نہیں لائیں گے۔

7۔ اس دفعہ قربانی کے جانور وہیں رہیں گے جہاں ہم نے انھیں (حدیبیہ میں) پایا ہے۔ جانوروں کو وہیں ذبح کر دیا جائے گا اور مکہ نہیں لایا جائے گا۔

8۔ ہمارے اور تمھارے حقوق برابر ہوں گے۔

حدیبیہ سے حرم کی حد شروع ہوتی تھی۔ آپ ﷺ نے معاہدے کے بعد اپنے رفقاء کے ساتھ نماز

ادا فرمائی، قربانی کے اونٹ ذبح کر کے سر کے بال منڈوائے اور مدینہ کے لیے روانہ ہو گئے۔

عہد کی پابندی

معاہدے کی شرائط طے پا چکی تھیں مگر ابھی لکھی نہ گئی تھیں۔ ایک نوجوان مسلمان ابوجندل مکہ سے فرار ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کیمپ میں پہنچ گیا۔ اُن کے پاؤں میں بیڑیاں تھیں اور وہ قید سے نکل کر بیڑیوں سمیت زخمی حالت میں مسلمانوں کے پاس پہنچنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ ابوجندلؓ، سہیل بن عمرو کے بیٹے تھے۔ سہیل کا ایک بیٹا عبداللہؓ پہلے ہی بدر کے مشرکین سے علیحدہ ہو کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت میں مل گیا تھا اور اب دوسرا بیٹا بھی بھاگ آیا تھا۔ اسے دیکھتے ہی سہیل نے مطالبہ کیا کہ اسے واپس کر دیا جائے۔ مسلمان اس معاہدے سے پہلے ہی غمزدہ تھے اور اپنے بھائی ابوجندلؓ کی حالتِ زار دیکھ کر اور بھی افسردہ ہو گئے تھے۔ سہیل بن عمرو نے کہا ''اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے آنے سے پہلے میرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان معاملہ طے پا چکا ہے۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تم ٹھیک کہتے ہو۔'' سہیل نے ابوجندل کے منہ پر تھپڑ مارا اور اسے گریبان سے پکڑ کر کھینچنے لگا۔ مسلمان بڑے دکھ کے ساتھ دیکھ رہے تھے مگر عہد کا معاملہ تھا۔ ابوجندل بلند آواز میں چلایا ''مسلمانو! کیا تم مجھے مشرکوں کی طرف لوٹا رہے ہو جو میرا دین برباد کر دیں گے؟'' اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اے ابوجندل! صبر سے کام لو اللہ تمھیں اس کا اجر دے گا اور تمھارے لیے اور ان مسلمانوں کے لیے جو تمھارے جیسے ہیں (مکہ میں) ان کے لیے نجات کی راہ پیدا کر دے گا۔ ہم نے اس قوم کے ساتھ وعدہ کر لیا ہے اور اس پر اللہ سے عہد کر لیا ہے، ہم یہ عہد نہیں توڑ سکتے۔''

ابوہریرہؓ راوی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ قیامت کے روز تین آدمیوں سے جھگڑا کریں گے۔ جس نے اللہ کے نام پر عہد کر کے توڑا، جس نے آزاد آدمی کو بیچ کر قیمت کھائی اور جس نے مزدور سے مزدوری پوری لی اور اسے اجرت ادا نہ کی۔'' [بخاری]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ مومنہ عورتیں آ گئیں، ان کے ولیوں نے مطالبہ کیا کہ صلح حدیبیہ کی شرائط کے مطابق ان عورتوں کو واپس کیا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مطالبہ اس دلیل کی بنیاد پر مسترد کر دیا کہ معاہدے میں خواتین کی واپسی کا ذکر نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلے میں یہ آیت نازل فرمائی۔ ''اے

اہل ایمان جب تمھارے پاس عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کا امتحان لو، اللہ ان کے ایمان کو بہتر جانتا ہے۔ پس اگر انھیں مومنہ جانو تو کفار کی طرف نہ پلٹاؤ نہ وہ کفار کے لیے حلال ہیں اور نہ کفار ان کے لیے حلال ہیں۔ البتہ ان کے کافر شوہروں نے جو مہر ان کو دیے تھے، وہ واپس دے دو اور (پھر) تم پر کوئی حرج نہیں کہ ان سے نکاح کرلو جب کہ ان کے مہر ادا کردو اور کافرہ عورتوں کو اپنے نکاح میں نہ رکھو۔"(10)

اس آیت کے نزول کے بعد جب کوئی مومنہ عورت ہجرت کر کے آتی تو رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی روشنی میں اس کا امتحان لیتے۔

"(اے نبی) جب تمھارے پاس مومن عورتیں آئیں اور اس بات پر بیعت کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں گی، نہ چوری کریں گی، نہ زنا کریں گی، اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی، اپنے ہاتھ پاؤں کے درمیان سے کوئی بہتان گھڑ کر نہ لائیں گی اور کسی معروف بات میں تمھاری نافرمانی نہ کریں گی تو ان سے بیعت لے لو اور ان کے لیے اللہ سے دعائے مغفرت کرو یقیناً اللہ غفور الرحیم ہے۔"(11)

ایک مسلمان ابو بصیر جسے مکہ میں اذیتیں دی جارہی تھیں بھاگ کر مدینہ آگیا۔ قریش نے ان کی واپسی کے لیے دو آدمی حضور اکرم ﷺ کے پاس روانہ کیے۔ آپ ﷺ نے صلح حدیبیہ کی شرائط کے مطابق ابو بصیر کو قریش کے نمائندوں کے حوالے کردیا۔ مکہ واپسی کے دوران ابو بصیر نے ایک مشرک کی تلوار چھین کر اسے قتل کردیا۔ دوسرا خوفزدہ ہو کر مدینہ آگیا اور آپ ﷺ کو ماجرا سنایا۔ اتنے میں ابو بصیر بھی حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے کہ یارسول اللہ ﷺ آپ نے مجھے واپس کر کے اپنا وعدہ پورا کردیا اور میں نے ایک مشرک کو قتل کردیا ہے اور ان کی حراست سے آزاد ہو کر واپس آگیا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا "اس کی ماں کی بربادی ہو، اسے کوئی ساتھی مل جائے تو یہ جنگ کی آگ بھڑکا دے گا۔" ابو بصیر سمجھ گئے کہ ان کو دوبارہ قریش کے حوالے کردیا جائے گا لہٰذا وہ ساحل سمندر پر آگئے ادھر ابو جندل بھی فرار ہو کر ابو بصیر کے پاس آگئے۔ قریش کا جو آدمی اسلام قبول

10- [10:60] 11- [12-60]

کر کے فرار ہوتا وہ ابوبصیر کے پاس پہنچ جاتا یہاں تک کہ مسلمانوں کی ایک جماعت اکٹھی ہوگئی۔ انھوں نے شام جانے والے مکی قافلوں کو روکنا اور ان کا مال لوٹنا شروع کر دیا۔ قریش نے تنگ آ کر حضور اکرم ﷺ کو اللہ اور قرابت کا واسطہ دے کر کہا کہ ابوبصیر اور ان کے ساتھیوں کو واپس بلالیں اور اس کے بعد جو بھی مکہ سے مدینے آئے گا اس کی واپسی کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔ آپ ﷺ نے ابوبصیر اور دوسرے مسلمانوں کو مدینے بلالیا۔

صلح حدیبیہ کے معاہدے نے عارضی طور پر مسلمانوں کو افسردہ تو کیا مگر اس کے اسلام کے مستقبل پر دوررس اثرات مرتب ہوئے۔ حضور اکرم ﷺ کو اسلام کی تبلیغ اور اشاعت کا موقع مل گیا۔ آپ ﷺ نے اسلامی ریاست مدینہ کو مستحکم کیا اور سکون کے ساتھ مختلف علاقوں کے بادشاہوں، حاکموں اور سرداروں کے پاس اپنے خطوط کے ساتھ سفیر روانہ کیے۔ اس سفارت کاری سے اسلام کا پیغام نہ صرف جزیرہ نمائے عرب بلکہ دیگر علاقوں تک بھی پہنچ گیا۔ صلح حدیبیہ کی وجہ سے ہی اسلامی ریاست کو خیبر فتح کرنے کا موقع مل گیا۔ اگر قریش کے ساتھ جنگ بندی کا معاہدہ نہ ہوتا تو اسلامی لشکر کو مدینہ خالی چھوڑ کر سینکڑوں میل دور خیبر کا رُخ کرنے کا موقع نہ ملتا۔ صلح حدیبیہ حضور اکرم ﷺ کی اعلیٰ سفارت کاری کا بہترین نمونہ ہے۔ جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا:

> ''ہم نے آپ ﷺ کو واضح فتح عطا کی ہے تا کہ اس کے ذریعے اللہ ماضی اور مستقبل کی سب خامیوں کا مداوا کر دے اور تم پر اپنی حمایت کی تکمیل کر دے اور تمھیں سیدھی راہ کی طرف لے جائے اور تمھیں زبردست مدد دے۔ وہی ہے جس نے مومنوں کے دلوں کو اطمینان دیا تا کہ ان کے ایمان کو تازہ ایمان سے تقویت ملے اور آسمان اور زمین کے لشکر اللہ ہی کے ہیں اور اللہ دانا اور حکیم ہے۔''(12)

صلح حدیبیہ کا معاہدہ آج بھی مسلمانوں کے لیے مشعلِ راہ ہے۔

12- [1-4:48]

باب 15

فتحِ مکہ: برداشت کا بے مثال مظاہرہ

صلح حدیبیہ کی شرائط کے مطابق بدو قبائل کو آزادی مل گئی کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ اور مکہ کے قریش میں سے جس کے ساتھ چاہیں اتحاد کرلیں۔ بنوخزاعہ نے اللہ کے رسول ﷺ اور ریاستِ مدینہ کے ساتھ اتحاد کا اعلان کردیا اور بنوبکر پہلے ہی قریش کے اتحادی تھے لہٰذا انھوں نے بھی قریش کے حلیف ہونے کا اعلان کردیا۔ اس طرح مکہ کے نواح میں بدو قبائل دو حصوں میں بٹ گئے۔ مکہ کے قریش کو بنوخزاعہ کا ریاستِ مدینہ سے معاہدہ بہت ناگوار گزرا اور قریش کے بعض سرداروں نے بنوخزاعہ کو سبق سکھانے کا فیصلہ کرلیا مگر ان کی مشکل یہ تھی کہ اگر وہ خود بنوخزاعہ پر حملہ کرتے تو حدیبیہ کے معاہدے کی خلاف ورزی ہوتی۔ لہٰذا انھوں نے خزاعہ اور بنوبکر کی پرانی دشمنی کو ہوا دے کر بنوبکر کو اکسایا۔(1) بنوبکر نے بنوخزاعہ سے پرانا حساب چکانے کے لیے موقع غنیمت جانا۔ نوفل بن معاویہ نے قریش کے سرداروں کو اعتماد میں لیا۔ قریش نے وعدہ کیا کہ وہ ہتھیاروں، گھوڑوں اور آدمیوں سے بنوبکر کی مدد کریں گے۔(2) مکہ کے قریب ''وتیر'' کے چشمہ پر بنوخزاعہ کی شاخ بنوکعب کے کچھ لوگ آباد تھے۔ نوفل بن معاویہ نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ رات کے اندھیرے میں ان پر حملہ کردیا۔ بنوکعب کے لوگ بے فکر سو رہے تھے اچانک حملہ ہوا تو عورتیں، بچے اور بوڑھے حرم کی طرف بھاگے۔ مشرک حرم کی حدود میں لڑائی سے پرہیز کرتے تھے۔ تعاقب کرنے والے بنوبکر کے کچھ لوگوں نے چلا کر کہا ''اے نوفل ہم حرم کی حدود میں داخل ہو گئے ہیں الہٰ الہٰ۔'' نوفل بن معاویہ نے اپنے ساتھیوں کو ڈانٹا اور کہا ''آج کے دن کوئی الہٰ نہیں اپنا انتقام پورا کرلو۔ تم حرم سے مال چوری کرتے وقت تو ڈرتے نہیں بدلہ لیتے کیوں ڈرتے ہو۔''(3) بنوبکر اور قریش نے مل کر بنوخزاعہ کے بیس لوگ ہلاک کردیے۔(4)

1۔ [البدایہ والنہایہ]   2۔ [طبقات ابن سعد]   3۔ [الامین]   4۔ [طبقات ابن سعد]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔ صحابہ کرام بھی موجود تھے۔ بنوخزاعہ کی شاخ بنوکعب کا عمرو بن سالم اپنے ساتھیوں کے ہمراہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا اور فریاد کی:

''یا ربّ! میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ وعدہ یاد دلاتا ہوں جو ہمارے والد اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد نے بہت پہلے کیا تھا۔ اس وقت تم اولاد تھے اور ہم تمھارے باپ۔ پھر ہم نے صلح کر لی اور کبھی اس سے انحراف نہیں کیا۔ قریش نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیے معاہدے کی خلاف ورزی کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا پختہ عہد توڑ دیا ہے۔ انھوں نے خیال کیا کہ میں کسی کو مدد کے لیے نہیں پکاروں گا۔ وہ ذلیل اور قلیل ہیں انھوں نے وتیر کے قریب ہمارے گھروں پر شب خون مارا اور ہمیں رکوع و سجود کی حالت میں قتل کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھرپور قوت سے ہماری مدد کریں اور اللہ کے بندوں کو ہماری فوری مدد کے لیے آواز دیں۔ ان میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہوں جو بے مثل ہیں۔''(5)

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عمرو بن سالم کی پکار سن چکے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تمھاری مدد کی جائے گی۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ایک قاصد حضرت ضمرہؓ قریش کے پاس روانہ کیا اور ان کو تین شرائط پیش کیں:

1۔ بنوخزاعہ کے مقتولین کی دیت ادا کرو۔

2۔ بنوبکر سے معاہدہ ختم کردو۔

3۔ حدیبیہ کا معاہدہ ختم کرنے کا اعلان کردو۔

قریش کے سرداروں نے تیسری شرط تسلیم کر لی۔(6)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد مدینہ واپس چلا آیا تو قریش کو احساس ہوا کہ معاہدہ توڑنا ان کے مفاد میں نہیں ہے کیونکہ ان کا شام کے ساتھ تجارت کا راستہ بند ہو جائے گا۔ قریش نے معاہدے کی تجدید کے لیے ابوسفیان کو مدینہ روانہ کیا۔ ابوسفیان نے مدینہ میں حضرت علیؓ کے ہاں رات بسر

5۔ [الامین] 6۔ [الزرقانی]

کی۔(۷) اگلی صبح وہ اپنی بیٹی ام المومنین حضرت امِ حبیبہؓ کے گھر گیا۔ وہ پندرہ سال کے بعد اپنی بیٹی سے مل رہا تھا۔ بیٹی نے باپ کا استقبال کیا۔ ایک چارپائی پر بستر بچھا تھا۔ ابوسفیان اس چارپائی پر بیٹھنے لگا تو حضرت امِ حبیبہؓ نے جلدی سے بستر لپیٹ دیا۔ ابوسفیان نے پوچھا کہ کیا یہ بستر میرے شایانِ شان نہیں ہے یا میں اس بستر کے قابل نہیں ہوں۔ حضرت امِ حبیبہؓ نے جواب دیا "یہ اللہ کے رسول ﷺ کا بستر ہے اور آپ مشرک ہیں میں نہیں چاہتی کہ ایک ناپاک مشرک اس بستر پر بیٹھے۔"

ابوسفیان رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا۔ وہ اپنے صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ ابوسفیان نے آگے بڑھنے کی کوشش کی تو صحابہ نے روک دیا۔ ابوسفیان نے کہا "تم کیوں میرے اور محمد ﷺ کے درمیان حائل ہو رہے ہو، وہ تو میرا برادر زادہ ہے۔" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اسے آنے دو۔" صحابہ درمیان سے ہٹ گئے۔ ابوسفیان رسول اللہ ﷺ کے قریب بیٹھ گیا اور کہا "اے محمد ﷺ میں آپ ﷺ کے پاس اس لیے آیا ہوں کہ ہمارے اور آپ ﷺ کے درمیان جو معاہدہ تھا اس کی تجدید کا حلف اُٹھاؤں۔" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "کیا تمھاری طرف سے کوئی نیا حادثہ رونما ہوا ہے۔" ابوسفیان نے جواب دیا لات و عزیٰ کی قسم ہم نے کوئی نئی بات نہیں کی۔ رسول اللہ ﷺ خاموش رہے۔ ابوسفیان نے کہا "مجھے خدشہ ہے کہ ہمارے اور آپ ﷺ کے حلیفوں کے درمیان جو کچھ ہوا ہے آپ ﷺ اس کا بدلہ لیں گے۔" رسول اللہ ﷺ نے تبسم فرمایا اور کوئی جواب نہ دیا۔ ابوسفیان نے حضرت ابوبکر صدیق ؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ سے سفارش کی درخواست کی۔ سب نے انکار کر دیا البتہ حضرت علیؓ نے ابوسفیان کو مشورہ دیا کہ مسجدِ نبوی میں جا کر پناہ اور امان کا اعلان کر دو۔ ابوسفیان نے حضرت علیؓ کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے مسجد میں اعلان کیا "اے محمد ﷺ میں نے لوگوں کے درمیان پناہ کا اعلان کر دیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ میری امان کی تردید اور خلاف ورزی نہیں کی جائے گی۔" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "ابوسفیان تم نے جو کچھ کہا اپنی مرضی سے کہا۔"

۷۔ [واقدی]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو سفر کی تیاری کا حکم دے دیا۔ مدینہ کے گردونواح کے قبائل کو بھی تیاری کے لیے خفیہ پیغامات ارسال فرمائے البتہ اپنی منزل کو خفیہ رکھا اور حکمتِ عملی کے تحت قریش کو خبر نہ ہونے دی۔ بنو ہاشم کی کنیز ام سارہ مکہ سے مدینہ آئی اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی تنگ دستی کا اظہار کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مالی اعانت فرمائی۔(8) جب وہ مکہ واپس جانے لگی تو حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ نے اسے قریش کے نام ایک خط دیا جس میں تحریر تھا۔ ''اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تمھارے لیے ایک لشکر تیار کیا ہے۔ وہ شب اور سیلاب کی طرح رواں ہے۔ خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے بھی تم پر چڑھائی کرتے تو اللہ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرتا اور اپنا وعدہ پورا کرتا۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دوست اور مددگار ہے۔'' حضرت حاطبؓ نے ام سلیم سے کہا کہ اس خط کو خفیہ رکھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اس خط کو ظاہر کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت مقدادؓ بن اسود کو ام سلیم کے تعاقب میں بھیجا اور خط واپس لانے کی ہدایت فرمائی۔ تینوں صحابہ کرام تیز رفتاری کے ساتھ ام سلیم کے پاس پہنچ گئے اور اس سے خط واپس لیا اور مدینہ پہنچ کر خط آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطبؓ کو طلب فرمایا اور خط کے بارے میں وضاحت طلب فرمائی۔ حضرت حاطبؓ نے جواب دیا ''یارسول اللہ خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر میرا ایمان کامل ہے۔ میں نے اپنا دین تبدیل نہیں کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں کہ میں قریش سے نہیں مکہ کے قریش میں میرا کوئی رشتے دار بھی نہیں ہے۔ میرے اہل وعیال مکہ میں ہیں۔ یہ خط لکھ کر میں ان پر احسان کرنا چاہتا تھا تاکہ وہ میرے اہل وعیال کا خیال رکھیں۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تم نے سچ کہا۔'' حضرت عمرؓ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ منافق ہے اجازت دیں میں اس کی گردن اُڑا دوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اے عمر حاطبؓ بدری ہے، بدر کی لڑائی میں شامل ہونے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ''تم جو چاہو عمل کرو میں نے تمھیں بخش دیا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر مدینے سے روانہ ہوا تو اس کی تعداد دس ہزار تھی جس میں مدینہ کے

8۔ [ابن کثیر]

گردونواح کے قبائل بھی شامل تھے۔آپ ﷺ نے راستے میں دیکھا کہ ایک کتیا نے بچے دے رکھے ہیں جو اس کے ساتھ چمٹے ہوئے تھے۔آپ ﷺ نے حضرت جمیلؓ بن سراقہ کو طلب فرمایا اور حکم دیا کہ کتیا کے پاس کھڑے رہیں تاکہ اسلامی لشکر بے خبری میں کتیا اور اس کے بچوں کو روند نہ ڈالے۔ حضرت جمیلؓ اس وقت تک کتیا کے پاس کھڑے ڈیوٹی دیتے رہے جب تک لشکر گزر نہ گیا۔(9) صحابہ نے ایک جاسوس کو پکڑ کر حضور اکرم ﷺ کے سامنے پیش کیا۔آپ ﷺ نے اسے حضرت خالد بن ولیدؓ کے حوالے کر کے تاکید کی کہ اسے واپس نہ جانے دیں تاکہ مشرکین تک اسلامی لشکر کی خبر نہ پہنچ پائے۔اسلامی لشکر جب مکہ کے قریب پہنچا تو آپ ﷺ نے حکم فرمایا کہ ہر فرد رات کو اپنا کھانا خود تیار کرنے کے لیے آگ جلائے۔رات کو جب دس ہزار افراد الاؤ جلاتے تو مکہ کی پہاڑیوں پر آباد لوگ ہر جانب روشنیوں کے الاؤ دیکھ کر ششدر رہ گئے۔انھوں نے اندازہ لگایا کہ لشکر کی تعداد پچاس ہزار ہے۔اس جنگی حربے سے قریش مزید دہشت زدہ ہو گئے۔

ابوسفیانؓ دربارِ نبوت میں

حضرت عباسؓ کا بیان ہے کہ بخدا میں رسول اللہ ﷺ کے خچر پر سوار جا رہا تھا کہ مجھے ابوسفیان اور بدیل بن ورقاء کی گفتگو سنائی دی۔ابوسفیان کہہ رہا تھا کہ میں نے آج رات جیسی آگ اور لشکر تو کبھی دیکھا ہی نہیں۔میں نے خوفزدہ ابوسفیان کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضری پر قائل کیا اور اسے اپنے خچر پر بٹھا کر آپ ﷺ کے پاس لے گیا تاکہ ابوسفیان کو امان دلاسکوں۔راستے میں حضرت عمرؓ نے ابوسفیان کو دیکھ لیا اور وہ بھی آپ ﷺ کے پاس پہنچ گئے۔حضرت عمرؓ نے آپ ﷺ سے ابوسفیان کی گردن مارنے کی اجازت طلب کی تو میں نے کہا کہ ابوسفیان میری امان میں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ابوسفیان کو اپنے ڈیرے پر لے جاؤ اسے صبح میرے پاس لے آنا۔آپ ﷺ کے حکم کے مطابق میں اسے ڈیرے پر لے گیا اور صبح اسے آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ ﷺ نے اسے دیکھ کر فرمایا" ابوسفیان تم پر افسوس کیا اب بھی تمھارے لیے وقت نہیں ہے کہ تم یہ

9۔ [الامین ﷺ]

جان سکو کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں ہے۔" ابوسفیان نے کہا "میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا آپ ﷺ کتنے بُردبار، کتنے کریم اور کتنے خویش پرور ہیں۔ میں اچھی طرح سمجھ چکا ہوں کہ اگر اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی الہ ہوتا تو اب تک میرے کچھ کام آیا ہوتا۔" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اے ابوسفیان تم پر افسوس، کیا تمھارے لیے اب بھی وقت نہیں ہے کہ تم یہ جان سکو کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔" ابوسفیان نے کہا میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا آپ ﷺ کس قدر حلیم، کس قدر کریم اور کس قدر صلہ رحمی کرنے والے ہیں۔ اس بات کے متعلق تو اب بھی کچھ نہ کچھ کھٹک ہے۔ اس پر میں نے کہا کہ گردن مارے جانے کی نوبت آنے سے پہلے اسلام قبول کرلو اور یہ اقرار کرلو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اس پر ابوسفیان نے اسلام قبول کرلیا اور حق کی گواہی دے دی۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ ابوسفیان اعزاز پسند ہے اسے کوئی اعزاز مرحمت فرمایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص ابوسفیان کے گھر میں گھس جائے اسے امان ہے، جو اپنے گھر کا دروازہ اندر سے بند کرلے اسے امان ہے اور جو مسجدِ حرام میں داخل ہو جائے اسے بھی امان ہے۔"

جب اسلامی لشکر ابوسفیان کی نظروں سے گزر گیا تو اسے رہا کر دیا گیا۔ حضرت خالدؓ بن ولید کا دستہ جس راستے سے مکہ میں داخل ہوا وہاں پر مزاحمت سے معمولی خون ریزی ہوئی۔ آپ ﷺ کو اطلاع ملی تو خالد بن ولیدؓ کو ہاتھ روکنے کا سخت پیغام ارسال فرمایا۔[10] حضرت علیؓ کی کمان میں پہلا دستہ مکہ میں داخل ہوا جو خانہ کعبہ کی جانب بڑھ گیا۔ دوسرا دستہ زبیرؓ بن عوام کی قیادت میں مغرب کی طرف سے مکہ میں وارد ہوا۔ سعدؓ بن عبادہ انصاری کی قیادت میں اسلامی لشکر کا تیسرا دستہ مشرق سے مکہ میں داخل ہوا۔ لشکر اسلام کا چوتھا دستہ خالد بن ولیدؓ کی کمان میں جنوب کی طرف سے مکہ میں داخل ہوا۔ ابوسفیان تیزی سے بھاگا۔ مکہ پہنچا اور بلند آواز سے پکار کر کہنے لگا۔ قریش کے لوگو! یہ محمد ﷺ ہیں۔ تمھارے پاس اتنا بڑا لشکر لے کر آئے ہیں کہ مقابلے کی تاب نہیں لہٰذا جو ابوسفیان کے گھر آجائے اسے امان ہے۔ یہ سن کر اس کی بیوی ہندہ بنت عتبہ بڑے طیش میں اٹھی اور اس کی

10۔ [الواقدی]

مونچھ پکڑ کر بولی۔ مار ڈالو اس مشک کی طرح چربی سے بھرے ہوئے پتلی پنڈلیوں والے کو۔ معلوم نہیں یہ کیا بک رہا ہے۔ ہندہ نے اپنے شوہر کو اور بھی بہت کچھ بُرا بھلا کہا۔ لوگ ٹپٹا کر جمع ہو گئے کہ خدا جانے ان دونوں کو کیا ہو گیا۔ ابوسفیان نے کہا: تمھاری بربادی ہو۔ محمد ﷺ ایسا لشکر لے کر آئے ہیں جس سے مقابلے کی کسی کو تاب نہیں۔ ادھر رسول اللہ ﷺ "مرالظہران" سے روانہ ہو کر "ذی طویٰ" پہنچے۔ اس دوران آپ ﷺ نے اللہ کے بخشے ہوئے اعزازِ فتح پر فرطِ تواضع سے اپنا سر جھکا رکھا تھا۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کی داڑھی کے بال کجاوے کی لکڑی سے جا لگے تھے۔

سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے خطباتِ مدراس میں فتح مکہ کے دن مشرکین کی کیفیت ان الفاظ میں بیان کی ہے:

"مکہ جب فتح ہوا تو حرم کے صحن میں جہاں آپ ﷺ کو گالیاں دی گئیں، آپ ﷺ پر نجاستیں پھینکی گئیں، آپ ﷺ کے قتل کی تجویز منظور ہوئی۔ قریش کے تمام سردار مفتوحہ کھڑے تھے، ان میں وہ بھی تھے جو اسلام کو مٹانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا چکے تھے۔ وہ بھی تھے جو آپ ﷺ کو جھٹلایا کرتے تھے۔ وہ بھی تھے جو آپ ﷺ کی ہجویں کہا کرتے تھے۔ وہ بھی تھے جو آپ ﷺ کو گالیاں دیا کرتے تھے۔ وہ بھی تھے جو خود اس پیکرِ قدسی کے ساتھ گستاخیوں کا حوصلہ رکھتے تھے۔ وہ بھی تھے جنھوں نے آپ ﷺ پر پتھر پھینکے تھے۔ آپ ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھائے تھے۔ آپ ﷺ پر تلواریں چلائی تھیں۔ وہ بھی تھے جنھوں نے آپ ﷺ کے عزیزوں کا خون ناحق کیا تھا۔ ان کے سینے چاک کیے تھے اور ان کے دل وجگر ٹکڑے ٹکڑے کیے تھے۔ وہ بھی تھے جو غریب اور بے کس مسلمانوں کو ستاتے تھے ان کے سینوں پر اپنی جفا کاری کی آتشیں مہریں لگاتے تھے، ان کو جلتی ریت پر لٹاتے تھے۔ دہکتے کوئلوں سے ان کے جسم داغتے تھے نیزوں کی انی سے ان کے جسم چھیدتے

تھے۔ آج یہ سب مجرم سرنگوں تھے، پیچھے دس ہزار خون آشام تلواریں
محمد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک اشارے کی منتظر تھیں۔''

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کی دہلیز پر کھڑے ان کو اپنی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ وہ سب سر جھکائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے منتظر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے ''بتاؤ آج میں تمھارے ساتھ کیا سلوک کروں۔'' انھوں نے جواب دیا ''تو ہمارا کریم بھائی ہے اور کریم بھائی کا بیٹا ہے۔'' دوسرے ہی لمحے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا '' آج تم پر کوئی دوش نہیں، جاؤ تم سارے کے سارے آزاد ہو۔'' انسانی تاریخ میں تحمل اور برداشت کا اس سے بہتر اور کوئی نمونہ نہیں ملتا۔ قرآن پاک میں ارشادِ ربانی ہے ''تمہارے رب نے رحم و کرم کا شیوہ اپنے اوپر لازم کرلیا ہے یہ اس کا رحم و کرم ہی ہے کہ اگر تم میں سے کوئی نادانی کے ساتھ کسی برائی کا ارتکاب کر بیٹھا ہو پھر اس کے بعد توبہ کرے اور اصلاح کرلے تو وہ اسے معاف کر دیتا ہے اور نرمی سے کام لیتا ہے۔'' [54:6] اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھے اور آگے پیچھے اور دائیں بائیں موجود انصار و مہاجرین کے ہجوم میں مسجدِ حرام کے اندر تشریف لے گئے۔ آگے بڑھ کر حجرِ اسود کو بوسہ دیا۔ اس کے بعد بیت اللہ کا طواف کیا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ایک کمان تھی۔ بیت اللہ میں اور اس کے اردگرد تین سو ساٹھ بُت رکھے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی کمان سے ان بتوں کو ٹھکراتے اور ضرب لگاتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے:

''حق آگیا اور باطل مٹ گیا۔ باطل یقیناً مٹ جانے والی چیز ہے۔''

اس صدائے مقدس کے ساتھ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان کی ضرب سے بُت مُنہ کے بل گرتے جاتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف اپنی اونٹنی پر بیٹھ کر فرمایا اور حالتِ احرام میں نہ ہونے کی وجہ سے صرف طواف ہی پر اکتفا کیا۔ تکمیلِ طواف کے بعد حضرت عثمان بن طلحہؓ کو بلایا۔ ان سے کعبہ کی کنجی لی، پھر آپ کے حکم سے خانہ کعبہ کھولا گیا۔ (11) اب نماز کا وقت ہو چکا تھا۔ حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ کعبے پر

11۔ [ابن ہشام]

چڑھو اور اذان دو!

اس وقت ابوسفیان بن حرب، عتاب بن اسید اور حارث بن ہشام کعبہ کے صحن میں بیٹھے تھے۔ عتاب نے کہا: اللہ نے اسید کو یہ شرف بخشا کہ وہ پہلے ہی فوت ہو گئے تھے۔ انھوں نے یہ (اذان) نہ سنی ورنہ انھیں ایک ناگوار چیز سُننی پڑتی۔ اس پر حارث نے کہا: سنو! واللہ! اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ وہ حق پر ہیں تو میں ان کا پیروکار بن جاؤں گا۔ اس پر ابوسفیان نے کہا: دیکھو! واللہ! میں کچھ نہیں کہوں گا۔ کیونکہ اگر میں بولوں گا تو یہ کنکریاں بھی میرے بارے میں خبر دے دیں گی۔ اس کے بعد نبی ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: تم لوگوں نے ابھی جو باتیں کی ہیں ان کی اطلاع مجھے مل چکی ہے پھر آپ ﷺ نے ان کی گفتگو دہرا دی۔ اس پر حارث اور عتاب بول اُٹھے۔ ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ کی قسم! کوئی اور شخص ہمارے پاس تھا ہی نہیں جو ہماری اس گفتگو سے آگاہ ہوتا۔ اگر ہمارے ساتھ کوئی اور آدمی ہوتا تو ہم سمجھتے کہ اسی شخص نے آپ کو اطلاع دی ہوگی۔ (12)

حضور اکرم ﷺ نے اعلان فرمایا کہ مسلمانوں کی ضبط شدہ جائدادیں واپس نہیں لی جائیں گی اور وہ غیر مسلموں کے قبضے میں رہیں گی۔ حتیٰ کہ خود اپنے مکان کو بھی آپ ﷺ نے واپس نہ لیا۔ (13) اسی روز رسول اللہ ﷺ اُم ہانی بنتِ ابی طالب کے گھر تشریف لے گئے۔ وہاں غسل فرمایا اور ان ہی کے گھر میں آٹھ رکعت نماز پڑھی۔ یہ چاشت کا وقت تھا اس لیے کسی نے اسے چاشت کی نماز سمجھا اور کسی نے فتح کی نماز۔ اُم ہانی نے اپنے دو دیوروں کو پناہ دے رکھی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے اُم ہانی! جسے تم نے پناہ دی اسے ہم نے بھی پناہ دی۔ آپ ﷺ نے یہ تسلی اس لیے دی کہ حضرت علیؓ بن ابی طالبؓ ان دونوں کو قتل کرنا چاہتے تھے اس لیے ام ہانی نے ان دونوں کو چھپا کر گھر کا دروازہ بند کر رکھا تھا۔ نبی ﷺ ان کے ہاں تشریف لے گئے تو اُم ہانیؓ نے دیوروں کے بارے میں سوال کیا اور مذکورہ جواب سے سرفراز ہوئیں۔ (14)

12۔ [البدایہ والنہایہ]   13۔ [البلاذری: الانساب]   14۔ [بخاری، مسلم]

عکرمہ بن ابی جہل مکہ سے نکل بھاگا۔ اس نے یمن کی راہ لی لیکن اس کی بیوی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور شوہر کے لیے امان کی درخواست کی۔ آپ ﷺ نے اسے امان دے دی۔ اس کے بعد وہ عکرمہ کے پیچھے بھاگی اور اسے ساتھ لے آئی۔ اس نے واپس آ کر اسلام قبول کیا اور اس کے اسلام کی کیفیت بہت اچھی رہی۔(15)

ابوسفیان کی بیوی ہندہ بنت عتبہ بھیس بدل کر آئی۔ اس نے حضرت حمزہؓ کی لاش سے جو وحشیانہ سلوک کیا تھا اس کی وجہ سے وہ خوفزدہ تھی کہ مبادا رسول اللہ ﷺ اسے پہچان لیں۔ ادھر رسول اللہ ﷺ نے بیعت شروع کی تو فرمایا: میں تم سے اس بات پر بیعت لیتا ہوں کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو گی۔ حضرت عمرؓ نے یہی بات دہراتے ہوئے عورتوں سے اس بات پر بیعت لی کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اور چوری نہ کرو گی۔ اس پر ہندہ بول پڑی کہ ابوسفیان بخیل آدمی ہے اگر میں اس کے مال میں سے کچھ لے لوں تو؟ ابوسفیان (جو وہیں موجود تھے)۔ وہ معاً بولے: تم جو کچھ لے چکی ہو وہ تمھارے لیے میری طرف سے حلال ہے۔ یہ سُن کر رسول اللہ ﷺ مسکرانے لگے۔ آپ ﷺ نے ہندہ کو پہچان لیا۔ فرمایا: اچھا ۔۔۔ تو تم ہو ہندہ؟ وہ بولی: جی ہاں، اے اللہ کے نبی ﷺ! بیتے دنوں میں جو کچھ ہو چکا ہے اسے معاف فرما دیجیے۔ اللہ آپ ﷺ کو معاف فرمائے۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: اور زنا نہ کرو گی۔ اس پر ہندہ نے کہا: بھلا کہیں حُرہ (آزاد عورت) بھی زنا کرتی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اور اپنی اولاد کو قتل نہ کرو گی۔ ہندہ نے کہا: ہم نے تو بچپن میں انھیں پالا پوسا لیکن وہ بڑے ہوئے تو آپ لوگوں نے انھیں قتل کر دیا اس لیے آپ ﷺ اور وہ ہی بہتر جانیں۔ ہندہ کا بیٹا حنظلہ بن ابی سفیان بدر کے دن قتل کر دیا گیا تھا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: اور کوئی بہتان نہ گھڑو گی۔ ہندہ نے کہا: واللہ! بہتان بڑی بُری بات ہے۔ آپ ﷺ ہمیں واقعی سیدھی اور سچی راہ اور مکارم اخلاق کا حکم دیتے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: کسی معروف میں رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی نہ کرو گی۔ ہندہ نے کہا: اللہ کی قسم! ہم اس مجلس میں اس

15۔ [الرحیق المختوم]

نیت سے نہیں آئیں کہ آپ ﷺ کی نافرمانی بھی کریں گی۔

ہندہ نے اس مقدس مجلس سے واپس جاتے ہی اپنا بُت توڑ دیا۔ وہ بُت کو توڑتی جاتی تھی اور کہتی جاتی تھی: (ارے کمبخت) ہم تو تیرے بارے میں دھوکے میں ہی مبتلا رہے۔ (16)

لوگوں نے بہت حیرت و استعجاب سے یہ منظر دیکھا کہ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حضرت امیر حمزہ کا قاتل وحشی بن حرب پیش ہوا۔ یہ فتح مکہ کے دن سوئے طائف بھاگ نکلا۔ اب وہ اپنے خاندان کے ساتھ اس حال میں پیش ہوا کہ کلمہ طیبہ زبان پر جاری تھا اور رسالت مآب ﷺ سے امن، پناہ اور جان بخشی کی بھیک مانگ رہا تھا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: کیا وحشی آیا ہے؟

عرض کیا جی ہاں یارسول اللہ ﷺ!

ارشاد ہوا: ذرا یہ تو بتاؤ کہ تم نے میرے پیارے چچا کو کیسے شہید کیا تھا؟

جب اس نے یہ واقعہ بیان کیا تو آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔

ارشاد ہوا: وحشی! مجھ سے اپنا چہرہ دور کر لو!

سید الشہداء چچا سے بدرجہ غایت محبت کے باوجود نبی رحمت ﷺ نے اپنے چچا کے قاتل کا اسلام قبول فرمایا اور اسے معاف بھی کر دیا۔ کیا تاریخ نے عفو و درگزر برداشت اور رحم و کرم کی ایسی مثال کبھی دیکھی ہے؟ یہ سوال قیامت تک دامن پھیلائے کھڑا رہے گا مگر تاریخ کی جھکی ہوئی پیشانی اس کا جواب کبھی نہ دے سکے گی۔ (17)

فتح مکہ تاریخ اسلامی کا ناقابلِ فراموش واقعہ ہے۔ اس روز اللہ نے اسلام کی عزت کو چار چاند لگائے، کفر و شرک پر کاری ضرب لگی۔ بیت اللہ میں اللہ کا کلمہ گونجا اور حرم مکی کو مشرکین سے اور ان کے باطل معبودوں سے پاک کر دیا گیا۔ اس دن عفو و درگزر کی وہ نادر مثالیں قائم ہوئیں کہ تاریخ انسانی ان کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ کیا تاریخ عالم نے کوئی ایسا مشفق اور عالی ظرف قائد دیکھا ہے؟ (18)

16- [البدایہ والنہایہ] 17- [بخاری] 18- [طبری]

رسول اللہ ﷺ حرم میں تشریف فرما تھے۔ انصار، مہاجرین اور مکہ کے قریش جمع تھے۔ بیت اللہ کی کنجی آپ ﷺ کے ہاتھ میں تھی۔ سب منتظر تھے کہ کلید برداری کا شرف کس کو حاصل ہوتا ہے۔ حاجیوں کو پانی پلانے کا ذمہ آپ ﷺ کے اپنے خاندان کے پاس تھا۔ آپ ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ اس منصب پر فائز تھے۔ ان کی خواہش تھی کہ کلید برداری کا منصب بھی ان کو مل جائے۔ اس خواہش کا اظہار انھوں نے آپ ﷺ سے کیا مگر آپ ﷺ نے کوئی توجہ نہ دی۔ حضرت علیؓ نے کھڑے ہو کر عرض کیا یارسول اللہ ﷺ پانی پلانے کا منصب ہمارے پاس ہے۔ آپ ﷺ کلید کعبہ کا منصب بھی ہمیں عطا فرمائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عثمانؓ بن طلحہ کہاں ہیں۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ ﷺ نے کعبہ کی کنجی ان کو عطا کی اور فرمایا "یہ لو اپنی کلید آج کا دن نیکی اور وفاشعاری کا دن ہے۔ یہ تمھارے خاندان میں ہمیشہ موروثی طور پر رہے گی۔ ظالم کے سوا کوئی بھی اس کو تم سے نہیں چھینے گا۔"(19) امام بخاری سے روایت ہے کہ ہجرت سے قبل ایک بار رسول اللہ ﷺ نے چاہا کہ بیت اللہ کے اندر داخل ہو کر اللہ کی عبادت کریں۔ آپ ﷺ نے عثمانؓ بن طلحہ سے جو ابھی اسلام نہ لائے تھے چابی مانگی لیکن عثمانؓ بن طلحہ نے چابی دینے سے انکار کر دیا اور نازیبا الفاظ بھی استعمال کیے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: "عثمان کسی روز تم دیکھو گے کہ یہ چابی میرے ہاتھ میں ہو گی اور میں جسے چاہوں گا دوں گا۔"(20) حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ تلخی اور ناراضی کے سبب کسی کی حق تلفی نہ کرو۔

آپ ﷺ نے فرمایا "جو تم سے کٹے تم اس سے جڑو۔ جو تم پر ظلم کرے تم اس کو معاف کر دو اور جو تمھارے ساتھ برا سلوک کرے تم اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔"(21) حضور اکرم ﷺ نے خانہ کعبہ کی چابی عثمانؓ بن طلحہ کو دے کر ہر نوعیت کے تعصب اور عصبیت کو مسترد کر دیا۔

قریبیٰ اور قریبہ، عبداللہ بن خطل کی دو لونڈیاں تھیں دونوں قریش کی محفلوں میں ناچ گا کر اللہ کے دین اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف ہجویہ اشعار گایا کرتی تھیں۔ ان میں سے ایک قتل کر دی گئی، دوسری نے امن اور معافی کی درخواست کی۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اسے معاف کر دیا۔ ہبار بن الاسود نے حضور اکرم ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ سے اس وقت ناروا سلوک کیا تھا جب وہ مکہ

19۔ [فتح الباری] 20۔ [بخاری] 21۔ [مشکوۃ]

سے مدینہ روانہ ہونے والی تھیں۔ ہبار نے اونٹ کو نیزہ مارا اور حضرت زینبؓ پتھر پر گر گئی تھیں جس کی وجہ سے ان کا حمل ضائع ہو گیا تھا اسی مرض سے وہ فوت بھی ہو گئی تھیں۔ ہبار بن الاسود آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کرتے ہوئے کہا ''اے اللہ کے رسول ﷺ مجھ سے جو غلطیاں ہوئیں وہ درگزر فرمائیں۔ میری جن باتوں سے آپ ﷺ کو اذیت پہنچی وہ معاف فرما دیں۔ میں اپنی غلطیوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ ہم مشرک تھے۔ آپ ﷺ کی وجہ سے اللہ نے ہمیں ہدایت دی ہے اور ہلاکت سے بچالیا ہے۔'' اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''میں نے تجھے معاف کیا۔ اللہ نے تجھ پر احسان کیا اور اسلام کی طرف ہدایت دی۔ اسلام سابقہ گناہوں کو ملیا میٹ کر دیتا ہے۔''

فتح مکہ کے روز صفوان بن امیہ بھاگ گیا تھا۔ اس کا چچا زاد عمیر بن وہب اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور صفوان کے لیے امن کی درخواست کی۔ آپ ﷺ نے اس کی درخواست قبول فرمائی تو عمیر نے عرض کیا ''یا رسول اللہ ﷺ کوئی نشانی عطا فرما دیں جسے دکھا کر میں اسے یقین دلا سکوں۔'' رسول اللہ ﷺ نے اپنی چادر عنایت فرما دی۔ عمیر جدہ گیا اور صفوان کو ساتھ لے آیا۔ صفوان نے عرض کی ''اے محمد ﷺ یہ شخص کہتا ہے کہ آپ ﷺ نے مجھے امن دے دیا ہے۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اس نے تجھے سچ بتایا۔'' صفوان نے عرض کیا دین کے بارے میں مجھے سوچنے کی دو ماہ کی مہلت دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''میں نے تجھے چار ماہ کی مہلت دی۔''(22)

قریش کا خطیب سہیل بن عمرو مکہ میں کہیں چھپا ہوا تھا۔ اس کا بیٹا عبداللہ مسلمان تھا جو بدر کے میدان میں مشرکین کے لشکر سے بھاگ کر مسلمانوں کے لشکر میں شامل ہو گیا تھا۔ اس نے اللہ کے رسول ﷺ سے اپنے باپ کی امان کی درخواست کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کے لیے امن ہے اسے کہو سامنے آئے چھپنے کی ضرورت نہیں۔'' عبداللہ اپنے باپ کو امن کی خبر دینے چلا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا جو کوئی سہیل بن عمرو سے ملے اسے نفرت سے نہ دیکھے۔ سہیل

22۔ [بخاری، موطا امام مالک]

عاقل اور شریف ہے ایسا شخص زیادہ عرصہ اسلام سے دور نہیں رہ سکتا۔ عبد اللہ نے اپنے باپ کو امان کی خبر دی تو سہیل بن عمرو نے کہا "اللہ کی قسم آپ ﷺ چھوٹی عمر میں بھی احسان کرنے والے تھے اور بڑی عمر میں بھی احسان کرنے والے ہیں۔" ابولہب کے دو بیٹے خوف کے مارے چھپ گئے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کو تلاش کروایا۔ ان سے بڑی محبت اور شفقت سے پیش آئے۔ دونوں آپ ﷺ کا حسن سلوک دیکھ کر اسی وقت مسلمان ہو گئے۔ فتح مکہ کے موقع پر صرف چار مجرم قتل کیے گئے، باقی سب کو معاف کر دیا گیا۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے "ہر ایک کام میں اوسط اور درمیانہ درجہ بہت ہی اچھا ہے۔" [ابن الاثیر]

خطبہ فتح مکہ

حضور اکرم ﷺ نے مسلمانوں اور غیر مسلموں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اللہ نے اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے اور اس نے اپنے بندے کی مدد کی اور اس نے اکیلے دشمنوں کے لشکر کو شکست دی ہے۔ سن لو ہر موروثی استحقاق خون اور مال کا ہر دعویٰ میرے ان دو قدموں کے نیچے ہے بجز بیت اللہ کی کلید برداری اور حاجیوں کو پانی پلانے کے اعزاز کے۔ جان لو کہ غلطی سے کیا گیا قتل، لاٹھی اور کوڑے سے کیے گئے قتل عمد کے برابر ہے۔ اس کی دیت سو اونٹ ہے جن میں چالیس گابھن اونٹنیاں ہوں۔ اے گروہِ قریش، اللہ نے تم سے جاہلیت کی نخوت اور آباء واجداد پر فخر وغرور مٹا دیے ہیں۔ سب لوگ آدم علیہ السلام سے ہیں اور آدم مٹی سے۔"(23)

اس کے بعد آپ ﷺ نے قرآن پاک کی آیت تلاوت فرمائی:

"اے لوگو! ہم نے تمھیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور ہم نے تمھارے گروہ اور قبیلے بنائے تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ اللہ کے

23۔ [الامین ﷺ]

نزدیک تم میں سے سب سے باعزت وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔
بے شک اللہ جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔'' (24)

سیرتِ رسول ﷺ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام کی بنیاد اعتدال، تحمل اور برداشت پر رکھی گئی۔ قرآن کی منشا ایک صالح معاشرہ قائم کرنا تھا جس کے افراد متقی ہوں۔

ایک دفعہ ایک یہودی نے حضرت موسیٰ علیہ اسلام کی فضیلت اس طرح بیان کی جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ آنحضرت ﷺ سے افضل ہیں۔ اس پر ایک انصاری کو غصہ آگیا انھوں نے یہودی کو تھپڑ مارا۔ یہودی نے آپ ﷺ سے شکایت کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھ کو دوسرے پیغمبروں پر ایسی فضیلت نہ دو جس سے (ان کا نقص لازم آئے) قیامت کے دن لوگ بے ہوش ہو جائیں گے اور سب سے پہلے مجھ کو ہوش آئے گا۔ اس وقت میں دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام عرش کا پایا تھامے کھڑے ہیں۔ (25)

ایک روز انصار اور مہاجرین چشمہ سے پانی لینے پر جھگڑ پڑے اور دونوں گروہوں نے تلواریں نکال لیں۔ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے انصار کو اکسایا کہ تم نے یہ بلا خود مول لی ہے اب بھی وقت ہے کہ ان کی دستگیری سے ہاتھ اُٹھالو۔ یہ خود ہی یہاں سے چلے جائیں گے۔ جب یہ خبر آپ ﷺ اور صحابہ تک پہنچی تو حضرت عمرؓ نے آپ ﷺ سے اس منافق کی گردن اُڑانے کی اجازت طلب کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم یہ چرچا پسند کرتے ہو کہ ''محمد ﷺ اپنے ساتھ والوں کو قتل کر دیا کرتے ہیں۔'' (26)

ایک محاصرے کے بعد یہودیوں نے آپ ﷺ کی اطاعت قبول کرلی۔ عبداللہ بن ابی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اے محمد ﷺ میرے موالی کے ساتھ احسان کیجیے۔ یہ سب بنی خزرج کے حلفاء تھے۔ آپ ﷺ نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔ عبداللہ بن ابی نے آپ ﷺ کی زرہ کا دامن پکڑ لیا۔ آپ ﷺ نے اسے سختی سے فرمایا کہ چھوڑ دے۔ اس نے عرض کی ہرگز نہ چھوڑوں گا۔ جب تک

24- [13:49] 25- [بخاری] 26- [بخاری]

آپ ﷺ میرے موالی کی جان بخشی کر کے ان پر احسان نہ فرمائیں گے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ آپ ﷺ انھیں قتل کرادیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جاان کو تجھے بخشا۔" عبداللہ بن ابی خوش ہو کر چلا گیا۔ (27)

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ وہ ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ کے ہمراہ نجد کی طرف جنگ کے لیے گئے واپسی پر راستے میں ایک وادی میں دوپہر ہوگئی جہاں کثرت سے خاردار درخت تھے۔ سب لوگ درختوں کے سائے میں چلے گئے۔ آپ ﷺ بھی ایک کیکر کے درخت کے نیچے لیٹ گئے۔ آپ ﷺ نے اپنی تلوار درخت پر لٹکا دی۔ ایک بدو نے آپ ﷺ کو سوتے دیکھ کر تلوار پکڑ لی اور اسے لہراتے ہوئے کہا۔ "اے محمد ﷺ تجھے میرے ہاتھ سے کون بچائے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا "اللہ۔" بدو کے ہاتھوں سے تلوار نیچے گر پڑی۔ بدو نے تین بار تلوار پکڑی مگر وہ نیچے گر جاتی۔ آپ ﷺ نے اس کو معاف فرمادیا۔ (28) مسلمانوں کے لیے اللہ پر صرف ایمان لانا ہی نہیں بلکہ اللہ پر یقین کامل بھی لازم ہے۔

27۔ [ابن اسحاق، ابن ہشام] 28۔ [بخاری]

حجۃ الوداع: انسانی حقوق کا پہلا چارٹر

نماز، روزہ اور زکوٰۃ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کی رہنمائی اور تربیت فرمادی تھی، مگر حج کی عملی تربیت ابھی باقی تھی۔ آپ ﷺ نے 10 ہجری میں حج بیت اللہ کے پروگرام کا اعلان فرمایا۔ جزیرہ نمائے عرب کے مسلمانوں نے اس اعلان پر دلی مسرت کا اظہار کیا۔ یمن، عراق، شام اور دوسرے علاقوں سے مسلمانوں کے قافلے مدینہ کی جانب چل پڑے۔ وہ قربانی کے جانور بھی ساتھ لائے تھے۔ ہفتہ کے روز رسول اللہ ﷺ نے اللہ کے مہمانوں اور ان کے میزبانوں کے ساتھ مسجد نبوی ﷺ میں نماز ظہر کی چار رکعت ادا کیں اور مسافروں کو احرام، واجبات اور سنتوں کے بارے میں بتایا۔ آپ ﷺ نے سر کے بالوں کو تیل لگایا، کنگھی کی، تہ بند باندھ کر اور چادر اوڑھ کر اللہ کے گھر کی جانب چل پڑے۔ مستند روایات کے مطابق حاجیوں کی تعداد 90 ہزار سے ایک لاکھ تیس ہزار تھی۔ عصر تک آپ کا قافلہ ذوالحلیفہ پہنچ گیا۔ آپ ﷺ نے عصر کی دو رکعت نماز ادا کی۔ (۱) ازواج مطہرات بھی آپ ﷺ کے ہمراہ تھیں۔ ذوالحلیفہ کی رات اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو پیغام بھیجا کہ حج کے لیے مکہ جانے والے عمرہ بھی کرسکتے ہیں۔ اس لیے آپ ﷺ نے حج اور عمرہ دونوں کے لیے لبیک کہا۔ آپ ﷺ کے قافلے میں شریک لاکھوں حاجی بھی بلند آواز میں تلبیہ پڑھ رہے تھے۔

"میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں۔ میرے اللہ میں تیرے حضور حاضر ہوں۔
تیرا کوئی شریک نہیں۔ میں حاضر ہوں۔ بلاشبہ ہر طرح کی حمد اور تعریف تیرے
لیے ہی ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔"

جب آپ ﷺ روحا کے مقام پر پہنچے تو آپ ﷺ نے ایک نیل گائے دیکھی جو زخمی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس نیل گائے کو کچھ نہ کہنا جس شکاری نے اسے زخمی کیا وہ خود آکر اسے پکڑ لے

۱۔ [بخاری]

گئے۔ تھوڑی دیر بعد صعب بن جثامہ بھی وہاں پہنچ گیا اور عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ میری طرف سے اجازت ہے آپ ﷺ اس جنگلی گدھے کا گوشت کھا سکتے ہیں۔" آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو حکم دیا کہ جنگلی گدھے کا گوشت بنا کر اصحاب میں تقسیم کر دیا جائے۔ آپ ﷺ راستے میں آٹھ راتیں گزارنے کے بعد مکہ کے قریب ذی طویٰ پہنچ گئے۔ یہ اتوار 4 ذی الحجہ 10 ہجری کا دن تھا۔ مسجد حرام پہنچ کر آپ ﷺ نے خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ پھر صفا و مروہ کے درمیان سعی کی مگر احرام نہ کھولا کیونکہ آپ ﷺ نے حج اور عمرہ کا احرام ایک ساتھ باندھا تھا۔ طواف اور سعی سے فارغ ہو کر آپ ﷺ نے بالائی مکہ میں حجون کے پاس قیام فرمایا لیکن دوبارہ طواف حج کے سوا اور کوئی طواف نہ کیا۔ آپ ﷺ کے جو صحابہ کرام قربانی کے جانور نہیں لائے تھے۔ آپ ﷺ نے انھیں حکم دیا کہ اپنا احرام عمرہ میں تبدیل کر لیں اور بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کر کے پوری طرح حلال ہو جائیں۔ آپ ﷺ مزدلفہ تشریف لائے اور مغرب و عشا کی نمازیں ایک اذان اور دو اقامت سے پڑھیں۔ 8 ذی الحجہ کو آپ ﷺ منیٰ تشریف لے گئے اور وہاں 9 ذی الحجہ کی صبح تک قیام فرمایا۔ ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی پانچ نمازیں وہیں پڑھیں۔ آپ ﷺ منیٰ سے عرفات تشریف لائے۔ عرفات کے میدان میں آپ ﷺ نے تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا جسے تاریخ انسانی کا پہلا چارٹر قرار دیا گیا ہے۔ خطبہ حجۃ الوداع میں جن انسانی حقوق کا حوالہ دیا گیا وہ درج ذیل ہیں۔

انسانی حقوق

(1)۔ جان و مال اور عزت و آبرو کے تحفظ کا حق (2)۔ اولاد کے تحفظ کا حق (3) امانت کی ادائیگی کا تحفظ (4)۔ قرض کی وصولیابی کا تحفظ (5)۔ جائداد کے تحفظ کا حق (6)۔ سود اور معاشی استحصال کے خاتمے کا اعلان (7)۔ پرامن زندگی کا حق (8)۔ ملکیت کے تحفظ کا حق (9)۔ منصب و عزت نفس کا تحفظ (10)۔ قصاص، دیت اور دیگر قانونی معاملات میں مساوات کا حق (11)۔ نسلی و قبائلی تفرقیت کے خاتمے کا اعلان (12)۔ عورتوں کے حقوق کا تحفظ (13)۔ غلاموں کے حقوق کا تحفظ (14)۔ مواخات کا حق (15)۔ خطبہ میں بیان کردہ حقوق کے ابدی نفاذ کا اعلان۔ [2]

2۔ اسلام اور عصر حاضر میں انسانی حقوق

آپ ﷺ نے عظیم الشان اجتماع میں اونٹنی پر سوار ہو کر آخری خطبہ ارشاد فرمایا اور چاروں جانب ایسے افراد متعین فرمائے جو بلند آواز میں خطبے کے الفاظ دہراتے جاتے تا کہ سب لوگ اچھی طرح سن اور سمجھ لیں۔ اس تاریخی خطبے کا متن یہ ہے:

''اگلے سال اور اس کے بعد پھر کبھی شاید میری تمہاری ملاقات نہ ہو سکے۔ اے لوگو! تم پر ایک دوسرے کے جان، مال اور عزت اُس دن تک حرام ہیں جب تم اپنے رَبّ سے ملاقات کرو۔ اسی طرح جس طرح تمہارے لیے یہ دن یہ مہینہ اور یہ شہر حرام ہیں بلا شبہ تم اپنے رَبّ سے ملاقات کرو گے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھے گا۔''

کیا میں نے اپنی بات تم تک پہنچا دی؟'' آواز آئی ''ہاں، یارسول اللہ ﷺ۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''یا اللہ گواہ رہنا۔'' آپ ﷺ نے فرمایا:

''اور جس کسی کے پاس کسی شخص نے کوئی امانت رکھی ہو اس پر لازم ہے کہ وہ اس امانت کو اس کے مالک کو لوٹا دے اور آج سے ہر قسم کا سود ختم ہو گیا ہے لیکن تم اپنی اصل رقم لے سکتے ہو مگر تم بے انصافی نہیں کرو گے اور نہ تم سے بے انصافی ہو گی۔ اللہ کا فیصلہ ہے کہ سود جائز نہیں اور جو سود سب سے پہلے ختم کیا جاتا ہے وہ عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے۔ وہ سب کا سب کالعدم ہے میں دورِ جاہلیت کے ہر قتل کا بدلہ کالعدم قرار دیتا ہوں اور جس خون کا بدلہ میں سب سے پہلے معاف کرتا ہوں وہ ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کا خون ہے جو بنی سعد بن بکر کے ہاں دودھ پیتا تھا اور بنو ہذیل نے اسے قتل کر دیا تھا کیا میں نے اپنا پیغام تم تک پہنچا دیا؟'' لوگوں نے جواب دیا ''ہاں آپ ﷺ نے پہنچا دیا۔'' آپ ﷺ نے فرمایا ''یا اللہ گواہ رہنا۔'' پھر فرمایا:

''اے لوگو! غور سے سن لو شیطان مایوس ہے کہ اس زمین پر اس کی کبھی عبادت کی جائے گی لیکن اسے اُمید ہے کہ وہ تم سے ایسے امور میں اپنی پیروی کرا لے

کا جنھیں تم حقارت سے دیکھتے ہو۔ اپنے دین کے بارے میں اس سے ہوشیار رہنا۔ اے لوگو! ادب والے مہینوں کا دوسرے مہینوں سے ادل بدل کر لینا کفر ہے جس میں کوئی مومن آلودہ نہیں ہو سکتا مگر کافر کا اس سے بچنا مشکل ہے جو اس سال کے چار مہینوں میں سے ایک مہینا آئندہ سال کے کھاتے میں ڈال دیتے ہیں اور آنے والے سال میں اسے بدستور اپنے محل پر رکھتے ہیں۔ یہ بھی اللہ کی طرف سے حرام کردہ امور کو حلال کر لینا اور حلال شدہ امور کو حرام کر لینا ہے اور دیکھو جب اللہ نے زمین اور آسمان پیدا کیے تھے زمانہ پھر پھرا کر اسی مقام پر آ گیا ہے اور چار ادب والے مہینے ہیں۔ تین مسلسل ذیقعد تا محرم اور ایک الگ مہینا رجب جو جمادی الاول و جمادی الاخر اور شعبان کے درمیان آتا ہے۔''

آپ ﷺ نے فرمایا ''کیا میں نے پیغام تم تک پہنچا دیا؟'' حاضرین نے کہا ''ہاں آپ ﷺ نے پہنچا دیا۔'' آپ ﷺ نے فرمایا ''اے اللہ گواہ رہنا۔'' پھر فرمایا:

خواتین کے حقوق

''اے لوگو! اپنی عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا تم نے انھیں اللہ کی امان کے ساتھ اپنے نکاحوں میں لیا ہے اور اللہ کے کلمہ کے ساتھ ان کی شرمگاہوں کو حلال کیا ہے اور وہ تمھارے پاس اللہ کی طرف سے امانت ہیں۔ بے شک تمھاری بیویوں کے تمھارے ذمے حقوق ہیں اور تمھارے ان پر حقوق ہیں ان پر یہ تمھارا حق ہے کہ وہ تمھارے بستروں پر تمھارے سوا کسی اور کو نہ آنے دیں اور تمھارے گھر میں کسی ایسے شخص کو داخل نہ ہونے دیں جسے تم پسند نہ کرتے ہو بجز تمھاری اجازت کے اور فحش حرکتوں سے الگ رہیں لیکن اگر وہ ایسا کریں تو اللہ نے تمھیں پورا حق دیا ہے کہ تم انھیں منع کرو۔ انھیں اپنے بستر سے الگ کر دو اور انھیں مارو مگر ایسی مار جو سخت نہ ہو اور ان کا تم پر یہ حق ہے کہ تم رواج کے مطابق ان کے لباس اور خوراک کا انتظام کرو اور بیویوں سے اچھے

سلوک کے بارے میں تاکید یاد رکھو کیونکہ وہ تمھارے زیر دست ہیں۔"

آپ ﷺ نے فرمایا" کیا میں نے تم تک پیغام پہنچا دیا؟" حاضرین نے کہا" ہاں آپ ﷺ نے پہنچا دیا۔" آپ ﷺ نے فرمایا" اے اللہ گواہ رہنا۔" آپ ﷺ نے فرمایا:

"اے لوگو! میری بات سنو اور سمجھ لو۔ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور سارے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی کے مال سے کوئی چیز اس کی اجازت کے بغیر لے اور تم اپنے آپ پر ظلم نہ کرنا۔ یاد رکھو ان تین امور میں دل میں حسد و عناد نہ رکھنا۔ کوئی عمل صرف اللہ کی رضا کے لیے کرنا۔ حاکمِ وقت کو از راہِ خیر خواہی نصیحت کرنا۔ مسلمانوں کی جماعت میں شامل رہنا۔ تمھارے غلام! انھیں وہی کھلاؤ جو تم کھاتے ہو، وہی پہناؤ جو تم خود پہنتے ہو۔ اگر ان سے ایسی غلطی ہو جائے جو تم معاف نہ کر سکو تو انھیں فروخت کر دو۔ اے اللہ کے بندو! انھیں سزا نہ دینا میں پڑوسی کے بارے میں تمھیں نصیحت کرتا ہوں، میں پڑوسی کے بارے میں تمھیں نصیحت کرتا ہوں، میں پڑوسی کے بارے میں تمھیں نصیحت کرتا ہوں (اللہ کے رسول ﷺ نے پڑوسی سے حسن سلوک کی نصیحت بار بار دہرائی)۔ اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے ہر وارث اور حق دار کا حصہ مقرر کر دیا ہے اور کسی وارث کے لیے کوئی وصیت روا نہیں اور وصیت ایک تہائی سے زائد جائز نہیں اور بچہ بستر والے کا ہوتا ہے اور زنا کار کے لیے پتھر ہے اور جو اپنے کو باپ کے سوا کسی اور کی طرف منسوب کرتا ہے یا اپنے آقا کے سوا کسی اور سے تعلق جوڑے اس پر اللہ فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہو۔ اللہ اس سے نہ کوئی معاوضہ قبول کرے گا اور نہ کوئی بدل۔ اے لوگو! سن لو تمھارا (سب کا) رَب ایک ہے۔ سن لو! تمھارا (سب کا) باپ ایک ہے۔ تم سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہو اور آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا کیے گئے تھے۔ سن لو! عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ عجمی کو عربی پر (کوئی فضیلت ہے)۔ نہ کالے کو سرخ رنگ والے پر

اور نہ سرخ رنگ والے کو کالے پر (کوئی فضیلت ہے)۔ مگر تقویٰ کے ساتھ اور اللہ کے ہاں تم میں سے وہی مکرم ہے، جو زیادہ متقی ہے۔''

سنو! کیا میں نے پیغام تم تک پہنچا دیا ہے؟'' حاجیوں نے کہا ''ہاں اللہ کے رسول آپ ﷺ نے پہنچا دیا۔'' آپ ﷺ نے فرمایا ''اے اللہ! گواہ رہنا۔'' آپ ﷺ نے فرمایا:

''اے لوگو! میرے بعد مرتد نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کے دشمن بن کر قتل کرنے لگو۔ میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم انھیں تھامے رکھو گے تو کبھی نہیں بھٹکو گے۔ یہ آسان اور سادہ ہیں۔ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت۔ تم سے میرے بارے میں پوچھا جائے گا۔ تم کیا جواب دو گے؟''

لوگوں نے کہا ''ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا۔ اس کا حق ادا کر دیا اور پوری پوری خیر خواہی کی۔'' اللہ کے رسول ﷺ نے تین دفعہ فرمایا ''اے اللہ گواہ رہنا، اے اللہ گواہ رہنا، اے اللہ گواہ رہنا۔'' ہر بار آپ ﷺ اپنی انگشت شہادت سے پہلے آسمان کی طرف اشارہ کرتے تھے اور پھر سامنے ہجوم کی طرف، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے لوگو سنو! جو حاضر ہے میری بات غیر حاضر تک پہنچا دے۔ بہت سے غیر حاضر، سننے والوں سے زیادہ یادداشت رکھتے ہیں۔''

خطبہ کے بعد آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ کو اذان کا حکم دیا۔ اذان کے بعد اقامت کہی گئی اور اللہ کے رسول ﷺ نے نماز ظہر کی دو رکعت پڑھائیں اس کے بعد حضرت بلالؓ نے پھر اقامت کہی اور آپ ﷺ نے عصر کی نماز کی دو رکعت پڑھائیں ان دونوں کے درمیان آپ ﷺ نے کوئی نفلی نماز نہیں پڑھی اور وہ جمعہ کا دن تھا۔ قیام گاہ پر پہنچ کر اللہ کے رسول ﷺ نے قبلہ کی طرف رخ کیا اور غروب آفتاب تک دعائیں مانگتے رہے۔ آپ ﷺ کے دونوں ہاتھ سینہ سے اوپر اُٹھے ہوئے تھے اور آپ ﷺ اپنے اللہ سے ایک ''مسکین مانگنے والے'' کی مانند دعا کر رہے تھے۔

رب سے دعا

''اے ہمارے رب تمام تعریفیں تیرے ہی لیے ہیں۔ اس تعریف جیسی

تعریفیں جو ہم کر رہے ہیں اور اس سے بھی بہتر تعریفیں جو ہم کر نہیں سکتے۔
اے اللہ میری نماز، میری عبادت، میری زندگی اور میری موت تیرے ہی لیے ہے اور مجھے تیری طرف ہی لوٹنا ہے اور تو ہی میرا وارث ہے۔ اے اللہ میں قبر کے عذاب، دل کے وسوسے اور کسی مقصد کے منتشر ہو جانے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اے اللہ میں ہوا کے شر سے، رات کے شر سے، دن کے شر سے اور زمانے کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔"

اللہ کے رسول ﷺ نے عرفات کی سہ پہر جو دعائیں مانگیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے:

"اے اللہ تو میری بات سنتا ہے اور میرے قیام کو دیکھ رہا ہے اور میرے پوشیدہ اور ظاہر کو جانتا ہے۔ میری کوئی بات تجھ سے مخفی نہیں، میں لاچار فقیر پناہ کا طالب فریادی، خوفزدہ، ہراساں اور اپنے گناہوں کا اقرار اور اعتراف کرنے والا ہوں۔ میں تجھ سے ایک مسکین کے مانند سوال کرتا ہوں اور ایک گناہ گار، کمزور اور ضعیف کی طرح تیری طرف دستِ سوال دراز کرتا ہوں اور میں ایک خوفزدہ ستم رسیدہ کی مانند تجھے پکارتا ہوں جس کی گردن تیرے سامنے خم ہے اور آنسو رواں ہیں اور کمزور جسم تیرے سامنے لرزاں ہے اور ناک خاک آلود ہے۔ اللہ مجھے دعا کی قبولیت سے محروم نہ کر اور شقی نہ بنانا اور مجھ پر مہربان اور رحم کرنے والا ہو جا۔ اے اللہ ان سب سے بہتر جن سے مانگا جاتا ہے اور ان سب سے افضل جو عطا کرتے ہیں۔"(3)

اللہ کے رسول ﷺ اللہ کے حضور گریہ و زاری میں مصروف تھے۔ دعاؤں کے قبول کرنے والے سے اپنی دعائیں قبول کرنے کے لیے دونوں ہاتھ پھیلائے دعا کر رہے تھے کہ سب سے افضل عطا کرنے والے نے پیغام بھیجا۔ آپ ﷺ کے سپرد جو مشن کیا گیا تھا وہ مکمل ہو گیا۔

"میں نے آج تمہارا ے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کمال تک

3۔ [الامین ﷺ]

پہنچا دی اور اسلام تمھارے لیے دین مقرر کردیا۔"(3A)

غارِ حرا کی شب اللہ نے آپ ﷺ کو جو مشن سونپا تھا، میدان عرفات میں مکمل ہو گیا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرنے والوں کو نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کے آداب سب سکھا دیے تھے۔ وحی کا آغاز حرا سے ہوا تھا اور اختتام میدان عرفات میں۔ اسلام بھی مکمل ہو گیا اور قرآن بھی مکمل ہو گیا اور اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو خبر کردی کہ یہی اسلام اس نے اپنے بندوں کے لیے دینِ کامل کے طور پر مقرر کردیا ہے اور آپ ﷺ کا دنیاوی مشن مکمل ہو گیا ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ کو اللہ کی طرف سے یہ خوشخبری موصول ہوئی تو حضرت عمر فاروقؓ رونے لگے۔ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا "اے عمر کیوں رو رہے ہو؟"

حضرت عمرؓ نے عرض کیا "دین کامل ہو گیا اور کمال کے بعد نقصان ہے۔" وہ نقصان کیا تھا؟ حضرت عمرؓ کس نقصان کے خوف سے رونے لگے تھے؟ اہلِ علم کہتے ہیں کہ انھیں احساس ہو گیا تھا کہ مشن کی تکمیل کے بعد اللہ اپنے رسول ﷺ کو اپنے پاس بلا لے گا۔

شیطان کو کنکریاں مارنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے قربانی کے اونٹ ذبح کیے اور حضرت علیؓ کو تاکید فرمائی کہ جانوروں کا گوشت، کھالیں اور پالان سب لوگوں میں تقسیم کردی جائیں۔ قربانی کے بعد آپ ﷺ نے سر کے بال منڈوائے اور احرام اُتار دیا۔ مکہ جا کر الوداعی طواف کیا۔ طواف کے بعد آپ ﷺ چاہِ زمزم پر تشریف لے گئے۔ وہاں پر آلِ عبدالمطلب کے لوگ حاجیوں کو پلانے کے لیے پانی نکال رہے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کی تعریف کی اور فرمایا "اگر یہ خدشہ نہ ہوتا کہ مجھے چاہِ زمزم سے پانی نکالتے دیکھ کر ہجوم جمع ہو جائے گا تو میں بھی تمھارے ساتھ حاجیوں کو پلانے کے لیے پانی نکالتا۔"(4)

اگر آج کا مسلمان آپ ﷺ کے آخری خطبۂ حج پر صدقِ دل سے عمل شروع کردے تو اس کا دین اور دنیا دونوں سنور جائیں۔ اللہ راضی ہو جائے تو یہ دنیا مسلمانوں کے لیے جنت بن جائے۔ قرآن اور سنت پر عمل کر کے ہی ہم دنیا میں کامران اور آخرت میں سرخرو ہو سکتے ہیں۔

3A۔ [3:5]   4۔ [الامین ﷺ]

رفیقِ اعلیٰ کی جانب سفر

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ سورۃ النصر قرآن مجید کی آخری سورت ہے جس کے بعد کوئی مکمل سورت حضور ﷺ پر نازل نہیں ہوئی۔(1) اس سورت کا ترجمہ ہے:

"جب اللہ کی مدد آ جائے اور فتح نصیب ہو جائے اور (اے نبی) تم دیکھ لو کہ لوگ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرو اور اس سے مغفرت کی دعا مانگو، بے شک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔"(2)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ یہ سورت حجۃ الوداع کے موقع پر منیٰ میں نازل ہوئی۔(3) مفسرین کے مطابق اس سورت میں فتح مکہ کا اشارہ ہے۔ اس سورت کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ [illegible] دنیا میں رہے۔(4) ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ اس سورت کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ آخرت کے لیے محنت اور ریاضت کرنے میں اس قدر شدت کے ساتھ مشغول ہو گئے جتنے اس سے پہلے کبھی نہ ہوئے تھے۔(5)

حجۃ الوداع کے دو ماہ بعد حضور اکرم ﷺ آدھی رات کو اپنے خادم ابومویہبہؓ کے ہمراہ جنت البقیع کے قبرستان تشریف لے گئے اور اپنے پرانے رفقاء کے لیے دیر تک دعا اور استغفار کرتے رہے۔ آپ ﷺ نے اپنے خادم سے فرمایا "خدا نے مجھے اپنے پاس آ جانے اور دنیا میں رہنے [illegible] اختیار دیا مگر میں نے اپنے رفیق اعلیٰ کے پاس جانے کو ترجیح دی۔" آپ ﷺ [illegible] سر میں درد شروع ہو گیا۔(6) آپ ﷺ کی طبیعت مضمحل ہوتی گئی مگر اس کے باوجود [illegible]

1- [illegible] 2- [3-1:110] 3- [illegible] 4- [illegible]

5- [illegible] 6- [illegible]

کے پاس باری باری جانے کا سلسلہ جاری رکھا۔ جب چلنا پھرنا دشوار ہو گیا تو ازواج مطہرات سے ایک ہی جگہ ٹھہرنے کی اجازت لے لی۔ آپ ﷺ حضرت عائشہؓ کے حجرے میں ٹھہر گئے جس کا دروازہ مسجد نبوی کی صف اوّل کی جانب کھلتا تھا۔ جب تک طاقت رہی نمازوں کی بدستور امامت فرماتے رہے۔ آپ ﷺ نے آخری نماز مغرب کی پڑھائی۔ سر میں درد کی وجہ سے سر مبارک پر رومال باندھا ہوا تھا۔(7)

رحلت سے پانچ روز قبل آپ ﷺ نے غسل فرمایا جس کے بعد سر درد میں کچھ افاقہ ہوا۔ آپ ﷺ ظہر کے وقت مسجد میں تشریف لائے اور نماز کے بعد اپنی حیاتِ مبارکہ کا آخری خطبہ دیا۔ آپ ﷺ سب سے پہلے جنگِ احد کے شہیدوں کو یاد کر کے دیر تک دعائے مغفرت فرماتے رہے اس موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا میں ابو بکرؓ کی رفاقت اور فیاضی کا ممنون ہوں، ان سے بہتر رفیق مجھے کوئی نہیں ملا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم سے پہلے لوگوں نے انبیاء کی قبروں کو عبادت گاہ بنالیا تھا تم ہرگز قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا۔ میں تمہیں سختی سے منع کرتا ہوں۔(8) اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ لاعلمی میں مجھ پر کسی کے واجب الادا حقوق نہ رہ جائیں اگر کسی کا میں نے مال لیا ہو تو یاد دلائے، کسی کو میں نے بے جا طور پر جسمانی ایذا پہنچائی ہو تو وہ ابھی مجھ سے بدلہ لے لے یا معاف کر دے۔ خدا کے ہاں مواخذے کے لیے دل میں چھپا کر نہ رکھے۔ ایک شخص نے کہا کہ اس کے تین درہم آپ ﷺ کے ذمے ہیں۔ آپ ﷺ نے فوری ادائیگی کا حکم دیا۔(9)

اس خطبے میں آپ ﷺ نے انصار کا خاص طور پر ذکر فرمایا کہ میرے بعد انصار کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے۔ مدینہ منورہ میں دوسرے گروہ بڑھتے جائیں گے اور انصار کم ہوتے جائیں گے۔ انصار میرے پناہ دہندہ ہیں۔ یہ اپنا فرض انجام دے چکے اب تمہیں ان کا حق ادا کرنا ہے۔ تم میں سے جو بھی نفع و نقصان کا متولی (خلیفہ) ہو اسے چاہیے کہ جو اچھے کام کرے اس کے ساتھ احسان کرے۔ ان میں سے اگر کوئی برائی کرے اس سے درگزر کرے۔ آپ ﷺ نے تاکید فرمائی کہ اسامہؓ کی سرکردگی میں لشکر بازنطینی حکومت کی سرکوبی کے لیے شام ضرور بھیجا جائے۔ خطبے کے بعد

7۔ [بخاری۔ مسلم] 8۔ [مسلم] 9۔ [ابن کثیر۔ السیرۃ النبویہ]

آپ ﷺ اس قدر تھک گئے تھے کہ حجرے میں پہنچ کر بے ہوش ہو گئے اور سب ازواج آپ ﷺ کے حجرے میں جمع ہو گئیں۔[10] آپ ﷺ غشی اور کمزوری کی بناء پر عشاء کی نماز کی امامت نہ فرما سکے اور حضرت ابوبکرؓ کو نماز پڑھانے کا پیغام بھیجا۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کی "یا رسول اللہ ﷺ ابوبکرؓ بہت نرم دل ہیں وہ آپ ﷺ کے مقام پر کھڑے نہ ہو سکیں گے۔" آپ ﷺ نے دوبارہ فرمایا کہ ابوبکرؓ نماز پڑھائیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے آپ ﷺ کی زندگی میں سترہ نمازوں کی امامت کی۔[11]
آخری ایام میں ایک دن آپ ﷺ مسجد میں تشریف لائے اور اونچی آواز میں فرمایا "بخدا میں نے اسی کو حلال ٹھہرایا جس کو خدا نے حلال ٹھہرایا اور اسی کو حرام کیا جسے اللہ نے حرام کیا۔ اے محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہ اور اے اللہ کے رسول ﷺ کی پھوپھی صفیہ عمل صالح جاری رکھو کیونکہ میں خدا کی طرف سے کسی چیز میں تمہاری کفالت نہیں کر سکتا۔ آپ ﷺ نے رحلت سے پہلے گھر میں پڑے سات دینار غریبوں میں تقسیم کر دیے۔ رحلت سے پہلے آپ ﷺ نے مسواک سے دانت صاف کرنے کی خواہش کی، حضرت عائشہؓ نے آپ ﷺ کے دانت صاف کیے۔ آپ ﷺ تین بار یہ جملہ دہراتے ہوئے "رفیق اعلیٰ کے پاس" رحلت فرما گئے۔ آپ ﷺ نے پیر کے دن 12 ربیع الاول کو رحلت فرمائی۔[12] حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ وصال کے بعد آپ ﷺ کا جسم مبارک خوشبو سے مہکنے لگا، ایسی خوشبو زندگی بھر کبھی نہ سونگھی تھی۔[13] آپ ﷺ کے وصال کی خبر پورے مدینے میں پھیل گئی لوگ غم سے نڈھال ہو گئے۔ حضرت ابوبکرؓ حجرہ مبارک میں تشریف لائے۔ چادر اٹھا کر حضور اکرم ﷺ کو ادب اور احترام کے ساتھ بوسہ دیا۔

حضرت عمرؓ اس موقع پر جذباتی ہو گئے اور کہنے لگے جو کوئی یہ کہے گا کہ آپ ﷺ وصال پا گئے اس کا سر قلم کر دوں گا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس نازک اور حساس موقع پر خطبہ ارشاد فرمایا "لوگو! اگر کوئی حضرت محمد ﷺ کو معبود سمجھتا تھا تو جان لے حضور ﷺ کا وصال ہو گیا لیکن جو اللہ کو معبود سمجھتا ہے تو جان لے اللہ تعالیٰ زندہ ہے اور کبھی مر نہیں سکتا۔ ارشادِ ربانی ہے "حضور اکرم ﷺ تو اللہ کے رسول ہیں آپ ﷺ سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں اگر آپ ﷺ وفات پا جائیں یا شہید

10۔ [مسند امام حنبل] 11۔ [طبقات۔ ابن سعد] 12۔ [ابن سعد، ابن کثیر، ابن الجوزی]
13۔ [عبدالحق۔ مدارج النبوۃ]

کر دیے جائیں تو کیا تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے جو کوئی ایسا کرے گا وہ خدا کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ عنقریب شکر گزار بندوں کو اللہ تعالیٰ بدلہ عطا فرمائیں گے۔"(14)

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت میں تنظیم پیدا کی، اب اسے شخصی چیز سمجھ کر ختم کر دینا مناسب نہیں بلکہ اسے جاری رکھنا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ کسی کو مقرر کرنا ضروری ہے، تجہیز و تکفین کے بعد مشاورت کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری آرام گاہ کے لیے حضرت عائشہؓ کے حجرے کو منتخب کیا گیا۔ حضرت علیؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کو غسل دیا اور حضرت ابی طلحہؓ نے قبر کی کھدائی کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مشاورت اور بیعت کے ذریعے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو پہلا خلیفہ منتخب کیا گیا۔ بیعت کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مختصر اور بامعنی خطبہ دیا:

"لوگو! مجھے تمھارا سربراہ منتخب کیا گیا ہے اگرچہ میں تم سے افضل نہیں ہوں اس لیے اگر میں صحیح اور درست کام کروں تو میری مدد کرو اور اگر میں غلط چلوں تو مجھے درست کرو۔ سچ کا مفہوم سربراہ پر اعتماد کا اظہار ہوگا جب کہ جھوٹ کا مطلب غداری ہوگا۔ آپ میں کمزور اور مظلوم میری نظر میں اس وقت تک طاقتور ہے جب تک میں اسے اس کا حق نہ دلا دوں اور طاقتور ظالم میری نظر میں اس وقت تک کمزور ہے جب تک میں اس سے دوسروں کا حق نہ لے لوں۔ یہ سب کچھ ربّ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہی ہوگا۔ سنو! ایسی کوئی قوم نہیں جس نے ربّ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کو نظر انداز کیا ہو اور ربّ ذوالجلال نے اسے ذلیل نہ کیا ہو۔ کسی قوم میں جب بداخلاقی رواج پا جاتی ہے تو ربّ ذوالجلال اس پر قہر نازل کرتے ہیں۔ اس وقت تک میری اطاعت کرو جب تک میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کروں۔ جیسے ہی میں نافرمانی کروں تم میری اطاعت بالکل نہ کرو۔ آؤ اب نماز ادا کریں۔ ربّ رحمٰن و رحیم تم سب پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔"(15)

14- [3:144] 15- [حمید اللہ]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی

بیشتر سیرت نگاروں نے حضور اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی کو اجاگر نہیں کیا جس سے یہ تاثر پیدا ہوا کہ سیاست کا دین سے تعلق نہیں ہے حالانکہ دین ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے اور سیاست بھی دین کا ایک جز ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی کے روشن واقعات آج بھی قابلِ تقلید ہیں۔ خانہ کعبہ کی تعمیر کے دوران جب حجرِ اسود نصب کرنے کا موقع آیا تو مکہ کے قبائل آپس میں اُلجھ پڑے۔ ہر قبیلہ یہ اعزاز خود حاصل کرنا چاہتا تھا آخر کار سب قبائل نے متفقہ طور پر حضور اکرم ﷺ کو اپنا ثالث تسلیم کرلیا۔ آپ ﷺ نے سیاسی بصیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایسا قابلِ قبول طریقہ اختیار کیا جس سے تمام قبائل مطمئن ہو گئے، جنگ کا خطرہ ٹل گیا اور وہ آپ ﷺ کی دانش مندی کا اعتراف کیے بغیر نہ رہ سکے۔

حضور اکرم ﷺ کو چونکہ خدائی مشن کی تکمیل کے لیے انسان، معاشرے اور نظام کو تبدیل کرنا تھا لہٰذا انھوں نے اپنے قریبی رفقاء (ٹیم) کی اس مہارت سے تربیت کی کہ وہ نسل، قبیلہ، برادری اور خون کے سب رشتے توڑ کر ایک عقیدہ (کے رشتہ) سے وابستہ ہو گئے اور آخری سانس تک ثابت قدم رہے۔ قریش نے آپ ﷺ کے چچا جناب ابو طالبؓ پر ہر قسم کا قبائلی اور سماجی دباؤ ڈال کر یہ کوشش کی کہ وہ آپ ﷺ کا ساتھ چھوڑ دیں مگر آپ ﷺ بہترین حکمت عملی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے چچا کا آخری دم تک تعاون حاصل رکھنے میں کامیاب رہے۔ کفار نے آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے رفقاء کو بے پناہ جبر و تشدد کا نشانہ بنایا۔ مسلمانوں کو تین سال تک شعب ابی طالب میں محاصرے میں رکھا گیا اور ان کا سماجی بائیکاٹ کیا گیا۔ آپ ﷺ نے کمال صبر اور سیاسی بصیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے دینی تحریک کو مہم جوئی کا شکار نہ ہونے دیا۔

آپ ﷺ نے بیعت عقبہ کے دوران اہلِ مدینہ سے کامیاب مذاکرات کیے اور ایسی شرائط

تسلیم کروانے میں کامیاب رہے، جن کی وجہ سے مسلمانوں کو نہ صرف اسلامی مرکز حاصل ہو گیا بلکہ ان کا سیاسی مستقبل بھی محفوظ ہو گیا۔ آپ ﷺ نے مدینہ کے مختلف قبائل میں ہم آہنگی اور یک جہتی پیدا کرنے نیز انتظامی امور کے لیے بارہ نقیب بھی نامزد کیے اور حضرت مصعبؓ بن عمیر کو اپنا پہلا سفیر بنا کر مدینہ روانہ کیا۔ حضور اکرم ﷺ نے اعلیٰ فراست کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے رفقاء کو کفار کے ظلم و ستم سے محفوظ رکھنے کے لیے انھیں حبشہ ہجرت کرنے کی ہدایت فرمائی اور حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے نام ایک خط بھی روانہ کیا جو آپ ﷺ کا کسی حکمران کے ساتھ پہلا سفارتی رابطہ تھا۔ آپ ﷺ نے قریش کے منصوبے کو ناکام بنانے اور مکہ سے نکل جانے کے لیے مہلت حاصل کرنے کے لیے حضرت علیؓ کو اپنے بستر پر سونے کی ہدایت فرمائی تاکہ گھر کا محاصرہ کرنے والے قریش اس خوش فہمی میں رہیں کہ آپ ﷺ اپنے گھر پر ہی سو رہے ہیں۔

مکہ میں تبلیغ کے دوران مشرکین نے حضور اکرم ﷺ کو مختلف لالچ دے کر خریدنے کی کوشش کی مگر آپ ﷺ ثابت قدم رہ کر اپنے مشن پر ڈٹے رہے۔ حضور اکرم ﷺ جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو سب قبائل کی خواہش تھی کہ آپ ﷺ کے اپنے گھر میں قیام کی سعادت حاصل کر سکیں۔ آپ ﷺ نے کسی کے گھر قیام کا فیصلہ اپنی مرضی سے نہ کیا بلکہ اونٹنی پر چھوڑ دیا کہ وہ جس گھر کے سامنے بیٹھ جائے گی آپ ﷺ وہیں قیام فرمائیں گے۔ اس طرح آپ ﷺ نے فراست اور سیاسی بصیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کسی قبیلے کو ناراض نہ ہونے دیا۔ حضور اکرم ﷺ نے مکہ کے مہاجرین اور مدینہ کے انصار کے درمیان مواخات کر کے بھائی چارے کا بہترین سماجی ماڈل پیش کیا۔

حضور اکرم ﷺ نے مدینہ میں اسلامی ریاست قائم کی اور مسجدِ نبوی کو ریاست کا مرکز بنایا۔ آپ ﷺ اللہ کے رسول ﷺ بھی تھے اور مسلمانوں کے امیر، امام اور سربراہِ حکومت بھی تھے۔ آپ ﷺ قاضیوں کو مقرر فرماتے، جہاد کے لیے امیروں کو پرچم دیتے، باطل کے مقابلے میں لشکر روانہ فرماتے۔ زکوٰۃ جمع کرتے اور پھر مستحقین میں تقسیم کرتے تھے۔ حدود قائم کرتے تھے نیز دیگر ممالک سے معاہدات کرتے اور وفود روانہ کرتے۔ حضور اکرم ﷺ پہلے امیر ہیں جنھوں نے اسلامی حکومت قائم کی اور اس کے قواعد و ضوابط کی بنیاد رکھی اور ایسے امور انجام دیے جو سیاسی نوعیت کے تھے۔

صلح حدیبیہ حضور اکرم ﷺ کا بے مثال سیاسی معاہدہ ہے، اس کا پس منظر یہ ہے کہ خیبر اور مکہ دونوں مسلمانوں کے دشمن تھے۔ ابتدائی ایام میں ان دونوں کا بیک وقت مقابلہ ممکن نہیں تھا۔ اسلامی فوج کی تعداد اس قدر نہ تھی کہ مکی فوج کا مقابلہ بھی کرتی اور مدینہ کا دفاع بھی کرتی۔ مکے والوں اور خیبر والوں کے درمیان یہ معاہدہ ہو چکا تھا کہ اگر رسول اکرم ﷺ دونوں گروہوں میں سے کسی ایک کی جانب رخ کریں تو دوسرا گروہ مدینہ پر ٹوٹ پڑے۔ آپ ﷺ نے مکہ والوں سے صلح کر لی تاکہ اگر خیبر کے گروہ کے ساتھ جنگ ہو تو وہ مکہ والوں کی جانب سے مطمئن رہیں۔ [1]

جب مکہ میں قحط پڑا تو حضور اکرم ﷺ نے اس مشکل گھڑی میں مکہ کے غریب لوگوں کے لیے پانچ سو اشرفیاں بھیج کر مکہ والوں کے دل جیت لیے تھے۔ [2] اس زمانے میں آپ ﷺ نے مکہ کے بااثر سردار ابوسفیان کی بیوہ بیٹی بی بی ام حبیبہؓ سے غائبانہ نکاح کر لیا تھا جو اس وقت حبشہ میں مقیم تھیں۔ آپ ﷺ نے ابوسفیان کو کھجوریں اور دوسرا سامانِ ضرورت بطور ''گفٹ'' بھیج کر اس سے جانوروں کی کھالیں طلب کی تھیں۔ [3] اس رویے سے مکہ کے قریش کے دلوں میں نرم گوشہ پیدا ہوا۔

حضور اکرم ﷺ نے قریش سے صلح کے لیے حج کے مہینوں کا انتخاب فرمایا کیونکہ ان مہینوں میں جنگ حرام تھی۔ آپ ﷺ چودہ سو آدمیوں کے ساتھ مکہ کی جانب روانہ ہوئے۔ ان کے پاس اسلحہ نہیں تھا البتہ قربانی کے جانور ہمراہ تھے۔ سب نے احرام باندھے ہوئے تھے، ایک جاسوس پیشگی مکہ روانہ کر دیا گیا تھا جس نے راستے میں اطلاع دی کہ قریش کو اسلامی کارواں کا علم ہو گیا ہے اور وہ جنگ کی تیاری کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے اپنے رفقاء کے مشورے سے اس سفر مکہ کو صرف عمرے کے لیے مخصوص رکھا۔ [4] اسلامی کارواں حدیبیہ کے مقام پر رکا تو سفارتی سرگرمیاں شروع ہو گئیں۔ حضور اکرم ﷺ نے بڑے مقصد کی خاطر قریش کی ایسی شرائط بھی تسلیم کر لیں جو منصفانہ نہیں تھیں چنانچہ صلح حدیبیہ طے پا گیا جسے قرآن پاک میں ''فتح مبین'' کا نام دیا گیا۔ اس معاہدے کو اسلامی ریاست کی خارجہ پالیسی کا شاہکار کہا جا سکتا ہے۔

میثاق مدینہ جو تاریخ انسانی کا پہلا تحریری دستور تھا۔ آپ ﷺ کی اعلیٰ سیاسی بصیرت کا منہ بولتا

1۔ [حمید اللہ۔ رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی] 2۔ [شرح السیر الکبیر] 3۔ [السیر الکبیر]

4۔ [ابن کثیر۔ بخاری]

ثبوت ہے۔ اس میثاق کی رو سے آپ ﷺ نے مدینہ کے تمام قبائل کو اپنی قیادت میں جمع کر لیا اور اس متفقہ دستور کے بعد آپ ﷺ کو یہ موقع مل گیا کہ سکون کے ساتھ اسلامی ریاست کی بنیادیں مستحکم کر سکیں۔ میثاق مدینہ کی اساس امن اور بقائے باہمی کے اصول پر رکھی گئی۔ دنیا کے مفکرین نے میثاقِ مدینہ کو مثالی قانون اور معاہدہ قرار دیا جسے ہر زمانے میں تعلیمی نصاب کا حصہ بنایا گیا۔ جنگِ خندق بھی حضور اکرم ﷺ کی اعلیٰ سیاسی بصیرت کا ثبوت ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے جاسوسوں کے ذریعے مکہ کے قریش اور مدینہ کے یہود کے درمیان اس قدر شکوک و شبہات پیدا کر دیے کہ قریش مایوس ہو کر مدینے کا محاصرہ ختم کرنے پر مجبور ہو گئے اور آپ ﷺ نے یہ جنگ اپنی فراست، بصیرت اور بہترین حکمتِ عملی کی وجہ سے جیت لی۔

حضور اکرم ﷺ نے مکہ میں قریش کی سرگرمیوں سے باخبر رہنے کے لیے خفیہ نیٹ ورک قائم کر رکھا تھا۔ اسلامی جاسوس مکہ کی اہم خبریں بروقت مدینہ پہنچا دیتے تھے اور اسلامی ریاست کو حفاظتی تدابیر اختیار کرنے کا موقع مل جاتا تھا۔ فتح مکہ بھی حضور اکرم ﷺ کی سیاسی بصیرت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ آپ ﷺ نے دس ہزار کے لشکر کے ساتھ مکہ کی جانب پیش قدمی کی۔ آپ ﷺ نے مکہ میں یہ اطلاع روانہ کر دی کہ جو شخص اپنے گھر کے اندر رہے خانہ کعبہ اور ابوسفیان کے گھر میں پناہ حاصل کرے اسے کچھ نہیں کہا جائے گا۔ آپ ﷺ نے مکہ پہنچ کر اسلامی فوج کے تین حصے کیے اور مکہ کے تین مختلف راستوں سے فوج کو داخل کیا۔ قریش اسلامی فوج کا جاہ و جلال، تنظیم، عزم اور بہترین حکمتِ عملی دیکھ کر مغلوب ہو گئے۔ حضور اکرم ﷺ نے مختلف حکمرانوں کے نام جو خطوط تحریر فرمائے وہ تاریخ میں محفوظ ہیں اور سفارتکاری کا بہترین نمونہ ہیں۔ آپ ﷺ حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے نام ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

> ''محمد ﷺ رسول اللہ کی طرف سے نجاشی اصحم بادشاہ حبشہ کے نام: میں اس خدا کی تعریف تمھیں لکھتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ جو بادشاہ مقدس، سلامتی والا، امان دہندہ اور سلامت رکھنے والا ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ مریم کے بیٹے عیسیٰ علیہ اسلام روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں۔ جن کو پاک اور برائی

سے محفوظ مریم بتول کی طرف ڈالا گیا تو وہ خدا کی روح اور پھونک سے حاملہ ہوئیں جیسا کہ خدا نے حضرت آدم علیہ اسلام کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا تھا۔ میں تجھے خدائے واحدہٗ لاشریک کی طرف بلاتا ہوں اور یہ کہ تو میرا اتباع کرے اور مجھ پر نازل شدہ چیز پر ایمان لائے کیونکہ میں خدا کا رسول ہوں اور میں تجھے اور تیرے لشکروں کو خدائے عزوجل کی طرف بلاتا ہوں۔ میں نے پیغام پہنچا دیا اور خیر خواہی کی ہے۔ اب تم سب میری نصیحت قبول کرو۔ میں نے تمھارے پاس اپنے چچازاد بھائی جعفر کو بھیجا ہے جس کے ہمراہ چند مسلمان بھی ہیں۔ جب وہ تیرے پاس آئیں تو ان کی مہمان داری کر اور تکبر چھوڑ دے۔ سلام اس پر جو ہدایت پر چلے۔ (5)

نجاشی نے حضور اکرم ﷺ کے نام خط کا جواب ارسال کیا اس کا متن یہ ہے:

''بخدمت محمد رسول اللہ از طرف نجاشی اصحم بن ابجر تجھ پر اے اللہ کے نبی سلام اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں۔

اس اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور جس نے مجھے اسلام کی ہدایت دی۔ یارسول اللہ آپ ﷺ کا خط مجھے ملا جس میں حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کا ذکر تھا، زمین اور آسمان کے مالک کی قسم کہ آپ کے بیان کردہ چیز سے حضرت عیسیٰ علیہ اسلام رتی بھر بھی زیادہ نہیں ہیں۔ وہ ویسے ہی تھے جیسے آپ ﷺ نے فرمایا ہے۔ ہم نے آپ ﷺ کے فرستادوں سے تعارف حاصل کیا اور آپ ﷺ کے چچازاد بھائی اور اس کے ساتھیوں کی مہمان داری کی۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے سچے اور تصدیق یاب رسول ہیں۔ میں نے آپ ﷺ کے چچازاد بھائی اور اس کے ساتھیوں کی بیعت اور اس کے ہاتھوں خدائے رب العالمین کے سامنے سر اطاعت خم کیا۔ میں نے آپ ﷺ کی خدمت میں اپنے بیٹے ارہا بن اصحم بن ابجر کو

5۔ [طبری، ابن اسحاق]

بھیجا ہے کیونکہ میں اپنی ذات کے سوا کسی کا مالک نہیں۔ اگر آپ ﷺ چاہیں کہ میں آپ ﷺ کے پاس آجاؤں تو میں آجاؤں گا کیونکہ میں اقرار کرتا ہوں کہ جو آپ ﷺ فرماتے ہیں وہ حق ہے۔"(6)

مؤرخین نے حجۃ الوداع کے خطبے کو مثالی انسانی چارٹر قرار دیا۔ حضور اکرم ﷺ کا یہ آخری خطبہ جو ایک لاکھ چالیس ہزار مسلمانوں کے اجتماع میں دیا گیا انسانی حقوق کا ابدی اور ازلی نمونہ ہے اور آپ ﷺ کی سیاسی بصیرت کا شاہکار ہے۔ ہجرت کے ابتدائی سالوں میں جب مدینے کے باہر کے لوگ مسلمان ہوتے تو آپ ﷺ ان کو حکم دیتے کہ وہ مرکزِ اسلام مدینہ کے قریب آجائیں۔ بعض اوقات ان مسلمانوں کو آبادی کے لیے سرکاری زمینیں بھی دی جاتیں۔ آپ ﷺ کا یہ فیصلہ فوجی، سیاسی اور تمدنی اہمیت کا حامل تھا۔(7) آپ ﷺ نے سیاست کو اپنی ذات کے بجائے دین کے تابع رکھا۔ آمرانہ فیصلے کرنے کی بجائے مشاورت سے فیصلے کیے۔

عہدِ نبوی ﷺ میں سیاست کے اصول

حضور اکرم ﷺ نے اپنے زمانے اور حالات کے مطابق سیاست کے جو اصول متعین کیے ان میں پہلا اصول تبلیغِ رسالت تھا۔ آپ ﷺ جو مشن اور مقصد لے کر آئے تھے اسے ہر حال میں مقدم رکھا جاتا تھا۔ خدا واحد اور لاشریک ہے اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں پر کوئی سمجھوتا نہیں کیا جاتا تھا۔ آپ ﷺ نے اپنے مشن کے لیے ہر قسم کے لالچ اور خوف کو ٹھکرادیا اور ہر حالت میں اپنے مشن پر ثابت قدم رہے۔ ہجرت مدینہ کے بعد حضور اکرم ﷺ نے ریاست کے اندرونی استحکام پر توجہ دی۔ مدینہ میں بسنے والے تمام قبائل کے اندرونی تضادات اور کشیدگی ختم کر کے ان میں یک جہتی اور ہم آہنگی پیدا کی اور میثاق مدینہ پر اتفاق رائے حاصل کر کے بیرونی دنیا کو یہ پیغام دیا کہ اہلِ مدینہ اپنی ریاست کے دفاع اور تحفظ کے لیے متحد ہیں۔ آپ ﷺ نے مدینہ اور گردونواح کے ایک دوسرے کے جانی دشمن قبائل کو میثاق پر قائل کر کے جزیرہ نمائے عرب کے قبائل کو حیران کر دیا۔ مدینہ کے اندرونی استحکام کو مضبوط بنانے کے لیے مدینہ سے باہر کے قبائل کو جو اسلام قبول کر لیتے تھے مدینہ کے قریب بسایا گیا۔

6۔ [طبری، ابن اسحاق]   7۔ [ابوداؤد]

حضور اکرم ﷺ کا ایک اور سیاسی اصول انسانی خون کی عزت تھا۔ آپ ﷺ رحمۃ للعالمین تھے لہٰذا جنگ کے بجائے امن کے حامی تھے۔ اسی وجہ سے دس سال میں دس لاکھ مربع میل کا علاقہ بہت کم جانی نقصان پر فتح ہو گیا۔ آپ ﷺ نے سیاسی حکمتِ عملی کے تحت فنونِ حرب پر خصوصی توجہ دی۔ جنگِ بدر میں پہلی بار اسلامی لشکر کی صف بندی کر کے فوجی قوت کو منظم کیا گیا۔ اس طرح مسلمانوں کا بہت کم نقصان ہوا۔ آپ ﷺ ایسے نوجوانوں کو لشکر میں شامل نہیں کرتے تھے جن کے پاس سواری یا اسلحہ نہیں ہوتا تھا تاکہ ایسے نوجوان جنگ میں مددگار بننے کے بجائے بوجھ نہ بن جائیں۔ (8) خیبر کی جنگ میں اسلامی فوج نے دشمن کے قلعوں کو مسمار کرنے کے لیے منجنیقیں استعمال کیں۔ گھڑ دوڑ اور تیر اندازی کے مقابلے کرائے جاتے تاکہ جنگی مہارتوں میں اضافہ ہو سکے۔ حضور اکرم ﷺ نے خبر رسانی اور ناکا بندی کا نظام متعارف کرایا۔ جنگِ خندق اور فتح مکہ کے دوران مسلمان جاسوسوں نے قابلِ ذکر کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنی سیاسی پالیسی میں معاشی دباؤ کا حربہ بھی استعمال کیا۔ قریش کے تجارتی قافلوں کو روکا گیا اور معاشی دباؤ بڑھانے کے لیے بعض اوقات دشمن کے تجارتی قافلوں کو لوٹا بھی گیا۔

حضور اکرم ﷺ نے دشمن کے حلیفوں کو توڑ کر اپنے ساتھ ملایا اور دشمن کی طاقت کم کر کے اپنی طاقت میں اضافہ کیا۔ بیعتِ عقبہ اس پالیسی کا عملی ثبوت ہے۔ آپ ﷺ نے صلح حدیبیہ کر کے اپنے دشمنوں کی طاقت کو تقسیم کر دیا۔ آپ ﷺ نے جنگوں کے درمیان دشمن میں پھوٹ ڈالنے کا حربہ بھی استعمال کیا۔ جب مشرکین کے سردار اسلام قبول کر لیتے تو ان کو اعزاز اور انعام سے نوازا جاتا۔ عمرو بن العاصؓ کو سردار بنا کر فوجی مہموں پر روانہ کیا گیا۔ ابوسفیان کے گھر کو پناہ گاہ قرار دیا گیا اور ان کو انعام و اکرام سے بھی نوازا گیا۔ خالدؓ بن ولید سیف اللہ کے قابلِ رشک خطاب سے سرفراز ہوئے۔ حضور اکرم ﷺ نے سیاست کی بنیاد امانت، دیانت اور صداقت پر رکھی اور دشمنوں کے ساتھ کیے گئے معاہدوں پر سختی سے عمل کیا۔

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا "اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کی بھلائی چاہتا ہے تو ان کا حکمران دانش مند لوگوں کو بنا دیتا ہے اور ان کا مال سخی لوگوں کے ہاتھوں میں دے دیتا ہے اور جب کسی قوم کو

8۔ [ابن سعد، ہشام، طبری]

آزمائش میں مبتلا کرنا چاہتا ہے تو ان پر نادانوں کو حکمران بنا دیتا ہے اور ان کے مال بخیل لوگوں کے ہاتھوں میں دے دیتا ہے جو شخص میری امت کے معاملات کا نگران بنا اور اس نے ان کی ضروریات کو پورا کرنے میں نرم خوئی کا مظاہرہ کیا تو اس کی ضرورت کی گھڑی آنے پر اللہ بھی اس کے ساتھ لطف و کرم سے پیش آئے گا اور اگر وہ ان کی ضروریات سے لاتعلق رہا تو اللہ بھی اس کی ضرورت و محتاجی کی طرف مطلق توجہ نہ دے گا۔''(9)

امام غزالی کے نزدیک سیاست کا مفہوم یہ ہے:

''سیاست اللہ تعالی کی مخلوق کی دنیا و آخرت میں نجات دلانے کے لیے اصلاح کر کے سیدھے راستے پر راہنمائی کرنا ہے۔''(10)

مسلمان حضور اکرم ﷺ کی اس حدیث کو سیاست کا مرکزی اصول بنا سکتے ہیں ''اللہ نے کچھ فرائض مقرر کیے ہیں انہیں نظر انداز نہ کرو، کچھ حرمتیں مقرر کی ہیں انہیں نہ توڑو، کچھ حدود مقرر کی ہیں ان سے تجاوز نہ کرو، اور کچھ چیزوں جن کے بارے میں سکوت فرمایا ہے، ان کی کھوج میں نہ پڑو۔''(11)

معقل بن یسارؓ راوی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''ایسا کوئی شخص نہیں کہ اللہ نے اسے کوئی رعیت دے رکھی ہو اور وہ اس حال میں مرے کہ اپنی رعایا سے خیانت کرنے والا ہو تو اللہ اس پر جنت حرام کر دے گا۔''(12)

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالی چار آدمیوں سے دشمنی رکھتے ہیں (1) قسم کھا کر سودا بیچنے والا (2) متکبر فقیر، (3) بوڑھا زانی (4) ظالم حکمران۔(13)

اسلامی ریاست عوام کی خدمت کا نام ہے جس میں اقتدار اور دولت کی ہوس کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''دو خونخوار بھیڑیے معصوم بھیڑوں کے گلے میں اتنا نقصان نہیں پہنچاتے، جتنا اقتدار اور دولت کی ہوس میں ڈوبے ہوئے انسان تباہی مچاتے ہیں۔''(14)

9۔ [کتاب الخراج] 10۔ [احیاء العلوم] 11۔ [مشکوٰۃ، کنز العمال] 12۔ [مسلم]
13۔[نسائی] 14۔[ترمذی، نسائی]

عدل و انصاف

حضور اکرم ﷺ نے ہجرت مدینہ کے بعد اسلامی مملکت کے دستور "میثاق مدینہ" پر اتفاق رائے کروایا۔ اس میثاق میں یہ قرار پایا کہ انصاف کی فراہمی پوری امت مسلمہ کا فریضہ ہوگی اور رشتے داری و قرابت کی بناء پر کسی کا لحاظ نہیں کیا جائے گا۔ یہ بھی قرار پایا کہ ہر قسم کے جھگڑے میں حضور اکرم ﷺ کا فیصلہ قطعی اور آخری ہوگا۔ مستند روایات کے مطابق آپ ﷺ اہل کتاب غیر مسلموں کے مقدمات کا فیصلہ ان کے شخصی قوانین کے مطابق ہی فرماتے تھے۔[1] مدینہ میں حضور اکرم ﷺ عدالتی فرائض خود انجام دیتے تھے۔ جب اسلامی ریاست پھیل گئی تو آپ ﷺ نے چند مفتی یعنی قاضی نامزد فرمائے۔[2] قاضی کے فیصلے کے خلاف اپیل حضور اکرم ﷺ سنتے تھے۔ آپ ﷺ نے حضرت معاذؓ بن جبل کو یمن کے لیے قاضی نامزد فرمایا۔ وہ تحصیلداروں سے جمع شدہ سرکاری محاصل بھی وصول کرتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت معاذؓ سے پوچھا کہ کس طرح فیصلے کرو گے۔ انھوں نے جواب دیا کہ قرآن کے مطابق کروں گا۔ آپ ﷺ نے پوچھا اگر قرآن خاموش ہو پھر کس طرح فیصلہ کرو گے۔ حضرت معاذؓ نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر سنت میں بھی نہ ملے حضرت معاذؓ نے کہا اس صورت میں اجتہاد کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ خدا کا شکر ہے جس نے اپنے رسول ﷺ کے فرستادہ کو ایسی بات کی توفیق دی جس سے اللہ کا رسول ﷺ راضی ہے۔[3]

قاضیوں کو یہ ہدایت کی جاتی تھی کہ قرآن و سنت کے خلاف جو کام کیا جائے گا اسے کالعدم تصور کیا جائے گا۔ جب عمروؓ بن حزم یمن کے گورنر بنا کر بھیجے گئے تو ان کو حضور اکرم ﷺ نے ایک

1- [بخاری، مسند احمد حنبل]　2- [ابن ماجہ]　3- [ترمذی]

تحریری ہدایت نامہ دیا تھا جو تاریخ میں محفوظ ہے۔ اس ہدایت نامہ میں عدل وانصاف کی فراہمی اور ظلم وستم سے باز رہنے کی تاکید کی گئی ہے۔(4) قاضی کو ہدایت کی جاتی تھی کہ وہ صرف روداد کے مطابق فیصلہ کرے اور اپنی ذاتی معلومات کو شامل نہ کرے کیونکہ اس طرح بددیانتی کا شائبہ ہوسکتا تھا۔ ایک حدیث کے مطابق حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔

> "بے شک میں صرف ایک انسان ہوں تم میرے پاس جھگڑے لے کر آتے ہو اور یہ ممکن ہے کہ کوئی شخص اپنی دلیل دوسرے کی نسبت زیادہ چرب زبانی کے ساتھ پیش کرے اور میں جو کچھ سنوں اسی کے مطابق فیصلہ کر دوں۔ اگر کسی کو میرے (اس طرح کے) فیصلے سے (ناحق) کچھ ملے تو وہ اس سے استفادہ نہ کرے کیونکہ میں اس صورت میں جو کچھ دیتا ہوں وہ آگ کے ایک ٹکڑے کے سوا کچھ نہیں۔"(5)

حضور اکرم ﷺ نے انصاف کے لیے یہ اہم اصول مقرر فرما دیا تھا کہ بارِ ثبوت مدعی پر ہے اور اگر مدعی ثبوت پیش نہ کر سکے تو مدعا علیہ کو قسم دی جائے۔(6) عدل وانصاف کے بارے میں حضرت عمرؓ کی روایت قابل ذکر ہے:

> "شعبی نے شریح سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ مجھ سے حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر کتاب اللہ میں کوئی چیز مل جائے تو اسی کے مطابق فیصلہ کر۔ اگر پوری کتاب اللہ میں بھی وہ مسئلہ نہ ملے تو رسول اللہ ﷺ کے فیصلوں میں جو چیز ملے اس کے مطابق فیصلہ کر۔ اگر رسول اللہ ﷺ کا کوئی فیصلہ نہ ملے تو راہ یاب اماموں کے فیصلوں کے مطابق فیصلہ کر اگر اماموں کے فیصلوں میں بھی کوئی چیز نہ ملے تو اپنی رائے کو کام میں لا اور علم والوں سے مشورہ کر۔ انگریزوں کا یہ قانون کہ بادشاہ یا صدر کے خلاف کوئی مقدمہ دائر نہیں کیا جا سکتا، غیر اسلامی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے خود اپنی ذات کے خلاف مقدمات سنے اور مدعیوں کے حق میں فیصلے صادر

4۔ [ابن ہشام، طبری] 5۔ [بخاری، مسلم] 6۔ [ترمذی]

ہے۔''(7) اسلام میں سب انسان برابر ہیں۔ قرآن پاک میں بھی ارشاد ربانی ہے:

''اللہ انصاف اور احسان کرنے اور رشتہ داروں کو خرچ سے مدد دینے کا حکم دیتا ہے۔''(8)

''کسی کی شخصی مخالفت کے باعث ناانصافی کے مجرم نہ بن جاؤ بلکہ عدل کرو اور یہی متقی کی شان ہے۔''(9)

''برائی کا بدلہ مساوی برائی ہے (زیادہ نہیں) لیکن اگر کوئی عفو اور صلح سے کام لے تو خدا اس کا اجر دے گا۔''(10)

''اگر بدلہ لینا چاہو تو اتنا لو جتنا تمہیں نقصان پہنچایا گیا ہے لیکن اگر صبر کر لو تو یہ بہتر ہے۔''(11)

''ہم نے بھیجے ہیں اپنے رسول نشانیاں دے کر اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان اُتاری تا کہ لوگ سیدھے رہیں انصاف پر۔''(12)

خیبر کی فتح کے بعد مفتوحہ زمینوں پر قبضہ کر لیا گیا۔ یہود نے اللہ کے رسول ﷺ سے درخواست کی کہ وہ چونکہ زمین پر بہتر کاشت کر سکتے ہیں لہٰذا زمینیں ان کے پاس ہی رہنے دی جائیں اور وہ پیداوار کا نصف حصہ مسلمانوں کو ادا کریں گے۔ آپ ﷺ نے اس تجویز سے اتفاق کیا۔ بٹائی کا وقت آتا تو آپ ﷺ حضرت رواحہؓ کو بھیجتے جو فصل کے دو حصے کرتے اور یہود سے کہتے کہ اس میں سے جو حصہ چاہے لے لو۔ یہود اس عدل پر متحیر ہو کر کہتے کہ زمین اور آسمان ایسے ہی عدل پر قائم ہیں۔(13)

یہودیوں نے آپ ﷺ سے شکایت کی کہ مسلمان مساقات (حصہ وصول کرنے) کے بعد بھی

7۔ [ابن ہشام، حمید اللہ: عہد نبوی میں نظام حکمرانی]
8۔ [90:16]
9۔ [8:5]
10۔ [40:42]
11۔ [126:16]
12۔ [25:57]
13۔ [البلاذری]

ان کی فصلوں اور سبزیوں کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے حکم دیا کہ معاہد قوم کا مال مسلمانوں کے لیے حلال نہیں ہے۔ اس کے بعد مسلمان سبزی وغیرہ قیمتاً خریدنے لگے۔ (14)

ایک دفعہ آپ ﷺ نے ایک شخص سے کچھ کھجوریں قرض لیں چند روز بعد اس نے واپسی کا تقاضا کیا۔ آپ ﷺ نے ایک انصاری کو حکم دیا کہ اس کا قرض لوٹا دو۔ انصاری نے کھجوریں دیں لیکن ایسی عمدہ نہ تھیں جیسی اس نے دی تھیں۔ اس شخص نے کھجوریں لینے سے انکار کیا۔ انصاری نے کہا تم رسول اللہ ﷺ کی عطا کردہ کھجوریں لینے سے انکار کرتے ہو۔ بولا ہاں رسول اللہ ﷺ عدل نہ کریں گے تو اور کس سے توقع رکھی جائے۔ رسول کریم ﷺ نے یہ جملے سنے تو آپ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمایا کہ یہ بالکل سچ ہے۔ (15)

ایک بدو اونٹ کا گوشت بیچ رہا تھا۔ حضور اکرم ﷺ کو خیال آیا کہ گھر میں چھوہارے موجود ہیں۔ آپ ﷺ نے ایک وسق چھوہاروں کے بدلے گوشت خرید لیا۔ گھر تشریف لائے تو چھوہارے نہیں تھے۔ آپ ﷺ نے قصاب سے کہا کہ چھوہارے گھر میں نہیں ہیں۔ اس نے واویلا شروع کر دیا کہ ہائے بددیانتی! لوگوں نے اسے سمجھایا کہ کیا رسول اللہ ﷺ بددیانتی کریں گے۔ آپ ﷺ نے لوگوں سے کہا کہ اسے کہنے دو۔ آپ ﷺ نے دوبارہ قصاب کو سمجھایا کہ گوشت چھوہاروں کے بدلے لیا تھا مگر چھوہارے نہیں ہیں۔ اس نے پھر کہا ہائے بددیانتی! لوگوں نے اسے روکا تو آپ ﷺ نے فرمایا اسے کہنے دو۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے قصاب کو ایک انصاریہ کے گھر بھجوا دیا کہ اپنے دام کے چھوہارے لے لے۔ جب وہ چھوہارے لے کر واپس آیا تو کہنے لگا محمد ﷺ آپ نے حلم و عفو کا مظاہرہ کیا اور قیمت بھی پوری ادا کی۔ خدا آپ ﷺ کو جزائے خیر دے۔ (16)

ایک دفعہ خاندان قریش کی عورت نے چوری کی۔ قریش کی عزت کے لحاظ سے لوگ چاہتے تھے کہ وہ سزا سے بچ جائے اور معاملہ دب جائے۔ حضرت اسامہ بن زید رسول اکرم ﷺ کے قریب تھے۔ لوگوں نے ان سے سفارش کے لیے کہا۔ انہوں نے آپ ﷺ سے معافی کی درخواست کی۔ آپ ﷺ نے سختی سے فرمایا کہ بنی اسرائیل اس لیے تباہ ہوئے کہ وہ غریبوں پر حد جاری کرتے تھے اور

14۔ [ابو داؤد] 15۔ [مسند احمد] 16۔ [مسند حنبل]

امراء سے درگزر کرتے تھے۔(17) آپ ﷺ نے فرمایا بخدا اگر فاطمہؓ بنت محمد ﷺ بھی چوری کرتی تو میں اس پر بھی حد جاری کر دیتا۔ آپ ﷺ نے اس عورت کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔(18)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرا دو پھر اگر ان میں ایک (گروہ) دوسرے پر زیادتی کرے تو جو زیادتی کرتا ہے اس سے تم بھی لڑو یہاں تک کہ وہ حکم خداوندی کی جانب رجوع کرے۔ پھر جب وہ رجوع کرے تو دونوں میں برابری اور عدل کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف کے تقاضوں کو ملحوظ رکھو بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔"(19)

"بے شک اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے اہلوں کے سپرد کرو اور جب لوگوں کے درمیان جھگڑے کا فیصلہ کرنے لگو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کرو۔"(20)

"اے ایمان والو! اللہ کے لیے انصاف کی گواہی دینے کے لیے کھڑے ہو جایا کرو اور لوگوں کی دشمنی تمھیں اس بات پر آمادہ نہ کر دے کہ تم عدل چھوڑ دو۔ عدل کیا کرو کہ یہی تقویٰ کے قریب ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو کچھ شک نہیں کہ اللہ تمھارے سب اعمال سے باخبر ہے۔"(21)

عدل و انصاف کے تقاضے پورے کرتے ہوئے آپ ﷺ نے کبھی اپنے دشمنوں سے ناجائز سختی نہ کی۔ فتح خیبر کے بعد عبداللہ بن سہیلؓ اپنے چچا زاد بھائی محیصہ کے ہمراہ کھجوروں کی بٹائی کے لیے خیبر گئے۔ کسی شخص نے عبداللہ کو قتل کر کے لاش گڑھے میں ڈال دی۔ عبداللہ کے چچا زاد بھائی محیصہ نے بارگاہ رسالت میں استغاثہ دائر کیا کہ عبداللہ کو یہودیوں نے قتل کیا ہے۔ آپ ﷺ نے

17- [بخاری] 18- [مسلم] 19- [9:49] 20- [58:4] 21- [8:5]

محیصہ کو اس بارے میں قسم کھانے کو کہا۔ محیصہ نے کہا کہ میں نے کسی یہودی کو قتل کرتے ہوئے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا پھر یہودیوں سے قسم لے لیتے ہیں۔ محیصہ کہنے لگے کہ خیبر میں یہودیوں کے سوا اور کوئی آباد نہیں ہے لہٰذا یقینی طور پر انھوں نے ہی عبداللہ کو قتل کیا چونکہ عینی گواہ موجود نہ تھا اس لیے آپ ﷺ نے یہودیوں کو کوئی سزا نہ دی اور اس کی دیت سو اونٹ بیت المال سے ادا کر دی۔[22]

ظلم اور جہالت سے آپ ﷺ کو کس قدر نفرت تھی اس کا اندازہ اس دعا سے لگایا جا سکتا ہے "اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں کہ صحیح راہ سے بھٹکوں یا بھٹکا دیا جاؤں، پھسلوں یا پھسلا دیا جاؤں، کسی پر ظلم کروں یا ظلم کیا جاؤں۔"[23] آپ ﷺ جن لوگوں کو حکمران بنا کر بھیجتے ان سے فرماتے: "مظلوم کی بددعا سے بچنا کیونکہ اس کے اور خدا کے مابین کوئی حجاب نہیں ہوتا۔"[24]

انصاف کرنے میں آپ ﷺ کے نزدیک مسلم اور غیر مسلم اپنے اور بے گانے میں کوئی فرق نہ تھا۔ متعدد مرتبہ آپ ﷺ نے مسلمانوں کے خلاف غیر مسلم کے حق میں فیصلہ دیا۔ ایک یہودی کا ایک مسلمان پر قرض تھا۔ غزوہ خیبر کے دوران اس نے تقاضا شروع کر دیا مسلمان نے مہلت مانگی مگر یہودی نے مہلت دینے سے انکار کیا۔ آپ ﷺ نے مسلمان مقروض کو فوری ادائیگی کا حکم دیا اور تعمیل نہ ہونے کی صورت میں قرض خواہ کو اس کے بعض کپڑے بھی لے جانے کی اجازت دی۔[25]

حضور اکرم ﷺ ہمیشہ خود بھی جواب دہی کے لیے آمادہ رہتے اگر آپ ﷺ کے کسی سلوک سے نادانستہ طور پر کسی شخص کو ایذا پہنچتی تو آپ ﷺ اسے بدلہ لینے کی فراخ دلانہ پیش کش کرتے۔ ایک مرتبہ مال غنیمت کی تقسیم کے دوران ایک شخص کے چہرے پر جو اپنا حصہ لینے کے لیے آپ ﷺ کی جانب جھکا ہوا تھا آپ ﷺ کے نیزے کا زخم لگ گیا۔ آپ ﷺ نے فوراً اسے بدلہ لینے کی پیش کش کی مگر اس نے معاف کر دیا۔[26]

اسلام میں انصاف شکل دیکھ کر یا کسی تعصب کی بنیاد پر نہیں کیا جاتا۔ ابوبکر حصاصؒ سے روایت

22۔ [بخاری] 23۔ [ابوداؤد] 24۔ [بخاری] 25۔ [احمد بن حنبل: مسند] 26۔ [ابوداؤد]

ہے کہ ایک مسلمان نے زرہ چوری کی اور جب اندیشہ ہوا کہ چوری کھل جائے گی تو اس نے زرہ ایک یہودی کے گھر میں پھینک دی۔ جب یہودی کے گھر پر زرہ پائی گئی تو اس نے چوری سے انکار کیا۔ اصل چور یہودی پر الزام دھرنے لگا اور مسلمانوں کے ایک گروہ نے یہودی کے مقابلے میں مسلمان کا ساتھ دیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی شہادتوں کی بناء پر مسلمانوں کی جانب مائل ہونے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اصل واقعہ کی اطلاع دی اور یہودی کو چوری کے الزام سے بری قرار دے کر اس کے خلاف فیصلہ دینے سے روک دیا۔ اس واقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی:

"بے شک ہم نے اُتاری تیری طرف کتاب سچی کہ تو انصاف کرے لوگوں میں جو کچھ سمجھا دے تجھ کو اللہ اور تو مت دغا بازوں کی طرف سے جھگڑنے والا ہو۔"(27)

اللہ تعالیٰ نے انصاف کے بارے قرآن پاک میں بڑی وضاحت کے ساتھ احکام نازل فرمائے:

"اے ایمان والو! انصاف کو قائم کرنے والے بن جاؤ۔ اور خدا کے واسطے کے گواہ بنو۔ خواہ یہ گواہی اپنی ذات کے خلاف ہو یا اپنے والدین یا اقرباء کے خلاف ہو۔ وہ امیر ہوں یا غریب، اللہ ان کا بہتر نگہبان ہے تم اپنی خواہشات کی پیروی میں عدل سے نہ ہٹو اور اگر تم بات کو گول کر جاؤ گے یا سچائی سے پہلو بچاؤ گے تو جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔"(28)

"اگر تم (اے رسول) ان (یہودیوں) کے درمیان فیصلہ کرنے لگو تو انصاف کرو بے شک اللہ انصاف کاروں کو پسند کرتا ہے۔"(29)

"اگر تم بات کرو تو انصاف کی کرو خواہ وہ تمہارے قریبی رشتہ دار کے خلاف ہو۔"(30)

27۔ [4:105] 28۔ [4:135] 29۔ [5:42] 30۔ [6:152]

قرآن پاک انصاف کا حکم دیتا ہے اور رشوت و سفارش سے منع کرتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

''اور تم لوگ نہ تو آپس میں ایک دوسرے کے مال ناروا طریقے سے کھاؤ اور نہ حاکموں کے آگے ان کو اس غرض کے لیے پیش کرو کہ تمھیں دوسروں کے مال کا کوئی حصہ قصداً ظالمانہ طریقے سے کھانے کا موقع مل جائے۔''(31)

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ حاکموں کو رشوت دے کر ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش نہ کرو اور نہ ہی حاکموں اور منصفوں کو غلط اور بے بنیاد تاویلات سے گمراہ کرنے کی کوشش کرو اگر تم غلط بیانی کر کے اور جعلی شہادتیں پیش کر کے اپنے حق میں فیصلہ لے بھی لو گے تو اس طریقہ سے حاصل کیا گیا مال تمھارے لیے حلال نہیں ہوگا۔ حضور اکرم ﷺ کی حدیث ہے ''میں ایک انسان ہی تو ہوں، ہو سکتا ہے تم ایک مقدمہ میرے پاس لاؤ اور تم میں سے ایک فریق دوسرے کی نسبت زیادہ چرب زبان ہو اور اس کے دلائل سن کر میں اس کے حق میں فیصلہ کر دوں مگر یہ سمجھ لو کہ اگر اس طرح اپنے کسی بھائی کے حق میں سے کوئی چیز تم نے میرے فیصلے کے ذریعے سے حاصل کی تو دراصل تم دوزخ کا ایک ٹکڑا حاصل کرو گے۔'' ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا ''رشوت لینے اور رشوت دینے والا دونوں جہنمی ہیں۔''

بریدہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''قاضی تین طرح کے ہوتے ہیں۔ دو جہنم میں جانے والے اور ایک جنت میں جانے والا۔ وہ قاضی جس نے چھان بین کر کے حق بات معلوم کی اور اس کے مطابق فیصلہ کیا وہ جنت میں جائے گا وہ قاضی جس نے بلا تحقیق فیصلہ کیا اور وہ قاضی جس نے فیصلہ کرنے میں ظلم کیا دونوں جہنم میں جائیں گے۔(32)

31۔ [188:2] 32۔ [ابن ماجہ]

بے مثال شخصیت، عظیم اخلاق

حسنِ یوسف، دمِ عیسیٰ، ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حلیہ مبارک

حضور اکرم ﷺ کا جسم مبارک متناسب، جوڑ بند مضبوط، بدن گھٹا ہوا اور رنگ مبارک سرخی مائل سفید تھا۔[1] آپ ﷺ نہ طویل قامت اور نہ چھوٹے قد کے تھے۔ قدرے بھاری سر پر گھنے بال تھے جو نہ بہت گھنگھریالے اور نہ بہت سیدھے تھے البتہ ایک خوش نُما اور ہلکا سا خم ان میں دکھائی دیتا تھا۔[2] چہرہ مبارک آفتابی، پُرشکوہ اور درخشاں تھا۔ پیشانی کشادہ اور پُرنور تھی۔ ابرو دراز، سیاہ اور بیچ میں ذرا سے غیر پیوستہ، ان کے درمیان ایک رگ کا معمولی ابھار تھا جو غصے کی حالت میں نمایاں ہو جاتا۔ آنکھیں سیاہ مگر سرمئی مائل، پتلیاں سیاہ کالی اور آنکھوں کی سفیدی میں ہلکی سی سرخی کی آمیزش تھی۔ پلکیں سیاہ اور دراز گویا ایک دوسرے کو چھو رہی ہوں۔[3] ناک ستواں اور بڑی، رخسار متوازی، ریش مبارک گھنی اور دیدہ زیب، دہن مبارک کشادہ اور سامنے کے دانتوں میں ذرا سا فاصلہ، کان حسین و جمیل، شانے چوڑے اور پُرگوشت، گردن مبارک قدرے لمبی، سینہ کشادہ، کلائیوں، بازوؤں اور بالائی سینے پر بالوں کی کثرت مگر پیٹ اور سینے کا نچلا حصہ بالوں سے خالی تھا۔ البتہ سینے سے ناف تک بالوں کی پتلی اور لمبی دھار تھی۔ دونوں شانوں کے درمیان "مہرِ نبوت" تھی۔[4] ہتھیلیاں چوڑی اور پُرگوشت تھیں۔ کلائیاں اور انگلیاں بھی دراز اور پُرگوشت تھیں۔ مصافحہ کرنے والوں کو نزاکت اور نفاست کا احساس ہوتا۔ پاؤں پُرگوشت اور مضبوط تھے۔ آپ ﷺ کی شخصیت میں جلال و جمال کا ایسا حسین امتزاج پایا جاتا تھا کہ دیکھنے والے پر رعب طاری ہونے کے

1۔ [شمائل ترمذی] 2۔ [ابن الجوزی] 3۔ [طبقات ابن سعد] 4۔ [طبقات ابن سعد]

ساتھ آپ ﷺ کے لیے محبت کے جذبات پیدا ہو جاتے۔ (5) آپ ﷺ کے پسینے سے عطر جیسی مہک آتی اور جسم مبارک سے ہر وقت سرود انگیز خوشبو محسوس کی جاتی۔ (6) آپ ﷺ کی ہنسی کبھی مسکراہٹ سے آگے نہ بڑھتی۔ چہرہ مبارک پر پسینے کے قطرے موتیوں کی طرح چمکتے۔ (7) آپ ﷺ کن انکھیوں سے کسی کی جانب نہ دیکھتے بلکہ پورا چہرہ گھما کر نظر ڈالتے۔ کسی سے ناراض ہوتے تو رخ پھیر لیتے۔ آپ ﷺ ہمیشہ سلام اور مصافحہ کرنے میں پہل کرتے اور اپنے ہاتھ کو اس وقت تک دوسرے کے ہاتھ میں رہنے دیتے جب تک دوسرا شخص خود ہاتھ نہ چھڑا لیتا۔ (8)

حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ خوبصورت کوئی نہیں دیکھا، لگتا تھا سورج آپ ﷺ کے چہرے میں رواں دواں ہے اور میں نے رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کسی کو تیز رفتار نہیں دیکھا۔ لگتا تھا زمین آپ ﷺ کے لیے لپٹی جا رہی ہے، ہم تو اپنے آپ کو تھکا مارتے تھے اور آپ ﷺ بالکل بے فکر۔ (9) حضرت کعبؓ بن مالک کا بیان ہے کہ جب آپ ﷺ خوش ہوتے تو چہرہ چمک اٹھتا گویا چاند کا ایک ٹکڑا ہے۔ (10) حضرت انسؓ فرماتے ہیں میں نے کوئی حریر و دیبا نہیں چھوا جو رسول اللہ ﷺ کی ہتھیلی سے زیادہ نرم ہو اور نہ کوئی عنبر مشک یا کوئی ایسی خوشبو سونگھی جو رسول اللہ ﷺ کی خوشبو سے بہتر ہو۔ (11)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ چاندنی رات میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھ رہا تھا آپ ﷺ نے سرخ جوڑا زیب تن فرما رکھا تھا آپ ﷺ چاند سے زیادہ حسین و جمیل نظر آ رہے تھے۔ [شمائل ترمذی]

گفتگو اور چال

آپ ﷺ کی زبان نہایت شیریں اور باوقار تھی۔ ٹھہر ٹھہر کر گفتگو فرماتے کہ مخاطب الفاظ کو گن سکتا تھا۔ جس بات پر خصوصی زور دینا ہوتا اسے کئی بار دہراتے۔ آواز اتنی بلند تھی کہ ہمسائے کے صحن میں سنی جاتی۔ (12) اکثر متفکر رہتے اور بے مقصد گفتگو نہ فرماتے۔ گفتگو کے درمیان اشارہ کرنا ہوتا تو انگلی سے نہیں بلکہ پورا ہاتھ اٹھا کر اشارہ فرماتے۔ تعجب کا اظہار کرنا ہوتا تو ہاتھ پلٹ دیتے۔ (13) کلام کو

5۔ [شمائل من علیؓ] 6۔ [الوفا] 7۔ [بخاری] 8۔ [شمائل ترمذی] 9۔ [ترمذی]
10۔ [بخاری] 11۔ [بخاری] 12۔ [ابن ماجہ] 13۔ [ترمذی]

بے جا طول دینے سے گریز فرماتے۔ آپ ﷺ قدم اٹھا اٹھا کر یوں چلتے گویا بلندی سے اتر رہے ہوں۔ آپ ﷺ کی رفتار نہ تو کسی عاجز کی طرح ہوتی اور نہ کسی سست شخص کی مانند بلکہ ایسی تیز رفتاری سے قدم اٹھاتے کہ صحابہ بڑے تکلف سے آپ ﷺ کو مل سکتے تھے۔ (14) دوران سفر آپ ﷺ ادھر ادھر توجہ نہ فرماتے۔ قرآن پاک میں اللہ نے ارشاد فرمایا ''اور لوگوں سے منہ پھیر کر بات نہ کر نہ زمین میں اکڑ کر چل اللہ کسی خود پسند اور فخر جتانے والے شخص کو پسند نہیں کرتا اپنی چال میں اعتدال اختیار کر اور اپنی آواز پست رکھ سب آوازوں سے زیادہ بری آواز گدھوں کی آواز ہوتی ہے۔'' [31:18-19]

لباس

آپ ﷺ کو سفید رنگ کا کپڑا پسند تھا۔ آپ ﷺ نے سفید لباس کو سب سے بہتر قرار دیا البتہ بعض موقعوں پر سرخ دھاری دار اور زرد رنگ کا لباس بھی زیب تن فرمایا۔ (15) آپ ﷺ کو لباس میں تکلف پسند نہ تھا۔ چادر، قمیص اور تہ بند عام طور پر پہنتے۔ سب کپڑوں میں کرتہ زیادہ پسند تھا۔ آپ ﷺ کو یمنی چادر بہت پسند تھی۔ آپ ﷺ کی قمیص ٹخنوں سے اوپر اور آستین ہاتھ کی انگلیوں تک ہوتی تھی۔ (16) آپ ﷺ اکثر سیاہ عمامہ پہنتے، شملہ بعض اوقات کندھے پر اور کبھی دونوں کندھوں کے درمیان ڈال لیتے تھے۔ عمامہ کے نیچے سفید شامی ٹوپی کا استعمال بھی معمول تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''ہم میں اور مشرکین میں یہ فرق ہے کہ ہم ٹوپی پر عمامہ باندھتے ہیں۔ (17) آپ ﷺ کو موزے پہننے کی عادت نہ تھی مگر جب نجاشی نے چرمی موزے بھجوائے تو آپ ﷺ نے پہن لیے۔ بعض اوقات آپ ﷺ شامی عبا بھی ملبوس فرماتے تھے۔ اس کے علاوہ نوشیروانی قبا بھی استعمال فرمائی جس کی جیب اور آستینوں پر دیبا کی سنجاف تھی۔ آپ ﷺ نے سوت اور کتان دونوں سے بنے ہوئے کپڑے استعمال کیے۔ (18) آپ ﷺ کے نعلین مبارک چپل سے مشابہ تھے مگر اس پر دو تسمے لگے ہوئے تھے۔ (19) آپ ﷺ کا بستر چمڑے کا بنا ہوتا جس میں خشک گھاس بھری ہوتی۔ چارپائی بان کی تھی جس سے جسم پر اکثر نشان پڑ جاتے۔ کبھی کبھار کھجور کی چٹائی پر بھی لیٹتے۔ ٹیک لگانے کے لیے تکیہ

14۔ [طبقات ابن سعد] 15۔ [طبقات ابن سعد] 16۔ [ابن الجوزی] 17۔ [ابو داؤد]
18۔ [طبقات ابن سعد] 19۔ [طبقات ابن سعد]

استعمال فرماتے جس میں کھجور کے پتے بھرے ہوتے۔ گھر میں نماز چھوٹی چٹائی پر پڑھتے تھے۔

روزمرہ معمولات

آپ ﷺ عموماً فجر کی نماز پڑھنے کے بعد اپنی جائے نماز پر آلتی پالتی مارے بیٹھے رہتے یہاں تک کہ سورج نکل آتا، اس کے بعد صحابہ کرام آپ ﷺ کے اردگرد بیٹھ جاتے اور ماضی و حال کے بارے میں گفتگو کرتے۔ صحابہ کرام اپنے خواب بیان کرتے جس کی تعبیر ابوبکر صدیق ؓ بتایا کرتے۔[20] اس کے بعد آپ ﷺ گھر تشریف لاتے اور پوچھتے کہ گھر میں کھانے کو کچھ ہے اگر بتایا جاتا کہ گھر میں برکت ہے تو آپ ﷺ روزے کی نیت فرما لیتے۔[21] کھانے کے بعد انگلیاں تین بار چاٹ لیتے پانی نوش فرماتے تو دو دفعہ سانس لیتے۔ پھر دن بھر گھر کے کام کاج میں مصروف رہتے۔ جب نماز کا وقت آتا تو نماز کی جانب متوجہ ہوتے۔ دوپہر کو استراحت (قیلولہ) فرماتے۔ بعض اوقات آپ ﷺ حضرت ام سلیم ؓ کے گھر تشریف لاتے اور قیلولہ فرماتے۔ ام سلیم ؓ آپ ﷺ کے لیے چمڑے کا بستر بچھا دیتیں جس پر آپ ﷺ کے پسینے کے قطرے جمع ہو جاتے، وہ ان سے عطر بناتیں جو بہت پسند کیا جاتا۔ آپ ﷺ کا یہ معمول سفر میں بھی جاری رہتا۔[22] نماز عصر کے بعد باری باری تمام ازواج سے مختصر ملاقات اور مزاج پرسی کے لیے تشریف لے جاتے۔ مختصر ملاقاتوں کے بعد اس زوجہ کے پاس تشریف لے جاتے جس کے ہاں آپ ﷺ کی باری ہوتی عموماً ہر زوجہ کی نو ایام کے بعد باری آتی تھی۔[23]

آپ ﷺ کی بعض ازواج کے درمیان معمولی تکرار بھی ہو جاتی جو فطری بات تھی۔ بعض اوقات آپ ﷺ کوئی دلچسپ واقعہ بھی سناتے تھے۔ عشاء کی نماز کے بعد آپ ﷺ سو جاتے اور سونے سے پہلے وضو فرماتے۔[24] سونے سے پہلے آنکھوں میں سرمہ ڈالتے۔ سفر اور حضر میں پانچ اشیا ہمیشہ آپ ﷺ کے ہمراہ ہوتیں: کنگھی، شیشہ، تیل، مسواک اور سرمہ۔[25] آپ ﷺ دائنی

20۔ [مسلم] 21۔ [مسلم] 22۔ [مسلم] 23۔ [مسلم]
24۔ [ابن جوزی] 25۔ [طبقات ابن سعد]

کروٹ پر دائیں رخسار کے نیچے ہاتھ رکھ کر قبلہ رو ہو کر لیٹتے اور سونے سے پہلے کوئی نہ کوئی دعا پڑھتے۔ نمازِ تہجد کے لیے اُٹھتے اور طویل قیام و سجود پر مشتمل نماز ادا کرتے۔ ایک روایت کے مطابق نماز کے دوران قرآن کی کئی سورتیں تلاوت فرماتے۔[26] آپ ﷺ کا فرمان تھا کہ جو شخص صبح نماز کے لیے وقت پر نہیں اُٹھتا اس پر شیطان غالب آ جاتا ہے اور وہ تمام دن تھکاوٹ محسوس کرتا رہتا ہے۔[27]

غسل

آپ ﷺ نے زندگی کے آخری ایام تک مسواک استعمال فرمائی۔ غسل کا طریقہ یہ تھا کہ پہلے دونوں ہاتھ دو یا تین مرتبہ دھوتے پھر استنجا فرماتے پھر ہاتھ دھو کر کلی کرتے اور پانی ڈال کر ناک صاف فرماتے پھر اپنا چہرہ دھوتے۔ اپنے تمام بدن پر پانی ڈالتے پھر پاؤں دھوتے۔ حضرت عائشہؓ کے مطابق آپ ﷺ غسل میں بھی نماز کی طرح پورا وضو فرماتے پھر دائیں کندھے پر پانی ڈالتے پھر بائیں پر پھر تین مرتبہ تمام بدن پر پانی بہاتے۔ جمعہ اور عید کے موقع پر خوشبو کا استعمال پسند فرماتے۔[28]

معمولاتِ نماز

آپ ﷺ زندگی بھر نماز بڑے اہتمام کے ساتھ پڑھتے رہے۔ آپ ﷺ کے نزدیک سب سے عمدہ عمل نماز کا اول وقت پر ادا کرنا ہے۔[29] آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ تین چیزوں کو کبھی مؤخر نہیں کرنا چاہیے۔ نماز جب اس کا وقت ہو جائے، جنازہ جب آ جائے، عورت جب اس کا کوئی رشتہ مل جائے۔[30] آپ ﷺ کی زندگی مبارک میں صرف ایک نماز کے سوا کبھی کوئی نماز قضا نہ ہوئی۔ ایک سفر کے دوران سب صحابہ پر نیند غالب آ گئی اور نماز قضا ہو گئی۔[31] فرض نمازیں مسجد میں باجماعت اور نفل نمازیں گھر پر پڑھنے کا معمول تھا۔ فجر کی نماز اتنی روشنی میں ادا فرماتے کہ پاس بیٹھے

26۔ [ابن الجوزی]
27۔ [بخاری]
28۔ [ابو داؤد]
29۔ [ترمذی]
30۔ [احمد بن حنبل]
31۔ [مسلم، نسائی]

سے پہچانا جا سکتا تھا۔ خواتین کی شمولیت کی وجہ سے آپ ﷺ بعض دنوں بالخصوص صبح کی نماز اتنے اندھیرے میں پڑھتے کہ عورتیں چادروں میں لپٹی ہوئی پہچانی نہ جا سکتی تھیں۔ نماز مغرب جلدی پڑھنے کا معمول تھا یہاں تک کہ نماز کے بعد تیر گرنے کی جگہ دکھائی دے جاتی تھی۔ عشاء کی نماز آپ ﷺ تاخیر سے پڑھتے تھے۔ نماز باجماعت میں آپ ﷺ خود بڑی پابندی سے شرکت کرتے اور دوسروں کو بھی اس کی تاکید فرماتے۔(33)

معمولاتِ صوم

آپ ﷺ رمضان المبارک کے علاوہ بھی بہت سے روزے رکھتے تھے مگر آپ ﷺ کو صوم وصال (مسلسل روزے رکھنا) پسند نہ تھا بلکہ آپ ﷺ کو صوم داؤد علیہ السلام (ایک دن روزہ اور ایک دن افطار) پسند تھا۔(34) آنحضرت ﷺ رمضان المبارک کے علاوہ پورے شعبان کے، ہر ماہ تین روزے، بالخصوص ایام (دس محرم، ہر ماہ کی تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں۔ ہر ہفتے پیر اور جمعرات کے روزے رکھنے کا بھی معمول تھا۔(35) اس کے علاوہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب آپ ﷺ روزے رکھتے تو اتنے روزے رکھتے تھے کہ محسوس ہوتا تھا اب کبھی آپ ﷺ افطار نہیں کریں گے اور جب افطار کرتے تھے تو لگتا تھا اب آپ ﷺ کبھی روزے نہیں رکھیں گے۔(36) آپ ﷺ کا طریقہ خود آپ ﷺ کے اپنے بیان کے مطابق یہ تھا کہ آپ ﷺ روزے بھی رکھتے تھے اور افطار بھی فرماتے تھے مگر اعتدال کے ساتھ۔(37) آپ ﷺ سحری کا اہتمام فرماتے تھے۔ آپ ﷺ کے نزدیک بہترین سحری کھجور تھی۔(38) لیکن کبھی ایسے بھی ہوتا کہ صبح کو پوچھتے اور گھر میں کھانے کو کچھ نہ ہوتا تو روزے کی نیت فرما لیتے۔(39) نفلی روزوں کے بارے میں یہ بتلا دیا گیا کہ بوقت ضرورت انہیں کھولا بھی جا سکتا ہے، آپ ﷺ نے بعض مواقع پر روزہ رکھنے کے بعد افطار کر لیا۔(40) مگر ان حالات میں آنحضرت ﷺ روزے کی قضا ضروری سمجھتے تھے۔(41) روزے کے دوران مسواک کرنے، حجامت کروانے، سرمہ لگانے کا بھی معمول تھا۔

32- [مسلم] 33- [مسلم] 34- [بخاری] 35- [بخاری، نسائی، ابوداؤد] 36- [بخاری]
37- [بخاری] 38- [ابوداؤد] 39- [مسلم] 40- [ابوداؤد] 41- [ابوداؤد] 42- [بخاری]

افطار میں آپ ﷺ ہمیشہ عجلت فرماتے۔(42) آپ ﷺ کا ارشاد تھا کہ جب تک امت روزے کی افطاری میں عجلت کرتی رہے گی اس وقت تک وہ خیر پر رہے گی۔ روزہ عموماً کھجور یا پانی سے افطار فرماتے۔(43)

معمولاتِ حج اور عمرہ

آپ ﷺ نے ہجرت سے قبل جو حج اور عمرے کیے ان کی صحیح تعداد اللہ ہی کو معلوم ہے۔(44) ہجرت کے بعد آپ ﷺ نے صرف ایک حج اور دو عمرے (عمرۃ القضا) اور ایک عمرہ قران (حجتہ الوداع کے ساتھ) ادا فرمائے۔(45) اور دوسرے بہت سے سیرت نگاروں نے عمرہ صلح حدیبیہ کو شمار کر کے ان عمروں کی تعداد چار تک بیان کی ہے۔

جب آپ ﷺ حج، عمرے یا جہاد کے سفر کے لیے روانہ ہوتے تو سب سے پہلے اپنی جگہ کسی کو مدینہ منورہ میں قائم مقام امیر مقرر فرماتے۔ چنانچہ عمرہ صلح حدیبیہ اور حجتہ الوداع کے موقع پر ابن ام مکتومؓ کو اور عمرہ قضا کے موقع پر ابورھم الانصاری کو مدینہ منورہ میں اپنا قائم مقام بنایا۔ اپنی ازواج میں سے عموماً ایک (بعض اوقات ایک سے زائد) کو اپنے ساتھ لے جاتے لیکن اس کا فیصلہ بجائے خود کرنے کے قرعہ اندازی کے ذریعے فرماتے۔(46) عموماً حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کو زیادہ ہم رکابی کا شرف حاصل ہوتا تھا۔

اکیلے سفر کے بجائے آپ ﷺ جماعت (دو یا زائد افراد) کی صورت میں اور باقاعدہ ایک امیر کے تحت نکلنا پسند فرماتے تھے۔ اگر آپ ﷺ کسی قافلے میں شامل ہوتے تو اس کے امیر تو آپ ﷺ ہی ہوتے ورنہ آپ ﷺ امیر کا تقرر بھی فرماتے۔ آپ ﷺ دعا کے بعد مسکراتے، پوچھا جاتا تو فرماتے خدا اپنے اس بندے کو پسند فرماتا ہے جو یہ کہتا ہے (اے ربّ) میرے گناہوں کی مغفرت فرما کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس کے سوا کوئی گناہوں کو نہیں بخش سکتا۔(47) دوران سفر ہر بلندی پر چڑھتے اور ہر نشیب کی طرف اترتے ہوئے تکبیر کا ورد جاری رکھتے تھے۔(48) حج اور عمرے کے سفروں میں آپ ﷺ ذوالحلیفہ کے مقام سے احرام باندھتے۔(49) تمام راستے تکبیر و تہلیل اور تلبیہ کا

43- [ترمذی] 44- [ابن حزم: جوامع السیرۃ] 45- [ابن قیم: زاد المعاد] 46- [بخاری]
47- [ترمذی] 48- [ترمذی] 49- [مسلم]

ورد جاری رکھتے۔ مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے قبل آپ ﷺ ذی طویٰ میں شب باشی کر کے صبح غسل کرتے پھر مکہ مکرمہ کی طرف بڑھتے۔[50] بیت اللہ شریف پر نظر پڑتی تو تکبیر و تہلیل پڑھتے۔ اور ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے۔ مسجد میں داخل ہوتے ہی آپ ﷺ سیدھے حجر اسود کے پاس آتے۔ اس کے سامنے کھڑے ہو کر تکبیر و تہلیل فرماتے اور اسے چومتے۔[51] پھر بیت اللہ شریف کا طواف فرماتے۔ طواف کے ہر چکر میں حجر اسود کے استلام کو دہراتے نیز رکنین یمانین کو بھی ہاتھ سے چھوتے اور دعائیں پڑھتے۔ طواف اور استلام حجر اسود سے فارغ ہو کر دروازے اور رکن کے مابین کھڑے ہو کر اپنا سینہ، چہرہ اور دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت پھیلا کر بیت اللہ شریف کی دیواروں پر رکھتے اور جہنم کے عذاب سے پناہ مانگتے۔[52] پھر مقامِ ابراہیم پر کھڑے ہو کر دو رکعت نماز ادا فرماتے جن میں سورۃ الکافرون اور سورۃ اخلاص تلاوت فرماتے تھے۔[53] وہاں سے باب بنی مخزوم یعنی بابِ الصفا سے صفا مروہ کی طرف نکل جاتے اور صفا مروہ کے مابین سعی فرماتے۔ ہر چکر میں دعاؤں کا سلسلہ جاری رہتا اور اسی طرح بقیہ مناسک حج ادا فرماتے۔ مناسک حج سے فراغت کے بعد آپ ﷺ اپنی اور اپنے اہل و عیال کی طرف سے متعدد جانور ذبح فرماتے۔ حجۃ الوداع میں آپ ﷺ نے اپنی طرف سے 100 اونٹ قربان کیے جن میں سے 30 اونٹ اپنے مبارک ہاتھوں سے ذبح فرمائے۔[54] باقی حضرت علیؓ نے ذبح کیے۔

معمولاتِ دُعا

دعا کو آپ ﷺ عبادت کا مغز قرار دیتے تھے۔[55] آپ ﷺ فرماتے تھے کہ اللہ کے نزدیک دعا سے زیادہ مکرم کوئی چیز نہیں۔ آپ ﷺ فرماتے تھے جو خدا سے نہیں مانگتا، خدا اس پر غضب ناک ہوتا ہے۔ صحابہؓ فرماتے ہیں کہ خود آپ ﷺ دعا کا بڑا اہتمام فرماتے۔ آپ ﷺ ہاتھ اٹھا کر یوں عاجزی سے دعا مانگتے جس طرح کوئی مسکین کھانا طلب کرتا ہے۔[56] آپ ﷺ کا فرمان تھا کہ ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو پھیلا کر دعا مانگنی چاہیے نہ کہ ہاتھ الٹے کر کے۔[57] اور آپ ﷺ دوسروں

50۔ [مسلم] 51۔ [ابوداؤد] 52۔ [ابن ماجہ] 53۔ [مسلم] 54۔ [ابوداؤد]
55۔ [ترمذی] 56۔ [ابن الجوزی] 57۔ [ابوداؤد]

بھی یہی تلقین فرماتے مثلاً آپ ﷺ نے فرمایا، جب تم خدا سے جنت طلب کرو گے تو اس میں جو کچھ بھی ہے تمھیں مل جائے گا۔ اسی طرح جب تم جہنم سے پناہ مانگوں گے تو جو کچھ اس میں ہے اس سے تمھیں پناہ حاصل ہو جائے گی۔ آپ ﷺ فرماتے تھے کہ اللہ تعالی کے اسمائے حسنی کے ساتھ جس نے دعا مانگی وہ ضرور قبول ہوگی۔ (58) دعا کے بارے میں آپ ﷺ کی تعلیم یہ تھی کہ سب سے پہلے اللہ عزوجل کی بزرگی اور اس کی ثناء بیان کی جائے پھر اس کے نبی ﷺ پر درود پڑھا جائے پھر جو چاہے اللہ سے دعا کی جائے۔ آپ ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ جو مسلمان اپنے بھائی کے لیے اس کے پس پشت دعا مانگتا ہے تو ایک فرشتہ مقرر رہتا ہے جو اس کی دعا پر آمین کہتا ہے اور نیز یہ دعا مانگتا ہے کہ یہ نعمت دعا کرنے والے کو بھی حاصل ہو۔ (59) آپ ﷺ صبح وشام کے ہر معمول کو دعا سے شروع فرماتے اور دعا ہی پر ختم فرماتے تھے۔

اخلاق نبوی ﷺ

قرآن کریم میں آپ ﷺ کے حسن کردار کی تعریف میں کہا گیا "بلاشبہ آپ ﷺ عظیم اخلاق کے حامل ہیں۔" (60) دنیائے انسانیت کو بلا امتیاز رنگ ونسل آپ ﷺ کی اتباع اور آپ ﷺ کی پیروی کرنے کی تلقین کی گئی ہے یعنی "البتہ تمھارے لیے آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس میں عمدہ نمونہ موجود ہے۔" (61) صرف یہی نہیں بلکہ آپ ﷺ کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت قرار دیا گیا۔ یعنی جو شخص آپ ﷺ کی فرمانبرداری کرے گا تو بے شک اس نے خدا کی فرمانبرداری کی۔ اے پیغمبر! آپ ﷺ کہہ دیجیے کہ اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو خدا بھی تم سے محبت رکھے گا اور تمھارے گناہ معاف کر دے گا۔ (62)

آپ ﷺ کے مکارمِ اخلاق اور عاداتِ حسنہ کے اپنے ہی نہیں بلکہ دشمن بھی مداح تھے۔ قرآن کریم میں ہے یعنی بے شک ہمیں خوب معلوم ہے کہ ان (کافروں) کی باتیں آپ ﷺ کو رنج پہنچاتی ہیں مگر یہ آپ ﷺ کی تکذیب نہیں کرتے بلکہ یہ ظالم خدا کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔ (63)

58- [ابوداؤد] 59- [مسلم] 60- [4:68] 61- [21:33] 62- [32:3]
63- [33:6]

بعثت مبارکہ سے پہلے آپ ﷺ کو مکہ مکرمہ میں اسی بنا پر محمد ﷺ کے بجائے ''الامین ﷺ'' اور ''الصادق ﷺ'' کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ انھیں اپنی امانتیں سونپنے کے لیے آپ ﷺ کے سوا کوئی شخص نظر نہ آتا تھا اور آپ ﷺ کا گھر اچھا خاصا ''دار الامانت'' بنا ہوا تھا۔ اسی بنا پر آپ ﷺ کو ہجرت کے موقع پر حضرت علیؓ کو یہ امانتیں ان کے مالکوں تک پہنچانے کے لیے پیچھے چھوڑنا پڑا اور انھوں نے تین دن میں یہ امانتیں ان کے وارثوں کو پہنچائیں۔ ابوسفیان سے ان کے زمانہ کفر میں قیصرِ روم نے آپ ﷺ کے بارے میں پوچھا کہ کیا نبوت سے پہلے آپ ﷺ نے کبھی جھوٹ بولا ہے؟ ابوسفیانؓ نے کہا ''نہیں''۔ پھر اس نے پوچھا کہ کیا کبھی آپ ﷺ نے کسی سے دھوکا کیا ہے؟ ابوسفیان نے کہا ''نہیں''۔ (64) حضرت ابوذر غفاریؓ کے بھائی انیسؓ نے آپ ﷺ کو مکہ میں دعوت و تبلیغ میں مصروف دیکھا تو اپنے بھائی ابوذرؓ کو جا کر بتایا کہ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ لوگوں کو اعلیٰ اخلاق اپنانے کا سبق دیتے ہیں۔ (65) بیت اللہ کی تعمیرِ نو کے موقع پر جب اہلِ مکہ نے ایک دوسرے کے مقابلے میں تلواریں کھینچ لی تھیں تو یہ آپ ﷺ ہی تھے جنھیں دیکھ کر قریش نے کہا تھا، یہ تو امین ہیں ہم ان کے فیصلے پر راضی ہیں۔

آپ ﷺ کے کردار کی عظمت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ جن لوگوں نے آپ ﷺ کے ساتھ کچھ وقت گزارا ہے وہ سب آپ ﷺ کے حسنِ کردار کے مداح ہیں۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے آپ ﷺ کے ساتھ تقریباً 25 سال بسر کیے۔ ان کا کہنا ہے کہ آپ ﷺ صلہء رحمی کرنے والے، مقروض کا بوجھ اُٹھانے والے، محتاج کو کما کر دینے والے، مہمان نوازی کرنے والے اور مصائب میں لوگوں کی مدد کرنے والے تھے۔ (66) حضرت عائشہؓ کو تقریباً دس سال تک آپ ﷺ کے انتہائی قریب رہ کر اخلاقِ عالیہ کے مشاہدے کا موقع ملا۔ ان سے کسی نے آپ ﷺ کے اخلاق کی بابت پوچھا تو فرمایا ''کیا تم قرآن نہیں پڑھتے کیونکہ قرآن ہی آپ ﷺ کا اخلاق ہے۔'' (67) یعنی جو کچھ قرآن نے کہا آپ ﷺ نے سب سے پہلے خود اس پر عمل پیرا ہو کر دکھایا۔ ایک موقع پر انھوں نے آپ ﷺ کے اخلاقِ حسنہ کی یوں تعریف کی۔ آپ ﷺ تمام لوگوں میں سب سے عمدہ اخلاق والے

64- [بخاری] 65- [مسلم] 66- [بخاری] 67- [ابن سعد]

تھے۔ آپ ﷺ نہ تو قصداً اور نہ بلا قصد فحش گوئی کرتے، نہ بازاروں میں شور وغوغا کرتے اور نہ ہی برائی کا بدلہ برائی سے دیتے بلکہ آپ ﷺ معاف اور درگزر کرنے والے تھے۔(68) ایک دوسری روایت میں انہی سے منقول ہے کہ کوئی شخص بھی رسول اللہ ﷺ سے زیادہ اچھے اخلاق والا نہ تھا۔ آپ ﷺ کے ساتھیوں میں سے جس کسی نے بھی آپ ﷺ کو بلایا تو آپ ﷺ نے اس کی آواز پر لبیک کہا۔(69) ایک اور روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنے کسی خادم یا خادمہ کو کبھی نہیں مارا پیٹا۔(70) حضرت انسؓ بن مالک نے دس سال تک شب و روز بطور خادم کے آپ ﷺ کی خدمت میں گزارے۔ وہ فرماتے ہیں آپ ﷺ نے کبھی کسی کام پر جو میں نے کیا ہو یہ نہیں فرمایا کہ یہ تو نے کیوں کیا ہے اور نہ ہی جو کام میں نے نہ کیا ہو اس کی بابت یہ فرمایا کہ یہ تو نے کیوں نہیں کیا۔(71) ابن سعدؒ نے حضرت انسؓ سے یہ روایت بھی نقل کی ہے۔ میں نے آپ ﷺ کی دس سال تک خدمت کی ہے میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ ﷺ (امتیازاً) اپنے ہم مجلس سے دور ہو کر بیٹھے ہوں یا کسی مصافحہ کرنے والے سے آپ ﷺ نے پہلے ہاتھ کھینچا ہو تا آنکہ وہ خود ہی ہاتھ نہ کھینچ لیتا اور یا کسی شخص نے آپ ﷺ سے کھڑے ہو کر گفتگو کرنا چاہی ہو اور آپ ﷺ پہلے پھر آئے ہوں تا آنکہ وہ خود نہ پھر جاتا یا کسی شخص نے اپنا سر (سرگوشی کے لیے) آپ ﷺ کے قریب کیا ہو اور آپ ﷺ نے اپنا سر اس کے اپنے سر کو ہٹانے سے پہلے ہٹا لیا ہو۔ ایک دوسری روایت میں انہی سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نہ تو برا بھلا کہنے والے تھے نہ فحش گو اور نہ لعن طعن کرنے والے۔ جب کسی کو عتاب کرنا ہوتا تو فرماتے اسے کیا ہو گیا، اس کی پیشانی خاک آلود ہو۔ حضرت علیؓ جنھوں نے نبوت کے 23 برس اور اس سے پہلے کا زمانہ بھی دیکھا تھا۔ آپ ﷺ کے خلق عظیم کی بابت فرمایا کرتے تھے کہ آپ ﷺ خندہ جبیں، نرم خو اور طبعاً مہربان تھے۔ آپ ﷺ سخت مزاج اور تنگ دل قطعاً نہ تھے۔ کوئی برا اور فحش لفظ زبان سے نہ نکالتے۔ کسی کی عیب جوئی اور بدگوئی نہ کرتے۔ دوسروں کی بابت آپ ﷺ تین باتوں یعنی کسی کی مذمت کرنے، عیب گوئی اور تجسس کرنے سے اجتناب فرماتے تھے اور وہی بات کہتے جو انجام کے اعتبار سے فائدہ مند ہوتی۔ مسافر اور اجنبی کی گفتگو اور

68- [ترمذی، شمائل] 69- [بخاری] 70- [مسلم] 71- [ترمذی، شمائل]

سائل کے سوال کی درشتی کو نظر انداز کر دیتے۔ آپ ﷺ کو صرف سچی تعریف پسند تھی۔ کسی کی بات کو درمیان سے کاٹنے سے گریز فرماتے۔(72) مزید فرمایا کہ نہایت نکی، راست گو، نرم طبیعت اور خوش مزاج تھے۔ کوئی اگر اچانک دیکھتا تو ڈر جاتا مگر جب وہ آپ ﷺ سے معاملہ کرتا تو محبت کرنے لگ جاتا۔ ایک اور صحابی حضرت ہندؓ بن ابی ہالہ عرصہ دراز تک آپ ﷺ کے زیر کفالت رہے۔ فرماتے ہیں آپ ﷺ نرم طبیعت تھے، سخت گیر نہ تھے۔ کسی کی اہانت آپ ﷺ کو کبھی منظور نہ ہوتی۔ معمولی معمولی باتوں میں لوگوں کا شکریہ ادا کرتے۔ کسی چیز کو برا نہ کہتے۔ کھانا جیسا بھی ہوتا کھا لیتے کبھی اسے برا نہ کہتے۔ کبھی ذاتی معاملے میں غصہ نہ کرتے البتہ اگر کوئی امر حق میں مخالفت کرتا تو غضب ناک ہو جاتے۔(73) حارثہ بن وہبؓ کے مطابق ارشاد نبوی ﷺ ہے "جھگڑالو اور بد اخلاق آدمی جنت میں نہیں جائے گا۔" [بخاری]

حضرت عمروؓ بن العاص کو آپ ﷺ کے انتہائی قریب رہ کر تقریباً چار سال تک اخلاق نبوی کے مشاہدے کا موقع ملا۔ وہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ عام لوگوں سے گفتگو، توجہ اور عمدہ برتاؤ کے ذریعے ایسا معاملہ فرماتے کہ اسے اپنے متعلق یہ گمان ہونے لگتا کہ اس کا درجہ آپ ﷺ کے ہاں سب سے زیادہ ہے۔ وہ خود اپنی بابت فرماتے ہیں کہ مجھے بھی اپنے متعلق یہ گمان ہوا تھا۔ پھر ایک بار موقع ملا تو میں نے پوچھا "یا رسول اللہ ﷺ! کیا میں (آپ ﷺ کی نظر میں) بہتر ہوں یا ابو بکرؓ؟ فرمایا ابو بکرؓ پھر عرض کیا میں بہتر ہوں یا عمرؓ؟ فرمایا عمرؓ۔ پھر پوچھا کیا میں بہتر ہوں یا حضرت عثمانؓ؟ فرمایا عثمانؓ۔ آپ ﷺ نے حقیقت واضح کر کے میری غلط فہمی دور کر دی۔ مجھے افسوس ہوا کہ کاش میں نے آپ ﷺ سے یہ سوال نہ پوچھا ہوتا۔"(74)

جھوٹ

جھوٹ ایک ایسی موذی بیماری ہے جو انسانی سماج کی کمزوری کا بڑا سبب ہے۔ جھوٹ سے معاشرہ پھلنے پھولنے کے بجائے مختلف نوعیت کی سماجی برائیوں کا شکار ہو کر رہ جاتا ہے۔ منافقت، ظلم اور ناانصافی معاشرے کے نمایاں اوصاف بن جاتے ہیں جھوٹ پر مبنی سماج ترقی کرنے کے قابل ہی

72۔ [ترمذی، شمائل] 73۔ [ابن سعد] 74۔ [ترمذی، شمائل]

نہیں رہتا اور ایسے سماج سے برکت ہی اٹھ جاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے زندگی بھر اس حد تک جھوٹ سے نفرت کی کہ قریش نے آپ ﷺ کو الصادق کا لقب دیا۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''گناہ کبیرہ یہ ہیں کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے، کسی کو ناحق قتل کیا جائے، والدین کی نافرمانی کی جائے، جھوٹ بولا جائے اور جھوٹی گواہی دی جائے۔'' [بخاری]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' سچ بولنا اپنے اوپر لازم کرلو کیوں کہ سچ نیکی اور سچ جنت کی طرف لے جاتا ہے۔ جو شخص ہمیشہ سچ بولتا ہے اور سچ کا قصد کرتا ہے وہ اللہ کے ہاں صدیق لکھا جاتا ہے جھوٹ سے بچو کیوں کہ جھوٹ برائی کی طرف لے جاتا ہے اور برائی جہنم کی طرف لے جاتی ہے۔ جو شخص ہمیشہ جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ کا قصد کرتا ہے وہ اللہ کے ہاں کذاب لکھا جاتا ہے۔ [مسلم]

سمرہ بن جندبؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' میرے پاس جبرائیل اور میکائیل آئے انھوں نے اٹھایا اور ہمارا گزر ایک آدمی کے پاس سے ہوا جو اپنے پہلو پر لیٹا ہوا تھا اور اس کے پاس ایک فرشتہ لوہے کا خنجر لیے کھڑا تھا جو اس کے چہرے کے ایک طرف آکر اس کا جبڑا گدی تک چیر دیتا پھر اس کی آنکھ گدی تک چیر دیتا اور نتھنا گدی تک چیر دیتا پھر اس کی آنکھ گدی تک چیر دیتا پھر چہرے کے دوسری طرف آتا اور یہی کچھ کرتا۔ اس دوران دوسری طرف اپنی اصل حالت میں آجاتی اور فرشتہ یہی عمل دوبارہ شروع کر دیتا آپ ﷺ نے پوچھا یہ شخص کون ہے فرشتوں نے بتایا یہ شخص صبح کے وقت گھر سے ایک جھوٹی خبر بنا کر لوگوں کو بتاتا ہے اور وہ خبر ساری دنیا میں پھیل جاتی ہے۔

[مفہوم۔ بخاری]

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا منافق کی تین نشانیاں ہیں، بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے، وعدہ کرتا ہے تو خلاف ورزی کرتا ہے اور جب امانت دی جائے تو اس میں خیانت کرتا ہے۔ [مسلم]

''جس نے جھوٹ میری جانب منسوب کیا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔'' [مسلم]

اگر مسلمان رسول اللہ ﷺ کے ارشاد اور عمل کے مطابق جھوٹ سے گریز کرنا اور سچ بولنا شروع کردیں تو وہ دنیا کی باوقار اور معزز قوم بن سکتے ہیں اور قیامت کے روز جنت کے حق دار بھی ہو سکتے ہیں۔ قرآن میں ارشاد ربانی ہے:

''بھلا کہیں یہ ہوسکتا ہے کہ جو شخص مومن ہو وہ اس شخص کی طرح ہو جائے جو فاسق ہو یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔''[18:32]

نظافتِ طبع

مردانہ حسن و وجاہت کے ساتھ ساتھ قدرت نے آپ ﷺ کو اعلیٰ درجے کا نظیف الطبع اور نفاست پسند پیدا فرمایا تھا۔ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے۔ صفائی (تو) نصف ایمان ہے۔[75] نیز فرمایا دین کی بنیاد ہی صفائی پر ہے۔ آپ ﷺ کو فطری طور پر ظاہری و معنوی گندگی سے شدید کراہت تھی۔ اگر چہ ایک وضو سے متعدد نمازیں پڑھی جاسکتی ہیں اور صحابہؓ کرام اکثر پڑھتے بھی تھے مگر آپ ﷺ اکثر ہر نماز کے لیے الگ وضو فرماتے۔[76] فتح مکہ کے موقع پر ایک ہی وضو سے متعدد نمازیں پڑھیں تو صحابہؓ کرام کو تعجب ہوا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ سے نہ رہا گیا اور آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر سوال کیا "یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے آج وہ کام کیا ہے جو آپ ﷺ پہلے نہیں کیا کرتے تھے۔" آپ ﷺ نے فرمایا اے عمرؓ میں نے دانستہ ایسا کیا ہے (تاکہ اس کا جواز ثابت ہو سکے)۔[77] ہر جمعے کو غسل کرنے کا معمول تھا۔ آپ ﷺ نے صحابہؓ کرام کو بھی حکم دیا تھا کہ جمعہ کے دن غسل کر کے آیا کرو۔[78] ایک روایت میں آپ ﷺ نے اسے واجب قرار دیا۔ اس کے علاوہ آپ ﷺ ہمیشہ مسواک اور کلی کرنے کا شدت سے اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ جسم مبارک کو اگرچہ فطری طور پر خوشبو کی ضرورت نہ تھی مگر اس کے باوجود خوشبو ہمیشہ آپ ﷺ کے استعمال میں رہی۔ اگر کوئی خوشبو تحفہ دیتا تو اسے کبھی واپس نہ کرتے۔ آپ ﷺ کو خوشبوؤں میں مشک، عنبر اور عود زیادہ

75۔ [مسلم]   76۔ [بخاری]   77۔ [مسلم]   78۔ [بخاری]

محبوب تھیں۔[79]

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ جس راستے سے گزرتے تو اس راستے میں دیر تک خوشبو کی مہک بکھری رہتی۔[80] حضرت علیؓ نے جب آپ ﷺ کے جسم مبارک کو (بعد از وصال) غسل دیا۔ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے بدن پر ذرہ برابر بھی میل کچیل نہ تھی تو میں نے کہا۔ آپ ﷺ حیات مبارکہ میں بھی پاک اور طاہر رہے اور وصال ہوا تو بھی نظافت میں فرق نہ آیا۔ آپ ﷺ کے کپڑے اگرچہ زیادہ قیمتی نہ ہوتے مگر ہمیشہ صاف ستھرے ہوتے تھے۔ آپ ﷺ کا تمام زندگی قرآن کریم کے اس حکم یعنی اپنے کپڑوں کو صاف ستھرا رکھیے پر عمل رہا۔[81] سر مبارک پر تیل لگا کر کنگھی کرنے کا معمول تھا۔ جسم کے زائد بال صاف کرنے کا آپ ﷺ ہمیشہ اہتمام فرماتے رہے اور ان کی صفائی کو آپ ﷺ فطرت سے تعبیر کرتے تھے۔[82] اسی نظافت پسندی کا یہ نتیجہ تھا کہ دوسرے افراد کو بھی آپ ﷺ صاف ستھرا دیکھنا چاہتے تھے۔ اگر کسی کو میلے کپڑے پہنے ہوئے دیکھتے تو فرماتے ''اس سے یہ بھی نہیں ہوتا کہ کپڑے دھو لیا کرے۔''[83] اگر کسی کے بالوں کو پراگندہ دیکھتے تو فرماتے ''کیا یہ اپنے بالوں میں کنگھی نہیں کر سکتا۔'' اگر کوئی اپنی وسعت کے مطابق مناسب کپڑے نہ پہنتا تو فرماتے۔ خدا نے جو نعمت دی ہے اس کا اثر بھی شکل و صورت میں واضح ہونا چاہیے۔ اسی نظافت طبع کا نتیجہ تھا کہ آپ ﷺ کو بدبودار اشیا مثلاً کچے پیاز اور لہسن سے نفرت تھی اور فرمایا کرتے تھے جو کوئی ان اشیاء کو (کچا) کھائے وہ مسجد میں نہ آئے۔[84]

فہم و فراست

آپ ﷺ نے کسی سے پڑھنا لکھنا نہیں سیکھا تھا پھر بھی آپ ﷺ تمام علوم و فنون کا سرچشمہ اور حقائق و معارف کا منبع تھے۔ جتنے علوم آپ ﷺ کی ذات بابرکات سے نکلے ہیں دنیا میں آج تک کسی انسان کو اتنے علوم کی ترویج کا شرف حاصل نہیں ہوا۔ آپ ﷺ کی زبان مبارک سے نکلا ہوا ہر جملہ

79۔ [ابن الجوزی: الوفا] 80۔ [قاضی عیاض: الشفا] 81۔ [4:74] 82۔ [مسلم]
83۔ [ابوداؤد] 84۔ [ترمذی]

علمی دنیا میں نئی سے نئی راہ پیدا کرنے کا موجب بنا۔ آپ ﷺ نے اپنی زندگی مبارک میں جو عظیم الشان ورثہ چھوڑا ہے۔ چودہ صدیاں بیت جانے کے باوجود بھی کائنات کے لیے سرچشمہ ہدایت اور بنی نوع انسان کے لیے چراغ راہ ہے۔ سیرت طیبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ ہر معاملے کا بڑی گہرائی اور تفصیل سے جائزہ لیتے تھے اور پھر اس کے متعلق جو فیصلہ صادر فرماتے وہ اتنا درست اور صحیح ہوتا تھا کہ تمام دنیا کے انسان باہم مل کر بھی اس سے بہتر فیصلہ نہیں کر سکتے تھے۔ مختلف معاملات میں آپ ﷺ کی اختیار کردہ حکمت عملی دورِ جدید میں کیے جانے والے سائنسی اکتشافات سے بہت قریب تھی۔ آپ ﷺ نے کئی مواقع پر اعلیٰ بصیرت کی وجہ سے اپنے مخالفین کے مذموم منصوبوں کو خاک میں ملا دیا اور قلیل عرصہ میں اسلام کی تبلیغ اور اشاعت کا مقدس فریضہ مکمل کر لیا۔

جودتِ طبع

خالق کائنات کی طرف سے آپ ﷺ کو جو لازوال اوصاف عطا ہوئے تھے ان میں آپ ﷺ کی طبیعت کی ذکاوت و فراست بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ آپ ﷺ کے تیز اور رساذہن کا ٹھیک ٹھیک بیان کرنا ممکن ہی نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے تقریباً دس سال کے مختصر عرصے میں جتنا عظیم الشان کام کر دکھایا وہ صدیوں میں بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس عرصے میں آپ ﷺ کو دشمنوں کے خلاف تقریباً چھوٹی بڑی 74 مہمات سر کرنا پڑیں۔ ان میں سے 27 (غزوات) میں آپ ﷺ نے خود بہ نفسِ نفیس شرکت فرمائی اور بقیہ 47 (سرایا) میں دیگر صحابہؓ کرام کو قیادت سونپی گئی۔ (85)
ان تمام کی نقشہ سازی اور منصوبہ بندی کا کٹھن کام آپ ﷺ نے خود ہی انجام دیا۔ سرایا میں گو عملاً آپ ﷺ شریک نہ ہوتے تھے مگر ان تمام کی ضروری منصوبہ بندی آپ ﷺ ہی فرماتے تھے۔ ان میں سے ایک مہم بھی ناکام نہیں ہوئی۔ ان جنگی کارروائیوں کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام کی تعلیم و تربیت اور اسلامی حکومت کی تاسیس کا کام بھی جاری رہا۔

غزوات و سرایا میں آپ ﷺ نئی سے نئی حکمت عملی اختیار فرماتے جس سے دشمن اپنی کثرت تعداد

85۔ [الواقدی]

کے باوجود مغلوب ہو جاتا۔ غزوہ بدر کے موقع پر صف بندی، غزوہ احد میں پہاڑ کا پشت پر رکھنا، زمین اور وسائل کا بہترین استعمال، جاسوسی کا مثالی نظام اور ذاتی شجاعت کا مظاہرہ، غزوہ احزاب میں خندق کھودنا، غزوہ خیبر میں صبح سویرے اچانک دشمن کے سر پر پہنچ کر اسے حواس باختہ کر دینا۔ فتح مکہ کے موقع پر ہر قسم کی تدابیر اختیار کر کے آخر دم تک دشمن کو حملے کی خبر تک نہ ہونے دینا اور غزوہ طائف میں دبابہ اور منجنیق کا استعمال اور نفسیاتی حربے استعمال کرنا اس کی روشن مثالیں ہیں۔ صحابہ کرامؓ کی عملی تربیت اور ذخیرۂ احادیث کی صورت میں آپ ﷺ نے دنیا کے لیے جو لافانی ذخیرہ چھوڑا وہ بھی آپ ﷺ کی فطانت و ذہانت کے عملی ثبوت کے لیے کافی ہے۔ احادیثِ مبارکہ کا ہر جملہ اور ہر لفظ علم و حکمت، مصالح دینی و دنیوی کا منبع اور مخزن ہے۔

عزم و استقلال

آپ ﷺ پیکر عزم و استقلال تھے۔ اسی بناء پر آپ ﷺ کو اولوالعزم پیغمبروں میں شمار کیا گیا۔ (86) اس امر کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ نبوت کے بارِ عظیم کو جب آپ ﷺ لے کر اُٹھے تو ایک فرد بھی آپ ﷺ کے ہمراہ نہ تھا مگر آپ ﷺ کو اپنی منزل کی طرف بڑھنے میں قطعاً کوئی تذبذب نہ ہوا۔ زندگی مبارک میں کئی مواقع ایسے آئے جب آپ ﷺ کے آہنی اور غیر متزلزل عزم و استقلال کا مظاہرہ ہوا۔ ایک موقع پر ابو طالبؓ نے مشرکین کی مخالفت بڑھ جانے کی وجہ سے آپ ﷺ کو مشورہ دیا کہ بت پرستی کی مذمت چھوڑ دیں۔ آپ ﷺ نے اشک بار آنکھوں سے فرمایا۔ بخدا! اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ پر چاند اور دوسرے پر سورج لا کر رکھ دیں تو بھی میں دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت سے نہیں رکوں گا تا آنکہ یہ فریضہ تبلیغ و رسالت پایہ تکمیل کو پہنچ جائے یا میرا دم نکل جائے۔ (87) ایک موقع پر بعض صحابہؓ نے دشمنوں کی عداوت اور ایذا رسانی سے تنگ آ کر آپ ﷺ سے دعا کی درخواست کی تو آپ ﷺ نے فرمایا تم سے پہلے جو لوگ گزر چکے ہیں ان کے جسموں پر آہنی کنگھیاں چلائی جاتی تھیں اور کھال کو جسم سے الگ کر دیا جاتا تھا مگر وہ مذہب سے برگشتہ نہ ہوئے۔ بخدا!

86۔ [35:46]   87۔ [ابن ہشام]

دینِ اسلام تکمیل کو پہنچ کر رہے گا تا آنکہ صنعاء سے حضر موت تک جانے والا مسافر خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرے گا۔ (88) آپ ﷺ کے عزم و استقلال کا اظہار اس امر سے بخوبی ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے دشمنوں کے خلاف جتنے بھی معرکے لڑے ان تمام میں (بجز غزوۂ حنین کے) آپ ﷺ کے مقابلے میں دشمن کی طاقت کئی گنا ہوتی تھی مگر آپ ﷺ کو ایک لمحے کے لیے بھی اپنے ارادے میں تردد محسوس نہیں ہوا۔ غزوۂ احد میں بعض صحابہ کرام کے مشورے پر آپ ﷺ کی ذاتی رائے کے برعکس مدینہ منورہ سے باہر نکل کر دفاع کرنے کا پروگرام بنا۔ آپ ﷺ یہ سن کر گھر میں تشریف لے گئے اور جنگی ہتھیار پہن کر باہر تشریف لائے۔ اب نوجوان صحابہؓ کو اپنے اصرار پر ندامت ہوئی اور آپ ﷺ سے عرض کیا کہ کیوں نہ آپ ﷺ کی مرضی کے مطابق مدینہ میں رہ کر دفاع کیا جائے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نبی جب زرہ پہن لیتا ہے تو پھر اس وقت تک نہیں اُتارتا جب تک اس کے اور اس کے دشمنوں کے درمیان فیصلہ نہیں ہو جاتا۔ (89) غزوۂ حنین میں بھی آپ ﷺ کے عزم و استقلال نے جنگ کا پانسا پلٹنے میں اہم کردار ادا کیا۔

ایک موقع پر ایک بدوی نے آپ ﷺ کو تنہا ایک درخت تلے استراحت فرماتے دیکھا تو تلوار سونت لی اور کہا اے محمد ﷺ! اب تم کو میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ۔ یہ جواب سن کر بدوی لرز گیا اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ آپ ﷺ نے اسے معاف کر دیا۔ (90)

شجاعت

آنحضرت ﷺ پیکرِ شجاعت تھے۔ زندگی مبارک کے ایک ایک واقعے سے آپ ﷺ کی شجاعت اور جوانمردی کا بخوبی اظہار ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے مادی اور ظاہری اسباب کی کمی بلکہ بعض اوقات فقدان کے باوجود اپنے مخالفین کی نہ صرف تدبیروں کو ناکام بنایا بلکہ ہر معرکے میں ان پر غلبہ بھی حاصل کیا۔ حیاتِ مبارکہ میں جتنے بھی بڑے معرکے ہوئے (بجز موتہ کے) آپ ﷺ نے ان

88۔ [بخاری] 89۔ [ابن سعد] 90۔ [بخاری]

میں خود بہ نفس نفیس شرکت فرمائی۔ ان جنگوں میں سے ایک جنگ میں بھی آپ ﷺ نے اپنی جگہ سے ایک انچ بھی قدم پیچھے نہیں ہٹایا۔ ان معرکوں میں حضرت علیؓ کے بقول آپ ﷺ ہمیشہ آگے آگے ہوتے اور جب گھمسان کا رن پڑتا تو حضرت علیؓ جیسے بہادروں کو بھی آپ ﷺ کے پہلو میں پناہ لینا پڑتی تھی۔ (91) غزوہ بدر میں جو حضرت علیؓ کے بقول بہت ہی سخت معرکہ تھا، صحابہؓ بار بار آپ ﷺ کی آڑ میں پناہ لیتے مگر آپ ﷺ دشمن کے سب سے زیادہ قریب رہے۔ (92) غزوہ حنین میں جب اچانک بنو ہوازن کے تیر اندازوں کے تیروں سے ہراول دستے کے اور پھر پیچھے آنے والے لوگوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور پلک جھپکنے میں میدان صاف ہو گیا تو میدان میں بجز آپ ﷺ کے اور چند صحابہؓ کے کوئی موجود نہ رہا۔ آپ ﷺ اپنے خچر کو آگے بڑھانا چاہتے تھے مگر جاں نثار مانع ہوتے تھے۔ ادھر دشمن نے اپنے تیروں کا رخ آپ ﷺ کی طرف پھیر لیا تھا مگر آپ ﷺ کے پائے ثبات میں ذرا بھی لغزش نہ آئی۔ آپ ﷺ اپنے خچر سے کود کر نیچے اُتر آئے اور فرمایا میں خدا کا سچا رسول اور عبدالمطلب (جیسے شجاع) کا پوتا ہوں۔ (93) آپ ﷺ کے ثابت قدم رہنے کی وجہ سے اہل اسلام نے یہ ہارا ہوا معرکہ دوبارہ جیت لیا۔ حضرت انسؓ فرمایا کرتے تھے۔ آنحضرت ﷺ سب سے زیادہ خوبصورت خوب سیرت اور سب سے زیادہ شجاع اور سخی تھے۔ ایک دفعہ مدینہ منورہ میں یہ افواہ پھیلی کہ کسی (ناگہانی) دشمن نے حملہ کر دیا جس سے لوگوں میں سراسیمگی پھیل گئی۔ بعض لوگ تحقیق احوال کے لیے اس طرف گئے دیکھا تو رسالت مآب ﷺ گلے میں تلوار ڈالے حضرت طلحہؓ کے گھوڑے پر بغیر زین کے سوار ہیں اور واپس آ رہے ہیں اور فرما رہے ہیں نہ ڈرو کوئی خطرہ نہیں۔ (94) جنگوں میں وہی بہادر سمجھا جاتا تھا جو آپ ﷺ کے قریب تر رہتا کیونکہ آپ ﷺ دشمن کے نزدیک ہوتے تھے۔ (95) آپ ﷺ صرف شجاع ہی نہیں بلکہ شجاع ساز بھی تھے۔ آپ ﷺ نے ہزاروں صحابہؓ میں اپنے ارشادات کے ذریعے شجاعت اور بہادری کے ایسے اوصاف پیدا کر دیے کہ وہ کسی بڑی سے بڑی طاقت سے مرعوب نہ ہوتے تھے۔ آپ ﷺ کا ارشاد تھا میں چاہتا ہوں کہ میں راہ خدا میں

91۔ [ابن الجوزی] 92۔ [ابن الجوزی] 93۔ [مسلم] 94۔ [ابوداؤد] 95۔ [الشفا]

شہید ہو جاؤں پھر زندگی ملے، پھر شہید کر دیا جاؤں، پھر زندگی عطا ہو، پھر شہادت سے ہم کنار ہوں۔(96)

آپ ﷺ کے یہ ارشادات عسکر اسلام کے حوصلے بلند کرنے اور ان کی ہمت بڑھانے کا موجب بنتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ ﷺ کے ساتھیوں نے کسی معرکے میں بھی میدان جنگ سے منہ نہیں پھیرا۔ غلط فہمی یا دشمن کے اچانک حملے کی وجہ سے اگر کبھی بھگدڑ مچی بھی تو جاں نثاران اسلام دوبارہ پہلے سے بھی زیادہ جوش اور ولولے سے آپ ﷺ کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے اور اس طرح جنگ کا پانسا پلٹ جاتا۔

حزم و احتیاط

حضور اکرم ﷺ حزم و احتیاط کو ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھتے تھے۔ آپ ﷺ جو فیصلہ کرتے یا جو قدم بھی اٹھاتے اسے ہر اعتبار سے سوچ سمجھ کر اٹھاتے اور اس میں حزم و احتیاط کو ہر صورت میں پیش نظر رکھتے۔ غزوۂ بدر میں مدینہ منورہ کو دشمن کی یلغار سے محفوظ رکھنے کے لیے باہر نکل کر دشمن کا مقابلہ کرنا، غزوۂ احد میں دوران جنگ پہاڑ کو اپنی پشت کی طرف رکھنا، درمیانی درے پر پچاس افراد کو بطور تیر انداز مقرر فرمانا، غزوۂ احزاب میں خندق کھودنا، اس پر جگہ جگہ حفاظت کی غرض سے عسکری دستوں کا تعینات کرنا آپ ﷺ کے حزم و احتیاط کی روشن مثالیں ہیں۔ اگر یہ اوصاف (حزم و احتیاط) آپ ﷺ کو کسی شخص میں دکھائی دیتے تو آپ ﷺ اس کی تعریف فرماتے۔ ایک مرتبہ اشج عبدالقیس سے فرمایا تم میں دو ایسی خصوصیات ہیں جنھیں خدا پسند کرتا ہے اور وہ ہیں بردباری اور عاقبت اندیشی۔(97) آپ ﷺ مزید فرمایا کرتے تھے۔ عجلت شیطانی امر ہے اور عاقبت اندیشی خدا کی طرف سے ہے۔(98) ایک شخص نے کسی نصیحت کی درخواست کی تو فرمایا ہر معاملے کو سوچ سمجھ کر اختیار کرو اگر اس کے انجام میں بھلائی نظر آئے تو پھر کر گزرو۔(99) مزید فرمایا تاخیر کرنا تمام کاموں میں بہتر ہوتا ہے بجز آخرت کے امور کے۔ ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے میانہ روی اور سوچ

96۔ [ابن ماجہ] 97۔ [مسلم] 98۔ [مشکوٰۃ] 99۔ [مشکوٰۃ]

سمجھ کر قدم اٹھانے نیز خاموشی اختیار کرنے کو نبوت کا چوبیسواں حصہ قرار دیا۔(100) حضرت ابوذرؓ سے تدبیر کی اہمیت بیان کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا "تدبیر جیسی کوئی عقل نہیں۔"(101) ایک اور روایت میں ہے مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جا سکتا۔(102) آپ ﷺ خود ہر کام سوچ سمجھ کر اور کامل حزم و احتیاط سے انجام دیتے تھے، جو مسئلہ آپ ﷺ کے سامنے ہوتا، آپ ﷺ اس کے ہر پہلو پر غور و خوض فرماتے پھر اس کے مطابق عمل کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کے فیصلوں کی صداقت مسلمہ رہی ہے۔

سخاوت و خیرات

حضرت عبداللہ بن عباسؓ آپ ﷺ کی سخاوت کا حال بیان کرتے ہوئے آپ ﷺ کو چلنے والی ہوا سے بھی زیادہ سخی قرار دیتے ہیں۔(103) حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ سے جب بھی کچھ مانگا گیا آپ ﷺ نے کبھی انکار نہیں کیا۔(104) غزوہ حنین میں تقریباً چھ ہزار مرد و زن گرفتار ہوئے جو عرب کے قدیم دستور کے مطابق ہمیشہ کے لیے لونڈی غلام بنائے جا سکتے تھے مگر آپ ﷺ نے ان تمام کو ان کی قوم کے بقیہ لوگوں کے مطالبے پر باعزت طور پر رہا فرما دیا۔(105) اس کے علاوہ اس موقع پر جو مال غنیمت ہاتھ لگا تھا اس میں چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی شامل تھی۔ آپ ﷺ نے یہ تمام مال لوگوں میں تقسیم فرما دیا۔(106) اس موقع پر آپ ﷺ نے بہت سے لوگوں کو جن میں بعض نومسلم اور بعض غیر مسلم بھی شامل تھے، سو سو اونٹ عنایت فرمائے۔ صفوان بن امیہ کو تین سو اونٹ مرحمت فرمائے۔(107) ایک مرتبہ ایک شخص کو آپ ﷺ نے دو پہاڑوں کے درمیان پھیلا ہوا ریوڑ عنایت فرمایا۔ وہ اپنی قوم میں جا کر کہنے لگا کہ اسلام لے آؤ کیونکہ حضرت محمد ﷺ اتنا دیتے ہیں کہ فقر کی پروا نہیں کرتے۔(108) حضرت عباسؓ کو ایک مرتبہ اتنا سونا مرحمت فرمایا کہ ان سے اٹھایا نہیں جاتا تھا۔(109) ایک مرتبہ جب آپ ﷺ کو ستر ہزار درہم کی رقم پیش کی گئی

100- [ترمذی، مشکوۃ] 101- [مشکوۃ] 102- [مسلم] 103- [بخاری] 104- [مسلم]
105- [ابن سعد، طبقات] 106- [الواقدی، المغازی] 107- [مسلم] 108- [مسلم]
109- [قاضی عیاض، الشفاء]

تو آپ ﷺ نے اس کو مسجد میں چٹائی پر بکھیر دیا اور پھر جو سامنے آیا اسے دیتے گئے یہاں تک کہ وہ رقم خرچ فرمادی۔ (110)

آپ ﷺ کی فیاضی و دریادلی کا یہ عالم تھا کہ اگر پاس کچھ موجود نہ ہوتا تو قرض لے کر سائل کو مرحمت فرمادیتے۔ (111) فرطِ سخاوت سے بقول حضرت انسؓ، آپ ﷺ کے پاس کوئی چیز ذخیرہ نہیں رہتی تھی۔ (112) ایک مرتبہ آپ ﷺ نے اپنے ذاتی معتمد اور خازن حضرت بلالؓ کے پاس کچھ کھجوریں جمع دیکھیں تو پوچھا کہ اے بلالؓ! یہ کیا ہے؟ حضرت بلالؓ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ! کچھ ذخیرہ کر رہا ہوں تاکہ کسی برے وقت کام آسکے۔ فرمایا تجھے اس بات کا خوف نہیں کہ یہ جہنم کا دہکایا ہوا انگارا بھی ہوسکتا ہے۔ پھر فرمایا اے بلالؓ! خرچ کر اور تنگی کا خوف نہ کر۔ (113) فرطِ سخاوت سے آپ ﷺ سائل کے سوال کی درشتی اور کرختگی کو بھی نظرانداز فرمادیتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک بدو نے نہایت درشتی سے آکر آپ ﷺ کی چادر کو کھینچا جس سے آپ ﷺ کی گردن پر نشان پڑ گیا اور پھر کہا۔ محمد ﷺ! یہ مال تیرا ہے اور نہ تیرے باپ کا، میرے ان دو اونٹوں پر کچھ مال لاد دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں اور پھر تین مرتبہ استغفار پڑھا اور اسے نہ صرف معاف کیا بلکہ اس کے ایک اونٹ پر جو اور دوسرے پر کھجور لادنے کا حکم دیا اور جب اونٹوں پر کھجوریں لاد دی گئیں تو فرمایا۔ اللہ کی برکت کے ساتھ رخصت ہو جاؤ۔ (114) یہ بھی فرطِ سخاوت کا نتیجہ تھا کہ اگر کوئی آپ ﷺ کے زیرِ استعمال بالکل نئی چیز کو آپ ﷺ سے طلب کرتا خواہ وہ آپ ﷺ کو پسند ہی ہوتی۔ آپ ﷺ اُتار کر سائل کو سونپ دیتے۔ (115) بعض اوقات جس مالک سے چیز خریدتے قیمت ادا کرنے کے بعد اسی کو ہبہ کر دیتے۔ (116) ایک مرتبہ حضرت عمرؓ سے ایک اونٹ خریدا اور ان کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو ہبہ کردیا۔ ایک دوسرے موقع پر حضرت جابرؓ بن عبداللہ کو ان کے اونٹ کی قیمت ادا کردینے کے بعد وہ اونٹ اُنہی کو لوٹا دیا۔ (117)

سخاوت کا یہ عالم تھا کہ اگر وقت کی تنگی کی وجہ سے کچھ مال بچ رہتا تو طبیعت پر گراں گزرتا اور

110۔ [ابن الجوزی] 111۔ [قاضی عیاض: الشفا] 112۔ [ابن الجوزی] 113۔ [ابن الجوزی]
114۔ [ابوداؤد] 115۔ [بخاری] 116۔ [بخاری] 117۔ [بخاری]

آپ ﷺ کا سکون و آرام ختم ہو جاتا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک شب میں نے آپ ﷺ کو بستر پر کروٹیں بدلتے دیکھا تو عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا طبیعت ناساز ہے یا اللہ کی طرف سے کوئی نیا حکم ملا ہے؟ فرمایا یہ بات نہیں۔ پھر اپنے تکیے کے نیچے سے تین درہم نکال کر دکھائے اور فرمایا گزشتہ روز کچھ مال آیا تھا اور یہ درہم تقسیم ہونے سے رہ گئے تھے۔ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں اسی حال میں مجھے خدا کی طرف سے بلاوا نہ آجائے۔ (118) ایسے ہی ایک اور موقع پر رئیسِ فدک نے کچھ سامان بھیجا اور وہ رات گئے تک تقسیم ہونے سے بچ رہا تو آپ ﷺ نے یہ رات مسجد میں گزاری۔ (119) آپ ﷺ نے یہ اعلان فرمایا ہوا تھا کہ مرنے والے کا ترکہ وارثوں کے لیے ہے اور قرضہ میرے ذمے۔ (120)

ارشادِ ربانی ہے:

''اللہ ایسے لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو اپنے آپ کو بڑی چیز سمجھتے ہیں، جو خود بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بخل کرنے پر اکساتے ہیں۔'' [57:24-23]

قرآن پاک کی شاید ہی کوئی سورت ایسی ہو جس میں فی سبیل اللہ خرچ کرنے کا حکم شامل نہ ہو رب تعالیٰ نے دولت کے ارتکاز سے منع فرمایا اور دولت کو خرچ کرنے کا حکم دیا ایک آیت میں یہاں تک ارشاد ہوا کہ ''ضرورت سے زیادہ اللہ کے راستے میں خرچ کر دو'' ارشادِ ربانی ہے ''اور ہم نے جو روزی تمھیں دی ہے اس میں سے خرچ کرو اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجائے اور اس وقت وہ کہے کہ پروردگار تو نے تو مجھے تھوڑی سی مہلت اور کیوں نہ دی کہ میں خیرات کرتا اور (اس کے نتیجے میں) تیرے نیک بندوں میں شمار ہوتا۔'' [63:10]

''اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کر رہے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انھیں ایک دردناک عذاب کی خوشخبری دو۔ جب ان کے اس سونے اور چاندی پر جہنم کی آگ دہکائی جائے گی پھر اس سے ان کی پیشانیوں، ان کے پہلوؤں اور ان کی پیٹھوں کو داغا جائے گا۔ یہ ہے جو تم نے اپنے لیے ذخیرہ

118۔ [اعلام الموقعین] 119۔ [ابوداؤد] 120۔ [بخاری]

کیا تو اب چکھو اس کا مزہ جو تم جمع کرتے رہے ہو۔" [9:34-35]

"اور جو خرچ بھی تم کرو گے یا جو نذر بھی تم مانو گے (اس کا صلہ لازماً پاؤ گے)

اس لیے کہ اللہ اسے جانتا ہے۔ (اللہ کی اس ہدایت سے منہ موڑ کر) اپنی

جانوں پر ظلم ڈھانے والوں کا (اللہ کے ہاں) کوئی مددگار نہ ہوگا۔ تم اپنی خیرات

علانیہ دو تو یہ کیا ہی اچھی بات ہے اور اسے چھپاؤ اور غریبوں کو دے دو یہ

تمھارے حق میں زیادہ بہتر ہے۔ (اس سے) اللہ تمھارے گناہ مٹا دے گا

(اور اس میں تو کوئی شبہ نہیں ہے) جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے پوری طرح

باخبر ہے۔" [2:261]

مروّت وحیا

عرب میں شرم وحیا کا بہت کم رواج تھا لوگ ایک دوسرے کے سامنے برہنہ ہونے میں کوئی قباحت نہ سمجھتے تھے حتیٰ کہ کعبہ کا طواف بھی بعض قبائل برہنہ کرتے تھے مگر آپ ﷺ کے متعلق حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں۔ آپ ﷺ دوشیزہ لڑکی سے بھی زیادہ حیادار تھے۔ آپ ﷺ حیا کو ایمان کا شعبہ قرار دیتے تھے۔ آپ ﷺ کے نزدیک حیا ہی انسان کا اصل سرمایہ ہے اگر وہ نہ رہے تو انسان جو چاہے کرے۔ (121) عموماً رفع حاجت کے لیے اتنی دور نکل جاتے کہ دور سے بھی کسی کو دکھائی نہ دیتے۔ فرط حیا کا یہ عالم تھا کہ کعبہ کی تعمیر کے وقت پتھر اُٹھا کر لانے والوں نے چادریں (ازار) اُتار کر کندھوں پر رکھ لی تھیں۔ انھیں دیکھ کر آپ ﷺ نے بھی ایسا ہی کیا مگر فوراً آپ ﷺ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ ہوش آیا تو زبان پر (میری چادر) کے الفاظ جاری تھے۔ (122) فرط حیا کی وجہ سے آپ ﷺ نے کبھی اپنی ازواج کے سامنے بھی برہنگی اختیار نہیں کی اور نہ پسند فرمائی۔ (123) آپ ﷺ نے حضرت زینبؓ سے شادی کے موقع پر صحابہ کرام کو ولیمہ کی دعوت پر بلایا چند صحابی دیر تک آپ ﷺ کے گھر پر بیٹھے رہے آپ ﷺ حیا کی وجہ سے ان کو جانے کے لیے نہ کہہ سکے۔ اس

121- [بخاری]   122- [ابن سعد]   123- [ابوداؤد]

موقع پر اللہ تعالیٰ نے آیت نازل کر کے صحابہ کو تاکید کی وہ نبی ﷺ کے گھر پر بلا ضرورت نہ بیٹھا کریں۔

احکامِ الٰہی پر عمل کا اہتمام

سیرتِ طیبہ کے امتیازی اوصاف میں آپ ﷺ کا یہ وصف نمایاں حیثیت رکھتا ہے کہ آپ ﷺ کو اپنی تمام زندگی میں احکامِ الٰہی پر شدت سے عمل کا اہتمام رہا۔ اسی بنا پر آپ ﷺ کے جاننے والوں نے آپ ﷺ کی زندگی کو مجسم قرآن قرار دیا۔(124) قرآن کریم میں آپ کی طرف سے بار بار یہ اعلان دہرایا گیا ہے۔ میں (خود) انہی احکام کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کیے جاتے ہیں۔(125) دوسرے مقام پر ہے۔ آپ ﷺ فرما دیجیے میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور موت صرف خدا ہی کے لیے ہے۔ آپ ﷺ کی عملی زندگی کا یہ پہلو آپ ﷺ کی صداقت کا ناقابلِ تردید ثبوت فراہم کرتا ہے کیونکہ اس سے خدائی پیغام پر آپ ﷺ کے پختہ اور غیر متزلزل یقین کا اظہار ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو بھی حکم نازل ہوتا آپ ﷺ سب سے پہلے اس پر عمل کرتے پھر دوسروں کو عمل کی دعوت دیتے۔ آپ ﷺ کی طرف سے قرآن میں کہا گیا۔ اے اہلِ ایمان! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو۔(126) ایک اور جگہ کہا گیا۔ تم دوسروں کو تو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے تئیں فراموش کیے دیتے ہو۔(127) آپ ﷺ کے دشمنوں کو بھی یہ تسلیم تھا کہ آپ ﷺ مجسمہ عہد و وفا اور پیکرِ مہر و محبت ہیں۔ فتح مکہ کے موقع پر جب آپ ﷺ نے اپنے پرانے دشمنوں سے جو سر جھکائے آپ ﷺ کے فیصلے کے منتظر کھڑے تھے، پوچھا تمھیں اب (مجھ) سے کیا توقع ہے؟ سب نے کہا ہم آپ ﷺ سے بھلائی ہی کی توقع رکھتے ہیں کیونکہ آپ ﷺ ایک شریف النفس باپ کے شریف بیٹے ہیں۔(128)

124۔ [طبقات ابن سعد]
125۔ [5:6]
126۔ [2:61]
127۔ [44:2]
128۔ [الواقدی، المغازی]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کو کبھی بھی کسی ادنیٰ سے ادنیٰ حکم خداوندی کی تعمیل سے بالاتر خیال نہیں کیا۔ غزوۂ خندق کے موقع پر سب کے ساتھ مل کر خندق کھودی۔ (129) مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر عملی حصہ لیا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرطِ عبودیت سے اپنے اوپر دوسروں سے کچھ زیادہ ہی پابندیاں عائد کی ہوئی تھیں مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود کو اور اپنے اہل و عیال کو زکوٰۃ کا حق دار نہیں سمجھتے تھے۔ (130) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ تہجد کا عمر بھر فرض نماز کی طرح اہتمام فرمایا۔ بعض اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں اس قدر طوالت فرماتے کہ قیام میں کھڑے کھڑے پائے مبارک سوج جاتے۔ ذاتی معاملات میں کبھی کسی سے مواخذہ نہ فرماتے۔ ہاں اگر دین کا معاملہ ہوتا تو پھر کسی سے رعایت نہیں کرتے تھے۔ (131) گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام زندگی اسی سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی جس کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں کو تعلیم دیتے تھے۔ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا یہ سب سے روشن پہلو ہے اور پیغمبرانہ کردار کی یہی خصوصیت ہے۔ مفسرِ قرآن علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تھا۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

دینی معاملات میں میانہ روی

دین اور دینی مسائل کے بارے میں اتنے اہتمام کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رہبانیت (ترکِ دنیا) کا اسلوب قطعی ناپسند تھا۔ اگر کسی نے اپنے طبعی میلان کی وجہ سے اس کی اجازت طلب بھی کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سختی سے منع فرما دیا۔ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو طرزِ عمل تھا اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بیان فرمایا۔ "میں خدا سے تم سب سے زیادہ ڈرنے والا ہوں مگر میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور نہیں بھی رکھتا، نماز بھی پڑھتا ہوں اور آرام بھی کرتا ہوں اور اسی طرح عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔" پھر فرمایا "یہی میرا طریقہ (سنت) ہے۔ جس نے میرے طریقے کو چھوڑا، وہ میری امت سے نہیں۔" (132) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیشہ روزے سے رہنے کی اجازت مانگی تو فرمایا "زیادہ

129۔ [بخاری] 130۔ [مسلم] 131۔ [ترمذی] 132۔ [بخاری]

سے زیادہ تم صوم داؤد علیہ السلام یعنی ایک دن چھوڑ کر روزہ رکھ سکتے ہو۔" پھر فرمایا "تیرے بدن کا بھی حق ہے، تیرے گھر والوں کا بھی حق ہے۔"(133) حضرت ابو ہریرہؓ اور بعض دیگر صحابہ نے عدمِ استطاعتِ نکاح کی وجہ سے اپنے آپ کو جسمانی طور پر ازدواجی زندگی کے ناقابل بنانے کا ارادہ کیا تو سختی سے منع فرما دیا۔ ایک صحابی نے دنیا کے تمام بندھنوں سے الگ ہو کر ایک غار میں روپوش ہو کر عبادت الٰہی کرنے کی اجازت طلب کی تو فرمایا: "میں یہودیت یا عیسائیت کی طرح رہبانیت کی تعلیم نہیں لے کر آیا بلکہ مجھے تو آسان اور سہل دین، دینِ ابراہیم ملا ہے۔"(134)

کتب احادیث و سیرت میں اس طرح کے بے شمار واقعات سے اس بات کی بخوبی شہادت ملتی ہے کہ آپ ﷺ کو دنیا اور اس کے رشتوں سے قطع تعلق کرنا ہرگز گوارا نہ تھا۔ گویا اسے آپ ﷺ ایک طرح کا عملی زندگی سے فرار اور قنوطیت سمجھتے تھے اور آپ ﷺ کے نزدیک زندگی کی طرف یہ منفی رویہ کسی عالمگیر اور پائیدار مذہب (اور اس کے بانی) کے شایانِ شان نہیں تھا۔ اس کے بالمقابل آپ ﷺ کے رویے میں امید و رجا کا پہلو بہت نمایاں ہے۔ آپ ﷺ کا مسلک یہ رہا ہے کہ دنیا میں رچ بس کر دنیا کی اصلاح کی کوشش جاری رکھی جائے۔ اگر آپ ﷺ کا کام رہبانیت یعنی خود کو برائی سے بچانے تک محدود ہوتا تو آپ ﷺ کو اپنی عملی زندگی میں اتنی مشکلات اور مصائب و آلام کا سامنا ہرگز نہ کرنا پڑتا۔ واقعہ یہ ہے کہ معاشرے کی اصلاح کے لیے ضروری تھا کہ آپ ﷺ خود ان معاملات میں عملاً حصہ لیتے اور آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا۔ اور دوسروں کے لیے بہترین نمونہ پیش کیا۔ آپ ﷺ نے دین اور دنیا کے کاموں میں اعتدال اور میانہ روی کا سبق دیا اور انتہا پسندی سے منع فرمایا۔ ارشاد ربانی ہے:

"اے بنی آدم ہر عبادت کے موقع پر اپنی زینت سے آراستہ رہو اور کھاؤ پیو اور حد سے تجاوز نہ کرو اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"[31:7]

عاجزی و انکساری

بارگاہِ خداوندی سے آپ ﷺ کو وہ بلند مرتبہ ملا تھا جو مذہبی اور سیاسی اعتبار سے دنیا کے کسی فرد کو

---

133 - [بخاری]   134 - [احمد بن حنبل: مسند]

بھی نہیں ملا۔ آپ ﷺ ہمیشہ مجسمہ تواضع و انکسار رہے اور زبان مبارک سے ایسا لفظ کبھی نہ نکلا جس سے کبر و غرور کا شائبہ تک محسوس ہوتا ہو۔ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کسی کو یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ مجھے یونس بن متی پر فوقیت دے۔(135) ایک مرتبہ ایک یہودی کی ایک مسلمان سے موسیٰ علیہ السلام اور آپ ﷺ کی فضیلت کے بارے میں تکرار ہو گئی۔ آپ ﷺ کو پتا چلا تو فرمایا "مجھے موسیٰ علیہ السلام پر فوقیت نہ دو کیونکہ لوگ جب قیامت کے دن بے ہوش ہوں گے تو سب سے پہلے مجھے ہوش آئے گا میں دیکھوں گا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش کا پایہ تھامے کھڑے ہیں۔ مجھے معلوم نہیں کہ وہ مجھ سے پہلے ہوش میں آگئے ہوں گے یا ان کو بے ہوشی سے مستثنیٰ رکھا گیا ہوگا۔"(136) ایک دفعہ ایک وفد آیا اور کہنے لگا: "آپ ﷺ ہم میں سب سے زیادہ افضل ہیں اور عظمت کے مالک ہیں۔" فرمایا "اپنی سی بات کہو، مبادا تمہیں شیطان بہکا دے۔"(137) ایک دوسری روایت میں اس کے آخر میں یہ اضافہ ہے "میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول محمد بن عبداللہ ہوں۔ مجھے خدا نے جو رتبہ بخشا ہے، میں پسند نہیں کرتا کہ مجھے اس سے زیادہ بڑھایا جائے۔"(138) ایک موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے میری طرف یہ وحی نازل فرمائی ہے کہ تم سب انکساری اختیار کرو، کوئی کسی پر نہ زیادتی کرے اور نہ گالم گلوچ کرے۔"(139) ایک دفعہ ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں آیا اور آپ ﷺ کی وجاہت کو دیکھ کر مرعوب ہو گیا۔ آپ ﷺ نے اس کا حوصلہ بڑھانے کے لیے فرمایا میں بادشاہ نہیں، میں تو اس قریشی عورت کا بیٹا ہوں جو خشک گوشت کھاتی تھی۔(140)

ایک بار آپ ﷺ نے بنی اسرائیل کے دو افراد کا واقعہ بیان فرمایا جن میں سے ایک اپنے نیک اعمال کی وجہ سے تکبر کرتا تھا اور دوسرا اپنی بد اعمالی پر نادم اور غم زدہ رہتا تھا، اللہ تعالیٰ نے موخر الذکر کو بخش دیا اور اول الذکر کی گرفت فرمائی۔(141) صرف زبانی حد تک ہی نہیں بلکہ خور و نوش اور دوسرے تمام معاملات میں بھی آپ ﷺ عجز و انکسار پسند فرماتے تھے۔ آپ ﷺ کا ارشاد تھا: "میں ایک عبد کی طرح کھانا کھاتا ہوں اور ایک عبد کی طرح زمین پر بیٹھتا ہوں۔(142)

135- [مسلم] 136- [بخاری] 137- [ابوداؤد] 138- [مسند احمد بن حنبل]
139- [ابن ماجہ] 140- [ابن الجوزی] 141- [ابوداؤد] 142- [ابن الجوزی، الوفا]

حقیقت یہ ہے کہ آپ ﷺ یہ پسند نہ فرماتے تھے کہ اپنی شان دکھانے کے لیے دوسروں پر اپنی فوقیت جتائی جائے بلکہ آپ ﷺ اس بات کو ترجیح دیتے تھے کہ آپ ﷺ کے جاں نثاروں کے سامنے دیگر انبیا اور مشاہیر عالم کے عمدہ پہلوؤں کو اُجاگر کیا جائے ورنہ آپ ﷺ کی عظمت وجلالت تو ایک مسلّمہ حقیقت ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے میں بنی آدم کا سردار ہوں اور وہ پہلا شخص ہوں جس کے لیے زمین شق ہوگی اور جس کو سب سے پہلے شفاعت کی اجازت ملے گی اور جس کی سب سے پہلے شفاعت قبول کی جائے گی۔"(143) قرآن مجید میں بھی بعض انبیا پر آپ ﷺ کی فضیلت کا کثرت سے ذکر کیا گیا ہے۔(144) فتح مکہ کے موقع پر بھی آپ ﷺ نے اپنی گردن عجز وانکساری سے جھکا رکھی تھی۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام حضور اکرم ﷺ کو دیکھ کر کھڑے نہیں ہوتے تھے کیونکہ آپ ﷺ کو یہ پسند نہ تھا۔ [شمائل ترمذی]

بے جا مدح سے گریز

طبعی انکسار اور تواضع کی وجہ سے آپ ﷺ بے جا مدح کو سخت ناپسند فرماتے تھے اور ان موقعوں کے لیے یہ حکم دے رکھا تھا کہ ایسے شخص کے منہ میں مٹی ڈال دی جائے۔(145) ایک مرتبہ ایک اعرابی آیا اور کہنے لگا: "ہم آپ ﷺ کے ذریعے اللہ سے اور اللہ کے ذریعے آپ ﷺ سے شفاعت کے طلب گار ہیں کہ ہمارے علاقے پر بارش ہو۔" یہ سن کر آپ ﷺ کو غصہ آگیا اور فرمایا "تیرا ناس ہو۔" پھر تسبیح پڑھی کہ اس کا اثر صحابہؓ کے چہروں پر ظاہر ہوگیا اور فرمایا: "اللہ کی شان اس سے بلند تر ہے کہ اس کے ذریعے کسی بندے سے سفارش کی جائے۔"(146) ایک مرتبہ کسی بچی نے کہا۔ "ہمارے ہاں وہ نبی ہیں جو کل ہونے والی باتیں بھی جانتے ہیں۔" تو آپ ﷺ کو ناگوار گزرا اور فرمایا "یہ کہنا چھوڑ دو اور جو پہلے کہا کرتی تھی وہی کہو۔"(147) آپ ﷺ نے مزید فرمایا کہ کل کی باتیں تو صرف خدا ہی جانتا ہے۔ آپ ﷺ فرمایا کرتے "میری اس طرح مدح نہ کرو جس طرح عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کرتے ہیں۔ میں تو اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔"(148) ایک مرتبہ بعض صحابہؓ نے آپ ﷺ سے تعظیمی

143- [ابوداؤد]
144- [81:3]
145- [مسلم]
146- [ابوداؤد]
147- [بخاری، ترمذی]
148- [بخاری]

سجدے کی اجازت چاہی جو شام و عراق کے سرداروں میں رائج تھا تو آپ ﷺ نے سختی سے فرمایا کہ اگر سجدہ مباح ہوتا تو میں حکم دیتا کہ عورت اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ (149) ایک مرتبہ ایک شخص نے دوران گفتگو یہ کہہ دیا کہ جو اللہ اور اس کا رسول ﷺ چاہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا "تم نے مجھے اللہ کا شریک اور ہمسر ٹھہرا دیا۔ یہ کہو کہ جو خدا چاہے۔" (150)

سادگی

آپ ﷺ کو کھانے پینے، پہننے اور اوڑھنے میں تکلف اور تصنع سخت ناپسند تھا۔ سادگی اور بے تکلفی ہمیشہ آپ ﷺ کا معمول رہی۔ جو کچھ سامنے آجاتا کھا لیتے، جو کچھ ملتا پہن لیتے البتہ طبیعت میں نظافت ضرور تھی۔ چنانچہ کسی ایسی چیز کو پسند نہ فرماتے جس میں ظاہری یا معنوی طور پر نفاست نہ پائی جاتی ہو۔ کچا پیاز، لہسن اور گوہ کا گوشت گو آپ ﷺ نے حرام نہیں ٹھہرایا مگر خود کبھی نہیں کھایا۔ (151) اپنے پیروکاروں سے بھی آپ ﷺ یہی توقع رکھتے تھے کہ ان کے رہن سہن میں سادگی اور بے تکلفی رہے۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے مکان پر تشریف لے گئے مگر دروازے ہی سے پلٹ آئے۔ حضرت علیؓ نے سبب دریافت کیا تو فرمایا: کسی پیغمبر کے شایانِ شان نہیں کہ وہ کسی ایسے گھر میں داخل ہو جس میں زیب و زینت ہو۔ (152) ہوا یہ تھا کہ آپ ﷺ کی صاحبزادیؓ نے گھر کی سجاوٹ کے لیے رنگین پردے دروازے پر ڈال لیے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ کے حجرے میں چھت گیر لگی دیکھی تو فوراً چاک کر دی اور فرمایا: "کپڑا خود پہننے کے لیے ہوتا ہے، اینٹ کو پہنانے کے لیے نہیں۔" (153) ایک مرتبہ کسی نے آپ ﷺ کو کمخواب کی بنی ہوئی بہت خوبصورت قبا بھیجی۔ آپ ﷺ نے پہنی مگر پھر اُتار کر حضرت عمر فاروقؓ کو بھیج دی کہ فروخت کر کے اپنے کام میں لائیں۔ (154) اسی طرح ایک موقع پر آپ ﷺ کو کسی نے بہت خوبصورت چادر بھیجی جس کے حاشیے کاڑھے گئے تھے۔ آپ ﷺ نے پہنی تو بہت بھلی معلوم ہوئی مگر ایک شخص کے سوال کرنے پر اتار کر اسے مرحمت فرما دی۔ (155) گو عورتوں کے لیے زیور ممنوع نہیں مگر آپ ﷺ اپنی ازواج کے لیے یہ

149۔ [ابوداؤد] 150۔ [بخاری] 151۔ [ترمذی] 152۔ [ابوداؤد] 153۔ [ابوداؤد]
154۔ [بخاری] 155۔ [بخاری]

تکلف بھی پسند نہ فرماتے۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن دیکھے تو فرمایا: "اگر تم ورس کے کنگنوں کو زعفران سے رنگ کر پہن لیتی تو بہتر ہوتا۔"(156) ایک مرتبہ حضرت فاطمہؓ کو سونے کی زنجیر پہنے ہوئے دیکھا تو فرمایا: کیا تجھے یہ بات اچھی محسوس ہوگی کہ لوگ یہ کہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کے ہاتھ میں آگ کی زنجیر ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھے بغیر لوٹ گئے۔ اس پر حضرت فاطمہؓ نے اس زنجیر کو بیچ کر اس کی قیمت سے ایک غلام خرید کر آزاد کر دیا جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے حد خوش ہوئے۔(157) ایک بار حضرت عمرؓ نے مشورہ دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ اور وفود وغیرہ کے اجتماعات کے لیے کوئی عمدہ لباس خرید لیں۔ فرمایا "یہ تو وہ پہنے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہو۔"(158) ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے تو ایک محل نما گھر بنتے ہوئے دیکھا۔ دریافت فرمانے پر پتا چلا کہ یہ فلاں شخص کا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر خاموش ہو گئے۔ اگلے دن جب وہ شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اعراض فرمایا۔ اس نے اپنے دوستوں سے اس کا ذکر کیا۔ انھوں نے بتایا کہ کل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمھارے زیرِ تعمیر گھر کو دیکھا تھا۔ اس نے یہ سن کر اپنا گھر گرا دیا۔(159) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سادگی کا یہ عالم تھا کہ اگر مجلس سے گھر جا کر واپس آنا ہوتا تو اپنی جوتیاں وہیں چھوڑ جاتے اور برہنہ پاؤں جاتے اور واپس آتے۔(160) ایک مرتبہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگوار ہوا اور فرمایا "تم عجمیوں کی طرح ایک دوسرے کو دیکھ کر کھڑے نہ ہو جایا کرو۔"(161)

زہد و قناعت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا ایک اور نمایاں وصف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا زندگی کے ہر دور میں زہد و قناعت اختیار کرنا بھی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ زہد و قناعت اضطراری نہیں اختیاری تھا۔ حیات مبارکہ کے مکی اور مدنی دونوں ادوار میں مال و دولت کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہرگز کوئی کمی نہ تھی مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مال و متاع دنیوی کا ایک حد سے زیادہ استعمال صحیح نہیں سمجھتے تھے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زہد و قناعت کا

156۔ [النسائی]　157۔ [النسائی]　158۔ [ابو داؤد]　159۔ [ابو داؤد]
160۔ [ابو داؤد]　161۔ [ابن ماجہ]

اس دور میں بھی جب کہ فتوحات سے حاصل شدہ قیمتی مال ومتاع کی کچھ کمی نہ تھی، یہ عالم تھا کہ حضرت عبداللہؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ ایک کھجور کی چٹائی پر آرام فرما رہے تھے اور جسم مبارک پر اس چٹائی کے نشانات بہت واضح دکھائی دے رہے تھے۔ میں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ اگر آپ ﷺ اجازت دیں تو ہم اس سے زیادہ نرم چیز آپ ﷺ کے نیچے بچھا دیا کریں۔'' فرمایا: ''مجھے بھلا دنیا سے کیا غرض؟ میری مثال تو اس مسافر کی سی ہے جو تپتی دوپہر میں ذرا سی دیر ستانے کے لیے کسی سایہ دار درخت کے نیچے بیٹھ جائے اور پھر آرام کر کے چل دے۔''(162)

ام المومنین حضرت عائشہؓ جنھوں نے آپ ﷺ کے ساتھ دس سال گزارے فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے کبھی شکم سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا اور نہ کبھی اپنے اس حال کی کسی سے شکایت کی۔ فاقہ کرنا آپ ﷺ کو غنا سے زیادہ پسند تھا۔ اگرچہ آپ ﷺ نے تمام رات بھوک کی شدت سے کروٹیں بدلتے ہوئے گزاری ہوتی پھر بھی آپ ﷺ اگلے دن روزہ رکھنا نہ چھوڑتے۔ اگر آپ ﷺ اللہ سے زمین کے تمام خزانے اور پھل وغیرہ مانگنا چاہتے تو آپ ﷺ کو دے دیے جاتے مگر آپ ﷺ نے اسے پسند نہیں فرمایا۔ میں آپ ﷺ کی یہ حالت دیکھ کر محبت سے رو پڑتی تھی۔ میں اپنا ہاتھ آپ ﷺ کے شکم مبارک پر پھیرتی (کہ بھوک سے کیا حال ہو گیا ہے) اور کہتی: میری جان آپ ﷺ پر فدا اگر آپ ﷺ اتنا ہی مال دنیا قبول فرما لیا کریں جو آپ ﷺ کی جسمانی قوت کو بحال رکھ سکے تو بہتر ہو۔ آپ ﷺ فرماتے: ''مجھے مال دنیا سے کیا واسطہ؟ میرے اولوالعزم بھائیوں (سابق انبیاء) نے اپنے سخت احوال پر بھی صبر کیا۔ پھر وہ اپنے رب کے پاس جا پہنچے جہاں انھیں ان اعمال کے بدلے پورا اعزاز واکرام ملا۔ مجھے شرم آتی ہے کہ میں عیش دنیا میں پڑ کر ان سے کم رہ جاؤں۔ میرے نزدیک سب سے اچھی بات اپنے بھائیوں سے ملنا ہے۔'' اس کے کچھ ہی دنوں کے بعد آپ ﷺ کا وصال ہو گیا۔(163) جب وصال ہوا اس وقت بھی آپ ﷺ کی ایک زرہ ایک یہودی کے پاس گروی رکھی ہوئی تھی جس کے عوض غلہ ادھار لیا گیا تھا۔(164) کئی کئی مہینے گزر جاتے اور بیت نبوی ﷺ میں چولھا گرم نہ ہوتا صرف پانی اور کھجور پر گزارہ ہوتا۔

162۔ [ابن الجوزی: الوفا] 163۔ [قاضی عیاض: الشفاء] 164۔ [الشفاء]

اپنے کام اپنے ہاتھ سے انجام دینا

حضور اکرم ﷺ کے ارد گرد جاں نثاروں کی کمی نہ تھی۔ یہ جاں نثار ہر طرح کی خدمت کے لیے تیار رہتے تھے مگر آنحضرت ﷺ کو بغیر عذر کے کسی سے خدمت لینا قطعاً منظور نہ تھا۔ آپ ﷺ اپنے زیادہ سے زیادہ کام خود کرنا چاہتے اور دوسروں پر کم سے کم بوجھ بننا پسند کرتے تھے۔ تعمیر خانہ کعبہ کے وقت آپ ﷺ نے سب کے ساتھ مل کر مزدوروں کی طرح کام کیا۔(165) مسجد نبوی ﷺ اور مسجد قبا کی تعمیر اور بعد ازاں غزوہ احزاب کے موقع پر خندق کھودنے میں بھی صحابہ کرامؓ کے ساتھ شریک عمل رہے۔ بلکہ خندق کھودنے کے دوران میں جب کوئی مشکل مرحلہ آجاتا تو آپ ﷺ ہی کو بلایا جاتا۔(166)

خانگی امور کے متعلق آپ ﷺ کے دیکھنے والوں کا بیان یہ ہے کہ آپ ﷺ اپنے کام خود کیا کرتے تھے۔ ایک دوسری روایت کے مطابق آپ ﷺ گھر کے کام کاج میں اپنی ازواج کا ہاتھ بٹاتے، کپڑوں میں پیوند لگاتے، گھر میں جھاڑو دیتے، دودھ دوہ لیتے، بازار سے سودا سلف لے آتے، ڈول درست کر دیتے، اونٹ کو اپنے ہاتھ سے باندھ دیتے، غلام کے ساتھ مل کر آٹا گوندھ دیتے۔(167) کوئی چیز مرمت طلب ہوتی تو اس کی مرمت کر دیتے۔(168) دوران سفر اگر صحابہؓ کام بانٹنا چاہتے تو آپ ﷺ بھی معاونت فرماتے۔ صرف یہی نہیں بلکہ آپ ﷺ دوسروں کے کام کرنے میں بھی عار محسوس نہیں کرتے تھے۔ بعض مہمانوں کی خود خدمت گزاری کرتے۔(169) اگر کسی صحابیؓ کے شریک جہاد ہونے کی بنا پر گھر میں کوئی ذمہ دار فرد نہ ہوتا تو آپ ﷺ خود جا کر ان کے جانوروں کا دودھ دوہ دیتے۔

آپ ﷺ کو کسی ادنیٰ سے ادنیٰ شخص کے کام کرنے میں بھی تامل نہیں ہوتا تھا مثلاً کسی بیوہ یا مسکین کے ساتھ مل کر ان کا کام کر دیتے۔(170) نیم دیوانی باندی آپ ﷺ کو کسی کام کے لیے بلانے آتی تو آپ ﷺ چل پڑتے اور فرماتے: "تو جس جگہ چاہے چل، میں تیرا کام کروں گا۔"

165- [ابن سعد: طبقات]
166- [الواقدی: المغازی]
167- [بخاری]
168- [احمد بن حنبل: مسند]
169- [قاضی عیاض: الشفاء]
170- [ابن الجوزی: الوفا]

بعض بدو آتے اور آپ ﷺ کو مسجد سے اپنے کام کے لیے لے جاتے، ان کے بدوی لب ولہجہ کے باوجود آپ ﷺ کو ذرا ناگواری محسوس نہ ہوتی۔ (171)

جذبۂ اخوت و ہمدردی

دوسروں کے لیے آپ ﷺ کے دل میں ہمیشہ ہمدردی اور مہربانی کے جذبات موجزن رہے۔ اس مسئلے میں آپ ﷺ کے نزدیک اپنے بیگانے، آزاد اور غلام کی کوئی تمیز نہ تھی۔ آپ ﷺ اکثر فرمایا کرتے تھے: "میرے سامنے دوسروں کی ایسی باتیں نہ کیا کرو جنھیں سن کر میرے دل میں ان کے متعلق کوئی کدورت پیدا ہو جائے کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ میں سب سے صاف دل کے ساتھ ملوں۔ (172) ایک مرتبہ حضرت عبداللہؓ بن مسعود نے دو افراد کے متعلق آپ ﷺ کو کوئی شکایت پہنچائی۔ یہ سن کر آپ ﷺ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا اور آپ ﷺ نے حضرت عبداللہؓ بن مسعود کو کنایۃً فرمایا کہ اس طرح کی باتیں مجھے نہ پہنچایا کرو۔" (173) اس کے برعکس آپ ﷺ اپنے پاس بیٹھنے والوں کو ترغیب دلایا کرتے تھے کہ دوسروں کے حق میں اچھی باتیں کرو۔ ایک موقع پر فرمایا: "لوگوں کی میرے سامنے سفارش کرو تاکہ تم اجر پاؤ اور اللہ اپنے نبی ﷺ کی زبان پر جو چاہے فیصلہ جاری کر دے۔ (174) آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ اخلاق کی بلندی یہ نہیں کہ تم اس کے ساتھ نیکی کرو جو تمھارے ساتھ نیکی کرے اور اس کے ساتھ برائی کرو جو تمھارے ساتھ برائی کرے بلکہ صحیح اخلاق تو یہ ہے کہ ہر شخص سے نیک سلوک کرو خواہ وہ تم سے برے طریقے ہی سے پیش آئے یا تم پر زیادتی کرے۔ اسی بناء پر آپ ﷺ کے نزدیک نیکی کا مفہوم ہی حسنِ خلق یعنی دوسروں سے اچھا برتاؤ تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ایمان کی تکمیل اخلاق اور طرزِ معاشرت کی تکمیل کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ تم میں وہی بہتر ہے جس کا اخلاق دوسروں سے اچھا ہو۔ (175) آپ ﷺ کے نزدیک حسنِ خلق سے مراد چہرے کی بشاشت، اچھائی کا پھیلانا اور لوگوں سے تکلیف دہ امور کا دور کرنا ہے۔ (176) صرف یہی نہیں، آپ ﷺ اس جذبے کو پورے معاشرے میں رواں دواں دیکھنا چاہتے تھے۔ ارشاد تھا: تم اس وقت

171۔ [مسلم] 172۔ [ابوداؤد] 173۔ [ترمذی]
175۔ [بخاری] 176۔ [ترمذی] 174۔ [بخاری]

تک مسلمان نہیں ہو سکتے جب تک دوسروں کے لیے بھی وہی پسند نہ کرنے لگو جو خود اپنے لیے پسند کرتے ہو۔(177) ایک موقع پر فرمایا: ''ایک دوسرے پر بغض و حسد نہ کرو، نہ ایک دوسرے سے روگردانی اختیار کرو اور نہ ایک دوسرے کے اندرونی معاملات کی خواہ مخواہ ٹوہ لگاؤ اور اے اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی ہو جاؤ۔''(178) یہی وجہ تھی کہ نہ صرف مسلمان بلکہ غیر مسلم بھی آپ ﷺ کے در دولت سے پوری طرح مستفید ہوتے رہے۔ ابو ہریرہؓ کی روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے (ناراضی کی وجہ سے) تین دن سے زیادہ قطع تعلق کرے۔ اگر ناراضی کی حالت میں اسے موت آ گئی تو وہ جہنم میں جائے گا۔ [ابوداؤد]

عفو و کرم

آپ ﷺ جس طرح اپنوں کے لیے پیکرِ حلم و بردباری تھے اسی طرح دشمنوں کے لیے سراپا جود و کرم تھے۔ آپ ﷺ نے حیات مبارک میں کسی ذاتی دشمن سے انتقام نہیں لیا۔(179) فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ کا اپنے خون کے پیاسے دشمنوں کو معاف کر دینا، اپنے قتل کے لیے آنے والے قاتلوں کو بار بار چھوڑ دینا، اسی سلسلے کی روشن مثالیں ہیں۔ مدینہ منورہ میں ایک بہت بڑی تعداد منافقوں کی تھی جن کے رئیس عبداللہ ابن ابی بن ابی سلول نے نہ صرف ہمیشہ در پردہ دشمنوں کی حمایت کا جرم کیا تھا بلکہ مختلف اوقات میں وہ آپ ﷺ کے خلاف بغاوت وغیرہ کے واقعات میں براہ راست ملوث بھی رہا مگر آپ ﷺ نے نہ صرف اسے معاف کیا بلکہ مرنے کے بعد اسے اپنی قمیص پہنائی اور ستر سے زیادہ مرتبہ استغفار کرنے کا وعدہ فرمایا۔(180) متعدد مرتبہ صحابہؓ نے اسے قتل کرنے کی اجازت طلب کی مگر آپ ﷺ نے سختی سے منع فرمایا۔

ایک بدوی نے ایک مرتبہ مسجد نبوی ﷺ میں پیشاب کر دیا۔ صحابہؓ اسے مارنے کے لیے دوڑے مگر آپ ﷺ نے روکا اور اسے اپنی حاجت سے فارغ ہونے دیا۔ پھر آپ ﷺ نے اس جگہ کو دھونے کا حکم دیا اور اسے نرمی سے سمجھا دیا۔(181) آپ ﷺ کے خدام سے اکثر غلطیاں ہو جاتیں مگر

177۔ [مسلم] 178۔ [مسلم] 179۔ [ترمذی: شمائل] 180۔ [بخاری]
181۔ [ابوداؤد]

آپ ﷺ انھیں معاف فرما دیتے۔ (182)

ارشاد ربانی ہے:

''جو ہر حال میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں خواہ بدحال ہو یا خوش حال ہو۔ جو غصے کو پی جاتے ہیں اور دوسرے کے قصور معاف کر دیتے ہیں ایسے نیک لوگ اللہ کو بہت پسند ہیں۔'' [3:134]

دوسروں کے جذبات کا احترام

آپ ﷺ دوسروں سے معاملہ کرنے میں ہمیشہ دوسروں کے جذبات کا احترام فرماتے اور کبھی کسی پر زبردستی اپنی مرضی مسلط نہیں کرتے تھے۔ حضرت عائشہؓ جب آپ ﷺ کے عقد میں آئیں، ابھی نوعمر تھیں۔ اس عمر میں کھیل کود کی طرف ان کے فطری میلان کا آپ ﷺ کو بخوبی احساس تھا۔ اس بناء پر آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو اپنے کھیل کود کے مشاغل جاری رکھنے سے منع نہ فرمایا۔ خود حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: ''میرے ساتھ کھیلنے کے لیے میری ہمجولیاں میرے گھر آجایا کرتی تھیں۔ جب آپ ﷺ تشریف لے آتے تو باہر نکل جاتیں۔ جب آپ ﷺ تشریف لے جاتے تو پھر چلی آتیں۔ (183) ایک مرتبہ کسی غزوے سے واپسی کے موقع پر جس ہودج میں حضرت عائشہؓ سوار تھیں، ہوا کی وجہ سے اس کا پردہ ذرا سا اٹھ گیا۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ حضرت عائشہؓ کے پاس گڑیاں ہیں اور ان میں ایک گھوڑا بھی ہے جس کے دو پر ہیں۔ پوچھا: ''اے عائشہؓ یہ کیا ہے؟'' کہا: ''میرے کھلونے ہیں۔'' فرمایا: ''درمیان میں کیا ہے؟'' کہا: ''گھوڑا۔'' فرمایا: ''یہ اس پر کیا دکھائی دے رہا ہے؟'' کہا: ''یہ دو پر ہیں۔'' آپ ﷺ نے تعجب ظاہر فرماتے ہوئے پوچھا: ''گھوڑا اور اس کے دو پر؟'' حضرت عائشہؓ نے فرمایا: ''آپ ﷺ نے نہیں سنا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس جو گھوڑا تھا اس کے کئی پر تھے۔'' یہ سن کر آپ ﷺ نے تبسم فرمایا۔ (184) دوستوں اور ملنے جلنے والوں سے معاملات کرتے وقت بھی آپ ﷺ ان کے جذبات کا خیال رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ حضرت سعدؓ بن عبادہ (رئیس قبیلہ خزرج) کو ملنے کے لیے تشریف لے گئے اور اپنے معمول کے مطابق تین مرتبہ جا کر بلند

182۔ [مسلم] 183۔ [بخاری] 184۔ [ابوداؤد]

آواز سے سلام کیا اور واپس پلٹنے لگے۔ حضرت سعدؓ جو دانستہ پست آواز سے جواب دیتے جاتے تھے تاکہ آپ ﷺ کی یہ دعا زیادہ ہو، پیچھے گئے اور عرض کیا: "یارسول اللہ! آپ ﷺ کیوں لوٹ رہے ہیں"؟ فرمایا: "تم نے تینوں مرتبہ سلام کا جواب نہیں دیا تھا اس لیے واپس جا رہا ہوں۔" حضرت سعدؓ نے کہا: "یارسول اللہ ﷺ! میں اس لیے آہستہ جواب دے رہا تھا تاکہ آپ ﷺ ہمارے حق میں اور دعا مانگیں۔" آپ ﷺ نے یہ سنتے ہی فرمایا: "اے اللہ! سعدؓ بن عبادہ کے اہل و عیال پر اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل فرما۔" واپسی پر انھوں نے سواری کے لیے آپ ﷺ کو گھوڑا پیش کیا اور خود پیدل چلنے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "یا تو تم بھی سوار ہو جاؤ اور یا پھر واپس پلٹ جاؤ۔" حضرت سعدؓ نے آپ ﷺ کے برابر بیٹھنا سوئے ادب خیال کیا اور واپس پلٹ گئے۔ (185)

آپ ﷺ اپنے جاں نثاروں کے جذبات کا اس حد تک احترام فرماتے تھے۔ ارشاد تھا: میں نماز لمبی کرنا چاہتا ہوں مگر پیچھے سے مجھے کسی بچے کے رونے کی آواز سنائی دیتی ہے تو اس کی ماں کا خیال کر کے نماز مختصر کر دیتا ہوں۔ (186) لوگوں کی مشقت اور تکلیف کا خیال کر کے آپ ﷺ نہایت مختصر وعظ فرماتے۔ (187) جب کسی کو بطور حاکم مامور کر کے کسی جگہ بھیجتے تو فرماتے: "لوگوں کو خوشخبری دے کر اسلام سے مانوس کرنا اور انھیں (ڈرا دھمکا کر) متنفر نہ کرنا، ان کے لیے آسانی پیدا کرنا، مشکل نہیں۔ (188)

ارشاد ربانی ہے:

"اور جب کوئی احترام کے ساتھ تمھیں سلام کرے تو اس کو اس سے بہت طریقے کے ساتھ جواب دو یا کم از کم اسی طرح اللہ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔" [86:4]

دوسروں کے متعلق حُسنِ ظن

آپ ﷺ ہمیشہ دوسروں کے متعلق حسنِ ظن رکھتے تھے۔ اسی بناء پر آپ ﷺ کو کسی سے کوئی ایسی بات سننا گوارا نہ تھی جس سے آپ ﷺ کے دل میں کسی کے خلاف کوئی کدورت پیدا ہونے کا احتمال

185- [ابوداؤد] 186- [مسلم] 187- [ابوداؤد] 188- [مسلم]

ہو۔ (189) یعنی اے اہل ایمان (دوسروں کے متعلق) بہت بدگمانی کرنے سے بچو کہ بعض گمان محض گناہ ہیں۔ (190) آپ ﷺ کا ارشاد تھا: "حسنِ ظن اچھی عبادت ہے۔"(191) آپ ﷺ کا فرمان تھا: "تم خاص طور پر بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی بہت ہی بری بات ہے۔"(192) بدگمانی کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ معاشرے کے تمام افراد ایک دوسرے سے خواہ مخواہ بدظنی میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور یہ ایک ایسی بیماری ہوتی ہے جس کی لپیٹ میں آنے سے کوئی شخص بھی نہیں بچ سکتا۔ آپ ﷺ اس حقیقت سے پوری طرح آگاہ تھے۔ اسی بنا پر خود بھی آپ ﷺ بدگمانی سے بچتے اور دوسروں کو بھی بدگمانی سے بچنے کی تلقین فرماتے۔ اس کے ساتھ ہی آپ ﷺ کا یہ بھی فرمان تھا کہ ان مواقع سے بھی بچو کہ جن سے دوسروں کو بدگمانی کا موقع مل سکتا ہے۔ اسی بناء پر آپ ﷺ عورت کو تنہا سفر کرنے یا کسی اجنبی مرد کے ساتھ خلوت کرنے سے روکتے تھے۔ (193) آپ ﷺ خود بھی ایسے مواقع سے بچتے تھے مثلاً ایک مرتبہ شام کو اپنی ایک زوجہ کے ساتھ مصروف گفتگو تھے کہ دو صحابہ وہاں سے تیز تیز قدم اٹھاتے گزرنے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "ٹھہر جاؤ، یہ میرے ساتھ میری بیوی صفیہؓ ہے۔" انھوں نے عرض کیا: "یارسول اللہ! معاذ اللہ کیا آپ ﷺ کے متعلق بھی کسی کو بدگمانی ہو سکتی ہے؟" فرمایا: "شیطان انسان کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے۔ کیا خبر وہ تمھیں میرے متعلق بدگمانی میں مبتلا کر دے۔"(194)

قرآن میں ارشاد ربانی ہے:

"ایک میٹھا بول اور کسی ناگوار بات پر ذرا سی چشم پوشی اس خیرات سے بہتر ہے جس کے پیچھے دکھ ہو اللہ بے نیاز ہے اور بردباری اس کی صفت ہے۔"

[263:2]

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو بہت گمان کرنے سے پرہیز کرو بعض گمان گناہ ہوتے ہیں تجسس نہ کرو اور تم میں کوئی کسی کی غیبت نہ کرے۔" [12:49]

189۔ [ترمذی] 190۔ [12:49] 191۔ [ابوداؤد] 192۔ [مسلم]
193۔ [بخاری] 194۔ [بخاری]

آنحضرت ﷺ معاملات کو اس خوش اسلوبی سے نبھاتے کہ معاملہ کرنے والا شخص ہمیشہ کے لیے آپ ﷺ کا گرویدہ ہو جاتا۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے مجھ سے کچھ اُدھار لیا۔ وقت آنے پر نہ صرف یہ کہ آپ ﷺ نے وہ قرضہ ادا فرمایا بلکہ اس سے بھی زیادہ دیا۔(195) حضرت جابرؓ کی ایک دوسری روایت سے آپ ﷺ کی خوش معاملگی پر مزید روشنی پڑتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ دورانِ سفر ان کا اونٹ ذرا سست رفتاری سے چل رہا تھا۔ آپ ﷺ نے دیکھا تو پوچھا کہ اے جابرؓ! کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ یہ اونٹ سست چل رہا ہے۔ آپ ﷺ نے دعائے خیر فرمائی جس کی برکت سے ست رفتار اونٹ تیز چلنے لگا۔ پھر فرمایا کہ کیا تو اپنے اس اونٹ کو بیچنا چاہتا ہے؟ کہا ہاں: آپ ﷺ نے کچھ اوقیہ چاندی پر خرید لیا۔ مدینہ پہنچنے پر قیمت بھی ادا فرمادی اور اس اونٹ کو بھی واپس لوٹا دیا۔(196) ایک مرتبہ ایک شخص سے آپ ﷺ نے ایک اونٹ لیا جو چھوٹی عمر کا تھا۔ بعد میں اونٹ آگئے تو آپ ﷺ نے اپنے خادم کو اس اونٹ کی واپسی کا حکم دیا۔ خادم نے آکر عرض کیا کہ یارسول اللہ! ان اونٹوں میں چھوٹی عمر کا کوئی اونٹ نہیں ہے، سارے بڑے (یعنی چھ سال کے) ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہی دے دو کیونکہ لوگوں میں سب سے اچھا وہی ہے جو دوسروں کو ادائیگی اچھے طریقے سے کرتا ہو۔(197) ایک مرتبہ آپ ﷺ کے ایک پرانے شریکِ کار حضرت سائبؓ مجلس میں آئے۔ لوگ ان کی تعریفیں کرنے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں انھیں بخوبی جانتا ہوں یہ میرے شریکِ کار رہ چکے ہیں۔ حضرت سائبؓ نے کہا: آپ ﷺ کسی کو شک وشبے کا کوئی موقع نہ دیتے تھے (بلکہ معاملہ صاف رکھتے تھے)۔(198) اسی خوش معاملگی کا یہ نتیجہ تھا کہ آپ ﷺ نے جس سے بھی معاملہ کیا اس نے آپ ﷺ کی تعریف کی اور وہ آپ ﷺ کے اخلاق کا گرویدہ ہو گیا۔

195۔ [النسائی] 196۔ [بخاری] 197۔ [ابوداؤد] 198۔ [ابن ماجہ]

چشم پوشی

دوسروں کے خفیہ حالات کا تجسس کرنے کے بجائے آپ ﷺ ہمیشہ دوسروں کے عیوب سے چشم پوشی فرماتے اور اسی کا دوسروں کو حکم دیتے تھے۔ آپ ﷺ کا فرمان تھا جو کوئی کسی مسلمان کے عیب کو دیکھ کر چشم پوشی کرتا ہے وہ گویا کسی زندہ دفن کی جانی والی بچی کو زندگی بخشتا ہے۔(199) مزید فرمایا جو کسی مسلمان کے عیب سے چشم پوشی کرے گا خدا تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔(200)

آپ ﷺ اگر خود بھی کسی کا عیب دیکھتے تو حتی الواسع چشم پوشی فرماتے۔ ایک مرتبہ ایک شخص حاضر ہوا اور بدکاری کا اعتراف کرتے ہوئے حد جاری کرنے کی درخواست کی۔ آپ ﷺ نے اس سے اعراض فرمایا۔ اس نے مکرر درخواست کی؛ آپ ﷺ نے مکرر اعراض کیا تا آنکہ اس نے چار مرتبہ اقرار کرلیا۔ پھر آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کیا تجھے جنون ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ تب آپ ﷺ نے اس پر حد جاری کرنے کا حکم جاری فرمایا۔(201) اسی طرح ایک عورت کے بارے میں جب تک آپ ﷺ نے مکرر تحقیق نہ کرلی حد کا حکم جاری نہ کیا۔ تاہم جب جرم اچھی طرح ثابت ہو جاتا تو پھر آپ ﷺ سزا دینے میں کوتاہی نہ فرماتے تھے تاکہ دوسروں کے لیے اسے عبرت بنایا جائے۔ مقصد یہ تھا کہ معاشرے میں خواہ مخواہ ایک دوسرے سے متعلق بدگمانیاں نہ پنپنے پائیں۔ ہاں اگر صریحاً کوئی جرم ثابت ہو جائے تو سزا دے کر اسے دوسروں کے لیے عبرت کا ذریعہ بنا دیا جائے۔

ایذا رسانی سے گریز

آپ ﷺ ہمیشہ اس بات کا شدت سے اہتمام فرماتے تھے کہ آپ ﷺ کی کسی بات یا کسی طرز عمل کی وجہ سے کسی کو دلی تکلیف نہ پہنچے۔ آپ ﷺ کا ارشاد تھا: سچا مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے اس کے مسلمان بھائی محفوظ رہیں۔(202) اسی بنا پر آپ ﷺ نے اگر کسی شخص میں موجود

199۔ [ابوداؤد] 200۔ [مسلم] 201۔ [مسلم] 202۔ [بخاری]

برائی کا ذکر کرنا ہوتا تو اس کا نام کبھی نہ لیتے البتہ یہ فرماتے: لوگوں کا کیا حال ہے کہ وہ یہ کہتے یا کرتے ہیں۔ (203) حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا: خدا کے نزدیک سب سے برا شخص وہ ہے کہ جس کی برائی کے ڈر سے لوگ اسے چھوڑ دیں۔ (204) ایک موقع پر ام المومنین حضرت زینبؓ نے ام المومنین حضرت صفیہؓ کو یہودیہ کہہ دیا۔ آپ ﷺ کو اس سے سخت صدمہ ہوا اور کئی دن تک حضرت زینبؓ سے کلام نہ فرمایا۔ (205) ایک مجلس میں ایک شخص حضرت ابوبکرؓ کے سامنے ان کو برا بھلا کہہ رہا تھا اور حضرت ابوبکرؓ خاموش تھے لیکن جب وہ حد سے بڑھا تو حضرت ابوبکرؓ نے اسے جواب دیا۔ یہ دیکھ کر آپ ﷺ مجلس سے اُٹھ کر چل دیے۔ حضرت ابوبکرؓ نے وجہ پوچھی تو فرمایا: پہلے تمھاری طرف سے ایک فرشتہ مامور تھا مگر جب تم نے جواب دیا تو وہ چلا گیا اور اس کی جگہ شیطان نے لے لی اور میں کسی ایسی مجلس میں نہیں ٹھہر سکتا جہاں شیطان ہو۔ (206) ایک مرتبہ حضرت ابوذرؓ نے ایک صحابیؓ کو اس کی ماں کی غلامی کا طعنہ دیا۔ آپ ﷺ کو پتا چلا تو فرمایا: اے ابوذر! ابھی تم میں جاہلی عادات باقی ہیں اور پھر اس سے معاملہ صاف کرنے کا حکم دیا۔ (207) لوگوں کی دل آزاری سے آپ ﷺ کتنا گریز فرماتے تھے اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ کا یہ ارشاد تھا کہ اگر تین آدمی کسی مجلس میں ہوں تو دو الگ ہو کر باہم سرگوشی نہ کریں اس سے تیسرے آدمی کا دل دکھے گا۔ (208) اسی طرح آپ ﷺ دو گفتگو کرنے والے افراد کے درمیان ان کی اجازت کے بغیر بیٹھنے سے منع فرماتے تھے۔ (209) کسی مسلمان کو گالی دینا آپ ﷺ کے نزدیک فسق (بدعملی) اور اسے کافر کہنا کفر کے مترادف ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سے جو شخص بازار سے مسجد میں آئے اور اس کے ہاتھ میں تیر ہوں تو ان کے نوک والی سمت کو اپنے ہاتھ میں پکڑ کر رکھے ایسا نہ ہو کہ کسی مسلمان کو لگ جائے۔ (210)

آپ ﷺ غیبت کرنے کی بھی اسی بناء پر سخت مذمت فرماتے تھے کہ اس سے دوسروں کی دل شکنی ہوتی ہے۔ فرمایا جنت میں چغل خور کبھی داخل نہیں ہو سکے گا۔ (211) آپ ﷺ کے نزدیک غیبت کا

203- [ابوداؤد] 204- [بخاری] 205- [ابوداؤد] 206- [ابوداؤد] 207- [ابوداؤد]
208- [مسلم] 209- [ترمذی] 210- [مسلم] 211- [بخاری]

مفہوم یہ تھا یعنی کسی کا اس انداز سے پس پشت ذکر کرنا کہ اگر وہ سنے تو ناپسند کرے۔ اس کے برعکس ہر کام میں نرمی اور ملائمت، خوش گوئی اور مسلمان بھائی سے نیکی کے کاموں میں تعاون آپ ﷺ کا معمول تھا۔ (212)

ناحق قتل

کسی انسان کے ناحق قتل کو کبیرہ گناہوں میں شمار کیا گیا ہے۔ یہ اقدام اللہ تعالیٰ کی شدید ناراضی اور جہنم کا سبب بنتا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے ''اور جو شخص کسی مومن کو عمداً قتل کرے تو اس کی جزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب ہوا اور اللہ نے اس پر لعنت کی اور اس کے لیے (جہنم میں) عذابِ عظیم تیار کر رکھا ہے۔[93:4]

براء بن عازب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اللہ کے نزدیک ایک مومن کے ناحق قتل کے مقابلے میں ساری دنیا کا تباہ ہو جانا معمولی بات ہے۔'' [ابن ماجہ]

عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مومن اپنے دین کے معاملے میں ہمیشہ کشادہ رہتا ہے (یعنی اس کی مغفرت کی بہت امید رہتی ہے) جب تک ناحق خون نہ کرے۔'' [بخاری]

عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جس نے مسلمان کو قتل کیا اس پر خوشی محسوس کی اللہ تعالیٰ اس کی فرض یا نفلی کوئی عبادت بھی قبول نہیں فرمائے گا۔'' [ابوداؤد]

ابوداؤد کہتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ''اللہ کے ہاں ہر گناہ کی معافی کی امید کی جاسکتی ہے سوائے اس کے جو شرک کی حالت میں مرا یا وہ مسلمان جس نے جان بوجھ کر کسی مسلمان کو قتل کیا۔'' [ابوداؤد] ابوسعیدؓ کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور جہنم سے ایک گردن ظاہر ہوگی جو کلام کرے گی اور کہے گی آج میں تین آدمیوں پر شدید عذاب دینے کے لیے مسلط کی گئی ہوں۔ نمبر (1) حق سے دشمنی رکھنے والا سرکش۔ نمبر (2) اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک کرنے والا۔ نمبر (3) ناحق قتل کرنے والا۔ جہنم انہیں گھسیٹ کر شدید گرم حصے میں پھینک

212۔ [بخاری]

بچوں سے پیار

یوں تو آپ ﷺ کے دل میں تمام بنی نوع انسانی کے لیے محبت و شفقت کے جذبات پائے جاتے تھے مگر چونکہ فطری طور پر انسان اپنے اہل و عیال اور قبیلہ کی نسبت سے پہچانا جاتا ہے اسی بناء پر آپ ﷺ نے اپنی اولاد سے محبت و شفقت کا ایک اعلیٰ نمونہ قائم کیا۔ اہلِ عرب اپنے بچوں کو چومنا، ان سے لاڈ پیار کرنا، اپنی سرداری کے منافی سمجھتے تھے مگر آپ ﷺ نے ہمیشہ اس رسمِ بد کی مذمت فرمائی۔ آپ ﷺ اپنے بچوں کو گود میں اٹھا لیتے، بعض اوقات کندھے پر بٹھا لیتے۔ سواری پر ہوتے تو اپنے آگے پیچھے انہیں سوار کر لیتے۔ ان کی پیشانی کو چومتے اور انہیں خیر و برکت کی دعا دیتے۔ (213) آپ ﷺ انہیں جنت کے گلدستے قرار دیتے، انہیں سونگھتے اور اپنے سینے سے چمٹا لیتے۔ ایک سردار (اقرع بن حابس) نے آپ ﷺ کو بچوں سے پیار کرتے دیکھا تو کہا: میرے دس بیٹے ہیں میں نے آج تک ان سے پیار نہیں کیا۔ آپ ﷺ نے یہ سنا تو فرمایا: جو کسی پر رحم نہیں کرتا، اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا۔ یا اگر خدا نے ہی تیرے دل سے رحم کا جذبہ نکال دیا ہے تو میں کیا کروں۔ (214) آخری عمر میں جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ایک بیٹا عطا کیا تو آپ ﷺ کو از حد مسرت ہوئی۔ آپ ﷺ نے اس کا نام ابراہیم رکھا۔ ان کی دودھ پلائی ایک لوہار کی بیوی ام سیف (ام بردہ بنت المنذر) تھیں۔ آپ ﷺ وقتاً فوقتاً اپنے لختِ جگر کو دیکھنے کے لیے ان کے ہاں تشریف لے جاتے اور دھوئیں سے معمور مکان میں بیٹھ کر اپنے بیٹے کو پیار کرتے۔ جب ان کا وصال ہوا تو آپ ﷺ کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔ کسی نے پوچھا: آپ ﷺ رو رہے ہیں حالانکہ آپ ﷺ تو رونے سے منع کیا کرتے ہیں۔ فرمایا: یہ تو فرطِ محبت (رحم) ہے جبکہ میں نوحہ کرنے سے منع کرتا ہوں۔ پھر دفن کرتے وقت فرمایا: دل غم گین ہے اور آنکھیں اشک بار مگر ہم وہی کہتے ہیں جو خدا کو پسند ہے۔ پھر فرمایا: اے ابراہیم ہم تیرے جدا ہونے پر افسردہ ہیں۔ (215)

آپ ﷺ کی نرینہ اولاد زندہ نہ رہی البتہ چار صاحبزادیاں زندہ رہیں اور شادی شدہ ہونے

213۔ [بخاری] 214۔ [بخاری، مسلم] 215۔ [ابن سعد طبقات]

کے بعد وفات پائیں۔ آپ ﷺ نے ان سے اور ان کی اولاد سے جو محبت اور شفقت کا برتاؤ کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ حضرت زینبؓ کی صاحبزادی اُمامہؓ سے آپ ﷺ بے حد شفقت فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ اس حال میں نماز پڑھائی کہ حضرت اُمامہؓ آپ ﷺ کے کندھے پر سوار تھیں، جب رکوع کرتے تو نیچے اُتار دیتے، جب قیام فرماتے تو دوبارہ اُٹھا لیتے۔(216)

آپ ﷺ کی چھوٹی اور سب سے آخر میں وفات پانے والی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ سے آپ ﷺ کو بے حد محبت تھی۔ آپ ﷺ انھیں اپنے دل کا ٹکڑا قرار دیتے۔(217) آپ ﷺ سفر کرنے سے پہلے سب سے آخر میں اور واپسی پر سب سے پہلے انھی سے ملتے۔(218) وہ جب آپ ﷺ کو ملنے تشریف لاتیں تو اُٹھ کر ان کا استقبال فرماتے اور شفقت سے ان کا ہاتھ چومتے اور انھیں اپنی جگہ بٹھاتے۔(219) ان کے صاحبزادوں حضرت حسنؓ و حسینؓ سے بھی آپ ﷺ بے حد محبت آمیز برتاؤ فرماتے۔ انھیں گود میں اُٹھاتے، چومتے اور دعا فرماتے۔ اے اللہ جس طرح میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت رکھ۔(220) ایک مرتبہ عین خطبہ جمعہ کے دوران یہ دونوں صاحبزادے گرتے سنبھلتے مسجد میں جا پہنچے۔ آپ ﷺ نے انھیں دیکھا تو سلسلہ کلام منقطع کر کے نیچے اُترے اور انھیں اپنی گود میں اُٹھا لیا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سچ کہا ہے کہ تمھاری اولاد اور تمھارے مال تمھارے لیے آزمائش ہیں۔ میں نے انھیں آتے دیکھا تو ضبط نہ کر سکا۔(221) ایک مرتبہ آپ ﷺ انھیں اسی طرح اُٹھا کر نکلے تو کسی نے کہا اے لڑکے! تم کتنے خوش قسمت ہو کہ تمھیں کتنی عمدہ سواری ملی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اور سوار بھی تو کتنا اچھا ہے۔(222)

آپ ﷺ کو بچوں کی تعلیم و تربیت کا ہمیشہ خیال رہتا تھا۔ آپ ﷺ ان والدین کو جو بالخصوص دو یا تین بچیوں کو تعلیم و تربیت کا اچھی طرح حق ادا کر کے ان کا مناسب گھرانوں میں نکاح کر دیتے ہیں جنت میں داخلے کی بشارت سناتے تھے۔ آپ ﷺ کے نزدیک بچوں کو ادب سکھانا ایک صاع صدقہ کرنے سے افضل ہے۔(223) اگر کسی بچے سے غلطی ہو جاتی تو نہایت محبت اور پیار سے

216۔ [بخاری] 217۔ [بخاری] 218۔ [احمد بن حنبل: مسند] 219۔ [ترمذی]
220۔ [بخاری] 221۔ [ابوداؤد] 222۔ [ترمذی] 223۔ [ترمذی]

اسے سمجھا دیتے اور پھر شفقت سے سر پر ہاتھ پھیر کر دعا دے کر رخصت فرماتے۔ آپ ﷺ کا طریق تربیت بڑا مشفقانہ اور حکیمانہ تھا۔ (224) اگر کوئی بچہ بغیر سلام کیے اور اجازت مانگے اندر چلا آتا تو آپ ﷺ اسے نہایت نرمی سے فرماتے پہلے باہر جا کر سلام کرو اور کہو کیا میں اندر آ سکتا ہوں۔ جب اجازت مل جائے تو پھر اندر آنا۔ (225) جابرؓ بن سمرہ سے روایت ہے کہ ایک دن انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز ادا کرنے کے بعد آپ ﷺ کے ساتھ گھر تک کچھ اور لڑکے بھی آ گئے۔ آپ ﷺ نے سب لڑکوں کو پیار کیا۔ جب آپ ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے انصار کی بچیاں اپنے گھروں کے سامنے آپ ﷺ کا استقبال خوشی سے گا کر رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے بچیوں سے پوچھا "تم مجھ سے محبت کرتی ہو"۔ بچیوں نے کہا "جی ہاں یا رسول اللہ ﷺ" آپ ﷺ نے فرمایا "میں بھی تم سے محبت کرتا ہوں۔" [مشکواۃ]

آپ ﷺ کے پاس بہت چھوٹی عمر کے بچے لائے جاتے۔ آپ ﷺ انھیں اُٹھاتے، پیار کرتے، خیر و برکت کی دعا دیتے اور کھجور وغیرہ چبا کر ان کے منہ میں ڈالتے۔ (226) بعض بچے آپ ﷺ کے کپڑوں پر پیشاب کر دیتے مگر آپ ﷺ ان کو کچھ نہ کہتے اور پانی منگوا کر کپڑے صاف فرما لیتے۔ (227) بعض بچے آپ ﷺ کی مہر نبوت سے کھیلنے لگ جاتے۔ لوگ منع کرنا چاہتے مگر آپ ﷺ روک دیتے۔ بچوں سے ان کی سمجھ بوجھ کے مطابق بات کرتے۔ حبشہ سے آنے والی ایک بچی کو اسی کی زبان میں حسنہ کے بجائے سنہ سنہ فرماتے۔ کہیں سے کوئی تحفے آتے تو ان میں بچوں کا حصہ مخصوص رکھتے۔ ایک مرتبہ سیاہ دھاری دار کپڑا آپ ﷺ کی خدمت میں آیا تو آپ ﷺ نے ام خالد نامی بچی کو بلایا اور اپنے ہاتھ سے پہنا کر فرمایا: پہن اور بوسیدہ کر، پہن اور بوسیدہ کر۔ (228)

رشتہ داروں سے مروت و احسان

گو آپ ﷺ کی نظروں میں خاندانی اور قبائلی حد بندیاں بے معنی تھیں مگر پھر بھی آپ ﷺ اس حقیقت سے باخبر تھے کہ خاندان اس بڑے معاشرے کا ایک حصہ ہیں جو پوری بنی نوع انسان سے

224۔ [ابوداؤد]
225۔ [ترمذی]
226۔[ابوداؤد]
227۔ [بخاری]
228۔ [بخاری]

عبارت ہے۔ اس بنا پر آپ ﷺ نے ان تعلقات کی خوش اسلوبی یعنی صلہ رحمی پر زور دیا اور آپ ﷺ خود بھی ان تعلقات کا حق ادا فرماتے رہے۔

خاندان ابو طالبؓ سے جو محبت و شفقت تھی اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس خاندان کے ہر فرد سے آپ ﷺ نے آخر تک مروّت و احسان کا سلوک جاری رکھا۔ حضرت علیؓ کی والدہ محترمہ حضرت فاطمہؓ بنت اسد جو اسلام لے آئی تھیں۔ جب فوت ہوئیں تو آپ ﷺ نے تبرک کے لیے اپنی قمیص اُتار کر پہنائی اور قبر میں کچھ دیر تک لیٹے رہے۔ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو اپنے خاندان کا ایک فرد بنایا ہوا تھا۔ حضرت ام ہانیؓ اور ان کی والدہ کے گھر میں آپ ﷺ اکثر تشریف لے جاتے اور وہیں استراحت فرماتے۔ (229) معراج کے موقع پر بھی ایک روایت کے مطابق آپ ﷺ انھیں کے گھر میں استراحت فرما رہے تھے۔ حضرت جعفرؓ بن ابی طالب کئی برسوں کے بعد حبشہ سے لوٹے۔ اس وقت آپ ﷺ خیبر کی مہم سر کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے اس موقع پر خوشی کا یوں اظہار فرمایا: میں نہیں جانتا کہ فتح خیبر کی خوشی زیادہ ہے یا جعفرؓ کے آنے کی۔ (230) ایک مرتبہ حضرت جعفرؓ آئے تو آپ ﷺ نے اُٹھ کر ان کو گلے لگایا اور ان کی پیشانی کو چوما۔ (231)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ (آپ ﷺ کے چچا زاد بھائی) کو آپ ﷺ سینے سے لگا لیتے اور فرماتے: اے خدا! اسے علم و حکمت عطا فرما۔ (232) اپنے رضاعی ماں باپ کو ہمیشہ اپنے اصلی والدین کی نظر سے دیکھتے۔ فتح مکہ کے بعد جب آپ ﷺ مقام جعرانہ میں قیام فرما تھے تو آپ ﷺ کے رضاعی والد تشریف لے آئے۔ آپ ﷺ نے اپنی چادر بچھا دی اور اس پر باعزت طریقے سے بٹھایا۔ وہیں ان کی رضاعی ماں (یا کوئی اور رضاعی رشتہ دار خاتون) آئیں۔ آپ ﷺ نے اسی کپڑے کے دوسرے کونے پر انھیں بٹھایا پھر آپ ﷺ کے رضاعی بھائی عبداللہ بن الحارث آئے۔ آپ ﷺ نے اُٹھ کر ان کا استقبال کیا اور انھیں اپنی جگہ بٹھایا۔ (233)

ابو ہریرہؓ راوی ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جسے یہ پسند ہو کہ اس کی روزی میں کشادگی اور

229۔[ابن سعد] 230۔[ابن سعد] 231۔[ابو داؤد] 232۔[بخاری]
233۔[ابو داؤد]

اس کی عمر میں اضافہ ہو تو اسے چاہیے کہ وہ صلہ رحمی (رشتے داروں کے حقوق) ادا کرتے۔[بخاری]

دوست احباب سے سلوک

آپ ﷺ اپنے دوستوں سے بہت مہربانی اور لطف و محبت سے پیش آتے تھے۔ان سے جب ملتے تو مصافحہ کرتے اور بعض اوقات محبت سے انھیں اپنے سینے سے لگا لیتے۔(234) انھیں دیکھ کر ہمیشہ آپ ﷺ کے چہرے پر مسکراہٹ بکھر جاتی۔(235) آپ ﷺ کا فرمان تھا کہ آدمی کا کسی کو خندہ پیشانی سے ملنا بھی نیکی ہے۔(236) اگر کوئی دوست ہدیہ دیتا تو اسے قبول فرماتے اور اس کا حسب توفیق بدلہ بھی دیتے۔(237) آپ ﷺ فرماتے: باہم ہدیہ لینے دینے سے دل کی کدورت دور ہوتی ہے اور یہ کہ چھوٹی سے چھوٹی چیز، خواہ بکری کے پائے ہی ہوں، ہدیہ دینے میں حقیر نہیں سمجھنا چاہیے۔(238)

بعض اوقات اپنے دوستوں سے آپ ﷺ بے تکلفی فرماتے، ان کی آنکھوں پر پیچھے سے جا کر ہاتھ رکھ لیتے۔(239) اپنے ایک دیہاتی دوست حضرت زاہرؓ کو آپ ﷺ نے ایک مرتبہ بازار میں دیکھا تو پیچھے سے جا کر ان کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیا اور فرمانے لگے اس بندے کو کون لے گا؟ حضرت زاہرؓ نے کہا: بیچو گے تو کھوٹا پاؤ گے۔فرمایا: تم خدا کے ہاں تو کھوٹے نہیں ہو۔(240)

اپنے صحابہ کو آپ ﷺ ہمیشہ اپنے مشوروں میں شریک رکھتے۔حضرت عائشہؓ کے بقول آپ ﷺ سے زیادہ لوگوں سے مشورہ لینے والا میں نے کوئی نہیں دیکھا۔(241) مجلس میں ان کے ساتھ مل جل کر بیٹھتے کہ باہر سے آنے والے کو کوئی امتیاز محسوس نہ ہوتا جہاں جگہ ملتی بیٹھ جاتے۔مجلس کے ہر شریک پر اپنی پوری توجہ دیتے کہ کوئی شخص خود سے زیادہ کسی کو آپ ﷺ کے ہاں مقرب نہ سمجھتا۔کوئی مشورہ طلب کرتا تو اسے صحیح مشورہ دیتے۔کوئی مدد مانگتا تو اس کی حسب توفیق مدد فرماتے۔کوئی سرگوشی کرنا چاہتا تو اس کی طرف سر جھکا دیتے اور اس وقت تک اپنا سر اس سے نہ ہٹاتے جب تک وہ اپنی بات مکمل کر کے اپنا سر پیچھے نہ ہٹا لیتا۔(242) مصافحہ کرتے وقت اپنا پورا پنجہ

234۔[ابوداؤد] 235۔[مسلم] 236۔[ترمذی] 237۔[ابوداؤد] 238۔[ترمذی]
239۔[ابن الجوزی: الوفا] 240۔[مشکوٰۃ] 241۔[ابن الجوزی: الوفا] 242۔[ابوداؤد]

استعمال فرماتے اور تاوقتیکہ دوسرا شخص خود اپنا پنجہ نہ چھڑا لیتا۔ آپ ﷺ اپنا ہاتھ نہ چھڑاتے۔ (243)

اپنے تمام دوستوں سے ایسا محبت بھرا سلوک کرتے کہ ان کو یہ گمان گزرتا کہ وہی آپ ﷺ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ (244) اگر کوئی غلطی پر ہوتا تو بڑے پیار سے اسے سمجھا دیتے۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ ایک مجلس میں تشریف لائے جہاں ایک شخص ادھر اُدھر کی باتیں کر کے دوسروں کو ہنسا رہا تھا۔ آپ ﷺ نے اس کی کمر پر لکڑی چبھودی۔ وہ کہنے لگا آپ ﷺ مجھے اس کا بدلہ دیجیے۔ آپ ﷺ نے اپنی قمیص اٹھادی اس نے اُٹھ کر آپ ﷺ کی کمر کو بوسہ دیا اور کہا کہ میں تو صرف یہ چاہتا تھا۔ (245)

حضرت قتادہؓ نے ایک رات پہرہ دیا، صبح ہوئی تو فرمایا: جس طرح تم نے اپنے نبی ﷺ کی حفاظت کی ہے خدا تمھاری حفاظت فرمائے۔ (246) ایک مرتبہ حضرت ابوبکرؓ کے متعلق کوئی نازیبا بات سننے میں آئی تو فرمایا: اللہ نے مجھے تمھاری طرف مبعوث کیا تو تم نے تکذیب کی مگر ابوبکرؓ نے تصدیق کی اور اپنے جان و مال سے میری غم خواری کی۔ کیا تم میرے لیے میرے ساتھی کو نہیں چھوڑو گے؟ (247) کوئی دوست بیمار ہوتا تو اس کی بیمار پرسی کے لیے جاتے، کوئی ملنے جلنے والا فوت ہو جاتا تو اس کے جنازے میں شریک ہوتے اور اگر ایسا ممکن نہ ہوتا تو اس کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھتے یا قبر پر کھڑے ہو کر دعائے مغفرت کراتے۔

آپ ﷺ اپنے ملنے جلنے والوں کو وفات یا شہید ہو جانے کے بعد بھی یاد رکھتے۔ گاہے بگاہے قبرستان جاتے اور ان کے حق میں دعائے خیر فرماتے۔ عمومی اجتماعات میں بھی ان کا ذکر آتا تو اشک بار ہو جاتے اور ان کی وفاداری اور جذبہ خلوص کی تعریف فرماتے۔ اگر کوئی دوست تنگ دست ہوتا تو اس کی مدد فرماتے۔ اگر کوئی اسے پسند نہ کرتا تو اس سے کوئی چیز خرید کر اسے یا اس کے کسی عزیز کو لوٹا دیتے۔ (248)

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اس پر ظلم نہ

243۔ [ابوداؤد]　244۔ [بخاری]　245۔ [ابوداؤد]　246۔ [مسلم]　247۔ [بخاری]
248۔ [بخاری]

کرے، اسے ذلیل نہ کرے، اسے حقیر نہ سمجھے، مسلمان کی ساری چیزیں دوسرے مسلمان پر حرام ہیں اس کا خون، اس کا مال، اس کی عزت۔" [مفہوم: مسلم]

غریبوں اور مسکینوں سے ہمدردی

آپ ﷺ کو غرباء اور مساکین کے ساتھ بہت ہمدردی تھی۔ حضرت خدیجہؓ کے بقول آپ ﷺ غریبوں کے خیر خواہ اور ان کو کما کر دینے والے تھے۔ آپ ﷺ کسی کو تکلیف میں جتلا دیکھتے تو بے حال ہو جاتے، جب تک اس کا بندوبست نہ ہوتا آپ ﷺ کے چہرے پر اطمینان کی جھلک دیکھنے میں نہ آتی۔ (249) اگر کوئی شخص غرباء پر اپنی برتری ظاہر کرتا تو آپ ﷺ فرماتے: تمھیں جو کچھ بھی میسر ہے انھی محنت کشوں کی وجہ سے ہے۔ (250) کہیں سے لونڈی غلام آتے تو آپ ﷺ اپنے رشتہ داروں حتیٰ کہ اپنی جگر گوشہ بتول جنت سے بھی زیادہ غریبوں کا حق سمجھتے۔ (251) آپ ﷺ کو یہ منظور تھا کہ آپ ﷺ کی بیٹی چکی پیسے، اپنی کمر پر پانی کا مشکیزہ اُٹھائے مگر یہ منظور نہ تھا کہ غریبوں اور بدر کے یتیموں سے پہلے ان کو آنے والے مال میں سے حصہ ملے۔ (252) آپ ﷺ ظاہر سے زیادہ باطن پر زور دیتے اور فرماتے کہ اگر تمام روئے زمین بدباطن امیروں سے بھر جائے تب بھی وہ ایک پاک باطن غریب کے برابر نہیں ہو سکتے۔ (253) اگر کوئی کسی غریب کو برا بھلا کہتا تو آپ ﷺ سخت ناراض ہوتے اور اسے جاہلیت قرار دیتے۔ (254) اگر حضرت ابوبکرؓ جیسے بااثر افراد بھی حضرت بلالؓ اور حضرت صہیبؓ جیسے غرباء کو آزردہ کرتے تو آپ ﷺ انھیں ان سے معافی مانگنے کی تلقین فرماتے اور ان کی ناراضی کو خدا کی ناراضی سے تعبیر فرماتے۔ (255) اگر کوئی غریب فوت ہو جاتا اور آپ ﷺ کی اطلاع کے بغیر اسے دفن کر دیا جاتا تو معلوم ہونے پر خفا ہوتے اور قبر پر کھڑے ہو کر نماز جنازہ ادا فرماتے۔ (256)

خود آپ ﷺ کا غریبوں کے ساتھ جو طرزِ عمل تھا اس کا اس ارشاد سے اندازہ ہو سکتا ہے: اے اللہ مجھے مسکین زندہ رکھ، مسکین اُٹھا اور مسکینوں کے ساتھ میرا حشر فرما۔ (257) آپ ﷺ نے یہ بھی

249۔ [مسلم] 250۔ [ابوداؤد] 251۔ [ابوداؤد] 252۔ [ابن الاثیر: اسد الغابہ] 253۔ [بخاری]
254۔ [ابوداؤد] 255۔ [مسلم] 256۔ [النسائی] 257۔ [مشکوٰۃ]

ارشاد فرمایا: اے عائشہؓ! کسی مسکین کو اپنے دروازے سے خالی ہاتھ نہ پھیر خواہ چھوہارے کا ٹکڑا ہی دو! بعض اوقات ایک پراگندہ حال شخص خدا کے ہاں یہ مرتبہ رکھتا ہے کہ اگر وہ کوئی قسم کھا لے تو خدا اسے پورا کر دے۔ (258) کبھی فرماتے جنت میں داخل ہونے والے اکثر فقراء ہی ہوں گے۔ (259) آپ ﷺ غریبوں کی ہمدردی کا یوں سبق دیتے: اے عائشہؓ! غریبوں سے محبت رکھو اور ان کو نزدیک کرو خدا بھی نزدیک ہوگا۔ (260) آپ ﷺ مسجدِ نبوی میں تشریف لاتے تو نہایت خستہ حال غرباء کے ساتھ جسم سے جسم ملا کر بیٹھتے اور فرماتے: تم کو بشارت ہو، تم دولت مندوں سے 40 برس پہلے جنت میں داخل ہوگے۔ یہ ارشاد سن کر ان کے چہرے خوشی سے جگمگا اٹھتے۔ (261)

آپ ﷺ کی نظروں میں غریب اور امیر کی تفریق بے معنی تھی۔ اصل قدر و قیمت کی چیز انسان کا جذبہ اور اس کا خلوص تھا۔ چنانچہ غرباء کے خلوص کی اس حد تک حوصلہ افزائی فرماتے کہ بعض اوقات ان کے معمولی صدقوں کو امیروں کے بڑے بڑے عطیوں پر اس خیال سے پھیلا دیتے کہ اس کی برکت سے وہ بڑے عطیات بھی قبول کیے جائیں۔ آپ ﷺ غریبوں کو ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھنے اور دوسروں کے مال پر نظر رکھنے کے بجائے جدوجہد اور محنت کی تلقین فرماتے۔ آپ ﷺ کا ارشاد تھا: دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے۔ (262) نیز فرمایا: بہترین روزی وہی ہے جو انسان اپنی محنت سے کمائے اور اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی کھاتے تھے۔ غریبوں کو اشد ضرورت کے سوا مانگنے سے سخت منع فرماتے اور اسے قیامت کے دن کی رسوائی قرار دیتے۔ حضرت عوف بن مالک اشجعیؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے مجلس میں موجود چند صحابہ کرامؓ سے اس پر بھی بیعت لی کہ وہ کسی سے سوال نہیں کریں گے۔ (263) آپ ﷺ سوال کرنے کے بجائے جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لانے اور بازار میں فروخت کر کے روزی کمانے کی ترغیب دیتے۔ (264) "وہ کھانے کی خواہش اور ضرورت کے باوجود اسے مسکین یتیم اور قیدی کو کھلا دیتے ہیں (اور کہتے ہیں) ہم تو صرف اللہ کی خوشنودی کے لیے تمھیں کھلا رہے ہیں ہم تم سے نہ کوئی بدلہ

258۔ [مسلم] 259۔ [مسلم] 260۔ [مشکوٰۃ] 261۔ [مشکوٰۃ] 262۔ [مسلم]
263۔ [مسلم] 264۔ [بخاری]

چاہتے ہیں اور نہ شکریہ۔" [8-10:76]

بیواؤں اور یتیموں سے خصوصی شفقت

یتیموں اور بیواؤں سے آپ ﷺ خصوصی شفقت فرماتے اور آپ ﷺ ہمیشہ ان کی بھلائی اور خیر خواہی کے لیے کوشاں رہتے تھے۔ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے: جو کوئی کسی بیوہ یا مسکین کی بہتری کے لیے کوشاں رہتا ہے وہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے مجاہد یا دن کو روزہ رکھنے اور رات بھر نوافل پڑھنے والے عابد کی طرح ہے۔ مزید فرمایا: یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں میرے ساتھ اس طرح ہوگا جس طرح ہاتھ کی دو انگلیاں۔ (265)

آپ ﷺ نے بیواؤں کے ساتھ جس ہمدردی کا سلوک فرمایا اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ اہل عرب بیواؤں سے نکاح کرنا پسند نہ کرتے تھے اور انھیں معاشی اور سماجی تحفظ سے محروم رکھتے تھے مگر آپ ﷺ نے نہ صرف اس کی ترغیب دی بلکہ خود بھی بجز حضرت عائشہ صدیقہؓ کے تمام نکاح بیوہ عورتوں سے کیے اور اس طرح نکاح بیوگان کی عملی ترغیب دے کر تاریخ میں ایک مثال قائم کی۔ ارشادِ ربانی ہے: "تم نے دیکھا نہیں اس شخص کو جو آخرت کی جزا سزا کو جھٹلاتا ہے وہی تو ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا۔" [3-1:107]

غلاموں سے سلوک

معاشرے کے پسماندہ طبقوں کا آپ ﷺ کو خصوصی طور پر خیال رہتا تھا جن میں غلام خاص طور پر شامل ہیں۔ تاریخ میں پہلی مرتبہ آپ ﷺ نے غلاموں کو ان کے جائز اور فطری حقوق عطا کیے جانے کی تبلیغ فرمائی۔ متعدد عبادتوں میں غلاموں کی آزادی کو شامل کیا اور غلاموں کو اپنے جیسا انسان سمجھنے اور ان کی جائز ضروریات کو پورا کرنے کی بار بار تاکید فرمائی حتیٰ کہ اپنی آخری وصیت میں اسے بھی دہرایا۔ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے: یہ غلام بھی تمھاری طرح کے انسان اور تمھارے بھائی بند ہیں جن کو خدا نے تمھارا مطیع کر دیا ہے۔ ان غلاموں کو اپنے جیسا کھانا دو، اپنے جیسا کپڑا پہناؤ اور انھیں

265۔ [ترمذی]

ان کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دو۔ اگر ایسی صورت ہو تو پھر خود ان کی مدد کرو۔ (266)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے غلام حضرت زیدؓ کو آزاد کر کے اپنا متبنیٰ کر لیا تھا۔ ان کے بیٹے حضرت اُسامہؓ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر پیار فرماتے کہ اپنے کسی رشتہ دار بچے سے بھی اتنا پیار دیکھنے میں نہ آتا تھا۔ ایک ران پر ان کو اور دوسری پر حضرت حسنؓ کو بٹھاتے اور فرماتے: اے خدا جس طرح مجھے ان پر شفقت ہے تو بھی ان پر شفقت فرما۔ (267) ایک مرتبہ جب لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سفارش کی ضرورت ہوئی تو انھیں اُسامہؓ سے زیادہ کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تر نظر نہ آیا۔ (268) انھیں صحابہؓ حُبّ رسول (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لاڈلے) کے نام سے یاد کرتے تھے۔ اپنی خادمہ حضرت ام ایمنؓ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ یا امہ (اے امی) کہہ کر پکارتے۔ (269) انھیں اپنے اہلِ بیت میں سے شمار کرتے اور انھیں خاتونِ جنت قرار دیتے۔ انھیں آزاد کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زیدؓ سے بیاہ دیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غلاموں کی فلاح و بہبود کا اس قدر خیال تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے حق میں لفظ غلام کا استعمال بھی پسند نہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: تم میں سے کوئی اپنے غلام کو میرا غلام اور میری لونڈی نہ کہے بلکہ میرے بچے یا بچی کہے اور نہ ہی غلام اپنے آقا کو میرے دیوتا اور میری دیوی کہا کرے بلکہ آقا کہے۔ (270) ان کو مارنے کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سختی سے مذمت فرماتے اور حکم دیتے: جس نے اپنی لونڈی غلام کو تھپڑ مارا یا کوئی اور ضرب لگائی تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اسے آزاد کر دیا جائے۔ (271) نیز فرماتے کہ اگر دن میں ستر مرتبہ بھی خادم غلطی کرے تو اسے معاف کر دیا جائے۔ (272) اگر کسی خادم کی پٹائی کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مالکان کو اسے آزاد کر دینے کی ترغیب دیتے۔ (273) اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی مالک کو اپنے کسی خادم کو مارتے دیکھتے تو فرماتے: یاد رکھو خدا تم پر اس سے زیادہ قدرت رکھتا ہے جتنی تم اس غلام پر رکھتے ہو۔ (274)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلاموں کو ان کے جائز حقوق دلانے کے سلسلے میں جو اہم انتظامی اقدامات فرمائے ان میں سے ایک یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے نکاح کی ترغیب دلائی اور ان کے مابین جبری

266۔ [ابوداؤد] 267۔ [بخاری] 268۔ [ترمذی] 269۔ [ابن سعد] 270۔ [ابوداؤد]
271۔ [مسلم] 272۔ [ترمذی] 273۔ [مسلم] 274۔ [مسلم]

تفریق کو بالکل باطل ٹھہرایا۔(275) انھیں مال غنیمت میں سے حصہ دیا جاتا رہا۔ آپ ﷺ ان کی آزادی کو بہت بڑی عبادت قرار دیتے اور فرماتے جو کوئی غلام آزاد کرے، خدا اس کے ہر عضو کو جہنم سے آزاد کر دے گا۔(276) ان کے جذبات کا احترام فرماتے، ان کا ہدیہ قبول کرتے۔(277) اگر کسی غیر مسلم کا غلام بھاگ کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جاتا تو آپ ﷺ اسے اپنے خصوصی اختیارات استعمال کرتے ہوئے آزاد فرما دیتے۔(278) آزاد شدہ غلاموں کی آبادکاری اور ضروریاتِ زندگی کی فراہمی آپ ﷺ کے نزدیک دوسرے کاموں سے مقدم ہوتی تھی۔ آپ ﷺ کو غلاموں کی فلاح و بہبود اور تعلیم و تربیت کا بہت خیال رہتا تھا۔

مہمانوں کی خدمت

آپ ﷺ اپنے جدِ امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح بہت فیاض اور مہمان نواز تھے۔ آپ ﷺ مہمان نوازی کو جزوِ اسلام قرار دیتے تھے۔(279) آپ ﷺ کا گھر اچھا خاصا مہمان خانہ بنا ہوا تھا۔ ان سرکاری مہمانوں کو زیادہ تر مسجد نبوی میں ٹھہرایا جاتا اور آپ ﷺ بنفسِ نفیس ان کی تواضع فرماتے تھے اور اس بارے میں مسلم یا کافر کی کوئی تمیز نہ تھی۔ آپ ﷺ کے پاس غیر مسلم مہمان بھی آتے رہتے تھے جو بعض اوقات بڑی بھاری ضیافت سے شکم سیر ہوتے۔ مثلاً ایک مرتبہ ایک غیر مسلم مہمان نے سات بکریوں کا دودھ پی لیا۔(280) مہمان نوازی سے آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے گھر والوں کو فاقہ کرنا پڑتا مگر آپ ﷺ کی پیشانی پر کوئی شکن نمودار نہ ہوتی۔(281) آپ ﷺ کا یہ طرزِ عمل دیکھ کر کافر مشرف بہ اسلام ہو جاتے۔ آپ ﷺ رات کو اُٹھ اُٹھ کر مہمانوں کی خبر گیری فرماتے۔ اگر گھر میں گنجائش نہ ہوتی تو آپ ﷺ مہمانوں کو صحابہؓ میں تقسیم فرما دیتے اور فرماتے: جس کے گھر میں دو آدمیوں کا کھانا ہو، وہ تین کو لے جائے، چار کا ہو تو پانچ چھ کو لے جائے۔(282) مہمان بعض اوقات غلط حرکتیں کر بیٹھتے۔ آپ ﷺ ان کو شفقت اور محبت سے سمجھا دیتے۔ ایک مرتبہ ایک مہمان نے آپ ﷺ کا حصہ بھی تناول کر لیا۔ آپ ﷺ نے بجز دعائے خیر کے کچھ نہ کہا۔ کئی کئی روز

275۔ [ابن ماجہ] 276۔ [مسلم] 277۔ [مسلم] 278۔ [احمد بن حنبل: مسند]
279۔ [مسلم] 280۔ [ترمذی] 281۔ [احمد بن حنبل: مسند] 282۔ [بخاری]

قیام کے بعد جب مہمان رخصت ہونا چاہتے تو آپ ﷺ حضرت بلالؓ سے فرماتے: ان کو اسی طرح سامان دو جس طرح آنے والے مہمان کو دیا جاتا ہے۔ دستور کے مطابق بوقت رخصت عام طور پر فی کس پانچ اوقیہ چاندی دی جاتی تھی۔ (283)

آپ ﷺ کی مجلس میں بعض غیر مسلم مہمان آداب مجلس ملحوظ نہ رکھتے مگر آپ ﷺ انھیں معاف فرما دیتے۔ بعض یہودی مجلس میں آکر السلام علیکم کے بجائے (معاذ اللہ) السام علیکم کی بددعا دیتے مگر آپ ﷺ درگزر فرماتے۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے جواب میں وعلیکم السام کے الفاظ کہے تو آپ ﷺ نے ناپسند کیا۔ (284)

آپ ﷺ کے گھر میں اگر کوئی غیر مسلم مہمان آتا تو اس کی خاطر مدارت میں کمی نہ کی جاتی، آپ ﷺ خود بنفس نفیس ان کی خدمت فرماتے۔ نصاریٰ کے نجران کو نہ صرف مسجد میں ٹھہرایا بلکہ ان کو اپنے طریقے کے مطابق مسجد ہی میں عبادت کرنے کی اجازت عطا فرما دی۔ (285)

دشمنوں سے سلوک

آپ ﷺ صرف اپنوں کے لیے ہی نہیں بلکہ دشمنوں کے لیے بھی مجسمہ رحمت و شفقت تھے۔ آپ ﷺ نے کبھی کسی دشمن سے اپنی ذاتی عداوت کا انتقام نہیں لیا۔ (286) آپ ﷺ سے متعدد مرتبہ مشرکین کے حق میں بددعا کرنے کی درخواست کی گئی۔ آپ ﷺ نے ایسے موقعوں پر فرمایا: اے اللہ! میری قوم کو ہدایت فرما کیونکہ وہ نہیں جانتے۔ (287) ایک دوسرے موقع پر بنو دوس کے حق میں اسی قسم کی بددعا کی درخواست کی گئی تو فرمایا: اے اللہ! بنو دوس کو ہدایت دے اور انھیں مسلمان کر کے لا۔ (288) ہجرت کے بعد مکے والوں پر کوئی قدرتی وبا (مثلاً قحط) آتی اور وہ آپ ﷺ کے پاس دعا کے لیے حاضر ہوتے تو آپ ﷺ ان کی دشمنی کے باوجود ان کے حق میں دعائے خیر فرماتے۔ (289) بنو ثقیف کے حق میں بددعا کی درخواست کی گئی تو فرمایا: اے اللہ! بنو ثقیف کو ہدایت دے اور ان کو مسلمان بنا کر لا۔ (290)

283۔ [ابن سعد] 284۔ [ابوداؤد] 285۔ [ابن القیم: زاد المعاد] 286۔ [ابوداؤد]
287۔ [بخاری] 288۔ [مسلم] 289۔ [بخاری] 290۔ [ابن سعد]

جہاں تک مروت و احسان کا تعلق تھا تو اس میں آپ ﷺ اپنے اور بے گانے میں تمیز روا نہ رکھتے۔ آپ ﷺ مشرکین کے تحفے تحائف قبول فرماتے اور انھیں بدلہ بھی دیتے۔ (291) اگر کوئی یہودی رضا کارانہ طور پر آپ ﷺ کی خدمت کرنا چاہتا تو اسے منع نہ فرماتے۔ اگر کسی یہودی کا کسی مسلمان سے حتیٰ کہ آپ ﷺ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فضیلت کے بارے میں بھی جھگڑا ہو جاتا تو آپ ﷺ نرمی سے مسلمان کو سمجھا دیتے۔ (292) بعض یہودی آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کرتے مگر آپ ﷺ ہمیشہ درگزر اور تحمل سے کام لیتے۔ فتح مکہ کے بعد آپ ﷺ نے اپنے جانی دشمنوں کو معاف کر کے انسانی تاریخ کا بے مثال نمونہ پیش کیا۔

حیوانات پر مہربانی

آپ ﷺ کے قلب اطہر میں بنی نوع انسان کے لیے ہی نہیں بلکہ تمام جانداروں کے لیے بھی شفقت و رحمت کا جذبہ موجزن رہتا تھا۔ اسی بناء پر آپ ﷺ صحابہؓ کو جانوروں کی عمدہ دیکھ بھال کرنے کی تلقین فرماتے۔ اگر کسی جانور کو بدحال دیکھتے تو فرماتے: ان بے زبانوں کے بارے میں خدا سے ڈرو۔ ان پر سواری بھی اچھے طریقے سے کرو اور ان کو کھانا بھی عمدہ طریقے سے دو۔ (293) اگر کسی جانور کے منہ پر داغ لگے نظر آتے تو سخت خفا ہوتے اور فرماتے: کیا تمھیں میری بات نہیں پہنچی کہ میں نے بے زبانوں کے منہ پر داغ لگانے اور ان کی شکلیں بگاڑنے سے منع کیا ہے۔ (294) اگر کسی کو مرغ کی سحر خیزی کی وجہ سے شکایت پیدا ہوتی ہو تو فرماتے: مرغ کو برا بھلا نہ کہو کیونکہ وہ نماز کے لیے جگاتا ہے۔ مزید فرمایا: جب تم مرغ کی بانگ سنو تو خدا سے اس کا فضل مانگو کیونکہ وہ کسی رحمت کے فرشتے کو دیکھ کر بولتا ہے۔ مزید فرمایا: اگر کسی کے لگائے ہوئے کھیت کو کوئی جانور یا پرندہ چر جائے تو لگانے والے کو صدقے کا اجر ملے گا۔ (295)

رحمت دو عالم ﷺ نے نہ صرف جانوروں کے ساتھ مہربانی کے سلوک کی تعلیم دی بلکہ دور جاہلیت کی وہ رسمیں بھی ختم کروائیں جو جانوروں کو ایذا پہنچاتی تھیں۔ مثلاً زندہ جانور کا گوشت یا ان کی دم کاٹنا

291- [ترمذی]
292- [بخاری]
293- [ابوداؤد]
294- [مسلم]
295- [بخاری]

ن کو باہم لڑانا، ان پر نشانہ بازی کرنا وغیرہ۔ ان تمام امور کو آپ ﷺ نے بے رحمی سے تعبیر کیا اور ان کی ممانعت کی۔ پرندوں کے انڈوں کو چرالینا، یا ان کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو پکڑ لینا عرب میں عام طور پر رائج تھا۔ آپ ﷺ کے سامنے ایک دو مرتبہ ان کو دہرایا گیا تو آپ ﷺ نے ہر بار سختی سے منع فرمایا۔ مختصر یہ کہ سرورِ دو عالم ﷺ تمام موجود و غیر موجود، اپنوں اور بے گانوں، انسانوں اور جانوروں بھی کے لیے مجسمہ رحمت و شفقت تھے۔ آپ ﷺ کی شفقت اور مہربانی بلا امتیاز رنگ و نسل ہر شخص کے لیے تھی۔ آپ ﷺ کی شخصیت ہر لحاظ سے بے مثال اور آپ ﷺ کے عظیم اخلاق انسانوں کے لیے بہترین نمونہ تھے۔

نیک عمل

ایمان کے بعد دین کا اہم ترین مطالبہ تزکیۂ اخلاق ہے۔ مسلمان کا فرض ہے کہ وہ قرآن و سنت کی روشنی میں اپنے عمل کو پاکیزہ بنائیں۔ نیک عمل کو عملِ صالح سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے نیک عمل کرنے والوں کو جنت کی خوشخبری سنائی ہے اور نیک عمل کرنے کا حکم بار بار آیا ہے۔

> ''اور جو اس کے حضور مومن ہو کر آئیں گے اس طرح کہ انھوں نے نیک عمل کیے ہوں گے وہی ہیں جن کے لیے اونچے درجے ہیں، سدا بہار باغ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ صلہ ہے ان کا جو پاکیزگی اختیار کریں۔''(296)

حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے۔ تم میں سے بہترین لوگ وہی ہیں جو اپنے اخلاق میں دوسروں سے اچھے ہیں۔(297) یہی لوگ مجھے زیادہ محبوب بھی ہیں۔(298) قیامت کے دن آدمی کی میزان میں سب سے زیادہ بھاری چیز اچھے اخلاق ہی ہوں گے۔(299) بندۂ مومن وہی درجہ حسنِ اخلاق سے حاصل کر لیتا ہے جو کسی شخص کو دن کے روزوں اور رات کی نمازوں سے حاصل ہوتا ہے۔(300) نیکی حسنِ اخلاق ہے اور گناہ وہ ہے جو تمھارے دل میں وسوسہ پیدا کرے اور تم یہ

296۔[76:5] 297۔[بخاری، مسلم] 298۔[بخاری] 299۔[ترمذی] 300۔[ترمذی، ابو داؤد]

پسند نہ کرو کہ دوسرے لوگ اسے جانیں۔(301)

روایتوں میں ایک تمثیل کے ذریعے یہی بات اس طرح سمجھائی گئی ہے۔تم جس منزل تک پہنچنا چاہتے ہو اس کے لیے ایک سیدھا راستہ تمھارے سامنے ہے جس کے دونوں طرف دو دیواریں کھنچی ہوئی ہیں دونوں میں دروازے کھلے ہیں جن پر پردے پڑے ہوئے ہیں راستے کے سرے پر ایک پکارنے والا پکار رہا ہے کہ اندر آجاؤ اور سیدھے چلتے رہو اس کے باوجود کوئی شخص اگر دائیں بائیں کے دروازوں کا پردہ اٹھانا چاہے تو اوپر ایک منادی پکار کر کہتا ہے خبردار پردہ نہ اٹھانا اٹھاؤ گے تو اندر چلے جاؤ گے۔ فرمایا کہ یہ راستہ اسلام ہے، دیواریں اللہ کی حدود ہیں دروازے اس کی قائم کردہ حرمتیں ہیں، اوپر سے پکارنے والا منادی خدا کا وہ واعظ ہے جو ہر بندۂ مومن کے دل میں ہے، اور راستے کے سرے پر پکارنے والا قرآن ہے۔(302)

''بے شک یہ قرآن اس راستے کی رہنمائی کرتا ہے جو بالکل سیدھا ہے اور اپنے ماننے والوں کو جو اچھے عمل کرتے ہیں اس بات کی بشارت دیتا ہے ان کے لیے بہت بڑا اجر ہے۔''(303)

''اللہ تمھیں عدل اور احسان اور قرابت مندوں کو دیتے رہنے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی، برائی اور سرکشی کو روکتا ہے۔ وہ تمھیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم یاددہانی حاصل کرو۔''(304)

''ان سے کہہ دو کہ میرے پروردگار نے تو بے حیائی کو خواہ وہ کھلی ہو یا چھپی اور حق تلفی اور ناحق زیادتی کو ہی ممنوع قرار دیا ہے۔''(305)

قرآن پاک صراطِ مستقیم دکھانے والی کتاب ہے۔ ارشادِ ربانی ہے۔ اے محمد کہہ دو کہ ''لوگو! تمھارے پاس تمھارے رَبّ کی طرف سے حق آچکا ہے۔ اب جو سیدھی راہ اختیار کرے اس کی راست روی اس کے لیے مفید ہے اور جو گمراہ رہے اس کی گمراہی اس کے لیے تباہ کن ہے اور میں تم

301۔[مسلم] 302۔[ترمذی] 303۔[17:19] 304۔[16:90]
305۔[7:33]

پر نگران اور تمھارے اعمال کا ذمہ دار نہیں۔"(306)

آپ سے بہترین نیکی کے بارے میں پوچھا گیا آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا "غصہ نہ کرو" آپ ﷺ نے غصے کی حالت میں وضو کرنے اور کھڑا ہو تو بیٹھ جانے کا حکم دیا۔(307)

حضرت ابو بکرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب لوگوں کا یہ حال ہو جائے کہ وہ برائی کو دیکھیں اور اسے بدلنے کی کوشش نہ کریں۔ ظالم کو ظلم کرتے دیکھیں اور اس کا ہاتھ نہ روکیں تو قریب ہے کہ اللہ سب کو اپنے عذاب میں لپیٹ لے خدا کی قسم تم کو لازم ہے کہ نیکی کا حکم دو اور برائی سے روکو ورنہ اللہ تم پر ایسے حکمران مسلط کر دے گا جو بدکردار ہوں گے اور وہ تم کو سخت تکلیف دیں گے پھر تم نیک لوگ خدا سے دعائیں مانگو گے مگر وہ قبول نہ ہوں گی۔(308)

"کہہ دیجیے اے میرے بندو! جو ایمان لائے ہو ڈرو اپنے رَبّ سے جن لوگوں نے اس دنیا میں دوسروں کے ساتھ نیکی کی ہے ان کے لیے آخرت میں بھلائی ہے۔"(309)

"اور تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو خیر کی طرف بلائے، نیک کام کرنے کا حکم دے اور بُرے کاموں سے روکے اور یہی لوگ کامیابی پانے والے ہیں۔"(310)

خدمتِ خلق

حضور اکرم ﷺ نے ساری عمر انسانوں کی خدمتِ خلق میں گزار دی آپ عظیم مصلح اور محسنِ انسانیت تھے۔ آپ ﷺ نے وعظ و نصیحت کے بجائے عملی نمونہ پیش کیا اسی لیے رَبّ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی زندگی کو "اسوۂ حسنہ" قرار دیا اور اپنے بندوں کو آپ ﷺ کی پیروی کی تلقین کی۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

306-[108:10] 307-[بخاری] 308-[ترمذی، ابوداؤد] 309-[195:2]
310-[8:5]

''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اسے ظالم کے حوالے کرتا ہے جو آدمی اپنے بھائی کی حاجت روائی کرے گا تو اللہ اس کی حاجت پوری کرے گا اور جس نے کسی مسلمان کی ایک تکلیف دور کی تو اللہ تعالی قیامت کے روز اس کی مشکلات میں سے ایک مشکل دور کر دے گا۔(311)

''تو ایمان والوں کو آپس کی رحمت و محبت میں ایک جسم کی مانند دیکھے گا جب کسی عضو کو تکلیف پہنچتی ہے تو تمام بدن کے اعضاء بیماری اور بخار میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔''(312)

''بیوہ اور غریب کے لیے دوڑ دھوپ کرنے والا خدا کی راہ کے مجاہد کی طرح ہے اور اس کے برابر جو دن بھر روزہ رکھتا ہے اور رات بھر نماز پڑھتا ہے۔''(313)

''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے وہ (بھلائی) نہ چاہے جو اپنے لیے چاہتا ہے۔''(314)

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالی اس وقت تک اپنے بندے کی مدد میں رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے۔''(315)

''حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص میری امت میں سے کسی شخص کی (دنیوی و دینی) حاجت پوری کرے اور اس کا منشا اسے خوش کرنا ہو تو اس نے مجھ کو خوش کیا اور جس نے مجھے خوش کیا اللہ نے اس کو جنت میں داخل کرنے کا وعدہ کر لیا۔''(316)

حضرت جریرؓ سے روایت ہے کہ مُضر قبیلے کے لوگ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، یہ لوگ ننگے پاؤں ننگے بدن اور پھٹی پرانی چادریں پہنے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ ان کو دیکھ کر پریشان

311۔[بخاری] 312۔[مسلم] 313۔[بخاری] 314۔[بخاری] 315۔[ترمذی]
316۔[مشکوۃ]

ہو گئے۔ لوگوں کو جمع کیا اور ان کو نادار لوگوں کی مدد کی ترغیب دی۔ دیکھتے ہی دیکھتے نقدی اور کپڑوں کا ڈھیر لگ گیا۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا "جس شخص نے کوئی اچھا طریقہ نکالا تو اس کے لیے اس کا اجر ہے اور ان لوگوں کا بھی اجر ہے جو اس کے بعد اس پر عمل کریں گے اور ان عمل کرنے والوں کے اجر میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی اور جس شخص نے کوئی برا طریقہ نکالا یا رائج کیا تو اس پر اس کا گناہ ہوگا اور ان لوگوں کا بھی گناہ ہوگا جو اس کے بعد اس پر عمل کریں گے اور ان کے گناہوں میں سے کچھ بھی کمی نہیں کی جائے گی۔ (317)

317۔ [مسلم]

معاملاتِ رسول ﷺ

حضور اکرم ﷺ کی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو جو کچھ قرآن حکیم میں لفظوں کی صورت میں ہے وہ آپ ﷺ کی زندگی میں عمل کی صورت میں نظر آتا ہے گویا اگر قرآن پر عمل کو فراموش کر دیا جائے تو معاملات کا ایک مجموعہ باقی رہ جاتا ہے قرآن کا عملی پہلو اہمیت کا حامل ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے عملی نمونہ پیش کر کے ثابت کیا کہ قرآن کوئی نظریے اور فلسفے کی کتاب نہیں بلکہ قرآن کے مطابق عملی نمونہ پیش کرنا ضروری ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنی زندگی کے معاملات قرآن کی روشنی میں طے کیے۔ عبادات کے ساتھ معاملات پر عمل کر کے ہی ایک صالح معاشرہ وجود میں آ سکتا ہے اور یہی آپ ﷺ سے سیکھتے ہیں۔

ایک مرتبہ ایک صحابی حضرت ثمامہ بن اثال کو گرفتار کر کے مدینے لے آیا۔ ان کا تعلق قبیلہ حنیفہ سے تھا۔ آپ ﷺ نے ثمامہ کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تو اس نے انکار کیا اور تاوان دینے پر راضی ہوگیا۔ آپ ﷺ نے تین دن تک تحویل میں رکھا۔ ثمامہ مسلسل اپنا مذہب ترک کرنے سے انکار کرتا رہا۔ آپ ﷺ نے کوئی معاوضہ لیے بغیر اسے رہا کر دیا حالانکہ اس نے حضور اکرم ﷺ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنا رکھا تھا۔ ثمامہ آپ ﷺ کے حسن سلوک سے بہت متاثر ہوا۔ مدینے سے باہر آ کر ایک کھجور کے باغ میں پہنچا اور غسل کرنے کے بعد آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کی۔ پھر وہاں سے اپنے گھر جانے کی بجائے بیت اللہ پہنچا اور عمرہ ادا کیا۔ قریش نے ثمامہ کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا کہ وہ بد مذہب ہو گیا۔ ثمامہ نے کہا میں بد مذہب نہیں ہوں میں نے دین محمد ﷺ قبول کر لیا ہے۔ ثمامہ نے قریش سے کہا سن لو اے قریش یہ جو آپ لوگوں کو میرے علاقے یمامہ سے گندم ملتی ہے اب حضور اکرم ﷺ کی اجازت کے بغیر گندم کا ایک دانہ بھی مکہ

نہیں آسکتا۔ ثمامہؓ نے یمامہ پہنچ کر گندم کی مکہ برآمد بند کر دی۔ قریش سخت پریشان ہو گئے اور انھوں نے حضور اکرم ﷺ کے نام یہ خط لکھا:

"قریش کی جانب سے اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں ثمامہ بن اثال کے بارے میں خط، آپ ﷺ دوسروں کو صلہ رحمی کی ہدایت فرماتے ہیں اور خود قطع رحمی کا ارتکاب کرتے ہیں۔ آپ ﷺ کے رفقاء میں ثمامہ نے غضب کر دیا ہے اور ہمارے لیے گندم کی برآمد روک لی ہے جس سے ہم بے حد تکلیف میں ہیں۔ اگر آپ ﷺ ثمامہ کو لکھ سکیں کہ یہ پابندی وہ دور کر دے تو آپ ﷺ کی عنایت ہوگی۔"

قریش کا خط ملنے کے بعد آپ ﷺ نے ثمامہ کو ہدایت فرمائی کہ قریش پر غلہ کی برآمد پر پابندی ہٹالو۔[1]

اہلِ مکہ نے صلح حدیبیہ سے قبل ابوبصیرؓ کو اسلام قبول کرنے کی پاداش میں گرفتار کر رکھا تھا۔ صلح حدیبیہ میں یہ شرط طے پائی کہ اگر مکہ کا کوئی فرد بھاگ کر مدینہ آئے گا تو اسے واپس کر دیا جائے گا۔ صلح حدیبیہ کے بعد ابوبصیرؓ قید سے بھاگ کر مدینہ چلے آئے۔ قریش نے اپنے دو نمائندے مدینہ روانہ کر کے آپ ﷺ سے ابوبصیرؓ کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ حضور اکرم ﷺ نے ابوبصیرؓ کو بلا کر فرمایا۔ "ہمارے اور اہلِ مکہ کے درمیان معاہدے کے مطابق آپ قریش کے نمائندوں کے ساتھ مکے چلے جائیے۔" ابوبصیرؓ بلا تامل ان کے ساتھ چل دیے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا چچا عبداللہ بن جدعان بن کعب بڑا فیاض شخص تھا۔ وہ زمانۂ جاہلیت میں لوگوں کو کھلے دل کے ساتھ کھانا کھلاتا تھا۔ اسے اتفاق سے پہاڑوں کے درمیان ایک غار سے سونے، ہیرے اور جواہرات کا ایک چھپا ہوا خزانہ مل گیا تھا۔ اس نے یہ خزانہ لوگوں کو کھلانے میں صرف کر دیا۔ ایک بار اس نے دو ہزار اونٹ شام بھیجے جن پر گندم، شہد اور گھی لاد کر لایا گیا۔ وہ ہر رات خانہ کعبہ کی چھت سے منادی کراتا اور لوگوں کو کھانے کی دعوت دیتا۔ اس کی دیگ اس قدر بڑی

1۔ [حمید اللہ: سیاسی وثیقہ جات]

ہوتی کہ سیڑھی لگا کر اس میں سے کھانا نکالا جاتا اور اونٹ سوار اپنی سواری کی پیٹھ پر ہی کھانا لے کر کھا لیتا تھا۔(2) حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''میں عبداللہ بن جدعان کی دیگ کی چھاؤں میں سایہ حاصل کرتا تھا۔''(3) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے ''میں نے دریافت کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! ابن جدعان زمانہ جاہلیت میں صلہ رحمی کرتا اور مسکینوں کو کھانا کھلایا کرتا تھا کیا یہ سب اس کے حق میں نفع بخش ثابت ہوں گے۔'' رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ''نہیں یہ سب اس کے کچھ کام نہ آئیں گے کیونکہ اس نے کبھی بھی (اپنی بندگی اور عبودیت کا اظہار کر کے) یہ نہیں کہا اے میرے پروردگار قیامت کے دن میری خطاؤں کو معاف کر دینا۔''(4)

ایک روز رسول اکرم ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ زین بن سعد یہودی عالم آپ ﷺ کی مجلس میں آیا اور حضور اکرم ﷺ کا گریبان پکڑ کر بڑی سختی سے کھینچا اور درشت لہجے میں کہنے لگا ''اے محمد ﷺ جو قرض تم نے مجھ سے لے رکھا ہے ادا کرو تم بنو ہاشم کے لوگ قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول سے کام لیتے ہو۔'' حضور اکرم ﷺ نے اس یہودی سے چند درہم بطور قرض لے رکھے تھے مگر ادائیگی کا وقت باقی تھا۔ یہودی کی گستاخی دیکھ کر حضرت عمرؓ کھڑے ہو گئے اور اپنی تلوار لہراتے ہوئے کہا ''اے اللہ کے رسول ﷺ آپ مجھے اجازت فرمائیں کہ میں اس گستاخ کی گردن اڑا دوں۔'' رسول رحمت ﷺ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا ''عمر اس یہودی سے کہو کہ وہ بہتر طریقے سے اپنا قرض طلب کرے اور مجھے حسن ادائیگی کے لیے کہو۔'' یہودی یہ سن کر کہنے لگا ''اے محمد ﷺ اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق سے نواز کر مبعوث فرمایا میں اپنا قرض وصول کرنے نہیں آیا بلکہ اس لیے آیا تھا کہ آپ ﷺ کے اخلاق کا امتحان لوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ میں اپنا قرض مسلمانوں پر صدقہ و خیرات کرتا ہوں۔''(5)

فتح مکہ سے کچھ دن قبل رسول اکرم ﷺ کے داماد ابوالعاص بن ربیع تجارت کی غرض سے قریش کے ایک قافلے کے ساتھ شام کی طرف گئے ان کے ساتھ قریش کے اموال بھی تھے۔ ملک شام سے واپسی پر رسول اکرم ﷺ کے بھیجے ہوئے ایک چھوٹے لشکر نے ابوالعاص کے قافلے کا مال چھین لیا

2۔ [مسلم] 3۔ [البدایہ والنہایہ] 4۔ [مسلم] 5۔ [سنن بیہقی]

اور ان کے ساتھیوں کو گرفتار کر لیا۔ ابوالعاص رات کو بھاگ کر مدینہ آ گئے اور اپنے مال کے حصول کے لیے اپنی بیوی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کے گھر پر پناہ طلب کی۔ حضرت زینبؓ نے ان کو پناہ دے دی۔ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز کے لیے اللہ اکبر کہا تو حضرت زینبؓ نے عورتوں کی صف سے آواز دیتے ہوئے کہا ''لوگو! میں نے ابوالعاص بن ربیع کو پناہ دی ہوئی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سلام پھیرا تو لوگوں سے متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا ''میں نے جو کچھ سنا ہے وہ تم لوگوں نے بھی سنا ہے۔'' صحابہ کرام نے عرض کی ''ہاں۔'' رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے مجھے اس سلسلے میں کچھ خبر نہ تھی کہ میری صاحبزادی نے ابوالعاص کو پناہ دے رکھی ہے یہاں تک کہ میں نے ابھی یہ بات سنی جو تم نے بھی سنی ہے۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''مسلمانوں میں سے کوئی ادنیٰ آدمی بھی کسی کو پناہ دے سکتا ہے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی کو ہدایت فرمائی ''ابوالعاص کی رہائش کا اچھی طرح بندوبست کرو مگر وہ تمھارے قریب نہ آنے پائے کیونکہ تم اس کے لیے حلال نہیں ہو (وہ کافر ہے تم مسلمان ہو)۔ حضرت زینبؓ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ ابوالعاص اپنا مال طلب کرنے کی غرض سے آئے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان افراد کو اکٹھا کیا جنھوں نے مال چھینا تھا اور ان سے ارشاد فرمایا:

> ''جیسے کہ تم لوگ جانتے ہو کہ ابوالعاص ہمارے رشتے داروں میں سے ہے اور تم لوگوں نے اس کا مال چھینا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تمھیں بطور غنیمت عطا فرمایا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اس کے اوپر احسان کرو اور اس کا مال واپس کر دو۔ یہ میری تجویز ہے اگر تم اس بات سے انکار کرتے ہو تو اس مال کے زیادہ حق دار تم ہی لوگ ہو۔''

صحابہ کرام نے خوش دلی کے ساتھ سارا مال ابوالعاص کو واپس کر دیا۔ ابوالعاص مال لے کر مکہ گئے اور قریش کی امانت ان کو لوٹا دی اور اس کے بعد کلمہ شہادت پڑھا اور قریش سے کہا:

''اللہ کی قسم مدینہ میں مجھے اسلام قبول کرنے سے کوئی چیز مانع نہیں تھی صرف

یہ خدشہ تھا کہ کہیں تم اس بدگمانی میں مبتلا نہ ہو جاؤ کہ میں نے تمھارا مال ہڑپ کرلیا۔ اس کے بعد ابوالعاص مدینہ چلے گئے اور رسول اکرم ﷺ نے نکاح اول پر ہی اپنی بیٹی کو ان کے پاس لوٹا دیا۔''(6)

جنگِ بدر کے قیدیوں میں ایک شاعر ابوعزہ عمرو بن عبداللہ بھی تھا اس نے رسول اکرم ﷺ سے عرض کی "اے اللہ کے رسول ﷺ میرے حالات آپ ﷺ سے مخفی نہیں ہیں۔ آپ ﷺ کو یہ بھی معلوم ہے کہ میں ایک محتاج اور کثیر العیال آدمی ہوں اس لیے میری درخواست ہے کہ آپ ﷺ مجھ پر احسان فرمائیں اور مجھے رہا فرمادیں۔ میں مسلمانوں کے مقابلے کے لیے اس لیے نکلا تھا کہ مجھے اپنے اہل وعیال کے لیے کچھ حاصل ہو جائے۔'' آپ ﷺ نے ابوعزہ کی محتاجی کو دیکھتے ہوئے اسے رہا کر دیا اور اس سے عہد لیا کہ آئندہ وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ میں شریک نہیں ہوگا۔ ابوعزہ نے رہائی کے بعد بدعہدی کی۔ اپنی شاعری سے قریش کو مسلمانوں کے خلاف اُکسایا اور اتفاق سے جنگِ احد میں دوبارہ قیدی بن گیا۔ اس نے اس بار پھر اپنی رہائی کے لیے درخواست کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا "مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا میں تمھیں نہیں چھوڑ سکتا کہیں تم مکہ پہنچ کر دائیں بائیں دیکھ کر فخر کے ساتھ یہ نہ کہو کہ تم نے محمد ﷺ کو دو مرتبہ دھوکا دیا۔'' آپ ﷺ کے حکم سے اس کی گردن اُڑا دی گئی۔ (7)

نعیم بن مسعود اشجعیؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ مسیلمہ کذاب نے اپنے دو قاصدوں کو خط دے کر رسول اکرم ﷺ کے پاس بھیجا۔ آپ ﷺ نے خط سنا تو دونوں قاصدوں سے پوچھا کہ مسیلمہ کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ دونوں نے جواب دیا "ہم تسلیم کرتے ہیں کہ مسیلمہ نبی ہے۔'' ان کی باتیں سن کر رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا "اللہ کی قسم اگر یہ بات آڑے نہ آتی کہ قاصد کو قتل نہیں کیا جاتا تو میں ضرور تم دونوں کی گردنیں اُڑا دیتا۔'' آپ ﷺ نے دونوں کو واپس جانے دیا۔ (8)

حضرت انسؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں ایک مرتبہ میں اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ تھا۔ آپ ﷺ کے جسم پر گاڑھے حاشیے والی چادر تھی۔ ایک بدو آیا اس نے آپ ﷺ کی چادر اس قدر

6۔ [اسد الغابہ۔ البیہقی] 7۔ [بخاری، مسلم۔ ابن ہشام] 8۔ [ابوداؤد]

زور سے کھینچی کہ آپ ﷺ کے مبارک کندھے پر نشان پڑ گئے پھر وہ نہایت بدتمیزی سے کہنے لگا۔ اے محمد ﷺ میرے ان دو اونٹوں پر اللہ کا مال لدوا دو اور سن لو یہ مال نہ تمھارا ہے نہ تمھارے باپ کا ہے۔ آپ ﷺ بدو کی اس بے ہودہ گفتگو پر خاموش رہے تھوڑی دیر بعد فرمایا سنو مال تو اللہ کا دیا ہوا ہے میں اس کا بندہ ہوں لیکن تم نے جو مجھ سے بدتمیزی کی ہے اس کا بدلہ تو لیا جا سکتا ہے۔ اس نے کہا آپ ﷺ کی بات تو درست ہے مگر میں جانتا ہوں کہ آپ ﷺ ایسا نہیں کریں گے۔ آپ ﷺ نے پوچھا آخر کیوں؟ بدو بولا "اس لیے کہ آپ ﷺ برائی کا جواب برائی سے نہیں دیتے۔" اللہ کے رسول ﷺ اس کا جواب سن کر مسکرا دیے اور پھر حکم دیا کہ بدو کے ایک اونٹ پر جو اور دوسرے پر کھجوریں لادوی جائیں۔ (9)

ایک حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے اپنی زندگی کا مفہوم بیان کرنے کے لیے اپنے رب کے نو احکامات کا ذکر فرمایا:

(1) ظاہر و باطن ہر حال میں خدا سے ڈرتا رہوں۔ (2) غصہ اور خوشی دونوں میں انصاف کی بات کہوں۔ (3)۔ غریبی اور امیری میں اعتدال پر قائم رہوں۔ (4) جو مجھ سے کٹے ہیں میں اس سے جڑوں۔ (5) جو مجھے محروم کرے میں اسے دوں۔ (6) جو مجھ پر ظلم کرے میں اس کو معاف کر دوں۔ (7) میری خاموشی غور وفکر کی خاموشی ہو۔ (8) میرا بولنا (ذکر) یادِ الٰہی کا بولنا ہو۔ (9) میرا دیکھنا عبرت کا دیکھنا ہو۔ (10)

ارشاد ربانی ہے:

> "اللہ کو پاکیزگی اختیار کرنے والے ہی پسند ہیں پھر تمہارا کیا خیال ہے کہ بہتر انسان وہ ہے جس نے اپنی (زندگی) عمارت کی بنیاد خدا کے خوف اور اس کی رضا کی طلب پر رکھی ہو۔" [9:108-109]

عبد یالیل طائف کا رئیس تھا، اس کے خاندان نے آپ ﷺ سے اس قدر ظلم کیے تھے کہ جب حضرت عائشہؓ نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ زندگی میں آپ ﷺ کے لیے سب سے سخت دن کون سا

9۔ [الشفاء] 10۔ [نسائی۔ مسند احمد]

تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ طائف کا دن تھا۔ عبد یالیل طائف کا وفد لے کر مدینہ آیا۔ آپ ﷺ نے اس کے لیے مسجد میں خیمہ نصب کرایا۔ ہر روز عشاء کی نماز کے بعد اس سے ملنے کے لیے جاتے۔ آپ ﷺ اسے مکہ کی رنج بھری داستان سناتے، اس کا دل پسیج جاتا اور سر ندامت سے جھک جاتا کیونکہ جو المناک سلوک اس نے طائف میں آپ ﷺ کے ساتھ کیا تھا وہ اس کی آنکھوں کے سامنے آجاتا۔ آپ ﷺ نے دشمن سے پیار کرنے کا عملی نمونہ پیش کر دیا۔(11)

ایک مرتبہ ایک عورت مکہ کی ایک گلی سے گزر رہی تھی اس کے سر پر اتنا بوجھ تھا کہ وہ بڑی مشکل سے قدم اُٹھا رہی تھی اور لوگ اس کا تمسخر اُڑا رہے تھے۔ آپ ﷺ اس عورت کو مشکل میں دیکھ کر اس کے قریب تشریف لائے اور اس کا بوجھ اُٹھا کر اسے منزل پر پہنچا دیا۔ حضرت خدیجہؓ نے اسی خوبی کی بناء پر کہا تھا ”آپ ﷺ بے سہاروں کا سہارا ہیں۔“(12)

ایک روز آپ ﷺ نے دیکھا کہ ایک غلام آٹا پیس رہا ہے مگر درد سے کراہ بھی رہا ہے۔ آپ ﷺ نے غلام سے کراہنے کی وجہ پوچھی تو پتہ چلا کہ وہ بیمار ہے مگر اس کا ظالم آقا اسے چھٹی نہیں دیتا۔ آپ ﷺ نے اسے لٹا دیا اور اس کا آٹا خود پیس دیا نیز فرمایا ”جب تم آٹا پیسنے کے قابل نہ ہو تو مجھے بلا لیا کرو۔“(13)

ایک روز حضور اکرم ﷺ ایک گلی سے گزر رہے تھے کہ اندھی عورت ٹھوکر کھا کر گر پڑی۔ اوباش لوگ عورت کو گرتے دیکھ کر ہنسنے لگے۔ آپ ﷺ عورت کو اس حالت میں دیکھ کر افسردہ ہوئے اور ان کی آنکھیں پرنم ہو گئیں۔ آپ ﷺ نے اندھی عورت کو اُٹھایا اور اس کے گھر پہنچا دیا۔ اس واقعے کے بعد آپ ﷺ ہر روز اس عورت کے گھر کھانا لے کر جاتے تھے۔(14)

ایک مرتبہ ایک بدو حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی ”اے محمد ﷺ ان دونوں پہاڑوں کے درمیان بکریوں کے جتنے ریوڑ ہیں مجھ کو دے دو۔“ رسول اکرم ﷺ نے اسی وقت وہ سب اس کو دے دیا۔ بدو پر اس سخاوت کا اس قدر اثر ہوا کہ اس نے اپنے قبیلے میں جا کر کہا ”بھائیو! اسلام قبول کر لو محمد ﷺ اتنا دیتے ہیں کہ کسی کو فقر و افلاس کا ڈر ہی نہیں رہتا۔“(15)

11۔ [زرقانی] 12۔ [ترمذی] 13۔ [ترمذی] 14۔ [ترمذی] 15۔ [مسلم]

ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ عید کے روز کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ راستے میں ایک بچے کو دیکھا جو دوسرے بچوں سے الگ تھلگ افسردہ اور مغموم بیٹھا تھا۔ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا ''تم مغموم کیوں بیٹھے ہو جب کہ تمھارے ساتھی کھیل کود رہے ہیں؟'' بچے نے جواب دیا ''میرا باپ فوت ہوگیا ہے اور ماں نے دوسری شادی کر لی ہے۔ اب میرا کوئی سرپرست نہیں ہے۔'' رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''کیا تم کو یہ پسند نہیں کہ اللہ کا رسول تمھارا باپ ہو، عائشہؓ تمھاری ماں ہو اور فاطمہ تمھاری بہن ہو۔'' بچہ آپ ﷺ کی بات سن کر خوش ہوگیا اور آپ ﷺ نے اسے اپنے سایۂ عاطفت میں لے لیا۔(16)

ایک مرتبہ ایک سفر کے دوران صحابہ کرام نے بکری ذبح کرنے کا ارادہ کیا اور سب نے کوئی نہ کوئی کام اپنے ذمے لے لیا۔ بکری ذبح کرنے، کھال اُتارنے، گوشت کاٹنے اور پکانے کی ذمے داریاں تقسیم ہوگئیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ گوشت پکانے کے لیے لکڑیاں جمع کرنا میرے ذمے ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کی حضور یہ کام ہم خود کر لیں گے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''مجھے معلوم ہے کہ تم یہ کام بھی کر لو گے مگر حق تعالیٰ کو پسند نہیں کہ میں تم میں ممتاز بن کر بیٹھا رہوں۔ مجھے اپنے حصے کا کام کرنا چاہیے۔''(17)

ایک دن معاذ بن جبلؓ نے بکری ذبح کی۔ وہ اس کی کھال اُتار رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس سے گزرے اور دیکھا کہ معاذ کو کھال اُتارنے کا ڈھنگ نہیں آ رہا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''معاذ ہٹ جاؤ میں تمھیں بتاتا ہوں کہ کھال کیسے اُتاری جاتی ہے۔'' آپ ﷺ نے بکری کی کھال اُتاری اور ارشاد فرمایا ''نوجوان اس طرح کھال اُتارا کرو۔''(18)

عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت ابوبکر صدیقؓ دوپہر میں مسجد کی جانب روانہ ہوئے۔ حضرت عمرؓ کو علم ہوا تو وہ بھی چلچلاتی دھوپ میں گھر سے باہر نکل آئے اور مسجد کی جانب چل پڑے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ سے پوچھا ''اس وقت گھر سے نکل کر مسجد کی طرف کیوں آئے۔'' انھوں نے فرمایا ''بھوک اور فاقہ کشی کی وجہ سے پریشان ہو کر مسجد کی جانب نکل آیا۔'' حضرت عمرؓ نے

16- [بخاری] 17- [شمائل ترمذی] 18- [البدایہ والنہایہ]

کہا ''میں بھی اسی وجہ سے گھر سے نکل آیا ہوں۔'' اسی اثناء میں رسول اکرم ﷺ بھی تشریف لے آئے اور دونوں سے دوپہر کے وقت گھر سے نکلنے کی وجہ پوچھی۔ دونوں نے بتایا کہ مسلسل فاقہ کی وجہ سے خدا کے گھر کی جانب نکل آئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں بھی اسی وجہ سے گھر سے نکلا ہوں۔'' آپ ﷺ اپنے دونوں صحابہ کو ساتھ لے کر ابوایوب انصاریؓ کے گھر پر گئے۔ انھوں نے بکری ذبح کی اور گوشت پکا کر مہمانوں کو پیش کیا۔ آپ ﷺ نے بھنے ہوئے گوشت کا ٹکڑا کاٹا اسے روٹی پر رکھا اور ابوایوبؓ سے کہا یہ میری بیٹی فاطمہ کو پہنچا دو کیونکہ اس نے بھی کئی دن سے کچھ نہیں کھایا۔ (19)

ایک صحابی نے کسی جنگ کے دوران ایک غار دیکھا جس کے قریب سبزہ تھا۔ اس نے سوچا کہ گوشہ نشینی کے لیے یہ ایک اچھی جگہ ہے۔ اس صحابی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی ''یارسول اللہ ﷺ مجھے ایک ایسا غار مل گیا ہے جس میں ضرورت کی سب چیزیں موجود ہیں میرا دل چاہتا ہے کہ ترکِ دنیا کر کے وہاں پر گوشہ نشین ہو جاؤں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا ''میں یہودیت اور نصرانیت لے کر دنیا میں نہیں آیا بلکہ آسان دینِ ابراہیمی لے کر آیا ہوں۔'' آپ ﷺ نے رہبانیت سے منع فرمایا۔ (20)

ایک روایت کے مطابق ایک خاتون آپ ﷺ کے لیے ایک چادر لائی جس پر حاشیہ تھا۔ یہ چادر اس عورت نے اپنے ہاتھوں سے بنائی تھی۔ خاتون نے یہ چادر آپ ﷺ کو بطور تحفہ پیش کی۔ آپ ﷺ نے یہ چادر تہبند کے طور پر باندھ لی۔ اسی دوران ایک اعرابی آیا اور عرض کی ''یارسول اللہ ﷺ یہ چادر مجھے عطا کر دیں۔'' آپ ﷺ گھر پر تشریف لے گئے اس چادر کو تہ کیا اور اعرابی کو پیش کر دی۔ لوگوں نے اعرابی سے کہا۔ آپ ﷺ کو چادر پسند تھی اور اس کی ضرورت بھی تھی، تم نے آپ ﷺ سے سوال کیوں کیا۔ اعرابی نے جواب دیا بخدا میں نے تہ بند کے لیے چادر کا سوال نہیں کیا بلکہ میں اسے اپنے کفن کے لیے رکھوں گا تاکہ یہ چادر میری بخشش کا سبب بن جائے۔ (21)

حدیبیہ کے سال جب رسول اکرم ﷺ ادائیگی عمرہ کے لیے اپنے صحابہ کرامؓ کے ساتھ

19- [بخاری] 20- [مسند احمد] 21- [بخاری]

تشریف لے گئے تو مشرکوں نے آپ کو مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے روک دیا۔ قریش مکہ نے اپنے [illegible] ں کو رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں روانہ کیا تا کہ وہ آپ ﷺ کو اس سال عمرہ کیے بغیر مدینہ واپس چلے جانے پر راضی کریں۔ مسلمان قاصد بھی قریش کے پاس گئے تا کہ دونوں طرف سے مفاہمت و مصالحت ہو جائے اور اس طرح جنگ کی آگ جو بھڑکنے کے لیے تیار تھی بجھ جائے۔ قریش نے جن لوگوں کو اپنا قاصد بنا کر رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں روانہ کیا تھا ان میں ایک ابورافع بھی تھے۔ جب وہ قریش کا پیغام لے کر رسول اکرم ﷺ کے پاس آئے اور آپ کے ساتھ تبادلہ خیال ہوا تو ان کے دل میں ایمان جاگزیں ہو گیا اور انھوں نے یہ خواہش ظاہر کی کہ اب وہ اسلام قبول کر کے مسلمانوں ہی کے ساتھ رہ جائیں، مکہ مکرمہ واپس نہ جائیں مگر رسول اکرم ﷺ نے اس وقت ابورافع کو مکہ واپس جانے کا حکم دیا۔

حضرت ابورافعؓ اپنا واقعہ خود بیان کرتے ہیں کہ (صلح حدیبیہ کے سال) قریش مکہ نے مجھے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں روانہ کیا۔ جب میں رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں پہنچا اور آپ کی شخصیت کو دیکھا تو میرے دل میں اسلام کی محبت سما گئی، چنانچہ میں نے عرض کی:

> ''اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ کی قسم! میں ان (قریش) کے پاس ہرگز واپس نہیں جاؤں گا۔''

مگر رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

> ''میں عہد و پیمان نہیں توڑتا اور نہ قاصدوں (پیغامبروں) کو روک رکھتا ہوں تم واپس جاؤ۔ اگر تمھارے دل میں اسلام کی محبت ہو جیسا کہ اس وقت ہے تو مکہ سے واپس آجانا۔''

> ''چنانچہ میں واپس چلا گیا اور بعد میں رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔''(22)

صلح حدیبیہ کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ اگر کوئی مشرک مسلمانوں کے پاس آ گیا تو

22۔ [ابوداؤد]

مسلمان اسے واپس کر دیں گے۔ اس کے برعکس اگر کوئی مسلمان بھاگ کر مشرکین کے پاس چلا گیا تو وہ اسے مسلمانوں کو واپس نہیں کریں گے۔ ابھی معاہدہ لکھا ہی جا رہا تھا کہ ابو جندلؓ بھاگتے ہوئے مسلمانوں کے پاس آئے۔ وہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ جب سہیل بن عمرو نے (جو مشرکین کی طرف سے معاہدہ کرنے آیا تھا) ابو جندل کو دیکھا تو ان کے چہرے پر تھپڑ رسید کیا اور ان کا گریبان پکڑ کر منہ کے بل زمین پر گرا دیا اور کہنے لگا:

"اے محمد ﷺ! اس (ابو جندل) کے آنے سے قبل ہی میرے اور آپ کے درمیان معاہدہ طے پا چکا ہے۔"

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: "بات صحیح ہے۔" (یہ واضح رہے کہ اس وقت تک دستخط نہیں ہوئے تھے بلکہ معاہدہ ابھی لکھا جا رہا تھا)۔

پھر سہیل حضرت ابو جندلؓ کو سختی کے ساتھ کھینچنے لگا اور ابو جندلؓ مسلمانوں کی طرف متوجہ ہو کر زور زور سے آواز دینے لگے:

"اے مسلمانو! کیا میں پھر مشرکین کی طرف لوٹایا جا رہا ہوں جو میرے دین کے باعث مجھے آزمائش میں ڈالیں گے؟"

اس وقت مسلمان اور بالخصوص عمر بن خطابؓ سخت بے چین اور مضطرب تھے۔ رسول اکرم ﷺ نے اس موقع پر بھی اپنے عہد و پیمان کی حفاظت فرمائی اور معاہدے کی پابندی فرماتے ہوئے ابو جندل سے ارشاد فرمایا:

"ابو جندل! صبر سے کام لو اور اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب کی اُمید رکھو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اور تمہارے ساتھ دیگر کمزور مسلمانوں کے لیے رحمت فرمائے گا اور کوئی راستہ نکالے گا۔ ہم نے مشرکین کے ساتھ صلح کا معاہدہ کر لیا ہے اور اس پر ہم نے اللہ کو ضامن ٹھہرایا ہے۔ اس لیے ہم ان (مشرکین) کے ساتھ بد عہدی نہیں کر سکتے۔"(23)

23۔ البدایہ والنہایہ

فتح مکہ کے موقع پر کچھ ایسی خواتین بھی تھیں جنھوں نے اسلام قبول کر لیا مگر ان کے خاوند اس نعمت سے فی الحال محروم تھے۔ ان خواتین میں ایک نام ولید بن مغیرہ کی صاحبزادی کا بھی آتا ہے جو صفوان بن امیہ کی زوجیت میں تھی۔ انھوں نے تو اسلام قبول کر لیا جبکہ ان کے شوہر صفوان بن امیہ مکہ چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ رسول اکرم ﷺ نے ان کے چچازاد وہب بن عمیر ؓ کو صفوان بن امیہ کے لیے امان کا پروانہ جاری فرما کر انھیں بلانے کے لیے بھیجا۔ وہب نے بطور نشانی کوئی چیز مانگی تاکہ صفوان کو تسلی ہو جائے۔ صفوان اپنے دور کے بڑے مشہور اور نامور لوگوں میں سے تھے۔ مال و دولت کی فراوانی تھی اور خاصے اثر و رسوخ کے مالک تھے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی چادر مبارک بطور نشانی وہب کو عطا فرمائی۔ ساتھ ہی فرمایا کہ دیکھو اسے اسلام کی دعوت دینا۔ اگر قبول کر لے تو بہت بہتر ورنہ اسے دو ماہ کی مہلت دینا کہ وہ اس دوران میں خوب غور و فکر کر لے اور اسے اپنے فیصلے پر نظر ثانی کی آزادی ہے۔ ادھر جب وہب، صفوان کے پاس پہنچے اور اسے نبی ﷺ کی چادر دکھا کر دعوتِ اسلام دی تو وہ مطیع و فرمانبردار ہو کر مکہ کی جانب چل دیے۔ جب اللہ کے رسول کو دیکھا تو سواری پر سے چادر دکھائی اور کہنے لگے:

''اے محمد ﷺ! وہب بن عمیر آپ کی چادر بطور نشانی لے کر میرے پاس آیا تھا کہ آپ ﷺ نے مجھے امان دی ہے اور آپ ﷺ نے میرا معاملہ میرے سپرد کر دیا ہے۔ اگر اسلام لے آؤں تو بہتر ورنہ دو ماہ کے لیے مجھے فیصلہ کرنے کی آزادی ہے۔''

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ابو وہب! نیچے اترو۔''

صفوان بن امیہ نے عرض کی:

''نہیں اللہ کی قسم! میں اس وقت تک نیچے نہیں اتروں گا جب تک کہ آپ میرے سلسلے میں وضاحت نہ فرما دیں۔''

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"دو ماہ کیا بلکہ تیرے لیے چار ماہ کی اجازت ہے۔"

اسی دوران میں غزوۂ حنین کا معرکہ درپیش ہوا۔ آپ ﷺ کو ہتھیاروں کی ضرورت تھی۔ آپ ﷺ نے ایک شخص کو صفوان بن امیہ کے پاس ہتھیار اور آلاتِ حرب وضرب ادھار مانگنے کے لیے بھیجا۔

صفوان کہنے لگا:

"یہ ہتھیار آپ مجھ سے عاریتاً لے رہے ہیں یا زبردستی چھین رہے ہیں؟"

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"نہیں نہیں ہم تو عاریتاً لے رہے ہیں۔"

غرض صفوان بن امیہ نے جو کچھ بھی سامان حرب وضرب ان کے پاس موجود تھا رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں عاریتاً پیش کر دیا۔ سنن ابوداؤد میں مروی ہے کہ صفوان بن امیہ نے تیس اور چالیس کے درمیان زرہیں رسول اکرم ﷺ کو دی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو غزوۂ حنین میں فتح ونصرت سے نوازا۔ قبیلہ ہوازن کو شکست فاش ہوئی اور بے شمار مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔ جنگ کے بعد صفوان کی امانت واپس کرنے کے لیے زرہیں اکٹھی کی گئیں۔ معلوم ہوا کہ چند زرہیں غائب ہیں جو دوران جنگ یا تو ٹوٹ گئیں یا گم ہو گئیں۔

رسول اکرم ﷺ نے صفوان بن امیہ سے فرمایا:

"تمہاری کچھ زرہیں گم ہو گئی ہیں کیا ہم ان کا معاوضہ ادا کریں؟"

صفوان بن امیہ نے عرض کیا:

"نہیں اے اللہ کے رسول ﷺ! (مجھے ان کا معاوضہ نہیں چاہیے) کیونکہ آج میرے دل میں (آپ ﷺ کے بارے میں) وہ محبت موجود ہے جو اس دن نہیں تھی۔"

پھر انھوں نے اسلام لانے کا اعلان کر دیا۔ (24)

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو طلحہؓ مدینہ منورہ میں کھجور کے باغات کی وجہ سے سارے انصار سے زیادہ مال دار تھے۔ انھیں اپنے باغات میں مسجد نبوی کے بالکل سامنے ''بیر حاء'' نامی باغ سب سے زیادہ پسند اور عزیز تھا۔ رسول اکرم ﷺ اس باغ میں وقتاً فوقتاً تشریف لے جایا کرتے اور اس کا میٹھا پانی پیا کرتے تھے۔

انسؓ کہتے ہیں ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی:

''جب تک تم اپنی پسندیدہ چیزوں میں سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہ کرو گے ہرگز بھلائی نہ پا سکو گے۔''(25) تو حضرت ابو طلحہؓ رسول اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے: اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

> ''جب تک تم اپنی پسندیدہ چیزوں میں سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہ کرو گے ہرگز بھلائی نہ پا سکو گے۔''
>
> ''اور میرے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ مال بیر حاء کا باغ ہے۔ میں اس باغ کو اللہ کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں۔ اس کی نیکی اور بھلائی اور اس کے ذخیرۂ آخرت ہونے کا اُمیدوار ہوں لہٰذا اللہ کے حکم کے مطابق جہاں آپ ﷺ چاہیں اسے خرچ کریں۔''

رسول اکرم ﷺ نے حضرت ابو طلحہؓ کی اس عظیم سخاوت پر ارشاد فرمایا:

> ''بہت خوب! یہ تو بہت ہی نفع بخش سودا ہے۔ بڑی آمدنی کا ذریعہ ہے میں نے تمھاری بات سن لی۔ میرے خیال میں تم یہ باغ اپنے قریبی رشتہ داروں کو دے دو۔'' حضرت ابو طلحہؓ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں آپ ﷺ کی تجویز کے مطابق ایسا ہی کروں گا یعنی اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں میں اسے تقسیم کر دوں گا۔ چنانچہ انھوں نے وہ باغ اپنے قریبی رشتے

24۔ [موطا امام مالک ﷫] 25۔ [92:3]

داروں اور اپنے چچا کے لڑکوں میں تقسیم کر دیا۔ (26)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ یہودیوں میں سے ایک مرد اور ایک عورت نے زنا کا ارتکاب کیا۔ یہودیوں نے باہم مشورہ کیا کہ کیوں نہ ہم لوگ اس نبی (محمد ﷺ) کے پاس چل کر ان سے اس کا فیصلہ کرائیں کیونکہ انھیں رحیم اور شفیق بنا کر مبعوث کیا گیا ہے۔ اگر وہ رجم اور سنگساری کے علاوہ کوئی دوسری سزا سنائیں گے تو ہم اسے قبول کر لیں گے اور اللہ تعالیٰ کے پاس یہ حجت پیش کر دیں گے کہ یہ حکم تیرے نبیوں میں سے ایک نبی کا ہے (اور یوں ہم اللہ کے عذاب سے بچ جائیں گے)۔

اپنے تئیں یہ حیلہ بہانہ کر کے یہود رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت رسول اکرم ﷺ مسجد نبوی میں صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ یہودیوں نے رسول اکرم ﷺ سے یہ فتویٰ دریافت کیا:

"ابو القاسم! زنا کار مرد و عورت کے بارے میں آپ ﷺ کا کیا فیصلہ ہے؟"

رسول اکرم ﷺ نے ان کے سوال کا کوئی جواب نہیں دیا اور ان سے کچھ کہے بغیر یہودیوں کی ایک درس گاہ میں پہنچے جہاں تورات کی تعلیم دی جاتی تھی۔ رسول اکرم ﷺ درس گاہ کے دروازے پر کھڑے ہو گئے اور دریافت فرمایا:

"میں تم لوگوں کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل فرمائی ہے۔ تم شادی شدہ زنا کار کی سزا تورات میں کیا پاتے ہو؟"

علمائے یہود نے جواباً عرض کی: زانی کا منہ کالا کر دیا جائے گا۔ زنا کار مرد اور عورت کی پیٹھ یکجا کر کے باندھ دیں گے۔ انھیں گدھے پر گھمایا جائے گا اور کوڑے لگائے جائیں گے۔ علمائے یہود میں سے ایک نوجوان خاموشی کے ساتھ یہ باتیں سن رہا تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے جب اس نوجوان کو خاموش دیکھا تو آپ ﷺ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور اسے شدت کے ساتھ اللہ کی قسم دے کر زنا کاری کی سزا پوچھی۔ وہ کہنے لگا: اللہ کی قسم! جب آپ ﷺ ہمیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتے ہیں تو

26۔ [ایضاً]

حقیقت یہ ہے کہ ہم تورات میں زنا کاری کی سزا رجم پاتے ہیں۔

رسول اکرم ﷺ نے اس نوجوان کی بات سن کر فرمایا:

"پھر کب سے تم لوگوں نے اللہ کے حکم کو ہلکا کر دیا ہے؟"

نوجوان نے جواب دیا:

"ہمارے بادشاہ کے خویش و اقارب میں سے کسی آدمی نے زنا کا ارتکاب کیا تو بادشاہ نے اس کو سنگ سار نہیں کیا۔ پھر رعایا میں سے ایک آدمی نے اسی گناہ کا ارتکاب کیا تو بادشاہ نے اس کو سنگ سار کر دینا چاہا۔ اس کی قوم اس کے فیصلے میں حائل ہو گئی۔ کہنے لگی: تم ہمارے آدمی کو اس وقت تک سنگسار نہیں کر سکتے جب تک کہ پہلے اپنے رشتے دار کو رجم نہ کرو۔ چنانچہ دونوں طرف کے لوگوں نے باہمی رضامندی سے زنا کی اس سزا پر اتفاق کر لیا۔"

رسول اکرم ﷺ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا:

"میں تورات کے حکم کے مطابق ہی فیصلہ دوں گا۔"

پھر آپ ﷺ نے ان دونوں زنا کار مرد و عورت کو سنگ سار کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ آپ کے حکم سے انھیں سنگ سار کر دیا گیا۔ (27)

ایک دوسری روایت میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں:

"جب رسول اکرم ﷺ نے سنگ سار کرنے کا حکم دیا تو میں نے مرد کو دیکھا کہ وہ عورت کی طرف جھک کر اسے پتھروں سے بچا رہا تھا۔" (28)

ایک دفعہ مدینہ منورہ میں قحط پڑا۔ عبادہ بن شرجیل نام کے ایک غریب شخص ایک باغ میں داخل ہو گئے اور ایک درخت سے پھل توڑ کر کچھ کھائے اور کچھ اپنے پاس رکھ لیے۔ باغ کے مالک نے دیکھ لیا۔ انھیں پکڑ کر مارا اور کپڑے اُتروا لیے۔ عباد نے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر شکایت کی کہ یا رسول اللہ ﷺ! میں نے (اپنی بھوک مٹانے کے لیے) فلاں باغ میں داخل ہو کر کچھ

27۔ [ابوداؤد] 28۔ [بخاری، مسلم]

پھل کھائے اس پر باغ کے مالک نے میرے ساتھ یہ سلوک کیا۔ حضور اکرم ﷺ نے باغ کے مالک کو بلا کر فرمایا: یہ جاہل تھا تمھیں چاہیے تھا کہ محبت اور شفقت سے اس کو تعلیم دیتے (کہ مالک کی اجازت کے بغیر کسی باغ سے پھل نہیں توڑنے چاہئیں)۔ یہ بھوکا تھا اس کو کھانا کھلاتے نہ کہ اس کو مار کر اس کے کپڑے اُتروا لیتے یہ فرما کر آپ ﷺ نے کپڑے عباد کو واپس دلوائے اور ساتھ صاع غلہ انھیں اپنے پاس سے عطا فرمایا۔[29]

مدینہ منورہ میں اصحابِ صفہ مسلمانوں کے عام مہمان تھے اور شہر کے صاحبِ استطاعت لوگ باری باری ان کے خورد و نوش کا اہتمام کرتے رہتے تھے۔ اگر کوئی اور ایسا نہ کرتا تو حضور اکرم ﷺ ان کے کفیل ہوتے تھے۔ حضرت عبدالرحمنؓ بن ابی بکر صدیقؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کے گھر میں دو آدمیوں کا کھانا ہے وہ اصحابِ صفہ میں سے تیسرے کو لے جائے اور جس کے پاس چار آدمیوں کا کھانا ہو وہ اصحابِ صفہ سے پانچویں اور چھٹے آدمی کو لے جائے چنانچہ میرے والد تین آدمیوں کو اپنے ساتھ گھر لائے اور نبی کریم ﷺ اپنے ہاں دس آدمیوں کو لے گئے۔[30]

ایک سفر میں رسول اکرم ﷺ کے ساتھیوں میں حضرت عمر فاروقؓ اور ان کے فرزند حضرت عبداللہؓ بھی شامل تھے۔ حضرت عبداللہؓ اپنے والدِ گرامی کے اونٹ پر سوار تھے۔ یہ اونٹ بہت تیز رفتار تھا اور بار بار رسول اکرم ﷺ کی سواری سے بھی آگے بڑھ جاتا تھا۔ حضرت عمر فاروقؓ ہر بار بیٹے کو ٹوکتے تھے کہ "بیٹا رسول اللہ ﷺ کی سواری سے آگے نہیں بڑھنا چاہیے۔" لیکن اونٹ ابنِ عمرؓ کے قابو میں نہ آتا تھا۔ وہ اسے روکتے تھے مگر وہ پھر آگے نکل جاتا تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے اس اونٹ کی تیز رفتاری دیکھی اور آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ یہ حضرت عمرؓ کا اونٹ ہے تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا:

> "اے عمر! یہ اونٹ میرے ہاتھ بیچ دیں۔" انھوں نے عرض کیا: "یا رسول اللہ ﷺ! یہ اونٹ میں آپ ﷺ کی نذر کرتا ہوں۔" حضور اکرم ﷺ نے عام حالات میں کسی کا بارِ احسان اُٹھانا پسند نہیں فرماتے تھے۔ آپ ﷺ نے بلا قیمت

29۔ [ابوداؤد]　30۔ [بخاری]

اونٹ لینے سے انکار فرما دیا۔ اس لیے حضرت عمرؓ نے مجبوراً اونٹ قیمتاً حضور اکرم ﷺ کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ آپ ﷺ نے اسے خرید کر حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو ہدیۃً عنایت فرما دیا۔''(31)

ایک دفعہ رئیس فدک نے چار اونٹ خدمتِ نبوی ﷺ میں بھیجے۔ ان اونٹوں پر اناج اور کپڑا لدا ہوا تھا۔ حضور اکرم ﷺ اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ یہ چاروں اونٹ اور جو سامان ان پر لدا ہوا ہے ان کو لے جاؤ اور فروخت کر کے فلاں یہودی کا قرضہ (جو ہمارے ذمہ ہے) ادا کر دو۔ حضرت بلالؓ نے تعمیلِ ارشاد کی لیکن قیمت فروخت میں کچھ رقم بچ گئی۔ اسے لے کر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ رقم فقرا اور مساکین میں تقسیم کر دو۔ حضرت بلالؓ نے اہلِ حاجت کو تلاش کیا لیکن اتفاق سے ان کو خیرات کا کوئی مستحق نہ ملا۔ عشاء کی نماز کے بعد حضور اکرم ﷺ کو بتایا کہ کوئی حاجت مند نہ ملنے کی وجہ سے رقم ابھی تک باقی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تک یہ رقم باقی ہے میں گھر نہیں جاؤں گا۔ حضرت بلالؓ نے عرض کیا 'یا رسول اللہ ﷺ! میں کیا کروں کوئی سائل ہی نہیں ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تو پھر میں رات مسجد ہی میں گزاروں گا۔ چنانچہ رات آپ ﷺ نے مسجد ہی میں گزاری۔ دوسرے دن حضرت بلالؓ نے آ کر اطلاع دی کہ یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس رقم کی طرف سے بے فکر دیا۔ میں نے اسے حاجت مندوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا اور خانہ اقدس کو مراجعت فرمائی۔

ایک مفلوک الحال صحابیؓ نے شادی کی لیکن دعوتِ ولیمہ کے لیے ان کے گھر میں کچھ نہ تھا۔ انھوں نے آنحضور ﷺ سے مدد کی درخواست کی حضور ﷺ نے ان کے افلاس کو دیکھتے ہوئے از خود ان سے فرمایا: تم میرے گھر جاؤ اور عائشہؓ کو پیغام دو کہ ٹوکری میں جو آٹا رکھا ہے وہ تمھیں دے دے تاکہ اس آٹے سے تم دعوتِ ولیمہ کا اہتمام کر سکو، انھوں نے تعمیلِ ارشاد کی۔ ادھر حضور اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے اہلِ بیت نے اس رات فاقہ کیا کیونکہ اُس دن رات کے کھانے کے لیے

31- [ایضاً]

کا شانۂ نبوت میں اس آٹے کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ (32)

ایک دفعہ بنوغفار کے ایک صاحب حضور اکرم ﷺ کے ہاں مہمان ہوئے۔ اتفاق سے رات کو گھر میں بکری کے دودھ کے سوا خورونوش کی کوئی اور چیز نہ تھی۔ آپ ﷺ نے وہ سارا دودھ مہمان کو پیش کر دیا اور خود اپنے اہلِ خانہ سمیت فاقہ کیا حالانکہ اس سے پہلی شب بھی گھر میں فاقہ تھا۔ (33)

حضرت عُقبہ بن عامرؓ رسول اکرم ﷺ کے خدامِ خاص میں سے تھے۔ ایک دن حضور اکرم ﷺ پہاڑ کے ایک درے میں سے گزر رہے تھے۔ اس وقت آپ ﷺ اونٹ پر سوار تھے اور حضرت عُقبہ بن عامرؓ آپ ﷺ کے ساتھ پیدل چل رہے تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے دیکھا کہ عُقبہ کو پتھریلی اور ناہموار زمین پر چلنے میں دقت ہو رہی ہے تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: عُقبہ آؤ اب تم اونٹ پر سوار ہو لو میں پیدل چلتا ہوں۔ حضرت عُقبہؓ نے اسے گستاخی سمجھا کہ وہ اونٹ پر سوار ہوں اور ان کے آقا و مولا پیدل چل رہے ہوں۔ اس لیے وہ حضور اکرم ﷺ کے ارشاد کی تعمیل سے ہچکچائے۔ اس پر حضور اکرم ﷺ نے دوبارہ انھیں زور دے کر کہا کہ آؤ اونٹ پر سوار ہو جاؤ اب کی بار حضرت عُقبہؓ کو انکار کی جرأت نہ ہو سکی۔ وہ آگے بڑھے تو حضور اکرم ﷺ اونٹ سے اُترے اور عُقبہؓ اونٹ پر سوار ہو گئے۔ اب چشمِ فلک نے یہ تحیّر خیز نظارہ دیکھا کہ خادم اونٹ پر سوار ہے اور آقا ﷺ اونٹ کے ساتھ پیدل چل رہے ہیں۔ (34)

اُمّ المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے بھتیجے حضرت حکیم بن حزامؓ نے ایک دفعہ حضور اکرم ﷺ سے کچھ طلب کیا۔ آپ ﷺ نے مرحمت فرمایا۔ تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ انھوں نے پھر حضور اکرم ﷺ کے سامنے دستِ سوال دراز کیا۔ آپ ﷺ نے پھر ان کا سوال پورا کیا۔ کچھ عرصہ بعد انھوں نے تیسری دفعہ پھر حضور اکرم ﷺ سے کچھ مانگا۔ آپ ﷺ نے عنایت فرما دیا لیکن حضرت حکیمؓ کو یہ نصیحت بھی فرمائی:

"اے حکیم! یہ مال (دولت) ایک (دل کو لبھانے والی) سبز شیرینی ہے جو شخص اس کو بے نیازی کے ساتھ قبول کرتا ہے اس کے لیے اس میں برکت دی جاتی ہے اور جو شخص اس کو حرص اور لالچ کے

32۔ [مسند احمد] 33۔ [مسند احمد] 34۔ [نسائی]

ساتھ حاصل کرتا ہے وہ اس برکت سے محروم رہتا ہے اور وہ اس شخص کی طرح ہو جاتا ہے جو کھائے اور سیر نہ ہو۔ یاد رکھو کہ اوپر والا (یعنی دینے والا) ہاتھ نیچے والے (یعنی لینے والے) ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے۔'' حضرت حکیمؓ پر حضور اکرم ﷺ کی نصیحت کا ایسا اثر ہوا کہ تادم مرگ کبھی کسی سے کچھ نہ مانگا یہاں تک کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ اپنے اپنے زمانہء خلافت میں ان کو وظیفہ دینے کے لیے بلاتے رہے لیکن انھوں نے اس کے لینے سے معذرت کی۔

حجتہ الوداع 10 ہجری کے موقع پر رسول اکرم ﷺ صدقات کا مال تقسیم فرما رہے تھے کہ اس مال کے مستحقین میں دو ایسے آدمی بھی آشامل ہوئے جو بظاہر تندرست و توانا تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا: ''اگر تمھاری خواہش ہو تو میں تمھیں اس مال سے کچھ دے سکتا ہوں لیکن صاحبِ حیثیت اور کام کرنے کے قابل تندرست لوگوں کا اس پر کوئی حق نہیں۔''

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ انصار میں سے ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ سے سوال کیا۔ (آپ ﷺ کے سامنے ہاتھ پھیلایا) آپ ﷺ نے فرمایا کیا تیرے گھر میں کوئی چیز نہیں؟ اس نے کہا ایک کمبل ہے جسے کچھ اوڑھتا ہوں اور کچھ بچھاتا ہوں (اس کے علاوہ) ایک پیالہ ہے جس سے پانی پیتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ دونوں چیزیں میرے پاس لے آ۔ وہ لے آیا تو آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ میں پکڑ کر فرمایا: انھیں کون خریدتا ہے؟ ایک شخص نے عرض کی۔ ''میں یہ دونوں چیزیں ایک درہم میں خریدتا ہوں۔'' اس پر رسول اللہ ﷺ نے دو تین مرتبہ فرمایا: ''کوئی ہے جو ان چیزوں کی اس سے زیادہ قیمت دینے پر تیار ہو؟'' ایک شخص نے کہا کہ میں ان کو دو درہم میں خریدتا ہوں۔ آپ ﷺ نے وہ چیزیں (کمبل اور پیالہ) اسے دے دیں اور دو درہم لے کر اس انصاری کو دے کر فرمایا: ''ایک درہم سے اپنی خوراک کا سامان کرو (غذا خرید کر گھر میں دے آؤ) اور دوسرے درہم سے ایک کلہاڑی خرید لاؤ۔'' وہ کلہاڑی خرید لایا۔ آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے کلہاڑی کا دستہ لگایا اور اس کو ہدایت کی کہ (جنگل میں جاکر) لکڑیاں کاٹ کر اکٹھی کرو اور انھیں (شہر میں لاکر) بیچا کرو۔ پندرہ دن تک میرے پاس واپس مت آؤ اور اسی کام میں لگے رہو۔ وہ چلا گیا لکڑیاں کاٹ کر اکٹھی کرتا اور بیچتا تھا۔ پندرہ دن بعد واپس آیا تو اس کے پاس دس درہم جمع

ہو گئے تھے۔ ان میں سے کچھ درہموں کا کپڑا خریدا اور کچھ درہموں کا غلہ (یہ بات رسول اللہ ﷺ کو بتائی تو) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ یہ بات تیرے لیے بہتر ہے یا وہ بہتر ہے کہ تو سوال کرے اور قیامت کے دن اپنے چہرے پر گدائی کا دھبا لے کر جائے۔ پھر فرمایا: سوال کرنا صرف تین آدمیوں کے لیے جائز ہے۔ ایک ایسا محتاج جسے احتیاج نے زمین پر گرا دیا ہو۔ دوسرا وہ مقروض جس پر بہت بھاری قرض ہو گیا ہو اور وہ اسے ادا کرنے سے قاصر ہو اور تیسرا وہ شخص جس پر خون بہا (کی رقم) واجب الادا ہو اور وہ ادا کرنے کے قابل نہ ہو۔(35)

غزوۂ بدر میں سواریوں (اونٹوں) کی بہت قلت تھی۔ تین تین آدمیوں کے حصے میں ایک اونٹ آتا تھا۔ اس پر مجاہدین باری باری چڑھتے اُترتے تھے۔ رسول اکرم ﷺ نے سالارِ لشکر کی حیثیت سے الگ اونٹ پر سوار ہونا پسند نہ فرمایا بلکہ عام مجاہدین کی طرح دو اور مجاہدوں کے ساتھ شریک ہو گئے۔ وہ دونوں اپنی باری پیش کرتے اور التماس کرتے کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ سوار رہیں ہم آپ کے بدلہ میں پیدل چلیں گے لیکن آپ ﷺ یہ فرما کر ان کی درخواست منظور نہ کرتے کہ نہ تم مجھ سے زیادہ پیدل چل سکتے ہو اور نہ میں ثوابِ آخرت کا تم سے کم محتاج ہوں۔(36)

پرانے وقتوں میں ایک شخص کسی ایسے علاقے میں سفر کر رہا تھا جہاں پانی نایاب تھا۔ پیاس کی شدت سے اس کا بُرا حال ہو گیا۔ خوش قسمتی سے اسے ایک کنواں نظر آیا جس کی تہ میں پانی دکھائی دے رہا تھا۔ مسافر نے اس میں اُتر کر پانی پی لیا۔ باہر نکلا تو ایک کتے کو دیکھا جو پیاس سے سخت بے قرار تھا۔ مسافر کو اس پر ترس آیا۔ وہ کنوئیں میں دوبارہ اُترا اور اپنے موزے میں پانی بھر کر باہر آیا اور کتے کو پلا دیا۔ (یوں اس کی جان بچ گئی) اللہ تعالیٰ کو اس کا یہ عمل اتنا پسند آیا کہ اس نے اپنے اس بندے کو بخش دیا۔ حضور اکرم ﷺ نے یہ واقعہ صحابہ کرامؓ کو سنایا تو انھوں نے عرض کیا۔ ''اے اللہ کے رسول ﷺ کیا جانوروں سے اچھا سلوک کرنے پر بھی ثواب ملتا ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا ہاں ہر جاندار سے اچھا سلوک کرنا موجبِ ثواب ہے۔(37)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں

35۔ [ابوداؤد] 36۔ [مسند احمد] 37۔ [بخاری]

تھے۔ راستے میں (ایک منزل پر) حضور اکرم ﷺ قضائے حاجت کے لیے باہر گئے ہوئے تھے کہ ہم نے ایک چڑیا (ایک خوش آواز پرندہ) اور اس کے دو بچے دیکھے۔ ہم نے اس کے دونوں بچے پکڑ لیے۔ وہ چڑیا (مامتا سے بے تاب ہو کر) چاروں طرف چکر لگانے لگی۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کس نے اس کے بچے پکڑ کر اس کو اذیت دی ہے، انھیں چھوڑ دو۔

اس سفر میں حضور اکرم ﷺ نے چیونٹیوں کے ایک گھر (بل) کو آگ لگی ہوئی دیکھی۔ آپ ﷺ نے پوچھا: یہ آگ کس نے لگائی ہے؟ ہم نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ! ہم نے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: آگ کی سزا دینا صرف اللہ کو سزاوار ہے یعنی آپ ﷺ نے اس فعل کو ناپسند فرمایا۔ (38)

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے۔ وہاں آپ ﷺ نے ایک اونٹ دیکھا جو بھوک کی وجہ سے بلبلا رہا تھا اور اس کی آنکھوں سے پانی بہہ رہا تھا۔ آپ ﷺ اس کے پاس گئے اور اس کے کوہان اور کان کے پیچھے ہاتھ پھیرا جس سے وہ خاموش ہو گیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: یہ اونٹ کس کا ہے؟ انصار میں سے ایک صاحب نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! یہ میرا اونٹ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تجھے اس جانور کے بارے میں جسے اللہ نے تیرے قبضے میں دیا ہے، اللہ کا خوف نہیں ہے؟ دیکھ یہ اونٹ تیری شکایت کرتا ہے کہ تو اسے بھوکا اور تکلیف سے رکھتا ہے۔ (39)

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے پرانے وقتوں کی ایک عورت کا واقعہ صحابہ کرامؓ کو سنایا کہ وہ محض اس وجہ سے عذابِ جہنم میں مبتلا ہوئی کہ اس نے ایک بلی کو باندھ دیا اور کھانے پینے کے لیے اسے کچھ نہ دیا یہاں تک کہ وہ بھوک پیاس سے مر گئی۔ (40)

ایک دن ایک صحابی نے رسول اکرم ﷺ سے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! میں نے اپنے اونٹوں کے لیے پانی کے حوض بنائے ہیں۔ کبھی کبھی دوسرے لوگوں کے اونٹ بھی وہاں آجاتے ہیں کیا انھیں

38۔ [ابوداؤد]
39۔ [ابوداؤد]
40۔ [بخاری]

پانی پلانے سے مجھے ثواب ملے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہر پیاسے کو پانی پلانے اور ہر جاندار سے اچھا سلوک کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ (41)

ایک دفعہ رسول اکرم ﷺ صحابہؓ کی ایک جماعت کے ساتھ سفر کر رہے تھے۔ راستے میں ایک جگہ آپ ﷺ نے عارضی طور پر قیام فرمایا: وہاں ایک پرندے نے انڈا دیا تھا۔ ایک صحابی نے وہ انڈا اٹھالیا۔ اس پر وہ پرندہ بے قرار ہو کر ان کے سر پر منڈلانے لگا۔ حضور اکرم ﷺ نے دیکھا تو دریافت کیا کہ اس کا انڈا چھین کر کس نے اس کو اذیت پہنچائی۔ انڈا اٹھانے والے صحابی نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! یہ حرکت مجھ سے سرزد ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: انڈا وہیں رکھ دو۔ انھوں نے تعمیلِ ارشاد کی۔ (42)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تین قسم کے آدمی ہیں جن سے قیامت کے دن میرا جھگڑا ہوگا:

ایک وہ شخص جس نے میرا نام لے کر کوئی معاہدہ کیا اور پھر اس کو توڑ ڈالا۔

دوسرا وہ شخص جس نے کسی شریف اور آزاد آدمی کو اغوا کر کے اسے بیچا اور اس کی قیمت کھائی۔

تیسرا وہ شخص جس نے کسی مزدور کو مزدوری پر لگایا پھر اس سے پورا کام لیا اور کام لینے کے بعد اس کو مزدوری نہیں دی۔ (43)

رسول اکرم ﷺ لوگوں کو ان باتوں کی تلقین بھی فرمایا کرتے تھے:

1۔ مزدور اور اجیر کو کام پر لگانے سے پہلے اُجرت طے کرلی جائے۔

2۔ اگر کوئی مزدور کسی ناگہانی سبب یا ناراضی وغیرہ کے باعث اپنی اجرت وصول کیے بغیر چلا جاتا ہے اور آجر اس کی اُجرت کسی کاروبار میں لگا دیتا ہے جس میں منافع ہوتا ہے تو آجر مزدور کے مطالبے پر اس کو اُجرت کے ساتھ منافع بھی دینے کا پابند ہوگا۔ (44)

ایک دفعہ ایک انصاری صحابی رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے مصافحہ کیا تو حضور اکرم ﷺ نے ان کے ہاتھ پر سیاہی (یا کچھ اور نشانات) دیکھ کر پوچھا تمہارے

41۔ [ابن ماجہ] 42۔ [ابوداؤد] 43۔ [بخاری] 44۔ [صحیح بخاری]

ہاتھ پر یہ سیاہی کیسی ہے؟ انھوں نے عرض کیا میں پتھروں پر پھاوڑا (یا کدال) چلاتا ہوں اور محنت مزدوری کر کے اپنے اہل وعیال کا پیٹ پالتا ہوں۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے ان کا ہاتھ چوم لیا اور فرمایا: یہ ایسا ہاتھ ہے جس کو آگ نہ چھوئے گی۔ (45)

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ حضرت معاذ بن جبلؓ اپنے محلے کی مسجد میں بنوسلمہ کے لوگوں کو نماز پڑھایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ انھوں نے عشاء کی نماز میں سورہ بقرہ پڑھنی شروع کردی۔ نمازیوں میں سے ایک صاحب نے (جو دن بھر کی محنت مشقت کی وجہ سے تھکے ہارے تھے) نیت توڑ کر اپنی نماز الگ پڑھ لی۔ حضرت معاذؓ کو بتایا گیا کہ فلاں صاحب نے جماعت سے الگ ہو کر نماز پڑھی ہے تو انھوں نے کہا کہ یہ شخص منافق ہے۔ ان صاحب کو حضرت معاذ بن جبلؓ کی یہ بات سخت ناگوار گزری۔ وہ رسول اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

"یارسول اللہ ﷺ! ہم محنت کش ہیں اپنے ہاتھوں سے مزدوری کرتے ہیں اور اونٹوں کے ذریعے پانی بھرتے ہیں۔ آج معاذ بن جبل نے ہمیں نماز پڑھائی اور اس میں سورہ بقرہ شروع کردی۔ میں دن بھر کی محنت مشقت کی وجہ سے سخت تھکا ہوا تھا اس لیے میں نے اپنی نماز علیحدہ پڑھ لی۔ اس پر معاذ کہتے ہیں کہ میں منافق ہو گیا۔"

حضرت معاذؓ بھی بارگاہ رسالت میں حاضر تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے ان سے مخاطب ہو کر تین مرتبہ فرمایا:

"اے معاذ! کیا تم لوگوں میں فتنہ برپا کرو گے۔"

اس کے بعد آپ ﷺ نے ان کو ہدایت فرمائی کہ نماز میں چھوٹی سورتیں پڑھ لیا کرو کیونکہ نمازیوں میں بوڑھے، کمزور اور محنت کش سبھی قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ (46)

حضرت مقداد بن اسودؓ کہتے ہیں کہ میں اور میرے دو ساتھی قبولِ اسلام کے بعد اس قدر مفلس ہو گئے کہ ہم پر فاقے گزرنے لگے یہاں تک کہ ہماری نظر کمزور ہو گئی۔ ہم نے بہت سے لوگوں سے

45۔ [اسد الغابہ]

درخواست کی کہ وہ ہماری کفالت کریں لیکن کسی نے حامی نہ بھری۔ بالآخر ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی عسرت اور تنگ دستی سے آپ ﷺ کو آگاہ کیا۔ آپ ہمیں اپنے گھر لے گئے اور تین بکریاں دکھا کر فرمایا ان کا دودھ پیا کرو چنانچہ جب تک ہمارے حالات درست نہ ہو گئے ہم ان بکریوں کے دودھ پر اپنی گزر اوقات کرتے رہے۔(47)

اسلام میں پڑوسیوں کے ساتھ حسنِ سلوک کو اللہ اور رسول ﷺ کی محبت کی شرط قرار دیا گیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے پڑوسیوں (ہمسایوں) کے ساتھ حسنِ سلوک پر اس قدر زور دیا ہے کہ کسی دوسرے مذہب میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ آپ ﷺ نے اس طرزِ عمل کو جزوِ ایمان، داخلہ جنت کی شرط اور اللہ و رسول ﷺ کی محبت کا معیار قرار دیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ہمسائیگی کے جو حقوق متعین فرمائے ہیں وہ یہ ہیں:

1۔ اگر وہ بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کرو۔

2۔ اگر وہ فوت ہو جائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جاؤ۔

3۔ اگر وہ قرض مانگے تو (بشرطِ استطاعت) اس کو قرض دو۔

4۔ اگر اس سے کوئی برا کام سرزد ہو جائے تو اس پر پردہ ڈالو۔

5۔ اگر اسے کوئی نعمت ملے تو اس کو مبارک باد دو۔

6۔ اگر اسے کوئی مصیبت یا صدمہ پہنچے تو تعزیت کرو۔

7۔ اپنی عمارت اس کی عمارت سے اس طرح بلند نہ کرو کہ اس کے گھر کی ہوا بند ہو جائے۔

8۔ جب تمھارے گھر میں کوئی اچھا کھانا پکے تو ایسا اہتمام کرو کہ تمھاری ہانڈی کی مہک اس کے گھر تک نہ جائے اور اگر یہ نہ کر سکو تو اس (اچھے کھانے میں) سے کچھ اس کے گھر بھی بھیج دو۔(48)

جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے گھر ایک دن بکری ذبح کی گئی تو انھوں نے اپنے گھر والوں سے پوچھا تم نے ہمارے پڑوسی کے لیے بھی گوشت کا ہدیہ بھیجا؟ میں نے رسول اللہ ﷺ سے

47۔ [بخاری]   48۔ [طبرانی]

سنا آپ ﷺ فرماتے تھے کہ پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کے بارے میں مجھے جبرئیل علیہ السلام (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) اس قدر تاکید کرتے رہے کہ میں سمجھا وہ اس کو وارث بھی قرار دے دیں گے۔ (49)

حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ ایک صاحب نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا:

"یارسول اللہ ﷺ! فلاں عورت بڑی عبادت گزار ہے (بہت نمازیں پڑھتی ہے، بہت روزے رکھتی ہے اور بہت خیرات کرتی ہے) لیکن اس کی زبان درازی سے اس کے ہمسائے نالاں ہیں۔"

آپ ﷺ نے فرمایا: اس میں کوئی نیکی نہیں، وہ دوزخ میں جائے گی۔ پھر ان صاحب نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ! ایک اور عورت ہے جو نماز واجبی پڑھتی ہے، روزے بھی کم رکھتی ہے اور خیرات دیتی ہے تو وہ بھی سوکھے پنیر کے ذرا ذرا سے ریزے مگر ہمسایوں کو اپنی زبان سے دکھ نہیں دیتی (اس لیے ہمسائے اس سے خوش ہیں)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ جنت میں جائے گی۔ (50)

حضرت ابومسعود انصاریؓ سے روایت ہے کہ میں اپنے ایک غلام کو مار رہا تھا۔ میں نے پیچھے سے آواز سنی۔ اے مسعود! تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ کو تجھ پر اس سے زیادہ قدرت حاصل ہے جتنا تجھے اس بیچارے غلام پر ہے۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو یہ ارشاد فرمانے والے رسول اللہ ﷺ تھے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! اب یہ (میری طرف سے) اللہ کے لیے آزاد ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم ایسا نہ کرتے تو جہنم کی آگ تمھیں اپنی لپیٹ میں لے لیتی۔ (51)

ایک دفعہ ایک صحابیہ حضرت ام قیس بنت محصنؓ اپنے شیر خوار بچے کے ساتھ رسول اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں۔ آپ ﷺ نے از راہ شفقت بچے کو ماں سے لے کر اپنی گود میں بٹھا لیا۔ اس نے آپ ﷺ کے کپڑے پر پیشاب کر دیا۔ آپ ﷺ نے اس پر پانی بہا دیا اور قطعاً کسی ناگواری کا اظہار نہ فرمایا۔ (52)

رسول اللہ ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو ایک دن آپ ﷺ کی ایک مدنی

49۔ [بخاری] 50۔ [مسند احمد] 51۔ [مسلم] 52۔ [بخاری]

صحابیہ حضرت ام سلیمؓ اپنے دس سالہ فرزند انس بن مالک کے ساتھ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! "یہ میرا بیٹا انس ہے، اسے آپ ﷺ اپنے پاس رکھیے۔ یہ آپ ﷺ کی خدمت کیا کرے گا۔" حضور اکرم ﷺ نے ان کی مخلصانہ پیشکش قبول فرمائی اور حضرت انسؓ دس سال تک آپ ﷺ کی خدمت کرتے رہے یہاں تک کہ حضور اکرم ﷺ نے وصال فرمایا۔ حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ میں نے مسلسل دس سال رسول اللہ ﷺ کی خدمت کی۔ اس طویل عرصے میں آپ ﷺ کبھی مجھ سے ناراض نہیں ہوئے اور نہ کبھی آپ ﷺ نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے فلاں کام کیوں کیا یا کیوں نہیں کیا۔ فی الحقیقت رسول اکرم ﷺ حضرت انسؓ سے بے حد پیار کرتے تھے اور پیار سے کبھی اس کو اُنیس اور کبھی بیٹا کہہ کر بلاتے تھے۔ ایک دن لاڈ سے یا مزاحاً ان کو "یا ذوالاُذُنین" اے دو کانوں والے کہہ کر پکارا۔ (53)

حضرت ابو اساء غصیف ازدیؓ کا بیان ہے کہ میں اپنے بچپن میں انصار کے باغوں میں جاکر چھوہارے کے درختوں پر ڈھیلے مارا کرتا تھا۔ اس پر وہ لوگ مجھے پکڑ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گئے۔ حضور اکرم ﷺ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا: جو چھوہارا تمھیں نیچے گرا ہوا مل جائے اسے کھالیا کرو اور درختوں پر ڈھیلے نہ مارا کرو۔ (54)

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے مجھے ایک کام کے لیے بھیجا۔ میں راستے میں اپنے ہم عمر بچوں کے ساتھ کھیل کود میں لگ گیا۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ اچانک تشریف لائے اور پیچھے سے مجھے پکڑ لیا۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو آپ ﷺ مسکرا رہے تھے۔ آپ ﷺ نے پیار سے فرمایا: اے انس! میں نے جہاں بھیجا تھا وہاں نہیں گئے۔ میں نے کہا یارسول اللہ ﷺ! ابھی جا رہا ہوں۔ (55)

ایک دفعہ عید کے دن رسول اکرم ﷺ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے گھر چہرۂ اقدس ڈھانک کر آرام فرما رہے تھے۔ چند بچیاں گھر میں ایک طرف بیٹھی خوشی کے گیت گا رہی تھیں۔ اتنے میں حضرت ابوبکر صدیقؓ تشریف لائے اور ان بچیوں کو ڈانٹا کہ تم رسول اللہ ﷺ کے سامنے گا رہی

53۔ [مسلم] 54۔ [ابوداؤد، اسد الغابہ] 55۔ [مسلم]

ہو۔ حضور اکرم ﷺ نے چہرۂ مبارک سے چادر ہٹائی اور فرمایا: ابو بکر! انہیں کچھ نہ کہو گانے دو یہ ان کی عید کا دن ہے۔ (56)

ایک دفعہ دعوتِ طعام کے موقع پر جگہ تنگ تھی اور لوگ زیادہ آ گئے۔ حضور اکرم ﷺ اکڑوں بیٹھ گئے تا کہ جگہ نکل آئے۔ ایک بدو بھی مجلس میں شریک تھا۔ اس کو حضور اکرم ﷺ کے اس طرح بیٹھنے کا طریقہ بہت عجیب معلوم ہوا اور اس نے کہا "اے محمد ﷺ بیٹھنے کا یہ کیا طریقہ ہے؟" آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے صاحبِ اخلاق بندہ بنایا ہے، سرکش اور متکبر نہیں بنایا۔ (57)

اللہ نے قرآن میں ارشاد فرمایا:

> "اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب تم سے کہا جائے کہ اپنی مجلسوں میں کشادگی پیدا کرو تو جگہ کشادہ کر دیا کرو اللہ تمہیں کشادگی بخشے گا اور جب تم سے کہا جائے کہ اُٹھ جاؤ تو اُٹھ جایا کرو۔" [11:58]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک چٹائی پر سوئے پھر اُٹھے تو آپ ﷺ کے پہلو میں اس چٹائی کے نشان پڑے ہوئے تھے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اجازت ہو تو آپ ﷺ کے لیے نرم بچھونا تیار کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میرا دنیا کے آرام و آسائش سے کیا واسطہ میں تو دنیا میں اس مسافر کی طرح ہوں جو ذرا سی درخت کے سائے میں ٹھہر گیا ہو پھر اسے چھوڑ کر چل کھڑا ہو۔ (58)

ایک دفعہ رسول اکرم ﷺ بازار تشریف لے گئے اور ایک دکاندار سے چار درہم میں ایک پاجامہ خریدا۔ دکاندار آپ ﷺ کو پہچانتا نہیں تھا لیکن جب اس کو بتایا گیا کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں تو وہ ازراہِ تعظیم آپ ﷺ کے دستِ مبارک کو چومنے لگا۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنا دستِ مبارک پیچھے کھینچ لیا اور فرمایا:

> "یہ عجمیوں کا دستور ہے کہ وہ اپنے بادشاہوں اور سربراہوں کے ساتھ ایسا کرتے ہیں (یعنی ان کے ہاتھ چومتے ہیں) میں بادشاہ نہیں ہوں۔ میں تو تم

56۔ [مسلم] 57۔ [ابو داؤد] 58۔ [ترمذی]

ہی میں سے اللہ کا ایک بندہ ہوں۔"(59)

عرب میں قبائل کے سردار اور دوسرے سربرآوردہ لوگ گدھے پر سوار ہونے کو اپنی شان کے خلاف سمجھتے تھے لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عظمت و مرتبہ کے باوجود گدھے پر سواری کرنے سے عار نہیں تھی۔ غزوۂ خندق کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہودِ بنی قریظہ کے محلے کی طرف تشریف لے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک گدھے پر سوار تھے۔ اس کی لگام کھجور کی چھال سے بنائی گئی تھی اور اس کی پشت پر زین کی جگہ کھجور کی چھال اور پتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جگہ ہرن کی کھال بچھی ہوئی دیکھی اس پر قدم رکھے بغیر ایک جانب سے گزر گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہرن کی نرم مخملیں کھال پر چلنے سے خدشہ تھا کہ تکبر میں مبتلا نہ ہو جاؤں۔

ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جاں نثار صحابی حضرت سعد بن عبادہ انصاریؓ (رئیس خزرج) شدید علالت کی وجہ سے صاحب فراش ہو گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک گدھے پر سوار ہو کر ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ خیبر فتح ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بستی کے اندر اس حالت میں داخل ہوئے کہ ایک ایسے گدھے پر سوار ہوئے جس کی لگام کا کام کھجور کی چھال سے لیا گیا تھا۔ اسی طرح اور بھی کئی موقعوں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گدھے پر سواری فرمائی۔(60)

ایک دفعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کہیں سے چادریں آئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو لوگوں میں تقسیم فرما رہے تھے۔ ایک صحابی حضرت مخرمہؓ کہیں دور بیٹھے تھے۔ کسی نے ان کو بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چادریں تقسیم فرما رہے ہیں۔ حضرت مخرمہؓ نے اپنے بیٹے مسورؓ کو ساتھ لیا اور چادر لینے کے لیے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچے۔ اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حاضر لوگوں میں چادروں کی تقسیم سے فارغ ہو کر خانۂ اقدس کے اندر تشریف لے جا چکے تھے۔ حضرت مخرمہؓ نے بیٹے سے کہا "بیٹا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آواز دے کر بلاؤ۔" انھوں نے کہا کہ ابا جان! میری کیا حیثیت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آواز دوں۔ حضرت مخرمہؓ نے فرمایا: بیٹے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبار نہیں ہیں (وہ تمھیں کچھ نہیں کہیں گے)۔ والد کی باتوں سے حوصلہ پا کر حضرت مسورؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آواز دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوراً باہر

59- [مدارج النبوۃ] 60- [سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم]

تشریف لائے اور نہایت خوش دلی سے ان کو دیبا کی سنہری گھنڈیوں والی ایک قبا عنایت فرمائی۔ (61)

حضور اکرم ﷺ کے انکسار و تواضع کی انتہا یہ تھی کہ اپنے بارے میں جائز تعظیمی الفاظ بھی پسند نہیں فرماتے تھے۔ ایک دفعہ ایک صاحب ان الفاظ میں اللہ کے رسول ﷺ سے مخاطب ہوئے "اے ہمارے آقا اور ہمارے آقا کے فرزند۔ اے ہم میں سب سے بہتر اور ہم میں سب سے بہتر کے فرزند آپ ﷺ نے فرمایا:

"اے لوگو! پرہیزگاری اختیار کرو، شیطان تمہیں ورغلا نہ دے میں عبداللہ کا بیٹا محمد ہوں۔ اللہ کا بندہ اور اس کا رسول۔ مجھ کو اللہ نے جو مرتبہ بخشا میں پسند نہیں کرتا کہ تم مجھے اس سے زیادہ بڑھاؤ۔" (62)

ایک دفعہ بعض صحابہؓ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں فاقہ کشی کی شکایت کی اور اپنے پیٹ کھول کر دکھائے جن پر پتھر بندھے ہوئے تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنے شکم مبارک پر سے کپڑا اٹھا کر دکھایا تو اس پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔ (63)

ایک دفعہ رسول اکرم ﷺ کسی جنازہ کے ساتھ قبرستان تشریف لے گئے۔ قبر کی کھدائی شروع ہوئی تو آپ ﷺ قریب ہی بیٹھ گئے۔ اس وقت آپ ﷺ پر اس قدر رقت طاری ہوئی کہ آنسوؤں سے ریش مبارک بھیگ گئی اور زمین بھی نم ہوگئی۔ پھر آپ ﷺ نے ان اصحاب سے جو وہاں حاضر تھے۔ مخاطب ہو کر فرمایا: بھائیو! اس دن کے لیے سامان کر رکھو۔ (64)

ایک دفعہ رسول اکرم ﷺ کسی غزوہ سے واپس تشریف لا رہے تھے۔ راہ میں ایک جگہ حضور اکرم ﷺ نے چند صحرا نشین مسلمانوں کو بیٹھے دیکھا۔ ان کی ایک خاتون ایک طرف بیٹھی چولہے میں آگ جلا رہی تھی۔ پاس ہی اس کا چھوٹا سا بیٹا کھیل رہا تھا۔ بچہ کھیلتے کھیلتے جب آگ کے قریب آتا تو وہ اسے اٹھا کر دور چھوڑ آتی۔ جب آگ خوب بھڑک اٹھی تو وہ خاتون بچے کو گود میں اٹھا کر رسول پاک ﷺ کے پاس آئی اور عرض کیا: آپ اللہ کے رسول ﷺ ہیں؟

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ہاں بے شک!

61۔ [بخاری] 62۔ [مسند احمد] 63۔ [مسلم] 64۔ [ابن ماجہ]

خاتون بولی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ایک ماں جس طرح اپنے بچے پر مہربان ہے کیا اللہ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ رحیم وشفیق نہیں ہے؟

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ماں سے کہیں بڑھ کر (بروایت دیگر سب سے بڑھ کر یا ستر گنا زیادہ) رحم کرنے والا ہے۔

خاتون نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ماں تو اپنے بچے کو (ہرگز) آگ میں نہیں ڈالتی پھر اللہ جو اپنے بندوں کا خالق ہے ان کو کیسے آگ میں ڈالے گا؟

یہ سن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رونے لگے پھر سر اُٹھا کر فرمایا: اللہ اُسی بندے کو آگ میں ڈالے گا جو اس کا نافرمان اور سرکش ہے اور اس کو ایک (وحدہ لاشریک) نہیں کہتا۔ (65)

حضرت مُصعب بن عمیرؓ کا شمار نہایت عظیم المرتبت صحابہؓ میں ہوتا ہے۔ ان کا تعلق بنو عبدالدار کے ایک متمول خاندان سے تھا۔ والدین نے بڑے ناز ونعم سے پالا' جوان ہوئے تو مکہ میں ان جیسا خوش رُو اور خوش پوش نوجوان اور کوئی نہ تھا۔ نہایت قیمتی لباس پہنتے تھے۔ پاؤں میں بیش قیمت حضرمی جوتا ہوتا تھا۔ بہتر سے بہتر عطر اور خوشبوئیں استعمال کرتے تھے۔ سر پر لمبی زلفیں تھیں اور وقت کا بیشتر حصہ اپنے آپ کو بنانے سنوارنے میں گزارتے تھے۔ اللہ نے انھیں فطرتِ سعید سے نوازا تھا۔ دعوت حق کے اوائل ہی میں مشرف بہ اسلام ہو گئے اور اس کے ساتھ ہی ان کی زندگی میں انقلاب آ گیا۔ پُر تکلف لباس اور خوشبوؤں وغیرہ کا استعمال یکسر ترک کر دیا اور درویشانہ زندگی اختیار کر لی۔ ایک دن بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں اس شان سے حاضر ہوئے کہ جسم پر کھال کا لباس تھا جس میں جابجا پیوند لگے ہوئے تھے۔ ان کو اس حالت میں دیکھ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا: یہ وہ نوجوان ہے جس سے زیادہ ناز پروردہ مکہ میں کوئی نہ تھا لیکن نیکوکاری کی رغبت اور اللہ اور رسول کی محبت نے اس کو تمام چیزوں سے بے نیاز کر دیا۔ (66)

حضرت معاویہ بن حکم سلمیؓ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا کہ کسی شخص نے نماز میں چھینک ماری۔ میں نے اس کے جواب میں کہا یَرحَمُکَ اللّٰہ (یعنی اللہ

65۔ [سنن ابن ماجہ] 66۔ [طبقات ابن سعد]

تجھ پر رحم فرمائے)۔ دوسرے نمازی مجھے گھورنے لگے۔ میں نے ان سے مخاطب ہو کر کہا' لوگو! تمھیں کیا ہو گیا ہے کہ مجھے گھورتے ہو؟ نمازیوں نے اپنے ہاتھ رانوں پر مارے۔ میں سمجھا' مجھے خاموش کرنا چاہتے ہیں۔ میں خاموش ہو گیا پھر جب رسول اللہ ﷺ نماز پڑھا چکے' میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں' میں نے آپ ﷺ جیسے عمدگی سے تعلیم دینے والے کبھی کوئی اور معلم نہیں دیکھے۔ اللہ کی قسم نہ تو آپ ﷺ نے مجھے ڈانٹا، نہ مارا، نہ برا بھلا کہا بس صرف اتنا فرمایا کہ دیکھو نماز میں کسی قسم کی بات چیت نہیں کرنی چاہیے۔ اس میں تو اللہ کی تسبیح، تکبیر اور قرآن پڑھنا چاہیے۔

میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں حال ہی میں مسلمان ہوا ہوں۔ جاہلیت کے دور سے نیا نیا نکلا ہوں (اس لیے مجھ سے یہ لغزش ہوئی) یا رسول اللہ! ہماری قوم کے لوگ کاہنوں (نجومیوں) کے پاس قسمت کا حال پوچھنے جاتے ہیں (اس بارے میں آپ کا کیا حکم ہے)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم ایسا نہ کرنا پھر میں نے عرض کیا ہم لوگ شگون و بدشگونی کیا کرتے تھے (آپ کا کیا حکم ہے)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ محض ان کے دماغ کا وہم ہے تم ایسا نہ کرنا۔ (67)

ایک دن رسول اکرم ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے، اتنے میں ایک نوجوان نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے زنا کی اجازت مرحمت فرمائی جائے۔ صحابہ کرام اس نوجوان کی بات سن کر مشتعل ہو گئے۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو خاموش رہنے کی ہدایت فرمائی اور نوجوان سے پوچھا کہ جس کام کی اجازت تو مانگ رہا ہے کیا تو چاہے گا کہ تیری ماں کے ساتھ یہی کام کیا جائے؟ نوجوان نے کہا اے اللہ کے رسول ہرگز نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگ بھی اپنی ماؤں کے ساتھ یہ کام نہیں چاہتے۔ کیا تو پسند کرے گا کہ تیری بیٹی کے ساتھ یہ کام ہو؟ نوجوان نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ میں کبھی ایسا نہیں چاہوں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگ بھی اپنی بیٹیوں کے ساتھ یہ کام نہیں چاہتے۔ کیا تم اپنی بہن کے ساتھ اس کام کے کروانے کے لیے راضی ہو؟ نوجوان نے کہا ہرگز نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے نوجوان کو سمجھایا کہ بالکل اسی طرح کوئی آدمی بھی گوارا نہیں کرے گا کیونکہ جب کسی بھی عورت سے زنا کا ارتکاب کرے گا تو وہ کسی کی

---

67. [مسلم]

ماں، بہن اور بیٹی ہی ہوگی۔ آپ ﷺ نے نوجوان کے سینے پر ہاتھ پھیرا اور یہ دعا فرمائی۔ ''اے رب اس کی مغفرت فرما دے، اس کا دل پاک کر دے اور اس کی شرمگاہ کی حفاظت فرما۔'' اس کے بعد وہ نوجوان کسی برائی کی طرف نظر اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتا تھا۔ (68)

ابو العباس سہیلؓ بن سعد ساعدیؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے ایک مالدار آدمی کا گزر ہوا۔ آپ ﷺ نے ایک صحابی سے پوچھا ''اس آدمی کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟'' صحابی نے عرض کیا اس آدمی کا شمار بڑے اور باعزت لوگوں میں ہے۔ اللہ کی قسم یہ اس بات کا مستحق ہے کہ شادی کا پیغام دے تو اس کی شادی ہو جائے اور کسی کی سفارش کرے تو قبول کی جائے۔ آپ ﷺ یہ سن کر خاموش رہے۔ پھر ایک دوسرا آدمی گزرا تو آپ ﷺ نے صحابی سے پوچھا اس شخص کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ صحابی نے عرض کیا اے رسول اللہ ﷺ اس شخص کا شمار مسلمانوں کے فقراء میں ہوتا ہے۔ یہ اس بات کا مستحق ہے کہ شادی کا پیغام دے تو قبول نہ ہو اور کسی کی سفارش کرے تو کوئی کان نہ دھرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''اللہ کے نزدیک یہ محتاج شخص اس مالدار شخص سے بہت بہتر ہے۔'' (69) صحابی نے پوچھا اے اللہ کے رسول ﷺ انسان کو ماپنے کا اصول اور پیمانہ کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا'' جان لو اللہ کے نزدیک تم میں سب سے باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی (اللہ سے ڈرنے والا) ہے۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''تم لوگ اپنے کمزور اور معذور لوگوں کی دعاؤں کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد پہنچائے جاتے ہو اور ان ہی کی دعاؤں سے رزق دیے جاتے ہو۔'' (70)

رسول اللہ ﷺ اکثر یہ دعا کیا کرتے تھے:

''اے اللہ مجھے مسکین بنا کر زندہ رکھ اور مسکینی میں موت دے اور قیامت کے روز مسکینوں کے زمرے میں مجھے اُٹھا۔'' (71)

حضور اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ ہی میں زکوٰۃ کی رقم علیحدہ رکھی جاتی تھی۔ اس شعبہ کے ملازم الگ تھے جب کہ مالِ غنیمت کا حساب رکھنے والے ملازم الگ تھے۔ آپ ﷺ زکوٰۃ فنڈ سے یتیموں،

68۔ [مسند احمد] 69۔ [بخاری] 70۔ [بخاری] 71۔ [البیہقی، طبرانی]

عمر رسیدہ لوگوں اور غریب خاندانوں کی مالی اعانت کرتے تھے۔ جب کوئی یتیم بالغ ہو جاتا اور اس پر جہاد واجب ہو جاتا تو اسے زکوٰۃ فنڈ کی بجائے مالِ غنیمت سے امداد ملنی شروع ہو جاتی تھی۔ اگر یہ نوجوان فوجی فرائض کی ادائیگی پسند نہ کرتا تو پھر اسے زکوٰۃ فنڈ سے امداد نہ دی جاتی اور اسے حکم دیا جاتا کہ وہ اپنی روزی خود کمائے۔ (72)

حضور اکرم ﷺ کی زندگی قول و فعل کی یکسانی کا بہترین عملی نمونہ ہے۔ آپ ﷺ نے اپنی زندگی میں ہی مشنِ ربانی مکمل کر لیا۔ دعویٰ کیا تو اس کا ثبوت بھی فراہم کر دیا۔ سیاسی حوالے سے دیکھیے تو آپ ﷺ نے دس سال کے قلیل عرصے میں جزیرہ نمائے عرب، جنوبی فلسطین اور جنوبی عراق میں ایک مستحکم اور بڑی مملکت قائم کر دی حالانکہ ان علاقوں میں خود سر خانہ بدوش قبائل کے درمیان خانہ جنگیاں ہی رہتی تھیں۔ آپ ﷺ نے سپہ سالار کی حیثیت میں اسلامی جنگوں اور غزوات کی قیادت کی۔ ان جنگوں میں چند سو انسانوں نے اپنی جانیں قربان کیں مگر دس سال میں بارہ لاکھ مربع میل کا رقبہ اسلامی ریاست کا مطیع ہو گیا۔ منتظم اور مدبر کی حیثیت میں آپ ﷺ نے ایک ایسا دستورِ مملکت اور نظامِ حکمرانی دیا جسے آج بھی انسانی تاریخ کا سنہری دور قرار دیا جاتا ہے۔ معاشی لحاظ سے تقسیم اور گردشِ دولت کا اصول آپ ﷺ کے ہر مالی حکم میں نظر آتا ہے۔ غریب اور مسکین افراد کو روٹی فراہم کرنا اسلامی ریاست کا اولین فریضہ قرار پایا۔ سماجی اور اخلاقی حیثیت سے آپ ﷺ معلمِ اخلاق تھے۔ ایک باپ، ایک شوہر، ایک حاکم، ایک دوست، ایک تاجر، ایک رہنما کی حیثیت سے آپ ﷺ کا کردار اس قدر مثالی تھا کہ مخالفین بھی اس کا اعتراف کرتے ہیں۔ آپ ﷺ دنیا کے پہلے عظیم انسان تھے جنھوں نے ہر قسم کے نسلی، لسانی، علاقائی، قبائلی اور رنگ کی بنیاد پر تعصبات کو ختم کر دیا اور تقویٰ کو انسان کی حقیقی فضیلت قرار دیا۔

خیبر کے معرکہ کے دوران ایک یہودی کا غلام (جو چرواہا تھا) مسلمان ہو گیا۔ اسلامی قانون کے مطابق وہ فوری آزاد ہو گیا لیکن حضور اکرم ﷺ نے اسے ہدایت کی کہ وہ اپنے آقا سے خیانت نہ کرے چنانچہ وہ جانوروں کو ہانکتا ہوا اپنے آقا کے قلعے کے قریب لے گیا اور ان کو للکار کر قلعے کے

72۔ [السیر الکبیر]

اندر بھیج دیا اور خود واپس اسلامی پڑاؤ میں آ گیا۔ (73)

مجاہد کا بیان ہے ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ صحابہ کرام کے ساتھ تشریف فرما تھے اچانک ریاح کی بد بو آئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''جس شخص نے گوز مارا ہے وہ اُٹھ کر وضو کر لے۔'' گوز مارنے والا شرم سے نہ اٹھا۔ رسول اکرم ﷺ نے دوبارہ وہی بات دہرائی ''گوز مارنے والے شخص کو چاہیے کہ وہ جا کر وضو کر لے کیونکہ اللہ تعالیٰ حق بات سے نہیں شرماتا۔'' حضرت عباسؓ نے اس صحابی کو ندامت سے بچانے کے لیے تجویز پیش کی ''اے اللہ کے رسول ﷺ کیوں نہ ہم سب ہی اُٹھ جائیں اور وضو کر لیں۔'' حضور اکرم ﷺ نے اس تجویز کو پسند کیا اور سب نے دوبارہ وضو کر لیا۔ (74)

ایک دن آپ ﷺ صحابہ میں مال تقسیم فرما رہے تھے ایک آدمی آیا اور حرص کے مارے آپ ﷺ کے اوپر ٹوٹ پڑا۔ آپ ﷺ کے ہاتھ میں کھجور کی چھڑی تھی آپ ﷺ نے اس چھڑی سے اُسے پیچھے کیا جس کی وجہ سے اس کے چہرے پر زخم آ گیا۔ آپ ﷺ نے دیکھا تو اسی وقت فرمایا آؤ مجھ سے قصاص لے لو۔ اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں نے معاف کر دیا۔ (75)

حذیفہ عدویؓ بیان کرتے ہیں کہ جنگِ یرموک کے موقع پر میں اپنے چچیرے بھائی کی تلاش میں زخمیوں کو دیکھ رہا تھا۔ میرے پاس کچھ پانی تھا اور میں کہہ رہا تھا اگر اس میں کچھ رمق باقی ہوئی تو میں اس کو پلا دوں اور اس سے اس کا چہرہ صاف کر دوں گا، چنانچہ وہ مجھے مل گیا میں نے اس سے پانی کا پوچھا تو اس نے اثبات میں سر کا اشارہ کیا کہ اچانک دوسری طرف سے ایک اور زخمی کے کراہنے کی آواز آئی تو اس نے مجھ سے اس کی طرف جانے کا کہا، اس کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ وہ ہشام بن عاصؓ ہیں۔ انھیں پانی پیش کر رہا تھا کہ کسی اور طرف سے کراہنے کی آواز آئی ہشام بن عاصؓ نے اس کی طرف جانے کا اشارہ دیا۔ میں ادھر گیا تو وہ فوت ہو چکا تھا۔ پھر ہشامؓ کی طرف پلٹا تو وہ بھی فوت ہو گئے تھے اور آخر میں اپنے چچیرے بھائی کے پاس آیا تو وہ بھی اللہ کو پیارے ہو چکے تھے۔ (76)

رسول اللہ ﷺ کے ایک مہمان کو ایک انصاری صحابیؓ کھانا کھلانے کے لیے لے گیا، اس نے آگے کھانا رکھا، بیوی کو کہہ کر کسی بہانے سے چراغ گل کر دیا اور کھانا کھانے کے انداز سے ہاتھ

73۔ [البلاذری] 74۔ [ابن الجوزی] 75۔ [ابو داؤد] 76۔ [بخاری]

بڑھاتے رہے اور کھایا نہیں، مہمان سیر ہو گیا،(77) صبح ہوئی تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس ایثار و محبت کی اطلاع رسول اللہ ﷺ کو دی اور آیتِ مبارکہ نازل ہوئی:

"اور اپنے آپ پر (دوسروں کو) ترجیح دیتے ہیں، چاہے خود محتاج ہوں۔"(78)

ایک روز بیتِ نبوی پر بڑا جذباتی ماحول تھا۔ نبی کریم ﷺ نے وضو فرمایا صحابہ کرام آپ ﷺ کے وضو کا استعمال شدہ پانی لے کر اپنے جسموں پر مل رہے تھے۔ آپ ﷺ نے صحابہ سے پوچھا تم ایسا کیوں کر رہے ہو؟ انھوں نے کہا بس اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت میں ایسا کر رہے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا جس کو یہ چاہت ہو کہ اسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت حاصل ہو تو وہ ان تین باتوں کا اہتمام کرے۔ (1) بات کرے تو سچی کرے (2) امانت میں خیانت نہ کرے (3) اپنے ہمسایوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔(79)

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں نیک عمل کرنے کا حکم بار بار فرمایا ہے، ایک آیت میں نیک عمل کی تشریح ان الفاظ میں فرما دی:

"جو لوگ ایمان لے آئے اور نیک عمل کرنے لگے انھوں نے پہلے جو کچھ کھایا پیا تھا اس پر کوئی گرفت نہ ہوگی بشرطیکہ وہ آئندہ ان چیزوں سے بچے رہیں جو حرام کی گئی ہیں اور ایمان پر ثابت قدم رہیں پھر جس چیز سے روکا جائے اس سے رکیں اور جو فرمانِ الٰہی ہو اسے مانیں پھر خدا ترسی کے ساتھ نیک رویہ رکھیں اللہ نیک کردار لوگوں کو پسند کرتا ہے۔"(80)

حضورِ اکرم ﷺ نے دوسروں کے ساتھ سلوک کے بارے میں فرمایا:

"تم اپنے طرزِ عمل کو لوگوں کے طرزِ عمل کے تابع بنا کر نہ رکھو یہ کہنا غلط ہے کہ اگر لوگ بھلائی کریں گے تو ہم بھلائی کریں گے اور لوگ ظلم کریں گے تو ہم بھی ظلم کریں گے تم اپنے نفس کو ایک قاعدے کا پابند بناؤ اگر لوگ نیکی کریں تو تم

77۔ [بخاری، مسلم] 78۔ [9:59] 79۔ [معجم کبیر طبرانی] 80۔ [93:5]

نیکی کرو اور اگر لوگ تم سے بدسلوکی کریں تو تم ظلم نہ کرو۔"(81)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم حرص کرتے ہو حکومت کی حالانکہ انجام اس کا ندامت اور حسرت ہے کیوں کہ حکومت ملتے وقت اچھا معلوم ہوتا ہے اور جاتے وقت رنج ہوتا ہے (پھر جس لذت کا انجام رنج ہو تو اس کی خواہش کرنا عقل مندی کے خلاف ہے۔)(82)

حضرت ابو موسیٰؓ سے روایت ہے میرے پاس اشعری لوگ آئے اور بولے ہم کو لے چلو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہمیں کام ہے میں ان کے ساتھ گیا۔ انھوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو کوئی کام دیجیے (یعنی کوئی عہدہ کوئی خدمت) یہ سن کر میں نے عذر کیا ان کی بات سے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نہیں جانتا تھا کہ یہ اس مطلب سے آئے ہیں (ورنہ میں اپنے ساتھ نہ لاتا) آپ نے فرمایا تو سچ کہتا ہے اور میرا عذر قبول کیا پھر ان لوگوں کو جواب دیا کہ ہم سے جو کوئی مانگتا ہے ہم اس کو کام پر نہیں کرتے (اس خیال سے کہ وہ خیانت کرے گا جبھی تو قاضی بننا چاہتا ہے ورنہ قاضی بننا ایسے مواخذے کا کام ہے کہ ہر ایک مسلمان کو اس سے ڈرنا چاہئے خواہش کرنا کیسا؟)(83)

حضرت اسید بن حضیرؓ سے روایت ہے ایک شخص انصاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا آپ مجھ کو کوئی کام نہیں دیتے فلانے شخص کو آپ نے کام دیا ہے۔ آپ نے فرمایا (میں تو انصاف سے لیاقت دیکھ کر ہر ایک شخص کو کام دیتا ہوں لیکن میرے بعد تم دیکھو گے کہ نالائق لوگوں کو کام ملیں گے اور جو مستحق ہوں گے وہ محروم رہیں گے، ایسے وقت میں صبر کرنا یہاں تک کہ مجھے ملو گے قیامت کے روز حوض کوثر پر۔(84)

81۔ [بخاری] 82۔ [ترمذی] 83۔ [ترمذی] 84۔ [ترمذی]

حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ ایک بوڑھی عورت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور جنت کے لیے دعا کی درخواست کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں بوڑھی عورت داخل نہیں ہو سکتی وہ عورت رونے لگی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تسلی دیتے ہوئے فرمایا رب تعالیٰ سب اہلِ جنت عورتوں کو نو عمر کنواریاں بنا دیں گے۔(85)

85۔ [شمائل ترمذی]

معاشی معاملات

حضور اکرم ﷺ نے اپنی زندگی میں قرآن حکیم کی روشنی میں وہ بنیادی اصول طے فرمادیے جن پر معاشی نظام کی عمارت تعمیر کی جاسکتی ہے۔ آپ ﷺ کے ارشادات کی روشنی میں معاشی نظام وضع کر کے قومی وسائل کی منصفانہ تقسیم کی جاسکتی ہے۔ اسلامی حکومت کا بنیادی معاشی اصول یہ ہے "روئے زمین پر کوئی ذی حیات ایسا نہیں ہے جس کے رزق کی ذمے داری اللہ پر نہ ہو۔"(1) اسلامی حکومت خدا کے نام پر لوگوں سے اطاعت لیتی ہے اس پر لازم ہے کہ وہ خدا کی اس ذمہ داری کو پورا کرے۔ قرآن میں ارشاد ہے "یہاں تو تمھیں یہ آسائشیں حاصل ہیں کہ نہ بھوکے ننگے رہتے ہو اور نہ پیاس اور دھوپ تمھیں ستاتی ہے۔"(2) اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ وہ خدا کے اس فرمان کے مطابق بندوں کو روٹی، کپڑا اور مکان کی سہولتیں فراہم کرے۔ آپ ﷺ نے نفع مند مال کی تعریف کی اور اس مال کے کمانے کی خواہش اور اسے احسن طریق پر خرچ کرنے کی ہدایت فرمائی۔ آپ ﷺ نے ایسے صاحب حیثیت شخص کو سراہا جو مال ملنے پر شاکر ہو اور اس مال کو لوگوں کی منفعت اور خیر خواہی کے لیے خرچ کرے اور اللہ کے سوا کسی اور کی خوشنودی اس کے پیشِ نظر نہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"وہ کتنا ہی اچھا مال ہے جو کسی نیک آدمی کے پاس ہو۔"(3)

"اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے تین چیزیں ناپسند فرمائی ہیں۔ قیل وقال، مال کے ضیاع اور کثرت سوال۔"(4)

"ممکن ہے غربت وافلاس کے نتیجے میں انسان کفر کی حد تک پہنچ جائے۔"(5)

"خرچ میں اعتدال آدھی معیشت ہے۔"(6)

1- [6:11] 2- [118:20] 3- [مسند احمد بن حنبل] 4- [بخاری]
5- [مسند الشہاب] 6- [طبرانی]

"جس نے میانہ روی اختیار کی وہ محتاج نہیں ہوگا۔"(7)

"رزقِ حلال کی تلاش فرض عبادت کے بعد (سب سے بڑا) فریضہ ہے۔"(8)

"صبح کی نماز ادا کرلو تو اپنے رزق کی طلب سے غافل ہو کر نہ سو جاؤ کیونکہ صبح کی نیند رزق کو روکتی ہے۔"(9)

حضور اکرم ﷺ نے محنت مزدوری اور اپنی معیشت کو سنوارنے کے لیے جدوجہد کرنے والے کی تعریف کی اور مزدور کو اللہ کا دوست قرار دیا۔

"حضرت رافع بن خدیج سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا یا رسول اللہ ﷺ کون سی کمائی سب سے پاکیزہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا آدمی کا اپنے ہاتھ سے کمانا اور ہر جائز تجارت۔"(10)

ارشادِ ربانی ہے:

"وہی ہے جس نے سب کچھ جو زمین میں ہے تمھارے نفع کے لیے پیدا کیا۔"(11)

"اور بے شک ہم نے تم کو زمین میں تمکن اور تصرف عطا کیا اور ہم نے اس میں تمھارے لیے اسبابِ معیشت پیدا کیے۔ تم بہت ہی کم شکر بجا لاتے ہو۔"(12)

آپ ﷺ نے مالدار لوگوں کو اپنے مال اسباب میں دوسروں کو شریک کرنے کی ترغیب دی تاکہ معاشرے میں معاشی تفاوت پروان نہ چڑھ سکے اور احساسِ محرومی پیدا نہ ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"ایک آدمی کا کھانا دو آدمیوں کے لیے کافی ہوتا ہے۔ دو آدمیوں کا کھانا چار

7۔ [الطبرانی] 8۔ [بیہقی] 9۔ [کنز العمال] 10۔ [مسند احمد بن حنبل] 11۔ [29:2]
12۔ [10:7]

آدمیوں کے لیے اور چار آدمیوں کا کھانا آٹھ آدمیوں کے لیے کافی ہوتا ہے۔"(13)

"تم میں سے جس شخص کے پاس ضرورت سے زائد سواری ہے وہ اس کو لوٹا دے جس کے پاس نہیں ہے۔ جس کے پاس ضرورت سے زائد سامان خورونوش ہے وہ اس کو لوٹا دے جس کے پاس نہیں ہے۔" اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مختلف اصنافِ مال کا ذکر فرماتے رہے یہاں تک کہ ہم نے سمجھا کہ ضرورت سے زائد کسی بھی شے میں ہمارا حق نہیں ہے۔(14)

قرآن کے مطابق ہر شخص حتی المقدور کسبِ معاش کا پابند ہے۔ بلا عذر شرعی تساہل، غفلت اور کاہلی کی زندگی بسر کرنے کی اجازت نہیں ہے۔(15) ارشادِ ربانی ہے:

"پھر جب نماز ادا کر چکو تو زمین میں منتشر ہو جاؤ اور پھر اللہ کا فضل (یعنی رزق) تلاش کرو۔"(16)

"اور یہ کہ انسان کو (عدل میں) وہی کچھ ملے گا جس کی اس نے کوشش کی ہوگی۔"(17)

"بے شک تم اللہ کے سوا جن کی پوجا کرتے ہو وہ تمھارے لیے رزق کے مالک نہیں ہیں پس تم اللہ کی بارگاہ سے رزق طلب کیا کرو۔"(18)

"اے لوگو! زمین کی چیزوں میں سے جو حلال اور پاکیزہ ہے کھاؤ اور شیطان کے راستوں پر نہ چلو بے شک وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔"(19)

"مردوں کے لیے اس میں حصہ ہے جو انھوں نے کمایا اور عورتوں کے لیے اسی میں حصہ ہے جو انھوں نے کمایا۔"(20) یعنی گناہ اور ثواب کے لیے مرد یا عورت میں کوئی تخصیص یا فوقیت نہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

13۔ [مسلم] 14۔ [مسلم] 15۔ [طاہر القادری: مقدمہ سیرت] 16۔ [10:62]
17۔ [39:53] 18۔ [17:29] 19۔ [168:2] 20۔ [32:4]

"گناہوں میں سے کچھ گناہ ایسے ہیں جن کا کفارہ نہ نماز ہے نہ روزہ، نہ حج اور نہ ہی عمرہ۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ پھر ان کا کفارہ کیا ہے فرمایا طلب معیشت کی فکر اور جدوجہد۔"(21)

"تم اپنی روزی کو زمین کے پوشیدہ خزانوں میں تلاش کرو۔"(22)

"سچے اور ایمان دار تاجر کا حشر نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔"(23)

"مزدور کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کرو۔"(24)

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں لوگوں کو زمین اور دوسرے وسائل کا امین اور نائب قرار دیا۔ ساری کائنات کا مالک اللہ ہے اور کوئی شخص کسی چیز پر ملکیت کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔

"اور تمہیں کیا ہو گیا ہے تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ آسمانوں اور زمین کی ساری ملکیت اللہ ہی کی ہے۔ تم تو فقط اس مالک کے نائب ہو۔"(25)

"اور وہی ہے جس نے تم کو زمین پر نائب بنایا اور تم میں سے بعض کو بعض پر درجات میں بلند کیا تا کہ وہ تمہیں (ان چیزوں) میں آزمائے جو اس نے تمہیں (امانتاً) عطا کر رکھی ہیں۔"(26)

"کھاؤ اور پیو اور حد سے زیادہ خرچ نہ کرو۔"(27)

"اور (اپنا مال) فضول خرچی سے مت اڑاؤ۔ بے شک فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ہی ناشکرا ہے۔"(28)

"(آمدنی اور اخراجات میں) میانہ روی معاشی زندگی کی خوش گواری کا نصف حصہ ہے۔"(29)

حضرت انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بنی تمیم کا ایک شخص

21۔ [طبرانی]   22۔ [بیہقی طبرانی]   23۔ [ترمذی]   24۔ [بیہقی]   25۔ [10:57]
26۔ [165:6]   27۔ [31:7]   28۔ [26:17]   29۔ [طبرانی بیہقی]

حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں بہت مال دار ہوں اور میرے اہل و عیال بھی ہیں اور مہمان داری بھی خاصی ہوتی رہتی ہے تو آپ ﷺ فرمایئے کہ میں کس طرح خرچ کروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا "اپنے مال سے پہلے زکوۃ نکال کر اگر وہ زکوۃ کی مقدار کو پہنچتا ہے اس لیے کہ زکوۃ مال کو خباثت سے پاک کر دیتی ہے اور پھر اقرباء کے ساتھ مالی صلہ رحمی کر اور سائل، مسافر، مسکین کے حقوق کی ادائیگی کر۔ اس شخص نے عرض کیا یارسول اللہ اس تفصیل کو جامع اور مختصر الفاظ میں فرمادیجیے کہ میں اسے دستور زندگی بناؤں۔ آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھ کر سنادی۔

> "اور قرابت داروں کو ان کا حق ادا کرو اور محتاجوں و مسافروں کو بھی اور (اپنا مال) فضول خرچی سے مت اُڑاؤ۔"(30)

اسلام میں عوام کے معاشی مفادات کو تحفظ حاصل ہے، کسی فردِ واحد یا مخصوص جماعت کو ایسے وسائل رزق کی ملکیت نہیں دی جاسکتی جو انسانوں کے اجتماعی مفاد کے لیے ہوں۔(31) حضرت ابیض بن حمال بیان کرتے ہیں کہ وہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مآرب میں نمک کی جھیل عطیہ کے طور پر مانگی۔ آپ ﷺ نے اجازت دے دی۔ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ نے نمک کا ہمیشہ جاری رہنے والا خزانہ کیوں ابیض کے حوالے کر دیا۔ آپ ﷺ نے اصل حقیقت سے آگاہی کے بعد نمک کی جھیل واپس لے لی۔(32)

حضور اکرم ﷺ نے اپنے قول اور فعل سے دولت کے ارتکاز کی ممانعت فرمائی۔ اگر کوئی شخص سرمایہ، دولت اور جائداد کو اپنی ضروریات اور آسائشوں تک محدود رکھے اور دوسروں کو فائدہ نہ اٹھانے دے اور مستحقین کے شرعی حقوق تسلیم نہ کرے تو اسے دولت کا ارتکاز کہا جائے گا جو شریعت میں حرام اور جہنم کے عذاب کا باعث ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

> "اور جو لوگ سونا اور چاندی ذخیرہ کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو انھیں دردناک عذاب کی خبر سنادیں جس دن (اس سونے، چاندی اور مال) پر دوزخ کی آگ میں تاپ دی جائے گی پھر (اس تپے ہوئے مال)

30۔ [ابن کثیر] 31۔ [طاہر القادری، مقدمہ سیرت] 32۔ [ابوداؤد]

سے ان کی پیشانیوں اور ان کے پہلو اور ان کی پیٹھیں داغی جائیں گی (اور ان سے کہا جائے گا) کہ یہ وہی (مال) ہے جو تم نے اپنی جانوں (کے مفاد) کے لیے جمع کیا تھا سو تم (اس مال کا) مزہ چکھو جسے تم جمع کرتے رہے تھے۔"(33)

"تا کہ (سارا مال صرف) تمھارے مال داروں کے درمیان ہی نہ گردش کرتا رہے۔"(34)

"اے ایمان والو! تم ایک دوسرے کا مال آپس میں ناحق طریقے سے نہ کھاؤ سوائے اس کے کہ تمھاری باہمی رضامندی سے کوئی تجارت ہو۔"(35)

"اور آپ سے پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں، فرما دیں جو ضرورت سے زیادہ ہو اسے (اللہ کے راستے) میں خرچ کردو۔"(36)

حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اے ابن آدم! ضرورت سے زائد مال خرچ کردینا تیرے لیے زیادہ اچھا ہے اور اگر تو اس مال کو خرچ کرنے سے روک لے گا تو یہ تیرے لیے باعثِ شر ہوگا۔ البتہ بقدرِ ضرورت بچا کر رکھنا تمھارے لیے باعثِ عار نہیں ہوگا اور انفاق کا آغاز اپنے قرابت داروں سے کر۔"(37)

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اگر میرے پاس احد پہاڑ جتنا سونا بھی ہوتا تو میرے لیے یہی بات باعثِ راحت ہوتی کہ میں تین راتیں گزرنے تک اسے راہِ خدا میں خرچ کردوں اور اس مال میں سے اسی قدر بچا کر رکھتا جو قرض کی ادائیگی کے لیے ضروری ہوتا۔"(38)

ارشادِ ربانی ہے:

33۔ [9:34-35] 34۔ [59:7] 35۔ [4:29] 36۔ [2:219] 37۔ [ترمذی]
38۔ [بخاری]

"کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جو دین کو جھٹلاتا ہے تو یہ وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور محتاج کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا پس افسوس ہے ان نمازیوں کے لیے جو اپنی نماز کی (روح) سے بے خبر ہیں۔ وہ لوگ (عبادت میں) دکھلاوا کرتے ہیں اور وہ برتنے کی معمولی سی چیز بھی مانگنے پر نہیں دیتے۔"(39)

"بلکہ اصل نیکی تو یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور اللہ کی کتاب پر اور پیغمبروں پر ایمان لائے اور اللہ کی محبت میں اپنا مال قرابت داروں پر اور یتیموں پر اور محتاجوں پر اور مسافروں پر اور مانگنے والوں پر اور غلاموں کی گردنوں (کو آزاد کرانے) میں خرچ کرے اور نماز قائم کرے اور زکوۃ دے۔"(40)

"اور اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق (کے درجات) میں فضیلت دی ہے۔ (تاکہ وہ تمھیں حکم انفاق کے ذریعے آزمائے) مگر جن لوگوں کو فضیلت دی گئی ہے وہ اپنی دولت اپنے زیردست لوگوں پر نہیں لوٹاتے حالانکہ وہ سب اس میں برابر ہیں تو کیا وہ اللہ کی نعمتوں کا انکار کرتے ہیں۔"(41)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔ سوائے تین چیزوں کے (ان کا اجرا سے برابر ملتا رہتا ہے) ایک وہ صدقہ جس کا نفع جاری رہے۔ دوسرا وہ علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے۔ تیسری وہ نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔"(42)

حضور اکرم ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا:

"اے عائشہ! کسی بھی محتاج اور ضرورت مند کو مایوس نہ کر خواہ کھجور کی گٹھلی ہی کیوں نہ دے سکو۔ مزید یہ کہ غریب اور محتاج لوگوں سے محبت کیا کرو اور ان

39۔ [107-7-1] 40۔ [2-177] 41۔ [16:71] 42۔ [مسلم]

سے قربت حاصل کیا کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ روز قیامت تمہیں اپنے قرب سے نوازے گا۔"(43)

آپ ﷺ کے بارے میں روایت ہے کہ اگر بیت المال خالی ہوتا تو آپ ﷺ سائل کی داد رسی کے لیے قرض بھی لے لیتے۔[شمائل ترمذی]

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

"بیوہ عورتوں اور محتاجوں کی خدمت و اعانت کرنے والا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کے برابر ہے اور اس نیکو کار کے برابر ہے جو (عمر بھر) ساری رات عبادت کرے اور دن کو روزے رکھے۔"(44)

ابوداؤد سے روایت ہے:

"جس شخص کو اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے بعض امور کا نگران بنادے اور وہ لوگوں کی ضروریات اور احتیاجات سے لاپرواہی برتے تو اللہ تعالیٰ اس کی ضروریات اور احتیاجات سے لاپرواہی برتے گا۔(45)

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

"جس بستی میں کسی شخص نے اس حال میں صبح کی کہ وہ رات بھر بھوکا رہا۔ اس بستی سے اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور نگرانی کا ذمہ ختم ہوگیا۔"(46)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے:

"بندہ میرا مال میرا مال کہتا رہتا ہے حالانکہ اس مال میں سے اس کے لیے صرف تین چیزیں ہوتی ہیں۔ اول جو کچھ وہ کھا کر ہضم کر لیتا ہے، دوم جسے پہن کر پرانا کر دیتا ہے۔ سوم جو کچھ فی سبیل اللہ دوسروں کو دے کر آخرت سنوار لیتا ہے۔ ان کے علاوہ جو کچھ ہوتا ہے وہ یا تو چلا جاتا ہے یا وہ دوسروں کے لیے چھوڑ کر مر جاتا ہے۔"(47)

---

43. [ترمذی] 44. [بخاری] 45. [ابوداؤد] 46. [مسند احمد] 47. [مسلم]

قرآن پاک میں ارشاد ہے:

''اور اپنے وہ مال جنھیں اللہ نے تمھارے لیے قیام زندگی کا ذریعہ بنایا ہے۔ نادان لوگوں کے حوالے نہ کرو البتہ انھیں کھانے اور پہننے کے لیے دو اور انھیں نیک ہدایت کرو۔''(48)

مولانا مودودی تفہیم القرآن میں اس آیت کی تشریح بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس آیت میں امت کو یہ جامع ہدایت فرمائی گئی ہے کہ مال جو ذریعہ قیام زندگی ہے ایسے نادان لوگوں کے اختیار اور تصرف میں نہ رہنا چاہیے جو اسے غلط طریقے سے استعمال کر کے نظام تمدن و معیشت اور بالآخر نظام اخلاق کو ہی خراب کر دیں۔ حقوق ملکیت جو کسی شخص کو اپنے املاک پر حاصل ہیں اس قدر غیر محدود نہیں ہیں کہ وہ اگر ان حقوق کو صحیح طور پر استعمال کرنے کا اہل نہ ہو اور ان کے استعمال سے اجتماعی فساد برپا کر دے تب بھی اس کے وہ حقوق سلب نہ کیے جا سکیں۔''(49)

قرآن پاک کی ان آیات کے مطابق رب تعالیٰ نے اموال میں غریبوں اور محروموں کا حق مقرر کر رکھا ہے جو لوگ یہ حق غصب کر لیتے ہیں وہ رب کی ناراضی اور عذاب کو دعوت دیتے ہیں۔

''انسان تھڑدلا پیدا کیا گیا ہے۔ جب اس پر مصیبت آتی ہے تو گھبرا اٹھتا ہے اور جب اسے خوشحالی نصیب ہوتی ہے تو بخل کرنے لگتا ہے مگر وہ لوگ (اس عیب سے بچے ہوئے ہیں) جو نماز پڑھنے والے ہیں جو اپنی نماز کی ہمیشہ پابندی کرتے ہیں جن کے مالوں میں سائل اور محروم کا ایک مقرر حق ہے۔''(50)

''جو جنت میں ہوں گے وہ مجرموں سے پوچھیں گے تمھیں کیا چیز دوزخ میں لے گئی، وہ کہیں گے ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے اور مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے۔''(51)

48۔ [النساء:5] 49۔ [تفہیم القرآن] 50۔ [70:13-16] 51۔ [74:32-34]

ایک مرتبہ بحرین سے خراج کی کثیر دولت آئی آپ ﷺ نے مسجد میں ڈھیر لگوا دیا اور ضرورت مندوں میں سارا دن تقسیم فرما دیا۔ [52]

آپ ﷺ حنین کے اموال تقسیم فرما کر مسجدِ نبوی تشریف لائے تو آس پاس کے بدو آپ ﷺ سے لپٹ گئے اور مال کی استدعا کی آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر جنگلی درختوں کے برابر میرے پاس اونٹ ہوتے تو میں تم سب میں بانٹ دیتا اور تم مجھے بخیل، کم حوصلہ اور دروغ گو نہ پاتے۔ [53]

52۔ [نعیم صدیقی: محسنِ انسانیت ﷺ]
53۔ [بخاری]

گھریلو زندگی

شادیوں کی حکمت

غیر مسلم مورخین نے حضور اکرم ﷺ کے کثرت ازدواج کے مسئلہ کو درست تناظر میں پیش نہیں کیا۔ حضور اکرم ﷺ نے 25 سال تک کوئی شادی نہ کی۔ آپ ﷺ کی جوانی بے داغ تھی۔ رسول اللہ ﷺ کے کٹر دشمن بھی آپ ﷺ کے کردار پر انگلی نہ اٹھا سکے۔ آپ ﷺ نے پہلی شادی حضرت خدیجہؓ سے کی جو بیوہ تھیں اور عمر میں آپ ﷺ سے پندرہ سال بڑی تھیں۔ آپ ﷺ نے 50 سال کی عمر تک حضرت خدیجہؓ کے ساتھ مثالی ازدواجی زندگی گزاری اور ان کی وفات تک دوسری شادی نہ کی۔ آپ ﷺ کی اکثر شادیاں 55 سے 59 سال تک کے عرصے میں ہوئیں۔ یہ وہ عرصہ تھا جب اسلام مختلف قبائل اور علاقوں میں پھیل رہا تھا۔ آپ ﷺ نے مختلف قبائل کی عورتوں کو رشتہ ازدواج سے منسلک کیا تاکہ اسلام کی تبلیغ اور اشاعت کے راستے میں حائل رکاوٹوں کو کم کیا جا سکے۔ اللہ تعالیٰ نے جو مشن رسول ﷺ کے سپرد کیا تھا اس کے پیش نظر آپ ﷺ کو چار سے زیادہ شادیوں کی اجازت دی گئی۔ [33:38]

سیرت نگاروں کے مطابق ان شادیوں کی حکمت اور مقاصد یہ تھے۔ اسلام کی اشاعت و تبلیغ، قبائلی عصبیتوں اور دشمنوں کا خاتمہ، زمانہ جاہلیت کی رسوم کا خاتمہ، رنگ، نسل، زبان، قبیلے اور علاقے کی بناء پر تعصب کا خاتمہ، احکامات الٰہی کا عملی نفاذ مردوں اور عورتوں کی یکساں تعلیم و تربیت، مثالی عائلی زندگی کا نمونہ پیش کرنا، بیواؤں اور مطلقہ عورتوں سے نکاح کی ترغیب دینا۔ دشمنوں سے حسن سلوک کر کے انہیں اسلام کے پرچم تلے لانا۔ مختلف قبائل میں نکاح کر کے ان کی اسلام دشمنی کا خاتمہ کرنا۔

حضرت صفیہؓ کا تعلق یہودیوں کے قبیلہ بنو ہارون سے تھا۔ اس شادی سے پہلے یہودی مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں مصروف رہتے تھے۔ شادی کے بعد وہ مسلمانوں کے خلاف کسی جنگ میں شریک نہ ہوئے۔ حضرت ام حبیبہؓ ابوسفیان کی بیٹی تھیں ان کا تعلق بنو امیہ سے تھا۔ ام حبیبہؓ نے اپنے پہلے شوہر کے دباؤ کے باوجود عیسائیت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ ان کا شوہر نشے کی زیادتی کی بناء پر فوت ہو گیا۔ وہ، تیرہ سال تک حبشہ میں بے یارو مددگار مقیم رہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے ام حبیبہؓ کو اپنے عقد میں لے لیا۔(1) اس شادی کے بعد ابوسفیان کا رویہ نرم ہو گیا وہ مسلمان ہو گیا اور فتح مکہ کے بعد اس کا گھر پناہ گاہ قرار پایا۔ حضرت جویریہؓ کا تعلق بنو مصطلق سے تھا۔ حضرت جویریہؓ کا والد مشہور رہزن اور ڈاکو تھا۔ بنو مصطلق کا قبیلہ اس کے زیر اثر تھا۔ جنگوں میں مسلمانوں کے مخالف گروہ میں شریک ہوتا تھا۔ حضرت جویریہؓ سے آپ ﷺ کی شادی کے بعد قبائلی عداوت ختم ہو گئی۔ سارے قبیلے نے رہزنی اور قذاقی چھوڑ کر مہذب زندگی اختیار کر لی۔ حضرت میمونہؓ کا تعلق بنو ہلال سے تھا۔ ان کی ایک بہن سردار نجد کے گھر بیاہی ہوئی تھی۔ اہل نجد نے ستر تبلیغی مسلمانوں کو اپنے ملک لے جا کر قتل کر دیا تھا۔ حضرت میمونہؓ سے شادی کے بعد مسلمانوں کو ملک نجد میں اسلام کی تبلیغ اور اشاعت کا موقع ملا۔ بیوہ حضرت سودہؓ کا تعلق قبیلہ بنو عامر سے تھا۔ حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد بچوں کی تربیت کے لیے عمر رسیدہ خاتون کی ضرورت تھی۔ حضرت حفصہؓ حضرت عمرؓ کی بیٹی تھیں ان کے خاوند خنیسؓ جنگِ احد میں شہید ہو گئے۔ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ کے پاس گئے اور کہا میری بیٹی بیوہ ہو چکی ہے اسے اپنے عقد میں لے لیجیے تاکہ میری بیٹی اپنے شوہر کا غم بھول جائے۔ حضرت عثمانؓ راضی نہ ہوئے۔ حضرت عمرؓ بہت آزردہ ہوئے اور حضور اکرم ﷺ سے اپنے غم کا اظہار کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا "اے عمرؓ تمہیں رنجیدہ ہونے کا حق حاصل ہے اگر تم رضامند ہو تو میں حاضر ہوں تمہاری بیٹی سے عقد کر لوں۔" حضرت عمرؓ اس تجویز سے اس قدر خوش ہوئے کہ آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے سر پر رکھا اور کہا "اے محمد ﷺ آج آپ ﷺ نے مجھے سعادت مند کیا ہے۔"(2) حضرت حفصہؓ ان چند خواتین میں شامل تھیں جو لکھائی پڑھائی جانتی تھیں۔

1۔ [ایضاً] 2۔ [کانسٹنٹ ورجل]

حضور اکرم ﷺ نے ایک سے زیادہ ازواج سے نکاح کر کے ان سے مساوی حسن سلوک کا مثالی نمونہ پیش کیا تاکہ جو مسلمان ایک سے زیادہ خواتین سے شادی کرے تو اس کے سامنے ایک کامیاب ماڈل موجود ہو جس پر عمل کر کے وہ ایک سے زیادہ بیویوں سے حسن سلوک کا مظاہرہ کر سکے۔ رسول اللہ ﷺ کی بعض شادیوں کا مقصد زمانہ جاہلیت میں پھیلی ہوئی بعض غلط رسوم کا خاتمہ بھی تھا۔ عرب معاشرے میں غلاموں کو ذلت اور حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ آزادی کے بعد بھی انھیں سماج میں عزت کا مقام حاصل نہیں ہوتا تھا۔ اسلام عدل و مساوات کا مذہب ہے۔ وہ آزادی و غلامی، حسب و نسب، مال و دولت کی بنیاد پر انسانوں کے درمیان تفریق کا قائل نہیں۔ عرب معاشرے میں منہ بولے بیٹے کی منکوحہ فرضی باپ کے لیے حقیقی بہو کی طرح حرام سمجھی جاتی۔ اسی طرح فرضی باپ کی بیوی متبنّیٰ کے لیے ماں کی طرح حرام قرار پاتی۔ حضور اکرم ﷺ نے زید بن حارثہؓ کو آزاد کر کے اپنا منہ بولا بیٹا بنالیا۔ لوگ ان کو زید بن محمد ﷺ کے نام سے پکارنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنی حکم کے ذریعے اس رسم کا خاتمہ کر دیا اور لوگوں نے دوبارہ حضرت زیدؓ کو زید بن حارثہ کہنا شروع کر دیا۔ آپ ﷺ نے حضرت زیدؓ کی خواہش پر ان کے نکاح کا پیغام اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینبؓ بن جحش سے کرانے کے لیے بھیجا۔ حضرت زینبؓ اور ان کے بھائی عبداللہ بن جحش کو یہ تجویز پسند نہ آئی کہ قریش کی معزز خاتون کو ایک آزاد کردہ غلام کے عقد میں دیا جائے۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی:

"جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کسی معاملہ میں کوئی فیصلہ فرما دیں تو کسی مومن مرد یا عورت کو اپنے معاملہ میں کوئی اختیار باقی نہیں رہتا۔"(3)

اس آیت کے بعد حضرت زینبؓ کا نکاح حضرت زیدؓ سے ہو گیا مگر کچھ ہی مدت کے بعد دونوں کے درمیان تعلقات کشیدہ ہو گئے۔ جب دونوں نے پوری طرح تسلی کر لی کہ طبیعت کے اختلاف کی بناء پر دونوں کی زندگی خوشگوار نہیں گزر سکتی اور نکاح کے مقاصد پورے نہیں ہو سکتے تو حضرت زیدؓ نے حضرت زینبؓ کو طلاق دے دی۔ حضرت زینبؓ اور ان کے گھر والوں کے لیے یہ ایک بڑا حادثہ تھا۔

3۔ [36:33]

اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا کہ وہ حضرت زینبؓ کا نکاح آپ ﷺ سے کر دیں۔ آپ ﷺ نے حکمِ الٰہی کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا اور اس طرح عرب کی اس رسم کا خاتمہ ہو گیا کہ منہ بولے بیٹے کی مطلقہ سے فرضی باپ نکاح نہیں کر سکتا۔ (۵)

حضرت عائشہؓ حضور اکرم ﷺ کے قریبی دوست حضرت ابوبکرؓ کی بیٹی تھیں۔ آپ ﷺ حضرت عائشہؓ کو بچپن سے ہی جانتے تھے اور ان کی ذہانت اور فراست سے متاثر تھے۔ حضرت عائشہؓ پیدائشی مسلمان تھیں۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے شادی کر کے حضرت ابوبکرؓ سے اپنی دوستی کو مستحکم کیا۔ حضرت عائشہؓ کو دینِ اسلام کی عالمہ بنایا۔ حضرت عائشہؓ آپ ﷺ کے انتقال کے بعد طویل عرصہ حیات رہیں۔ ان کے ذریعے حضور اکرم ﷺ کی سیرت کے اہم پہلو آنے والی نسلوں تک پہنچے۔

حضرت زینب بنت خزیمہؓ نجد کے ایک بڑے قبیلے عامر بن صعصعہ سے تعلق رکھتی تھیں۔ ان کے شوہر جنگِ بدر میں شہید ہو گئے تھے۔ حضرت زینبؓ کی اپنے قبیلے میں بہت عزت تھی۔ آپ ﷺ نے ان سے شادی کر لی تاکہ مسلمانوں کے قبیلہ عامر سے اختلاف ختم کرنے میں مدد ملے۔ حضرت زینبؓ شادی کے تین ماہ بعد وفات پا گئیں۔ حضرت ام سلمہؓ کا تعلق مکہ مکرمہ کے اہم قبیلہ بنو مخزوم سے تھا۔ حضرت ام سلمہؓ اور ان کے شوہر حضرت عبداللہ بن عبدالاسدؓ ابتدائی ایام میں ہی دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ دونوں میاں بیوی نے حبشہ کی جانب ہجرت کی۔ حضرت ام سلمہؓ کے شوہر جنگِ احد میں شہید ہو گئے۔ حضرت ام سلمہؓ کی عمر کافی ہو چکی تھی، ان کے بچے بھی تھے۔ وہ غمگین رہنے لگیں۔ آپ ﷺ نے ان کی دلجوئی کے لیے انھیں اپنے عقد میں لے لیا۔ حضرت ام سلمہؓ خالد بن ولیدؓ کی قریبی رشتے دار تھیں۔ اس شادی کے بعد خالد بن ولیدؓ کی اسلام دشمنی میں کمی آ گئی۔ حضرت ام سلمہؓ لکھائی پڑھائی جانتی تھیں اور اسلام کی اشاعت اور فروغ میں معاون ثابت ہوئیں۔ آپ ﷺ کی وفات کے بعد 50 برس تک زندہ رہیں۔

ہر شعبۂ زندگی میں تعلیم و تربیت دے کر ایک اعلیٰ درجہ کی شائستہ مہذب اور پاکیزہ قوم تشکیل

دی۔ حضور اکرم ﷺ کی بنیادی ذمہ داری تھی۔ اس غرض کے لیے صرف مردوں کی تعلیم و تربیت کافی نہ تھی بلکہ عورتوں کی تعلیم بھی اتنی ہی ضروری تھی۔ حضور اکرم ﷺ کے لیے یہ ممکن نہ تھا کہ مردوں اور عورتوں کو اکٹھے تعلیم دیتے کیونکہ رب کائنات نے تہذیب و تمدن کے جو اصول متعین کیے تھے ان کی روشنی میں مخلوط تعلیم ممکن نہ تھی۔ آپ ﷺ نے مختلف عمروں اور ذہنی صلاحیتوں کی مالک خواتین سے نکاح کیا جن کو خود تعلیم و تربیت دے کر خواتین کی تعلیم کے لیے تیار کیا۔ اکثر ازواج مطہرات آپ ﷺ کی رحلت کے بعد بھی طویل عرصہ زندہ رہیں اور دینی تعلیم و تدریس کا فرض انجام دیتی رہیں۔(5)

ازواج سے حسن سلوک

حضور اکرم ﷺ سب بیویوں کے ساتھ مساوی سلوک کرتے تھے۔ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ ہر بیوی کے پاس باری باری جاتے تھے اور کسی بیوی کی باری کے دن دوسری بیوی کے ہاں جاتے تو اجازت لے کر جاتے۔(6)

دور جاہلیت میں ایک بے ہودہ عادت یہ تھی کہ جب لوگوں کو کھانے کے لیے بلایا جاتا تو وہ کھانے کے بعد بھی بیٹھے رہتے اور رات دیر تک گفتگو کا سلسلہ جاری رکھتے۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت زینبؓ سے نکاح کے بعد صحابہ کرام کو ولیمے کی دعوت دی۔ دو تین افراد کھانا کھانے کے بعد بھی بیٹھے رہے جو آپ ﷺ کے لیے زحمت کا سبب بنے۔ آپ ﷺ حیا کا پیکر تھے صحابہ کرام کو اٹھ جانے کے لیے نہ کہہ سکے۔ اس واقعے کے بعد وحی کا نزول ہوا

> ”اے لوگو! جو ایمان لائے ہو نبی ﷺ کے گھروں میں بلا اجازت نہ چلے آیا کرو نہ کھانے کا وقت تاکتے رہو۔ ہاں اگر تمھیں کھانے پر بلایا جائے تو ضرور آؤ مگر جب کھانا کھا لو تو منتشر ہو جاؤ۔ باتیں کرنے میں نہ لگے رہو۔ تمھاری یہ حرکتیں نبی ﷺ کو تکلیف دیتی ہیں مگر وہ شرم کی وجہ سے کچھ نہیں کہتے۔“(7)

5۔ [تعلیم نسواں]   6۔ [بخاری، مسلم]   7۔ [53:33]

ازواج مطہرات کے ساتھ آپ ﷺ کے حسن سلوک کا یہ عالم تھا کہ اعتکاف کے دوران بھی آپ ﷺ مسجد کی کھڑکی سے اپنا سر مبارک حضرت عائشہؓ کے حجرے میں داخل فرمادیتے۔ حضرت عائشہؓ آپ ﷺ کے سر مبارک کو دھو کر کنگھی کر دیا کرتیں۔ (8) رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اعتکاف کے دوران حضرت صفیہؓ آپ ﷺ کے پاس آگئیں۔ آپ ﷺ ذکر واذکار چھوڑ کر ان کی جانب متوجہ ہو گئے اور تھوڑی دیر بعد جب وہ واپس جانے لگیں تو آپ ﷺ ازراہِ محبت مسجد کے دروازے تک ان کے ساتھ آئے۔ آپ ﷺ اپنی زوجہ حضرت صفیہؓ کے ساتھ کھڑے تھے۔ دو انصاری ادھر سے گزرے اور سلام عرض کرنے کے بعد آگے نکل گئے۔ آپ ﷺ نے پیچھے سے آواز دی اور فرمایا ٹھہرو۔ سن لو یہ خاتون صفیہؓ میری زوجہ ہیں۔ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کو وضاحت کرنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم نہیں سمجھتے شیطان انسان کی رگوں میں خون کی جگہ پہنچ جاتا ہے اس لیے مجھے خدشہ لاحق ہوا کہ شیطان مردود کہیں تمھارے دل میں میرے متعلق کوئی بدگمانی نہ ڈال دے اور یوں تمھارا ایمان برباد نہ ہو جائے۔ (9)

ایک غزوہ میں حضرت عائشہؓ آپ ﷺ کے ہم سفر تھیں۔ آپ ﷺ نے تمام صحابہ کو آگے بڑھ جانے کا حکم دیا۔ حضرت عائشہؓ سے فرمایا آؤ دوڑیں دیکھیں کون آگے نکل جاتا ہے۔ حضرت عائشہؓ دبلی پتلی تھیں آگے نکل گئیں۔ کئی سال کے بعد اس قسم کا ایک اور موقع آیا حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میرا جسم ذرا بھاری ہو چکا تھا اب کی بار آپ ﷺ آگے نکل گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا "عائشہ یہ اس دن کا جواب ہے۔" (10) ایک دن آپ ﷺ حضرت عائشہؓ کے حجرے کے دروازے پر کھڑے ہو کر حبشی نیزہ بازوں کے کرتب دیکھ رہے تھے جو مسجد سے متصل میدان میں کھیل رہے تھے۔ حضرت عائشہؓ آپ ﷺ کے پیچھے کندھے پر ٹھوڑی رکھ کر یہ کرتب دیکھنے لگیں۔ آپ ﷺ حضرت عائشہؓ کی خاطر اس وقت تک کھڑے رہے جب تک وہ خود پیچھے نہ ہٹ گئیں۔ (11)

ایک روایت کے مطابق عید کے دن دو چھوٹی عمر کی بچیاں حضرت عائشہؓ کے پاس بیٹھی گا رہی تھیں اور دف بجا رہی تھیں۔ آپ ﷺ چہرہ مبارک پر کپڑا لیے قریب لیٹے آرام فرما رہے تھے۔ اتنے

8۔ [بخاری] 9۔ [بخاری] 10۔ [ابی داؤد، ابن ماجہ] 11۔ [بخاری، نسائی، مسلم]

میں حضرت ابوبکرؓ آ گئے انھوں نے بچیوں کو روکنا چاہا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "ابوبکر ان کو خوشی کا اظہار کرنے دو کیونکہ یہ عید کا موقع ہے۔"(12)

ایک دن حضرت عمرؓ نے آپ ﷺ کے دولت کدہ کے اندر آنے کی اجازت چاہی۔ اس وقت قریش کی چند خواتین اور ازواج مطہرات آپ ﷺ کے پاس بیٹھیں گفتگو کر رہی تھیں اور اونچی آواز میں نان ونفقہ میں اضافے کا مطالبہ کر رہی تھیں۔ حضرت عمرؓ کی آواز سن کر سب اٹھ کر پردے میں چلی گئیں۔ جب حضرت عمرؓ اندر آئے تو آپ ﷺ تبسم فرما رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اللہ کریم آپ ﷺ کو ہمیشہ اسی طرح خوش وخرم رکھے مگر اس مسکراہٹ کا سبب کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے ان عورتوں پر تعجب آ رہا ہے۔ یہ میرے پاس بیٹھی اونچی اونچی آواز میں باتیں کر رہی تھیں جب انھوں نے تمھاری آواز سنی تو فوراً پردے میں چلی گئیں۔ حضرت عمرؓ ان خواتین سے مخاطب ہوئے اور فرمایا اے اپنی جانوں کی دشمنوں کیا تم مجھ سے ڈرتی ہو اور اللہ کے رسول ﷺ سے نہیں ڈرتی ہو؟ اندر سے آواز آئی ہاں تم سخت مزاج آدمی ہو جبکہ حضور اکرم ﷺ کی ذات سراپا نرمی اور درگزر وحلم ہے۔(13)

ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ اور حضرت عائشہؓ کے درمیان رنجش ہو گئی۔ دونوں نے تصفیہ کے لیے حضرت ابوبکرؓ کو بلایا۔ حضرت ابوبکرؓ آئے تو آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے کہا پہلے تم بات کرتی ہو یا میں کروں۔ حضرت عائشہؓ نے کہا کہ پہلے آپ ﷺ ہی اپنا موقف بیان کریں مگر حق کے سوا کوئی بات نہ کریں۔ بیٹی کے منہ سے یہ جملہ سن کر حضرت ابوبکرؓ غصے پر قابو نہ رکھ پائے اور ایک زوردار طمانچہ بیٹی کے منہ پر مارا۔ حضرت عائشہؓ کے منہ سے خون بہنے لگا۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا اے اپنی جان کی دشمن کیا آپ ﷺ حق کے بغیر کوئی بات فرمائیں گے۔ باپ کا غصہ دیکھ کر حضرت عائشہؓ نے حضور اکرم ﷺ کی پناہ لی اور آپ ﷺ کے پیچھے ہو کر بیٹھ گئیں۔ نبی رحمت ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا ہم نے تمھیں اس لیے نہیں بلایا تھا اور نہ ہم آپ سے اس قسم کے رویے کا ارادہ رکھتے تھے۔(14)

12۔ [بخاری، مسلم]   13۔ [بخاری، مشکوۃ]   14۔ [مسلم]

ایک مرتبہ حضرت حفصہؓ نے حضرت صفیہؓ کو یہودن کہہ دیا۔ وہ رونے لگیں۔ آپ ﷺ تشریف لائے اور رونے کی وجہ پوچھی۔ انھوں نے وجہ بتائی تو آپ ﷺ نے فرمایا "صفیہؓ تو پیغمبر ہارون علیہ اسلام کی بیٹی تیرے چچا حضرت موسیٰ علیہ اسلام پیغمبر اور تو پیغمبر کی بیوی، حفصہؓ آخر کس بنیاد پر فخر کرتی ہے؟" آپ ﷺ نے حضرت حفصہؓ سے فرمایا "اللہ سے ڈرو۔" (15)

ایک سفر میں حضرت صفیہؓ کی سواری کا اونٹ بیمار ہو گیا۔ حضرت زینبؓ کے پاس ایک فالتو اونٹ تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت زینبؓ سے فرمایا کیا حضرت صفیہؓ کا اونٹ بیمار ہے اگر تم اسے اپنا ایک اونٹ دے دو تو بہت مناسب ہو گا۔ حضرت زینبؓ کے منہ سے یہ الفاظ نکل گئے۔ "کیا میں اس یہودن کو اونٹ دے دوں۔" اس بات کا رسول کریم ﷺ نے اس قدر برا منایا کہ بطور تنبیہ تین ماہ تک حضرت زینبؓ کے حجرہ میں تشریف نہ لے گئے۔ (16)

بیوی کا فرض ہے کہ وہ اپنے خاوند کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے حضور اکرم ﷺ کی روایت ہے "اگر میں کسی کو حکم کرتا کہ وہ کسی کو سجدہ کرے تو عورت کو حکم کرتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔" (17)

مشہور محدث ابن قیم نے دولت کدہ نبوی ﷺ کے سامان کے متعلق مختلف احادیث کی روشنی میں اثاثہ نبوی کی فہرست مرتب کی۔

(1) ایک شیشے کا پیالہ (2) ایک لکڑی کا پیالہ جو رات کو پیشاب کرنے کے لیے چارپائی کے نیچے رکھ دیا جاتا (3) صادر نامی ایک چھوٹا ڈونگہ۔ (4) پتھر کا ایک چھوٹا برتن جس سے وضو کیا جاتا تھا (5) پیتل کا ایک لگن جو کپڑے دھونے اور رنگنے کے کام آتا تھا (6) السعہ نامی ایک بڑا پیالہ (7) پیتل کا ایک نہانے کا ٹب (8) تیل کی ایک شیشی (9) ایک ڈبا جس میں کنگھا اور شیشہ رکھا رہتا (10) ایک سرمے دانی (11) دو قینچیاں (12) مسواک (13) ایک صاع (پیمانہ) (14) ایک مد (پیمانہ) (15) ایک چادر (16) ایک چارپائی (17) چمڑے کا بستر جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ (18) نعلین مبارک (19) خچر (20) اسلحہ۔ (18)

15۔ [طبقات ابن سعد] 16۔ [طبقات ابن سعد] 17۔ [ترمذی] 18۔ [زاد المعاد]

حضرت انسؓ سے روایت ہے حضرت عائشہؓ نے اپنے حجرے میں باریک رنگ دار پردہ لٹکا دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "عائشہؓ اپنا یہ پردہ یہاں سے ہٹادو کیونکہ اس کی تصویریں نماز میں میرے سامنے آتی ہیں۔"(19) ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کو سونے کے کنگن پہنے دیکھا تو فرمایا "کیا میں تمھیں سونے کے کنگنوں سے بہتر چیز نہ بتادوں۔ اگر تو ان کو اتار کر چاندی کے کنگن بنوالے اور انھیں زعفران کے رنگ سے رنگ لے تو یہ تمھارے لیے بہتر ہوں گے۔(20) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خاندان کی غذائی ضروریات کے لیے کچھ بکریاں اور اونٹنیاں خریدی تھیں اور کچھ بکریاں اور اونٹنیاں لوگوں نے بطور ہدیہ پیش کی تھیں۔(21) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیس اونٹنیاں اور سات بکریاں تھیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کے لیے علیحدہ علیحدہ مختص کر رکھی تھیں۔ شہر مدینہ کے نواح میں ایک چراگاہ معین کی گئی تھی جہاں ایک صحابی رضا کارانہ طور پر ان جانوروں کی نگہداشت کرتے، انھیں چرانے کا فریضہ انجام دیتے اور روزانہ دودھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر پہنچاتے۔(22) اللہ تعالیٰ نے مال غنیمت کا پانچواں حصہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور ازواج مطہرات کے لیے مخصوص کرکے حلال فرمادیا۔ یہ مال غنیمت آمدن کا ایک ذریعہ تھا۔(23) ارشاد ربانی ہے: "اور جان لو کہ جو کچھ تمھیں بطور غنیمت حاصل ہو اس کا پانچواں حصہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ان کے قرابت داروں کے لیے، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے۔"(24)

"جو آدمی اللہ سے ڈرتا یعنی تقویٰ اختیار کرتا ہے۔ اللہ اس کے لیے ہر مصیبت سے نکلنے کا راستہ پیدا فرمادیتا ہے اور اس جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہوتا۔"(25)

مخریق نامی یہودی بنونضیر کا ایک معتبر عالم تھا۔ غزوۂ احد کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا۔ اس کے پاس سات باغات تھے اس نے وصیت کی کہ اگر وہ غزوۂ احد میں شہید ہوگیا تو اس کے سات باغات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوں گے۔ اس کی شہادت کے بعد وصیت کے مطابق یہ باغات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت میں آگئے۔(26) ایک روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ باغات غرباء اور مساکین کے لیے وقف

19۔ [ابوداؤد]   20۔ [نسائی]   21۔ [البلاذری]   22۔ [طبقات ابن سعد]
23۔ [ترمذی]   24۔ [41:8]   25۔ [3-2:65]   26۔ [البلاذری]

فرما دیے۔(27)

حضور اکرم ﷺ کی آمدن کا ایک ذریعہ مالِ فئے تھا۔ یہ وہ مال تھا جو جنگ اور لشکر کشی کے بغیر ہی یہود کے ساتھ صلح کے بدلے میں حاصل ہو جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ مال بھی آپ ﷺ کے لیے مختص فرما دیا۔ آپ ﷺ اپنی مرضی کے مطابق اس مال کو تقسیم فرماتے۔ ارشادِ ربانی ہے:

''اور جو کچھ اللہ نے رسول ﷺ کو ان (بنو نضیر وغیرہ) سے بطور فئے دلایا۔ تم نے اس کے لیے نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ بلکہ اللہ اپنے رسولوں کو جس پر چاہے غلبہ دے دیتا ہے اور اللہ تو ہر چیز پر قادر ہے۔ جو کچھ اللہ اپنے رسول ﷺ کو (دوسری) بستیوں والوں سے بطور فئے دلوا دے تو وہ اللہ ہی کا حق ہے اور رسول ﷺ کا اور (رسول ﷺ کے) قرابت داروں کا، یتیموں کا، مسکینوں کا اور مسافروں کا۔''(28)

اس سلسلے میں سب سے پہلا ''مالِ فئے'' جو آپ ﷺ کے اختیار میں آیا وہ چار ہجری میں مدینہ کے نواح میں رہنے والے یہودی قبیلہ بنو نضیر کا تھا جو مسلمانوں کے ساتھ ایک معاہدے کے مطابق ہتھیاروں کے علاوہ منقولہ جائداد لے کر جلاوطن ہو گئے تھے۔ ان کے کھجوروں کے نخلستان حضور اکرم ﷺ کے تصرف میں آ گئے تھے۔(29) حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ بنو نضیر کے اموال اللہ کریم نے اپنے رسول ﷺ کو بطور فئے عنایت فرمائے تھے جو معاہدے کے نتیجے میں ملے تھے۔ آپ ﷺ ان اموال کی آمدنی سے اپنے اہل و عیال کے لیے سال بھر کا نفقہ لیتے اور باقی آمدنی جہاد فی سبیل اللہ کے لیے ہتھیاروں اور گھوڑوں کی فراہمی میں خرچ فرماتے تھے۔(30) حضور اکرم ﷺ کے اختیار اور تصرف میں اموال کے باوجود حضرت عائشہؓ کی روایت کے مطابق آپ ﷺ کے گھر میں دو دو مہینے آگ نہیں جلا کرتی تھی۔(31) اس کی وجہ معاشی مجبوری نہ تھی بلکہ اس کا مقصد صاحبِ ثروت افراد کے لیے قناعت اور زہد و فقر کا عملی نمونہ پیش کرنا تھا اور اپنی فطری و طبعی رحمت و شفقت اور فیاضی کی بناء پر اپنے تصرف میں سارا مال محتاجوں اور ضرورت مندوں میں تقسیم

27- [فتح الباری] 28- [7:6:59] 29- [ابن کثیر] 30- [بخاری] 31- [بخاری]

فرما دیا تھا۔ آپ ﷺ کے اختیار میں دنیا کے ہر قسم کے خزانے موجود تھے مگر آپ ﷺ ہمیشہ یہ دعا فرماتے کہ اے اللہ مجھے مسکین رکھ اور روز قیامت مسکینوں کے ساتھ اٹھا۔ حضرت عائشہؓ کی روایت کے مطابق "حضور اکرم ﷺ کے مدینہ منورہ تشریف لانے سے وصال کے دن تک مرغن غذا تو کیا آلِ محمد ﷺ کو کبھی متواتر دو دن تک جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر کھانا نصیب نہیں ہوئی۔"(32)

حضرت عبداللہؓ بن مسعود سے روایت ہے کہ ایک روز انھوں نے آپ ﷺ کے جسم پر چٹائی کے نشان دیکھے تو وہ آپ ﷺ کے جسم مبارک کو مسلنے لگے اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ سونے کے لیے نرم بستر استعمال فرماتے تو جسم مبارک پر نشان نہ پڑتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میرا دنیا سے کیا واسطہ میری اور دنیاوی راحت و آرام کی مثال تو اس مسافر کی ہے جو ایک درخت کے سایے تلے لیٹا اور پھر اس کو چھوڑ کر چلتا بنا۔(33)

ایک روایت کے مطابق آپ ﷺ گھر تشریف لاتے تو وقت کو تین حصوں میں تقسیم فرما لیتے۔ ایک حصہ اللہ کی عبادت کے لیے، ایک حصہ اہل و عیال کے لیے اور ایک حصہ اپنے آرام کے لیے جو حصہ آپ ﷺ کے آرام کے لیے ہوتا اس میں سے لوگوں کی تربیت اور اصلاح کے لیے وقت نکالتے اور فرماتے جو شخص اپنی ضرورت کے بارے میں مجھے نہیں بتا سکتا اس کی ضرورت سے مجھے مطلع کریں کیونکہ جو شخص ضرورت مند شخص کی خواہش خلیفہ کے سامنے لائے گا، اللہ اسے قیامت کے روز اجر دے گا۔(34)

حضور اکرم ﷺ گھر والوں کے آرام و سکون کا خیال رکھتے تھے۔ رات دیر سے گھر میں داخل ہوتے تو آہستہ سے سلام کہتے تاکہ جاگنے والا سن لے اور سونے والے کی نیند میں خلل نہ پڑے۔(35) سفر سے واپسی پر اگر رات ہو جاتی تو گھر میں داخل نہ ہوتے۔(36) رات کو سونے سے پہلے آپ ﷺ وضو کرتے، مسواک کرتے اور آنکھوں میں سرمہ ڈالتے۔ بستر پر لیٹنے سے پہلے دعائیں پڑھتے، گھر کا دروازہ بند کرتے، مشکیزے کا منہ باندھ دیتے، پیالہ اوندھا رکھ دیتے اور

32- [بخاری] 33- [ابن کثیر] 34- [ابن کثیر] 35- [ترمذی]
36- [زاد المعاد]

دیا بجھا دیتے۔ (37)

ازواج کی ناراضی

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک دن میں نے کسی بات پر اپنی بیوی کو ڈانٹا۔ اس نے مجھے جواب دیا۔ میں نے کہا تم میری بات کا جواب دیتی ہو۔ میری بیوی نے جواب دیا تم کیا ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں ان کو برابر کا جواب دیتی ہیں یہاں تک کہ دن بھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روٹھی رہتی ہیں۔ میں نے دل میں کہا غضب ہوگیا اُٹھ کر اپنی بیٹی حضرت حفصہؓ کے پاس آیا اور پوچھا کہ کیا تم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روٹھی رہتی ہو اس نے اقرار کیا میں نے کہا تجھے اندازہ نہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضی اللہ کی ناراضی ہے۔ بخدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا خیال فرماتے ہیں ورنہ تجھے طلاق دے چکے ہوتے۔ اپنی بیٹی کے بعد میں حضرت ام سلمہؓ کے پاس گیا اور ان سے بھی یہی شکایت کی۔ وہ بولیں عمرؓ تم ہر معاملے میں دخل دینے لگے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی ازواج مطہرات کے معاملات میں دخل دینے لگے ہو۔ میں چپ رہ گیا اور اُٹھ کر چلا آیا۔ چند روز بعد میرے ہمسایہ انصاری آئے اور زور سے میرے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا، میں گھبرا کر اٹھا اور دروازہ کھول کر پوچھا خیر ہے اس نے کہا غضب ہوگیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کو طلاق دے دی۔ میں صبح مسجد میں آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز فجر ادا کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو کر بالا خانہ میں تنہا جا کر بیٹھ گئے۔ میں حضرت حفصہؓ کے پاس آیا تو وہ بیٹھی رو رہی تھیں۔ میں نے کہا میں نے تجھ سے پہلے ہی کہا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روٹھا نہ کرو۔ اپنی بیٹی کے گھر سے مسجد نبوی میں آیا تو دیکھا صحابہ منبر کے پاس بیٹھے رو رہے ہیں میں ان کے پاس بیٹھ گیا لیکن طبیعت بے چین تھی اُٹھ کر بالا خانہ گیا اور خادم سے کہا کہ اطلاع کرو لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہ دیا۔ اُٹھ کر پھر مسجد میں آیا اور تھوڑی دیر بعد دوبارہ بالا خانہ جا کر ملاقات کی اجازت چاہی۔ جب کچھ جواب نہ ملا تو میں نے خادم سے کہا میرے لیے اذن مانگ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خیال ہے کہ حفصہؓ کی

37۔ [ترمذی، ابی داؤد]

سفارش کرنے آیا ہوں۔ اللہ کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں تو حفصہؓ کی گردن اڑا دوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی اندر گیا تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چٹائی پر لیٹے ہیں اور جسم مبارک پر بانوں کے نشان پڑ گئے ہیں۔ ایک طرف مٹھی بھر جو رکھے ہیں۔ ایک کونے میں ایک کھال لٹک رہی ہے۔ میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سبب پوچھا تو میں نے کہا اس سے بڑھ کر رونے کا اور کیا موقع ہوگا۔ قیصر و کسریٰ تو عیش و عشرت کی زندگی گزار رہے ہیں اور پیغمبر ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''تم اس پر راضی نہیں کہ قیصر و کسریٰ دنیا لیں اور ہم آخرت۔'' میں نے عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواجِ مطہرات کو طلاق دے دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''نہیں'' میں اللہ اکبر پکار اٹھا۔ پھر عرض کی کہ مسجد میں تمام صحابہ مغموم بیٹھے ہیں اجازت ہو تو جا کر خبر کر دوں کہ خبر غلط ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بالا خانہ سے اتر آئے اور عام باریابی کی اجازت ہو گئی۔ (38)

اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ آیت نازل ہوئی۔

> ''اے پیغمبر! اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ اگر تم کو دنیاوی زندگی اور دنیا کا زیب و آرائش مطلوب ہے تو آؤ میں تم کو رخصتی جوڑے دے کر بہ طریقِ احسن رخصت کر دوں اور اگر اللہ کا رسول اور آخرت مطلوب ہے تو اللہ نے تم میں سے نیکوکاروں کے لیے بڑا ثواب مہیا کر رکھا ہے۔'' (39)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے حضرت عائشہؓ کے پاس گئے اور ان کو اللہ کی آیت سے آگاہ کیا۔ انھوں نے کہا میں سب کچھ چھوڑ کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو لیتی ہوں۔ تمام ازواجِ مطہرات نے یہی جواب دیا۔ ایک روایت کے مطابق منافقین مدینہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گھریلو زندگی میں کشیدگی پیدا کرنے کے لیے ازواجِ مطہرات کو بھڑکاتے تھے۔

حضرت فاطمہ زہراؓ کی شادی

حضرت فاطمہؓ کی عمر 18 برس کی ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شادی کے پیغام آنے لگے۔ سب سے

38۔ [مسلم]   39۔ [33:28-29]

پہلے حضرت ابوبکرؓ نے درخواست کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا جو اللہ کا حکم ہوگا۔ (40) حضرت علیؓ نے درخواست کی تو آپ ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کی مرضی دریافت کی۔ وہ چپ رہیں یہ رضامندی کا اظہار تھا۔ حضرت علیؓ کے پاس مہر کے لیے حطمیہ زرہ تھی جس کی قیمت چند سو روپے سے زیادہ نہ تھی۔ اس کے علاوہ ایک بھیڑ کی کھال اور پرانی یمنی چادر حضرت علیؓ کا کل اثاثہ تھا۔ یہ سب سرمایہ حضرت فاطمہؓ کی نذر کر دیا۔ حضرت علیؓ آپ ﷺ کے پاس ہی رہتے تھے۔ شادی کے بعد علیحدہ گھر کی ضرورت محسوس ہوئی۔ حضرت حارثہؓ بن نعمان انصاری کے متعدد مکانات تھے جن میں سے وہ کئی مکان آپ ﷺ کی نذر کر چکے تھے۔ حضرت فاطمہؓ نے آپ ﷺ سے عرض کی کہ ان ہی سے کوئی مکان دلوا دیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہاں تک کہوں اب ان سے کہتے شرم آتی ہے۔ حضرت حارثہؓ نے سنا تو حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کی کہ میرے پاس جو کچھ ہے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ہے۔ حضرت حارثہؓ نے ایک مکان حضرت فاطمہؓ کے لیے خالی کر دیا۔ سرورِ کونین ﷺ نے اپنی سب سے پیاری بیٹی کو چارپائی، چمڑے کا گدا جس کے اندر روئی کی بجائے کھجور کے پتے تھے، ایک چھاگل، ایک مشک، دو چکیاں اور دو مٹی کے گھڑے جہیز دیا۔ (41)

آپ ﷺ حضرت فاطمہؓ کے نئے گھر پر گئے۔ اندر جانے کے لیے اجازت مانگی پھر اندر آئے ایک برتن میں پانی منگوایا۔ دونوں ہاتھ اس میں ڈالے اور حضرت علیؓ کے سینے اور بازوؤں پر پانی چھڑکا پھر حضرت فاطمہؓ کو بلایا۔ وہ شرم سے لڑکھڑاتی آئیں ان پر بھی پانی چھڑکا اور فرمایا کہ میں نے اپنے خاندان میں سب سے افضل شخص سے تمہارا نکاح کیا ہے۔ (42)

رسول اللہ ﷺ ایک روز اپنی بیٹی فاطمہؓ کے گھر تشریف لائے۔ حضرت علیؓ گھر پر موجود نہیں تھے۔ آپ ﷺ نے پوچھا "تمہارے چچا کے بیٹے کدھر ہیں۔ حضرت فاطمہؓ نے جواب دیا میرے اور ان کے درمیان تلخی ہوگئی تھی چنانچہ وہ مجھ سے ناراض ہو کر گھر سے چلے گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے کسی شخص سے کہا دیکھو علیؓ کہاں ہیں۔ اس نے واپس آ کر بتایا کہ حضرت علیؓ مسجد میں سو رہے ہیں۔ آپ ﷺ مسجد میں تشریف لائے اور دیکھا کہ حضرت علیؓ مسجد میں لیٹے ہوئے ہیں ان کی چادر ان

40۔ [ابن سعد] 41۔ [نسائی] 42۔ [طبقات ابن سعد]

کے پہلو سے اتر گئی تھی اور جسم سے مٹی لگ گئی تھی۔ آپ ﷺ نے بڑی شفقت سے فرمایا ''اٹھو اے ابوتراب، اٹھو ابوتراب۔'' اس واقعے کے بعد حضرت علیؓ کی پسندیدہ کنیت ''ابوتراب'' ہو گئی۔ حضرت علیؓ اپنے گھر چلے گئے۔ حضرت فاطمہؓ نے آپ ﷺ سے اپنے اختلاف کی تفصیل نہ بتائی اور نہ ہی آپ ﷺ نے تفصیل پوچھی۔ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ سے ناراضی کا سبب نہ پوچھا اور حکمت و دانش مندی سے ناراضی ختم کرا دی۔ (43)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس یعنی نکاح و رخصتی کے بعد آپ ﷺ کے ہاں آ جانے کے بعد بھی گڑیوں سے کھیلا کرتی تھی اور میرے ساتھ کھیلنے والی میری کچھ سہیلیاں تھیں جو ساتھ کھیلنے کے لیے میرے پاس یہاں بھی آیا جایا کرتی تھیں تو جب آنحضرت ﷺ گھر میں تشریف لاتے تو وہ آپ ﷺ کے احترام میں کھیل چھوڑ کے گھر کے اندر جا چھپتیں تو آپ ﷺ ان کو میرے پاس بھجوا دیتے یعنی خود فرما دیتے کہ وہ اسی طرح میرے ساتھ کھیلتی رہیں چنانچہ وہ آ کے پھر میرے ساتھ کھیلنے لگتیں۔ (44) حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کی بیٹی ہو اور وہ اسے زندہ دفن نہ کرے اور نہ ہی اسے بیٹے سے کم تر جانے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ [ابوداؤد]

شوہر اور بیوی کے حقوق

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اگر میں کسی کو کسی مخلوق کے لیے سجدے کا حکم کرتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔'' (45)

حضرت اُم سلمہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو عورت اس حالت میں دُنیا سے جائے کہ اس کا شوہر اس سے راضی اور خوش ہو تو وہ جنت میں جائے گی۔ (46)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''لوگو! بیویوں کے ساتھ بہتر سلوک کے بارے میں میری وصیت مانو یعنی میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ کی ان بندیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو، نرمی اور مدارات کا برتاؤ رکھو۔ ان کی تخلیق پسلی سے ہوئی ہے (جو قدرتی طور پر ٹیڑھی

43۔ [بخاری] 44۔ [بخاری، مسلم] 45۔ [جامع ترمذی] 46۔ [جامع ترمذی]

ہوتی ہے) اور زیادہ کجی پسلی کے اوپر کے حصے میں ہوتی ہے۔ اگر تم ٹیڑھی پسلی کو (زبردستی) بالکل سیدھا کرنے کی کوشش کرو گے تو وہ ٹوٹ جائے گی اور اگر اُسے یونہی اپنے حال پر چھوڑ دو گے (اور درست کرنے کی کوئی کوشش نہ کرو گے) تو پھر وہ ہمیشہ ویسی ہی ٹیڑھی رہے گی۔ اس لیے بیویوں کے ساتھ بہتر سلوک کرنے کی میری وصیت قبول کرو۔" (47)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی ایمان والا شوہر اپنی مومنہ بیوی سے نفرت نہیں کرتا (یا یہ کہ اس کو نفرت نہیں کرنی چاہیے) اگر اس کی کوئی عادت ناپسندیدہ ہوگی تو دوسری کوئی عادت پسندیدہ بھی ہوگی۔ (48)

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمانوں میں اس آدمی کا ایمان زیادہ کامل ہے جس کا اخلاقی برتاؤ (سب کے ساتھ) بہت اچھا ہو (اور خاص کر) بیوی کے ساتھ جس کا رویہ لطف و محبت کا ہو۔ (49)

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ آدمی تم میں زیادہ اچھا اور بھلا ہے جو اپنی بیوی کے حق میں اچھا ہو (اسی کے ساتھ فرمایا) اور میں اپنی بیویوں کے لیے بہت اچھا ہوں۔ (50)

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ میں نے ایک خاتون کے لیے نکاح کا پیام دیا (یا پیام دینے کا ارادہ کیا) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تم نے اس کو دیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میں نے دیکھا تو نہیں ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک نظر دیکھ لو، یہ اس مقصد کے لیے زیادہ مفید ہوگا کہ تم دونوں میں الفت و محبت اور خوش گواری رہے۔ (51)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شوہر دیدہ عورت کا اس وقت تک نکاح نہ کیا جائے جب تک کہ اُس سے دریافت نہ کر لیا جائے اور باکرہ (کنواری) لڑکی کا نکاح بھی اس کی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے۔ صحابہ نے عرض کیا اُس کی اجازت کا طریقہ کیا ہوگا؟

47۔ [بخاری، مسلم] 48۔ [مسلم] 49۔ [جامع ترمذی] 50۔ [جامع ترمذی]
51۔ [ترمذی، نسائی]

آپ ﷺ نے فرمایا کہ (دریافت کرنے پر) اس کا خاموش ہو جانا (اس کی اجازت سمجھا جائے گا)۔ (52)

ابو سلمہؓ سے روایت ہے کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے پوچھا کہ خود رسول اللہ ﷺ کا مہر کتنا تھا؟ تو انھوں نے بتلایا کہ آپ نے اپنی بیویوں کے لیے جو مہر مقرر فرمایا تھا وہ ساڑھے بارہ اوقیہ تھا (جو پانچ سو درہم کے برابر تھا)۔ (53)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب تم میں سے کسی کا خادم اس کے لیے کھانا تیار کرے پھر وہ اس کے پاس لے کر آئے۔۔۔ اور اس نے اس کے پکانے اور بنانے میں گرمی اور دھوئیں کی تکلیف اٹھائی ہے۔۔۔ تو آقا کو چاہیے کہ کھانا تیار کرنے والے اس خادم کو بھی کھانے میں اپنے ساتھ بٹھالے اور وہ بھی کھائے۔۔۔ پس اگر (کبھی) وہ کھانا تھوڑا ہو (جو دونوں کے لیے کافی نہ ہو سکے) تو آقا کو چاہیے کہ اس کھانے میں سے دو ایک لقمے ہی اس خادم کو دے۔ (54)

ارشاد ربانی ہے "عورتوں کے لیے بھی معروف طریقے پر ویسے ہی حقوق ہیں جیسے مردوں کے حقوق عورتوں پر ہیں۔ [228:2]

شوہر اور بیوی

عبداللہ بن سلامؓ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"بہترین عورت (بیوی) وہ ہے کہ جب تم اس کی طرف دیکھو تو وہ تمہیں خوش کر دے۔ جب تم اسے کسی کام کے لیے کہو وہ تمہاری اطاعت کرے اور تمہاری عدم موجودگی میں تمہارے مال اور اپنی ذات کی حفاظت کرے۔"

[ابوداؤد]

"جب عورت پانچ نمازیں ادا کرے رمضان المبارک کے روزے رکھے۔

52- [بخاری، مسلم] 53- [مسلم] 54- [مسلم]

اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی فرماں برداری کرے تو وہ قیامت کے روز جنت کے جس دروازے سے چاہے گی داخل ہو جائے گی۔"

[مسند احمد]

ارشادِ ربّانی ہے:

"بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، مومن مرد اور مومن عورتیں، فرماں بردار مرد اور فرماں بردار عورتیں، سچے مرد اور سچی عورتیں، صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں، عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں، صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں، روزے دار مرد اور روزے دار عورتیں، اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرنے والے مرد اور شرم گاہ کی حفاظت کرنے والی عورتیں، اللہ کا کثرت سے ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں ان سب کے لیے اللہ نے مغفرت اور اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے۔" [35:33]

پڑوسیوں سے سلوک

حضور اکرم ﷺ اپنے پڑوسیوں سے حسنِ سلوک سے پیش آتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے خاص قاصد جبرئیل علیہ السلام پڑوسی کے حقوق کے بارے میں مجھے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) برابر وصیت اور تاکید کرتے رہے۔ یہاں تک کہ میں خیال کرنے لگا کہ وہ اس کو وارث قرار دے دیں گے۔ (55)

حضرت ابوشریح عدویؓ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے کانوں سے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد سنا" جو شخص اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو اس کے لیے لازم ہے کہ اپنے پڑوسی کے ساتھ اکرام کا معاملہ کرے اور جو اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو اُسے لازم ہے کہ اپنے مہمان کا اکرام

55۔ [بخاری، مسلم]

کرے اور جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اسے لازم ہے کہ اچھی بات بولے یا پھر چپ رہے۔(56)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن ارشاد فرمایا کہ" خدا کی قسم! وہ شخص مومن نہیں، خدا کی قسم! اس میں ایمان نہیں، خدا کی قسم! وہ صاحب ایمان نہیں۔" عرض کیا گیا کہ" یا رسول اللہ ﷺ! کون شخص؟" آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ" وہ آدمی جس کے پڑوسی اس کی شرارتوں اور اذیتوں سے محفوظ اور بے خوف نہ ہوں۔"(57)

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:" اور اگر تم کوئی پھل خرید کر لاؤ تو اُس میں سے پڑوسی کے ہاں بھی ہدیہ بھیجو اور اگر ایسا نہ کر سکو تو اس کو چھپا کے لاؤ (کہ پڑوس والوں کو خبر نہ ہو اور اس کی بھی احتیاط کرو کہ تمہارا کوئی بچہ وہ پھل لے کر گھر سے باہر نہ نکلے کہ پڑوسی کے بچے کے دل میں اُسے دیکھ کے جلن پیدا ہو۔(58)

" زیدؓ بن ثابت فرماتے ہیں وہ آپ ﷺ کے پڑوس میں رہے آپ ﷺ بڑی محبت و شفقت سے پیش آتے اور دنیا و آخرت کے بارے میں ہر موضوع پر بلا تکلف گفتگو فرماتے۔[شمائل ترمذی]

" آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کے ہاں بہترین دوست وہ لوگ ہیں جو اپنے دوستوں کے لیے بہترین ہیں۔ اللہ کے ہاں بہترین ہمسایے وہ ہیں جو اپنے ہمسایوں کے لیے بہترین ہیں۔" [ترمذی]

انسؓ بن مالکؓ کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" وہ شخص مجھ پر ایمان نہیں لایا جو پیٹ بھر کر رات کو سویا اور اس کا ہمسایہ بھوکا رہا۔" [طبرانی] عبداللہ بن عباسؓ کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا " تم میں سے کوئی شخص اپنے ہمسائے کو اپنی دیوار پر لکڑی رکھنے سے منع نہ کرے۔[ابن ماجہ]

والدین سے سلوک

حضور اکرم ﷺ کے اپنے والدین بچپن میں ہی وفات پا گئے تھے مگر آپ ﷺ نے والدین

56۔ [بخاری، مسلم] 57۔ [بخاری، مسلم] 58۔ [کنزالعمال]

سے بہترین سلوک کرنے کی ہدایت فرمائی۔ ارشادِ ربانی ہے "اور تمھارے ربّ کا قطعی حکم ہے کہ صرف اسی کی عبادت کرو اور پرستش کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھے سے اچھا برتاؤ اور ان کی خدمت کرو۔"(59)

حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ اولاد پر ماں باپ کا کتنا حق ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ تمھاری جنت اور دوزخ ہیں۔(60)

حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی رضا مندی والد کی رضامندی میں ہے اور اللہ کی ناراضی والد کی ناراضی میں ہے۔(61)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ مجھ پر خدمت اور حسن سلوک کا سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمھاری ماں، میں پھر کہتا ہوں تمھاری ماں، میں پھر کہتا ہوں تمھاری ماں، اس کے بعد تمھارے باپ کا حق ہے، اس کے بعد جو تمھارے قریبی رشتہ دار ہوں پھر جو اُن کے بعد قریبی رشتہ دار ہوں۔(62)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ آدمی ذلیل ہو، وہ خوار ہو، وہ رسوا ہو۔ عرض کیا گیا یارسول اللہ ﷺ کون؟ (یعنی کس کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا گیا ہے) آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ بدنصیب جو ماں باپ کو یا دونوں میں سے کسی ایک ہی کو بڑھاپے کی حالت میں پائے پھر (ان کی خدمت اور ان کا دل خوش کر کے) جنت حاصل نہ کرلے۔(63)

حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں جہاد میں جانا چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے پوچھا کیا تمھارے ماں باپ ہیں؟ اس نے کہا ہاں ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو پھر ان کی خدمت اور راحت رسانی میں جدوجہد کرو یہی تمھارا جہاد ہے۔(64)

59۔ [3:17] 60۔ [ابن ماجہ] 61۔ [ترمذی] 62۔ [بخاری، مسلم] 63۔ [مسلم] 64۔ [ابی داؤد]

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ باپ کی خدمت اور حسن سلوک کی ایک اعلیٰ قسم یہ ہے کہ ان کے انتقال کے بعد اُن کے دوستوں کے ساتھ (اکرام و احترام کا) تعلق رکھا جائے اور باپ کی دوستی و محبت کا حق ادا کیا جائے۔ (65)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے کبیرہ (یعنی بڑے بڑے) گناہوں کے بارے میں دریافت کیا گیا (کہ وہ کون کون سے گناہ ہیں) تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ خدا کے ساتھ شرک کرنا، ماں باپ کی نافرمانی و ایذا رسانی، کسی بندے کو ناحق قتل کرنا اور جھوٹی گواہی دینا۔ (66)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کے ہاں لڑکی پیدا ہو پھر وہ نہ تو اُسے کوئی ایذا پہنچائے اور نہ اس کی توہین اور ناقدری کرے اور نہ محبت اور برتاؤ میں لڑکوں کو اس پر ترجیح دے (یعنی اس کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کرے جیسا کہ لڑکوں کے ساتھ کرتا ہے) تو اللہ تعالیٰ لڑکی کے ساتھ اس حسن سلوک کے صلے میں اس کو جنت عطا فرمائے گا۔ (67)

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس بندے یا بندی پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیٹیوں کی ذمہ داری ڈالی گئی (اور اس نے اس ذمہ داری کو ادا کیا) اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا تو یہ بیٹیاں اُس کے لیے دوزخ سے بچاؤ کا سامان بن جائیں گی۔ (68)

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس بندے نے تین بیٹیوں یا تین بہنوں یا دو ہی بیٹیوں یا بہنوں کا بار اُٹھایا اور ان کی اچھی تربیت کی اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور پھر ان کا نکاح بھی کر دیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُس بندے کے لیے جنت کا فیصلہ ہے۔ (69)

والدین کے بارے میں قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے:

"اور تیرے رب نے فیصلہ کیا ہے کہ تم صرف اسی کی عبادت کرو اور والدین کے ساتھ احسان کرو اگر ان دونوں میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں

65- [مسلم] 66- [بخاری] 67- [مسند احمد] 68- [بخاری، مسلم]
69- [ابوداؤد، ترمذی]

تو انھیں ''اُف'' تک نہ کہو اور نہ انھیں جھڑک کر جواب دو ان کے ساتھ نرمی سے بات کر اور محبت سے ان کے لیے جھک جا، ان کے لیے دعا کرتے رہو کے اے ربّ ان پر رحم کر جس طرح انھوں نے بچپن میں میری تربیت کی۔''(70)

''اور ماں باپ اور قرابت داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور رشتہ دار ہمسایہ اور اجنبی ہمسایہ اور رفیق اور مسافر اور جو لوگ تمھارے قبضے میں ہوں ان کے ساتھ احسان کا معاملہ رکھو۔''(71)

70۔ [23-24:17]   71۔ [36:4]

غیر مسلموں سے سلوک

میثاق مدینہ غیر مسلموں سے سلوک کی بے مثال دستاویز ہے۔ ریاست مدینہ کے پہلے دستور میں غیر مسلموں کو ان کے حقوق کا مکمل تحفظ دیا گیا۔ انسانی تاریخ کے اس پہلے دستور میں درج ہے

یہودیوں میں سے جو کوئی ہماری اتباع کرے گا اسے ریاست کی طرف سے حفاظت اور مساوات حاصل ہوگی۔ ریاست کی حدود میں رہنے والے یہودی مسلمانوں کے ساتھ ایک سیاسی وحدت ہیں۔ انھیں مذہبی آزادی حاصل ہوگی۔ ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا اور نہ ان کے دشمن کی مدد کی جائے گی۔ انھیں ظلم اور زخم کا بدلہ لینے کا حق حاصل ہوگا۔ اگر کسی یہودی قبیلے کا کوئی حلیف دستور کی خلاف ورزی کرے تو اس یہودی قبیلے کو ذمے دار نہیں ٹھہرایا جائے گا۔ جب یہودی مسلمانوں کے ساتھ مل کر کسی جنگ میں شریک ہوں گے تو انھیں اور شریک نہ ہونے والوں کو بھی امن حاصل ہوگا۔

ریاست مدینہ کے یہودیوں کو جان و مال کا تحفظ، مذہب، جائداد، کاروبار اور سماجی روابط کی مکمل آزادی دی گئی تھی۔ یہودیوں کا اپنے علاقوں میں الگ پنچایتی اور عدالتی نظام ہوتا تھا جس میں ان کے مقدمات کا فیصلہ ان کے مذہبی عقائد اور رسم و رواج کے مطابق کیا جاتا تھا۔[۶] سیدنا حذیفہؓ بن یمان فرماتے ہیں۔

"میں غزوۂ بدر میں صرف اس لیے شریک نہ ہو سکا کہ میں اور ابو جبلؓ ساتھ چلے تو راستہ میں قریش مکہ نے ہمیں گرفتار کر لیا اور پوچھا کہ کیا تم محمد ﷺ کے پاس جاتے ہو ہم دونوں نے کہا کہ نہیں ہم صرف مدینہ کا ارادہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے جنگ میں عدم شرکت کا وعدہ لے کر ہمیں چھوڑ دیا۔ ہم اللہ

۶۔ [امن کی ﷺ]

کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جنگ میں شریک ہونے کی خواہش ظاہر کی۔ آپ ﷺ نے پوری داستان سن کر فرمایا کہ تم لوگ مدینہ واپس جاؤ۔ ہم کافروں سے معاہدوں کو پورا کرتے ہیں اور ان کے مقابلے میں صرف اللہ تعالیٰ سے مدد چاہتے۔"(2)

غیر مسلموں کے ساتھ انصاف کرنے اور ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کے بارے میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

"خبردار اگر کسی شخص نے غیر مذہب رعیت پر ظلم کیا یا اس کی تنقیص کی یا اس کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف دی یا اس کی مرضی کے خلاف کوئی شے لی تو میں اس کی طرف سے قیامت کے روز جھگڑوں گا۔"(3)

غیر مسلموں کے ساتھ معاہدہ کرتے وقت حضور اکرم ﷺ غیر مسلموں کے حقوق کا خیال رکھتے تھے۔ اہل نجران کے ساتھ معاہدہ میں درج تھا:

"اہل نجران کو دو ہزار حلے دو قسطوں میں دینا ہوں گے۔ ایک ہزار ماہ صفر اور ایک ہزار ماہ رجب میں دیے جائیں گے۔ ان کو تیس زرہیں، تیس گھوڑے، تیس اونٹ اور ہتھیار مستعار بھی دینا ہوں گے۔ اگر یمن میں جنگ ہوگی تو وہ لوگ ان چیزوں کو واپس کر دیں گے اور اس معاہدہ کی رو سے نہ تو ان کے گرجے گرائے جائیں گے اور نہ ان کے کسی پادری کو جلاوطن کیا جائے گا اور نہ ان کے مذہب سے کوئی تعرض ہوگا۔"

ایک وفد نجران کے عیسائیوں کا چودہ رکنی وفد مدینہ منورہ آیا۔ آپ ﷺ نے اس وفد کو مسجد نبوی میں ٹھہرایا۔ اس وفد میں شامل عیسائیوں نے اپنا روایتی لباس پہن رکھا تھا۔ آپ ﷺ نے عیسائیوں کے وفد کو اجازت دی کہ وہ اپنے عقیدے کے مطابق نماز مسجد نبوی میں ادا کریں۔ مسیحی حضرات نے مشرق کی جانب رخ کر کے نماز ادا کی۔(4)

---

2. [مسلم] 3. [ابوداؤد] 4. [طبقات ابن سعد]

غیر مسلموں کے جو وفد بیرونی علاقوں سے مدینہ منورہ آتے حضور اکرم ﷺ خود ان کی میزبانی کرتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا "یہ لوگ ہمارے ساتھیوں کے لیے ممتاز اور محترم حیثیت رکھتے ہیں اس لیے میں نے پسند کیا کہ میں بذاتِ خود ان کی تعظیم و تکریم اور مہمان نوازی کروں۔" (5)

ایک مسلمان نے ایک اہلِ کتاب کو قتل کر دیا۔ مقدمہ حضور اکرم ﷺ کے پاس فیصلے کے لیے آیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اہلِ ذمہ کا حق ادا کرنے کا سب سے زیادہ ذمہ دار ہوں چنانچہ آپ نے قاتل کے بارے میں قتل کرنے کا حکم دیا اور اسے قتل کر دیا گیا۔ فتح مکہ کے موقع پر ایک انصاری کمانڈر سعدؓ بن عبادہ نے ابوسفیانؓ سے کہا "آج لڑائی کا دن ہے آج کفار سے جی بھر کر انتقام لیا جائے گا۔" آپ ﷺ ناراض ہوئے اور اس سے جھنڈا لے کر اس کے بیٹے قیسؓ کے سپرد کر دیا اور ابوسفیان سے فرمایا "آج لڑائی کا نہیں رحمت اور معاف کرنے کا دن ہے۔" (6)

حضور اکرم ﷺ نے اسلام کے بڑے دشمن ابوسفیان کے گھر کو پناہ گاہ قرار دے دیا۔ ابولہب کے دو بیٹوں نے مسلمانوں کو سخت ایذائیں دی تھیں۔ فتح مکہ کے موقع پر یہ دونوں خانہ کعبہ کے پردوں کے پیچھے چھپ گئے۔ آپ ﷺ نے انھیں معاف کر دیا۔ (7)

قرآن پاک میں غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے یہ بنیادی آیت نازل کی گئی۔

"دین میں کوئی زبردستی نہیں بے شک ہدایت گمراہی سے واضح طور پر ممتاز ہو چکی ہے۔ سو جو کوئی باطل معبودوں کا انکار کردے اور اللہ پر ایمان لے آئے تو اس نے ایک ایسا مضبوط حلقہ تھام لیا جس کے لیے ٹوٹنا ممکن نہیں اور اللہ خوب جاننے والا ہے۔" (8)

"تمھارے لیے تمھارا دین ہے اور میرا دین میرے لیے ہے۔" (9)

خیبر کی فتح کے بعد یہودیوں سے سختی کے بجائے نرمی کا سلوک کیا گیا۔ ایک یہودی خاتون حضرت صفیہؓ نے خفیہ طور پر اسلام قبول کر رکھا تھا۔ انھوں نے خواب دیکھا تھا کہ چاند آسمان سے اتر کر ان کی گود

5- [بیہقی، شعب الایمان] 6- [فتح الباری] 7- [illegible] 8- [256:2]
9- [109:6]

میں آ گیا ہے۔ یہودی کاہنوں نے اس خواب کی یہ تعبیر بتائی تھی کہ اس کی شادی عرب کے حکمران حضرت محمد ﷺ سے ہوگی۔ آپ ﷺ نے حضرت صفیہؓ سے شادی کر لی۔ اس شادی کے بعد یہودیوں کو سرکاری زمینوں کے مزارعین کی حیثیت سے خیبر میں رہنے کی اجازت دے دی گئی۔ (10)

ہجرت مدینہ کے بعد جب مکہ میں قحط پڑا تو آپ ﷺ نے قریش کی مالی معاونت فرمائی اور کھانے پینے کی اشیاء بھی روانہ فرمائیں اور اس مشکل گھڑی میں نومسلم قبائل کو ہدایت فرمائی کہ وہ مکہ سے تجارت پر پابندی نہ لگائیں۔ آپ ﷺ نے کبھی غیر مسلموں کے بارے میں بددعا نہ کی حالانکہ کافروں نے آپ ﷺ کو ایذا پہنچانے سے کبھی دریغ نہ کیا۔ جب کبھی مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان حضرت موسیٰ علیہ اسلام اور حضرت محمد ﷺ کی فضیلت کے بارے میں جھگڑا پیدا ہو جاتا تو آپ ﷺ مسلمانوں کو نرمی سے سمجھا دیتے کہ اس بحث سے گریز کریں۔ (11)

حضور اکرم ﷺ کا گشتی دستہ ثمامہ بن اثال کو گرفتار کر کے مدینہ لے آیا۔ ثمامہ نے آپ ﷺ کو قتل کرنے کا اعلان کر رکھا تھا۔ آپ ﷺ نے ثمامہ کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی اس نے انکار کیا اور تاوان دینے پر راضی ہو گیا۔ آپ ﷺ نے اسے تین دن تک تحویل میں رکھا۔ ثمامہ مسلسل اپنا مذہب تبدیل کرنے سے انکار کرتا رہا۔ آپ ﷺ نے کوئی معاوضہ لیے بغیر اسے رہا کر دیا۔ ثمامہ آپ ﷺ کے حسن سلوک سے بہت متاثر ہوا۔ مدینہ سے باہر آ کر ایک چشمہ پر اپنے کپڑے دھوئے اور غسل کرنے کے بعد آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کر لی۔

ایک روز حضور اکرم ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ ایک یہودی مقررہ وقت سے پہلے آ گیا۔ اس نے آپ ﷺ کی چادر سختی سے کھینچی اور اپنا قرض واپس طلب کیا۔ حضرت عمرؓ جوش میں آ گئے اور تلوار لہرانے لگے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا "عمرؓ، اس یہودی سے کہو کہ اپنا قرض بہتر طریقے سے طلب کرے اور مجھے حسنِ ادائیگی کے لیے کہو۔" یہودی آپ ﷺ کا حسن سلوک دیکھ کر کہنے لگا "اے محمد ﷺ اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق سے نواز کر مبعوث فرمایا میں اپنا قرض وصول کرنے نہیں آیا بلکہ اس لیے آیا تھا کہ آپ ﷺ کے اخلاق کا امتحان لوں میں گواہی دیتا

10- [حمید اللہ]   11- [بخاری]

ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں اور آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ میں اپنا قرض مسلمانوں پر صدقہ وخیرات کرتا ہوں۔"(12)

فتح مکہ سے کچھ روز قبل حضور اکرم ﷺ کے داماد ابوالعاص بن ربیع تجارتی قافلے کے ساتھ شام سے واپس مکہ جارہے تھے۔ اسلامی گشتی دستے نے اس قافلے کا مال چھین لیا۔ ابوالعاص بھاگ کر مدینے آ گئے اور اپنی بیوی اور اللہ کے رسول ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کے گھر پناہ لے لی۔ آپ ﷺ نے اپنی بیٹی کو ہدایت فرمائی "ابوالعاص کی رہائش کا اچھی طرح بندوبست کرو مگر وہ تمھارے قریب نہ آنے پائے کیونکہ تم اس کے لیے حلال نہیں ہو۔ (وہ کافر ہے تم مسلمان ہو) حضرت زینبؓ نے اللہ کے رسول ﷺ کو بتایا کہ ابوالعاص اپنا مال واپس لینے آئے ہیں۔ آپ ﷺ نے مال چھیننے والوں کو بلایا اور ارشاد فرمایا:

"جیسے تم لوگ جانتے ہو کہ ابوالعاص ہمارے رشتے داروں میں سے ہے اور تم لوگوں نے اس کا مال چھینا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تمھیں بطور غنیمت عطا فرمایا ہے میں چاہتا ہوں کہ تم اس پر احسان کرو اور اس کا مال واپس کردو۔ یہ میری تجویز ہے اگر تم انکار کرتے ہو تو اس مال کے زیادہ حق دار تم ہی لوگ ہو۔"

صحابہ کرام نے خوش دلی کے ساتھ ابوالعاص کا مال واپس کردیا۔(13)

عبدیالیل طائف کا رئیس تھا۔ اس کے خاندان نے آپ ﷺ سے اس قدر ظلم کیے تھے کہ آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ ان کی زندگی کا سخت ترین دن طائف کا دن تھا۔ عبدیالیل طائف کا وفد لے کر مدینہ آیا۔ آپ ﷺ نے اس کے لیے مسجد میں خیمہ نصب کرایا۔ ہر روز عشاء کی نماز کے بعد اس سے ملنے جاتے اور اس کا بہت خیال رکھا۔ آپ ﷺ نے دشمن سے پیار کرنے کا عملی نمونہ پیش کردیا۔(14)

عبداللہ بن ابی ساری عمر منافق رہا اور ہمیشہ مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا رہا۔ آپ ﷺ ہمیشہ درگزر فرماتے رہے، جب وہ فوت ہوا تو آپ ﷺ نے اس کی نماز

12۔ [سنن بیہقی] 13۔ [حاکم] 14۔ [زرقانی]

[illegible] حضرت عمرؓ نے [illegible] آپ ﷺ نے [illegible]
[illegible] سے [illegible] حضرت [illegible] ہے۔[15]

آپ ﷺ نے جنگ بدر کے [illegible]
[illegible]
[illegible] کی اجازت نہ دی۔[16]

غیر مسلموں کے ساتھ سلوک کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"کہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور جو کتاب ہم پر نازل ہوئی اور جو صحیفے ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام اور اسحٰق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام اور ان کی اولاد پر اترے اور جو کتابیں موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام اور دوسرے انبیاء کو پروردگار سے ملیں سب پر ایمان لائے ہم ان پیغمبروں میں سے کسی میں کچھ فرق نہیں کرتے اور ہم اسی (خدائے واحد) کے فرمانبردار ہیں۔"[17]

"یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں ہمیں خوب معلوم ہے اور تم ان پر زبردستی کرنے والے نہیں ہو جو ہمارے (عذاب) کی وعید سے ڈرے اس کو قرآن سے نصیحت کرتے رہو۔"[18]

15۔ [illegible]
16۔ [illegible]
17۔ [84:3]
18۔ [45:50]

اسلام، تلوار اور کردار

غیر مسلم مغربی مصنفین جو اسلام کے ابتدائی دور سے پوری طرح آگاہ نہیں تھے، یہ بے بنیاد پروپیگنڈا کرتے رہے کہ اسلام تلوار کے زور پر پھیلا حالانکہ اسلام کی اشاعت کا تعلق حضور اکرم ﷺ کے ذاتی کردار اور اسوۂ حسنہ سے تھا۔ اس پروپیگنڈے کو غیر جانبدار اور غیر متعصب غیر مسلم مصنفین نے بھی مسترد کر دیا۔ احمد ہولٹ (Ahmad Holtt) نے تحریر کیا:

"اسلام کی تلوار لوہے کی تلوار نہیں۔ مجھے خود اس بات کا تجربہ ہے کیونکہ اس تلوار کا میں خود بھی زخم خوردہ ہوں۔ یہ تلوار لوگوں کو مارتی نہیں بلکہ انھیں زندگی بخشتی ہے۔ یہ انسان کو اس بات کی آشنائی بخشتی ہے کہ وہ کیا ہے، کیوں ہے اور اس دنیا میں کیا لینے آیا ہے۔"(1)

ایک امریکن دانشور جیمز مچنر (James Michener) نے مغربی دنیا کے اس تصور کی کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے ان الفاظ میں تردید کی:

"جیسے اسلام نہایت تیزی سے پھیلا اتنی تیزی سے اور کوئی مذہب دنیا میں نہیں پھیلا۔ مغرب کا یہ نظریہ کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا بالکل غلط ہے اور جدید اسکالر اس نظریے کو تسلیم کرتے ہیں کہ اسلام نے حریت فکر پر بڑا زور دیا ہے۔"(2)

ایک مستند روایت کے مطابق حضور اکرم ﷺ نے ایک یہودی عالم سے چند اشرفیاں قرض لیں۔ کچھ دن گزرنے کے بعد ہی یہودی قرض واپس لینے کے لیے آپ ﷺ کے پاس پہنچ گیا۔

1۔ [پیغمبر اسلام اور اخلاق حسنہ: زاہد علی] 2۔ [انسان کامل]

آپ ﷺ نے فرمایا فی الحال تمہارا قرض ادا کرنے کے لیے کچھ نہیں ہے۔ یہودی نے کہا "جب تک آپ ﷺ میرا قرض واپس نہیں کریں گے میں آپ ﷺ کو نہیں چھوڑوں گا۔" آپ ﷺ کے صحابہ نے یہودی کو ڈانٹ کر بھگانا چاہا مگر آپ ﷺ نے منع فرمایا اور آپ ﷺ اس کے پاس بیٹھے رہے یہاں تک کہ رات گزر گئی اور صبح ہوگئی۔ یہودی آپ ﷺ کا رویہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ آپ ﷺ نے طاقت اور اختیار کے باوجود برداشت کا مظاہرہ کیا، یہودی نے نہ صرف قرض معاف کر دیا بلکہ اسلام قبول کر کے اپنی ساری دولت آپ ﷺ کے سپرد کر دی۔ (3)

حضور اکرم ﷺ نے مکہ فتح کیا مگر کسی کو اسلام قبول کرنے پر مجبور نہ کیا۔ آپ ﷺ عتاب بن اسیدؓ کو مکہ کا گورنر مقرر کر کے مدینہ تشریف لے آئے۔ مکہ میں صاف شفاف اور مساوات پرمبنی حکومتی نظام قائم کیا گیا۔ اہل مکہ اسلامی ماڈل سے متاثر ہو کر رضا کارانہ طور پر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے اور مکہ اسلام کا قلعہ بن گیا۔ (4) صفوان نامی ایک سردار حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا فی الحال میں اسلام قبول نہیں کر سکتا مجھے غور و فکر کے لیے دو ماہ کا عرصہ چاہیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا "میں تمہیں چار ماہ دیتا ہوں۔" کچھ عرصہ بعد صفوان نے اسلام قبول کر لیا۔ ابوجہل کا بیٹا خوف کی بناء پر بھاگ گیا۔ رحمت اللعالمین ﷺ نے عام معافی کا اعلان کر دیا۔ آپ ﷺ کے حسن سلوک سے متاثر ہو کر اسلام کے سخت دشمن بھی مسلمان ہو گئے۔

ایک دفعہ ایک اجنبی حضور اکرم ﷺ کے پاس آیا۔ آپ ﷺ نے اس کی مہمان نوازی کی اور اس کے لیے رات گزارنے کے لیے بستر لگا دیا۔ وہ کوئی بے وقوف دشمن تھا۔ بستر خراب کر کے صبح چلا گیا وہ اس طرح شاید دشمنی کا انتقام لینا چاہتا تھا۔ کچھ دور جا کر اسے خیال آیا کہ وہ اپنی تلوار بھول آیا۔ چپکے سے تلوار لینے کے لیے واپس آیا اور یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ آپ ﷺ اپنے دست مبارک سے بستر کو صاف کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے مہمان کو دیکھا تو اسے تلوار پیش کی اور بستر کا ذکر تک نہ کیا۔ اس پر آپ ﷺ کے اخلاق کا اس قدر اثر ہوا کہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ (5)

3۔ [البیہقی، دلائل النبوۃ] 4۔ [حمید اللہ] 5۔ [حمید اللہ]

حضرت سلمان فارسیؓ ملک فارس کے شہر اصفہان کے رہنے والے تھے حق کی تلاش میں اپنے گھر سے نکلے۔ عیسائیوں کے گرجا گھروں میں عبادت کے مناظر دیکھتے طویل سفر کے بعد مدینہ پہنچے۔ خاموشی کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کے معاملات کا مشاہدہ کرتے رہے اور آپ ﷺ کے مثالی کردار سے متاثر ہو کر اللہ کے رسول ﷺ پر ایمان لے آئے۔ حضرت عمرؓ دین الٰہی کے سخت مخالف تھے۔ ایک دن تلوار لے کر حضور اکرم ﷺ کو قتل کرنے کے ارادے سے نکلے، راستے میں اپنی بہن اور بہنوئی کے گھر پر کلام الٰہی سن کر اس کی تاثیر سے اس قدر متاثر ہوئے کہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اللہ اور رسول ﷺ پر ایمان لے آئے۔ حبشہ کا بادشاہ نجاشی حضور اکرم ﷺ کے کردار اور شخصیت کے بارے میں حالات سن کر اور قرآن پاک کی تلاوت سننے کے بعد اسلام پر ایمان لے آیا۔ حضور اکرم ﷺ کو جب اس کی وفات کی خبر ملی تو آپ ﷺ نے اس کی غائبانہ نماز جنازہ ادا کی۔ (5)

قریش کا سردار عتبہ جو رشتے میں حضور اکرم ﷺ کا چچا بھی تھا۔ آپ ﷺ کے پاس سمجھانے کی غرض سے گیا اور کہا آپ ﷺ اپنے آباؤ اجداد کی مخالفت نہ کریں۔ آپ ﷺ نے اس کی پوری بات سننے کے بعد اسے قرآن پاک کی ایک آیت سنائی، عتبہ کلام الٰہی سے اس قدر متاثر ہوا کہ اس نے اپنے ساتھیوں کو مشورہ دیا کہ محمد ﷺ جو کچھ کہتے ہیں وہ شعر ہے، جادو ہے اور نہ کہانی ہے۔ وہ حق ہے، یہ حق ایک دن عرب پر غالب آئے گا لہٰذا تم محمد ﷺ کو اس کے حال پر چھوڑ دو۔

طفیل دوسی مکہ آیا قریش نے اس کو خبردار کیا کہ وہ حضور اکرم ﷺ سے دور رہے اور ان کی گفتگو نہ سنے کیونکہ اندیشہ ہے جس طرح محمد ﷺ نے قریش میں تفرقہ ڈال دیا ہے دوسی کی قوم بھی تفرقے کا شکار نہ ہو جائے۔ دوسی خود ایک شاعر تھا اس کے دل میں خیال آیا کہ وہ باشعور ہے کوئی شخص اسے کیسے گمراہ کر سکتا ہے۔ دوسی کے دل میں آپ ﷺ سے ملاقات کرنے اور کلام سننے کا اشتیاق پیدا ہوا۔ دوسی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کلام الٰہی سننے کی درخواست کی۔ آپ ﷺ نے کلام الٰہی

۵۔ [illegible]

سن کر بے حد متاثر ہوا اور کہا کہ ایسا کلام اور عدل وانصاف کی ایسی بات اس نے پہلے کبھی نہیں سنی۔ دوسی نے اپنے قبیلے میں واپس جا کر اسلام کی تبلیغ شروع کر دی۔(7) ارشاد ربانی ہے "ہم تو غور وفکر کرنے والوں کے لیے دلائل کھول کھول کر بیان کرتے ہیں۔" [266:2]

حضرت خدیجہؓ نے شادی کے موقع پر اپنے غلام زید بن حارثہؓ کو حضور اکرم ﷺ کے سپرد کر دیا تھا۔ آپ ﷺ نے اسے آزاد کر دیا۔ زید بن حارثہؓ آپ ﷺ کے اعلیٰ اخلاق سے اس قدر متاثر ہوا کہ وہ نہ صرف نبوت پر ایمان لے آیا بلکہ اس نے اپنے باپ کے ساتھ واپس اپنے گھر جانے سے انکار کر دیا اور ساری عمر آپ ﷺ کی خدمت میں گزار دی۔ (8) ظہور نبوت کے بعد اسلام لانے والے مسلمان قرآن اور اللہ کے رسول ﷺ کے ذاتی کردار سے متاثر ہوئے۔ آپ ﷺ کی شخصیت اور کردار سے متاثر ہو کر ایمان لے آئے۔ نجران کے بیس عیسائی حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کے پیغام سے متاثر ہو کر ایمان لے آئے۔

حج کے موقع پر مدینہ سے لوگ مکہ آتے اور آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کر کے واپس جاتے۔ ہجرت مدینہ سے قبل ہی مدینہ کے اوس اور خزرج کے قبائل اسلام قبول کر چکے تھے۔ جبیر بن مطعم بدر کے قیدیوں کو چھڑانے مدینہ آئے اور حضور اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے چند آیات سن کر مسلمان ہو گئے۔ قریش کے غلام ابورافع مکہ کی طرف سے سفیر بن کر مدینہ آئے اور آپ ﷺ کے اخلاق سے متاثر ہو کر ایمان لے آئے۔ وہ مکہ واپس جانے کے لیے تیار نہیں تھے۔ آپ ﷺ نے سمجھایا کہ سفیر کو روکا نہیں جا سکتا، مکہ واپس جاؤ اور اسلام کی کشش کھینچے تو دوبارہ مدینہ آ جاؤ۔ ابورافع مدینہ واپس آ کر تحریکِ اسلامی میں شامل ہو گئے۔ غزوۂ احد کے دوران عمرو بن ثابت اصیرم اسلام قبول کر کے معرکۂ حق کے لیے اسلامی لشکر میں شامل ہو گئے اور شہادت کا رتبہ پایا۔ حضرت خالدؓ اور عمروؓ بن العاص رضاکارانہ طور پر اسلام لائے اور ممتاز صحابہ میں شمار ہوئے۔ معرکۂ حنین کے موقع پر شیبہ بن ابی طلحہ حضور اکرم ﷺ کے قتل کے ارادے سے آئے مگر حضور اکرم ﷺ کی شخصیت سے متاثر ہو کر

7۔ [ابن اسحاق] 8۔ [ابن ہشام]

ایمان لے آئے۔

قبیلہ طے کے سردار حاتم کی بیٹی قیدی بنا کر مدینہ لائی گئی اس نے اللہ کے رسول ﷺ سے حسن سلوک کی درخواست کی جو قبول کی گئی۔ ایک سواری کا انتظام کر کے اسے عزت کے ساتھ اپنے قبیلے میں واپس بھیجا گیا۔ اس نے اپنے بھائی عدی بن حاتم کو حضور اکرم ﷺ کے حسن سلوک کے واقعات سنائے اس نے مدینہ آکر خود جائزہ لیا اور آپ ﷺ کے کردار کا ذاتی طور پر مشاہدہ کرنے کے بعد اسلام کے دائرے میں داخل ہوگیا۔ کعب بن زہیر جس نے مکہ میں آپ ﷺ کے خلاف شاعری کا محاذ کھول رکھا تھا اسلام کے پیغام سے متاثر ہوا اور مدینہ آکر امان طلب کی۔ آپ ﷺ نے اسے معاف کر دیا اور وہ تائب ہو کر مسلمان ہوگیا۔ (9)

جزیرہ نمائے عرب کے سینکڑوں قبائل جنگ لڑے بغیر امن معاہدات کر کے مسلمان ہوئے۔ حضور اکرم ﷺ نے کفار کے خلاف تلوار اٹھانے کا اس وقت حکم دیا جب کفار مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے۔ جنگِ بدر، جنگِ احد، جنگِ خندق دفاعی جنگیں تھیں جن میں محدود تعداد میں شرکاء قتل اور شہید ہوئے۔ آپ ﷺ نے جنگی قیدیوں سے حسن سلوک کی اعلیٰ مثال پیش کی البتہ جب یہودی قبائل معاہدات کے باوجود مسلمانوں کے خلاف سازشوں سے باز نہ آئے اور قریش مکہ کو مسلمانوں کے خلاف اکساتے رہے تو اسلامی ریاست مدینہ کے تحفظ اور دفاع کے لیے یہودیوں کو قتل کرنا پڑا۔ حضور اکرم ﷺ کا دور ایسی روشن مثالوں سے بھرا پڑا ہے کہ آپ ﷺ نے جبر اور تشدد کے بجائے رحم اور برداشت کا مظاہرہ کیا۔ بنو نضیر نے مسلمانوں کے خلاف سازشیں کیں۔ عبداللہ بن ابی کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف بغاوت اور لڑائی کی۔ ان کے جرائم اس قدر سنگین تھے کہ ان کو سخت سزائیں دی جا سکتی تھیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ان جرائم کے باوجود انھیں اپنا سارا مال اسباب اونٹوں پر لاد کر مدینے سے چلے جانے کی اجازت دے دی۔ وہ اپنے مکانوں کی کھڑکیاں اور دروازے بھی اکھاڑ کر لے گئے جو ساتھ نہیں لے جا سکتے تھے ان کو توڑ گئے۔ اللہ کے رسول ﷺ

9۔ نعیم صدیقی، محسن انسانیت ﷺ

نے طاقت اور جواز رکھتے ہوئے بھی برداشت کا مظاہرہ کیا اور ان کے خلاف تلوار نہ اٹھائی۔ یہودی ناچتے گاتے دف بجاتے مدینہ سے چلے گئے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے بنونضیر کی املاک مدینہ کے کمزور، غریب اور بے سہارا مسلمانوں میں بانٹ دی تھیں۔ (10)

اسلام کی تبلیغ واشاعت کے بارے میں ارشادِ ربانی ہے:

"پس (اے نبی) اللہ کی طرف سے بڑی رحمت ہی کی وجہ سے آپ ان کے لیے نرم ہو گئے ہیں اور اگر آپ بدخلق، سخت دل ہوتے تو یقیناً وہ آپ کے گرد سے منتشر ہو جاتے۔"(11)

"اے نبی اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ دعوت دیجیے اور ان سے اس طریقے کے ساتھ بحث کیجیے جو سب سے اچھا ہے۔"(12)

"(اے نبی) لوگوں کو ہدایت دینا آپ کی ذمے داری نہیں لیکن اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔"(13)

رب کے حکم کے مطابق مسلمان لوگوں کو دین اسلام قبول کرنے میں جبر و تشدد سے کام نہیں لیں گے اور نہ ہی جسمانی یا نفسیاتی دباؤ ڈالیں گے۔ اپنی انتھک تبلیغ کے بعد اگر وہ اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہوں تو صرف یہ کہہ دیں:

"تمھارے لیے تمھارا دین اور میرے لیے میرا دین۔"(14)

"اور کہہ دیجیے یہ حق تمھارے رب کی طرف سے ہے پھر جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔"(15)

"دین میں کوئی جبر نہیں ہے۔" سیدھی راہ ٹیڑھی سے روشن ہو چکی ہے۔ (16)

10- [illegible]
11- [159:3]
12- [125:16]
13- [272:2]
14- [6:109]
15- [29:18]
16- [256:2]

حضور اکرم ﷺ نے حضرت خالدؓ کو بنی خذیمہ کے قبیلہ میں اشاعت دین کے لیے بھیجا انھوں نے وہاں تلوار چلا دی آپ ﷺ کو یہ خبر پہنچی تو بے قراری سے دونوں ہاتھ آسماں کی طرف اٹھ گئے اور فرمایا اے اللہ ''میں خالدؓ کے فعل سے بری ہوں پھر حضرت علیؓ کو بھیجا آپ نے حضور کے فرمان کے مطابق ہر مقتول کو خون بہا ادا کیا حتیٰ کہ اگر کسی کا کتا مر گیا تو اس کا بھی خون بہا ادا کیا گیا۔(17)

پروفیسر ٹی ڈبلیو آرنلڈ لکھتے ہیں:

''قرآن میں کہیں کوئی ایسی آیت نہیں جس میں کسی بھی طرح جبری تبدیلی مذہب کا حکم پایا جائے۔''(18)

''اسلام ابتداء ہی سے ایک تبلیغی دین رہا ہے جس کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کے دلوں کو مسخر کر کے ان کو اپنا حلقہ بگوش بنایا جائے اور اسلامی برادری میں شامل کیا جائے۔ اسلام کا جو طریق کار شروع میں تھا اسی طریق کار پر وہ اب تک قائم ہے۔''(19)

بھارت کے نامور لیڈر مہاتما گاندھی نے ایک بیان میں تسلیم کیا:

''میں کسی ایسی ہستی کی سوانح کی تلاش میں تھا جس نے بنی نوع انسان کے کروڑوں دلوں پر غیر متنازعہ مشفقانہ قبضہ کر رکھا ہو اور بالآخر میں اس حقیقت کا قائل ہو گیا کہ یہ تلوار نہیں تھی جس نے اس زمانے میں کارزار حیات میں اسلام کے لیے جگہ بنائی ہو بلکہ یہ پیغمبر اسلام کی انتہائی سادگی، جان نثاری، ایثار، معاہدوں کی پابندی، آپ ﷺ کی امانت، دیانت، خدا خوفی، بے باکی، اپنے خدا پر مکمل بھروسا اور اپنے مشن کی صداقت پر یقین جیسی حقیقتیں تھیں۔ انہی تابندہ حقیقتوں نے اپنے سامنے ہر رکاوٹ کو تسخیر کر لیا نہ کہ تلوار نے۔''(20)

17۔ [محسن انسانیت]

18۔ [The Preaching of Islam]

19۔ [ایضاً]

20۔ [illegible]

مسلمان تو محبوب خدا کی تعریف و توصیف محبت اور عقیدت کے ساتھ کرتے ہیں۔ غیر مسلموں کی جانب سے آپ ﷺ کی تعریف قابلِ تحسین اور آپ ﷺ کی عظمت کا ثبوت ہے۔ دین اسلام کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کے عقائد منطق اور عقل کی اساس پر قائم ہیں، توحید کا عقیدہ خالص عقلی ہے۔ جسے وجدانی اور الہامی ہدایت سے مدد ملتی ہے۔ اسلام کی اشاعت میں قابلِ فہم فطری تعلیم اور عقلی و منطقی دلائل نے کردار ادا کیا۔ سادہ تعلیم سے افریقہ کے وحشیوں نے بھی فائدہ اٹھایا اور اس کی عقلی تعلیم سے بوعلی سینا، فارابی، ابنِ رشد اور بیکن پیدا کیے۔

سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور تعصب

آج مسلمان ہر قسم کے تعصب کا شکار ہو چکے ہیں۔ زبان، رنگ، نسل، قبیلہ اور فرقہ کی بنیاد پر تعصب اس قدر گہرا ہو چکا ہے کہ اس تعصب اور امتیاز کی بنیاد پر قتل و غارت گری سے بھی گریز نہیں کیا جاتا۔ عمر، جنس، نسل، صوبہ، برادری، زبان، سیاست اور دولت کی بنیاد پر تعصبات بھی عام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے عقیدہ کی بناء پر مسلمانوں کو بھائی بھائی قرار دیا تھا مگر افسوس مسلمان مختلف حوالوں سے تقسیم ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو قبیلے شناخت کے لیے بنائے تھے مگر ہم نے انھیں تعصب اور عصبیت کا سبب بنا لیا ارشادِ ربانی ہے:

"لوگو ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمھاری قومیں اور قبیلے بنائے تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرو۔"(1)

اللہ تعالیٰ نے آپس میں اختلاف کرنے والوں اور تفریق پیدا کرنے والوں کو ان الفاظ میں انتباہ فرمایا:

"اور ان لوگوں کی طرح نہ ہونا جو متفرق ہو گئے اور کھلے احکام آنے کے بعد ایک دوسرے سے اختلاف کرنے لگے یہ وہ لوگ ہیں جن کو (قیامت کے دن) بڑا عذاب ہوگا۔"(2)

"اور نہ ان لوگوں میں ہونا جنھوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور (خود) فرقے فرقے ہو گئے سب فرقے اسی سے خوش ہیں جو ان کے پاس ہے۔"(3)

1۔ [13:49] 2۔ [105:3] 3۔ [32:30]

"جن لوگوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈال دیا اور گروہ در گروہ بن گئے آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں پس ان کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔"(4)

مسلمان فرقوں میں بٹ گئے اور اس قدر تنگ نظر ہو گئے کہ ایک دوسرے کے خلاف تعصب کی بناء پر کفر کے فتوے جاری کرنے لگے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تو تمام الہامی کتابوں اور اللہ کے نبیوں پر ایمان لانے کا حکم دیا تھا۔ جب قرآن کے علاوہ دوسرے مذاہب کی کتب پر بھی ایمان لانا لازم ہے تو پھر ایک اللہ، ایک قرآن اور ایک رسول ﷺ کو ماننے والے فرقہ بندی کا شکار کیسے ہو سکتے ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے:

"جو کتاب تم پر نازل کی گئی ہے (یعنی قرآن) اور جو کتابیں تم سے پہلے نازل کی گئی تھیں ان سب پر ایمان لاتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں ایسے لوگ اپنے رب کی طرف سے راہِ راست پر ہیں اور وہی فلاح پانے والے ہیں۔"(5)

"اور اللہ کے احکام کو ہنسی اور کھیل نہ بناؤ اور اللہ نے تم کو جو نعمتیں بخشی ہیں اور تم پر جو کتاب اور دانائی کی باتیں نازل کی ہیں جن سے وہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے اُن کو یاد کرو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔"(6)

حضور اکرم ﷺ کی سیرت میں ایک مثال بھی ایسی نہیں پیش کی جا سکتی جس سے آپ ﷺ کی جانب سے کسی قسم کے تعصب اور امتیاز کا شائبہ تک بھی ہو سکتا ہو۔ بعثت سے پہلے بھی آپ ﷺ نے تعصب سے پاک زندگی گزاری مکہ کے تمام قبائل آپ ﷺ کی وسعتِ قلبی کی بناء پر آپ ﷺ کی عزت کرتے تھے جب خانہ کعبہ میں حجرِ اسود نصب کرنے کا موقع آیا تو مکہ کے سب قبائل نے آپ ﷺ کو ثالث قبول کر لیا۔ آپ ﷺ نے حضرت خدیجہؓ سے شادی کی جو عمر میں آپ ﷺ سے پندرہ سال بڑی تھیں مگر آپ نے عمر کی بناء پر بھی تعصب نہ کیا۔ جنگِ بدر میں مکہ کے لوگ عقیدے کی

4- [160:6]   5- [5-4:2]   6- [231:2]

چونکہ یہ قبیلہ مسلمانوں سے کٹ کر رہ گئے تھے اس جنگ میں خونی رشتے داری، قبیلے اور برادری کے بت عصبیت کا خاتمہ ہو گیا اور مسلمان اپنے دین کے تحفظ کے لیے اپنے خونی رشتے داروں کے خلاف بھی صف آرا ہو گئے۔

ابولہب نے کوہ صفا پر پہلی دعوت کے موقع پر حضور اکرم ﷺ کی سخت الفاظ سے مخالفت کی اس کے باوجود آپ ﷺ نے دوسرے عزیز و اقارب کے ساتھ دوسری اور تیسری دعوت میں بھی اسے شریک کیا اور اس کی شدید مخالفت کے باوجود اس کے خلاف کسی تعصب کا اظہار نہ کیا۔ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کا تعلق مختلف قبیلوں، نسلوں اور خاندانوں سے تھا۔ آپ ﷺ نے سب ازواج مطہرات کے ساتھ مساوی سلوک کیا اور کسی قسم کا امتیاز روا نہ رکھا۔ آپ ﷺ آزاد اور غلام سب سے مساوی سلوک کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے لیے اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب کے لیے پیغام بھیجا ان کے بھائی عبداللہ بن جحش کو یہ گوارا نہیں تھا کہ قریش کی معزز خاتون کو ایک آزاد کردہ غلام کے عقد میں دیا جائے اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

"جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے میں کوئی فیصلہ فرما دیں تو کسی مومن مرد
یا عورت کو اپنے معاملے میں کوئی اختیار باقی نہیں رہتا۔"(۲۳)

مکی مسلمان اپنے گھروں سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو مواخات (بھائی چارے) کا بے مثال مظاہرہ ہوا۔ حضور ﷺ کی ہدایت پر مدینہ کے انصار نے ہر قسم کے تعصب اور امتیاز کو مسترد کر کے مہاجرین کو اپنے گھروں، جائیدادوں اور کاروبار میں شریک کر لیا۔ مواخات کی بنیاد انسانیت اور مذہب کی بنیاد پر رکھی گئی تھی، ہر قسم کے علاقائی، نسلی اور قبائلی تعصبات ختم ہو گئے اور مسلمان ایک قوت بن گئے اور ایک رسول کے رشتے سے منسلک ہو گئے اور مسلم برادری میں شامل ہو گئے کوئی یہ نہیں دیکھتا تھا کہ کون کس قبیلے کا ہے، کون کس نسل کے ساتھ ہے، ہماری مادری زبان کون سی ہے [illegible] حضور اکرم ﷺ نے تمام [illegible] تعصبات پاؤں تلے [illegible] اسلام

غزالی ؒ کے مطابق اس بھائی چارے کا مقصد یہ تھا کہ جاہلی عصبیتیں ختم ہو جائیں حمیت اور غیرت اسلام کے لیے ہو۔ نسل، رنگ اور وطن کے امتیازات مٹ جائیں۔ بڑے اور چھوٹے کا معیار انسانیت اور تقویٰ کے علاوہ کچھ نہ ہو۔

میثاق مدینہ انسانی حقوق کا پہلا چارٹر تھا۔ اس میثاق کی روشنی میں حضور اکرم ﷺ نے غیر مسلموں کو مذہبی آزادی کے ساتھ ساتھ تمام سماجی سیاسی، معاشی اور معاشرتی حقوق دیے اور کسی قسم کا امتیاز روا نہ رکھا۔ ایک دفعہ نجران کے عیسائیوں کا وفد مدینہ آیا آپ نے اس وفد کو مسجد نبوی میں ٹھہرایا اور ان کو اپنے عقیدے کے مطابق مسجدِ نبوی میں ہی عبادت کی اجازت دی۔ (8)

مکہ میں قحط پڑا تو حضور اکرم ﷺ نے ہر قسم کے تعصب سے اوپر اٹھ کر مکہ کے مشرکین کے لیے نقدی اور سامان خورونوش ارسال فرمایا۔ جب بھی مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان حضرت موسیٰ اور حضرت محمد ﷺ کی ایک دوسرے پر فضیلت پر بحث ہو جاتی تو آپ ﷺ مسلمانوں کو نرمی کے ساتھ بحث سے منع فرماتے۔ (9)

حضور اکرم ﷺ نے طائف میں اپنی زندگی کے سخت ترین دن گزارے، عبد یالیل کے قبیلے نے آپ سے نہایت تکلیف دہ سلوک کیا مگر جب عبد یالیل مدینہ آیا تو آپ نے اس کے لیے مسجدِ نبوی میں خیمہ نصب کرایا اور اس کا خاص خیال رکھا۔ (10) عبداللہ بن ابی زندگی بھر منافقت کرتا رہا اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں مصروف رہا۔ آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی اور فرمایا "اگر مجھے اختیار دیا جاتا کہ میرے ستر دفعہ نماز پڑھنے سے اس کی مغفرت ہو سکتی ہے تو میں اس سے بھی زیادہ پڑھتا۔" (11)

فتح مکہ کے موقع پر حضور اکرم ﷺ نے جس بے مثال برداشت اور اعلیٰ ظرفی کا نمونہ پیش کیا اس کی مثال انسانی تاریخ میں نہیں ملتی۔ آپ ﷺ نے اسلام کے تمام دشمنوں کو بلا تفریق اور بلا امتیاز معاف فرما دیا اسلام کے سب سے بڑے دشمن ابوسفیان کے گھر کو مشرکوں کے لیے پناہ گاہ قرار دے دیا۔ کسی کافر اور مشرک کے ساتھ رنگ نسل، قبیلہ اور دولت کی بنیاد پر تعصب کا مظاہرہ نہ کیا۔

8۔ [طبقات] 9۔ [بخاری] 10۔ [زرقانی] 11۔ [بخاری]

آپ ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کعبہ کی کلید کی فرمائش کی آپ ﷺ نے برادری، قبیلہ، خون اور مذہب کے رشتے کو الگ رکھتے ہوئے پرانے کلید بردار عثمانؓ بن طلحہ کو طلب کیا اور کلید اس کے حوالے کرتے ہوئے فرمایا "یہ لو اپنی کلید آج نیکی اور وفا شعاری کا دن ہے۔"(12) طلحہ اس وقت غیر مسلم تھے اور ہجرت سے پہلے طلحہ نے حضور اکرم ﷺ کو ایک بار کعبہ کی چابی دینے سے انکار کر دیا تھا اس رویے کے باوجود آپ ﷺ نے عصبیت کو مسترد کر دیا۔

خطبہ حجتہ الوداع انسانی حقوق کا پہلا چارٹر ہے جس کو پوری دنیا تسلیم کرتی ہے آپ ﷺ نے اپنے اس آخری خطبے میں ہر قسم کے تعصبات اور عصبیتیں اپنے پاؤں تلے روند ڈالے۔ جو مسلمان صدقِ دل کے ساتھ حجتہ الوداع کے خطبے پر یقین رکھتا ہے وہ کبھی کسی قسم کے تعصب کا مظاہرہ نہیں کر سکتا۔

حضور اکرم ﷺ نے اسامہؓ بن زید کو اسلامی لشکر کا امیر نامزد فرمایا تو بعض مسلمانوں نے اعتراض کیا کہ غلام کے بیٹے کو امیر نامزد کیا گیا ہے آپ نے فرمایا کہ کچھ لوگوں نے زیدؓ کی امارت پر بھی اعتراض کیا تھا خدا کی قسم زیدؓ بھی اس کا اہل تھا اور اسامہؓ بھی اہل ہے۔ مسند احمد اور ابن ماجہ میں روایت ہے عمرو بن شعیب رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے سنا کہ کچھ لوگ قرآن کریم میں اس طرح بحث کر رہے ہیں، ایک شخص ایک آیت پڑھتا ہے دوسرا اس کے مقابلہ میں دوسری آیت پڑھتا ہے جو اس کے خیال میں پہلی آیت کے مضمون کے مخالف مضمون پر مشتمل ہے۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس حرکت کی وجہ سے تم سے پہلی امتیں گمراہ ہوئیں اور ہلاک ہوئیں وہ بھی ایسا ہی کیا کرتی تھیں کہ اللہ کی کتاب کے بعض حصوں کو دوسرے حصوں سے ٹکرایا کرتی تھیں حالانکہ اللہ کی کتاب باہم ایک دوسرے حصے کی تصدیق کرنے والی ہو کر نازل ہوئی ہے اس لیے تم اس میں اختلاف کر کے اس کی تکذیب نہ کرو، اس کا جو حصہ تم سمجھ لو وہ تو بیان کر دو اور جو حصہ سمجھ نہ آئے اسے اس کے حوالے کر دو جو اسے جاننے والا ہو۔(13)

قرآن پاک میں ارشادِ ربانی ہے کہ اللہ کے بندو! محکمات (اللہ کے احکامات) پر عمل کرو اور

12- [فتح الباری] 13- [مسلم]

فلاں بات (جو مجھ سے باہر ہوں) کو اللہ پر چھوڑ دو۔

حضرت حذیفہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے بعد آنے والے فتنوں کا ذکر فرمایا تو میں نے پوچھا کہ اگر میں اس زمانے میں موجود ہوں تو کیا کروں۔ آپ نے فرمایا مسلمانوں کی جماعت سے منسلک رہنا اور ان کے امام سے تعلق رکھنا۔ حضرت حذیفہؓ نے پوچھا اگر مسلمانوں کی جماعت اور ان کا امام موجود نہ ہو تو پھر کیا کروں۔ آپ نے فرمایا پھر سب فرقوں کو چھوڑ دے اور اگرچہ ایک درخت کی جڑ چباتے چباتے تو مر جائے۔ (14)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ایک غزوے میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک تھے کہ ایک مہاجر نے ایک انصاری کے کولھے پر مارا۔ انصاری نے انصاریوں کو اور مہاجر نے مہاجروں کو بلایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ تو جاہلیت کا پکارنا ہے۔ صحابہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ یہ تو معمولی سی بات ہے آپ ﷺ نے فرمایا چھوڑ دو یہ ایک گندی ناپسندیدہ بات ہے۔ (15)

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"وہ ہم میں سے نہیں جس نے دوسروں کو کسی عصبیت کی طرف دعوت دی، وہ ہم میں سے نہیں جس نے دوسروں کے ساتھ عصبیت کی بنیاد پر لڑائی کی اور وہ شخص ہم میں سے نہیں جو عصبیت پر مارا گیا۔" (16)

"بے شک اللہ عزوجل نے جاہلیت کا عیب اور اپنے آباء پر فخر کرنا تم سے دور کر دیا ہے یعنی تمہیں ایسا کرنے سے منع کر دیا گیا ہے۔ انسان دو ہی طرح کے ہیں، متقی مومن اور دوسرا بدکردار سخت دل والا۔ تم سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے تھے۔" (17)

"عصبیت جاہلیہ یہ ہے کہ ظلم و زیادتی کے کاموں میں بھی اپنی قوم کی حمایت کرے۔" (18)

جو شخص اندھے تعصب کے تحت جنگ کرتا ہے تعصب کے تحت غضب میں آتا ہے دوسروں

14۔ [مسلم] 15۔ [بخاری] 16۔ [ابوداؤد] 17۔ [ابوداؤد] 18۔ [ابوداؤد]

عصبیت کے نعرے کے تحت بلاتا ہے یا عصبیت کے تحت کسی کی مدد کرتا ہے اور مارا جاتا ہے تو اس کا قتل جاہلیت کی موت ہے۔"(19)

حضور اکرم ﷺ جب مجاہدین کو کسی غزوے کے لیے روانہ کرتے تو ان کو ہدایت فرماتے:

عورتیں، بچے اور بوڑھے قتل نہ کیے جائیں۔ لاشوں کا مثلہ نہ کیا جائے۔ دیگر مذاہب کی عبادت گاہیں تباہ نہ کی جائیں نہ ان کے مذہبی پیشواؤں کو قتل یا تنگ کیا جائے۔ آبادیاں ویران نہ کی جائیں۔ جانوروں کو ہلاک نہ کیا جائے۔ فصلیں تباہ نہ کی جائیں۔ پھل دار درخت نہ کاٹے جائیں۔ اگر دشمن سے کوئی عہد باندھا جائے تو اس وقت تک اس عہد کی خلاف ورزی نہ کی جائے جب تک دشمن خود اسے توڑنے کا اعلان نہ کر دے۔ لوگ اگر اطاعت کرلیں تو ان پر ہاتھ نہ اٹھایا جائے۔(20)

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اے لوگو خبردار بے شک تمہارا رب ایک ہے تمہارے آباء ایک ہیں خبردار نہ عربی کو عجمی پر فضیلت ہے اور نہ عجمی کو عربی پر، نہ سرخ کو سیاہ پر سوائے نیکی اور تقویٰ کے۔"(21)

رسول اکرم ﷺ کے زمانے میں ایک مسلمان طعمہ نے دوسرے مسلمان قتادہ کے گھر سے آٹا چوری کیا اور چوری کا مال اپنے واقف کار یہودی کے گھر امانت کے طور پر رکھ دیا آٹے کے تھیلے میں سوراخ تھا جس سے آٹا یہودی کے مکان تک گرتا گیا۔ قتادہ نے یہودی کو پکڑ لیا اور اس پر چوری کا الزام لگا دیا۔ یہودی نے قتادہ کو بتایا کہ طعمہ نے آٹے کا تھیلا اس کے گھر پر امانت کے طور پر رکھوایا ہے۔ قتادہ اور اس کے دوست مسلمان یہودی کو چور ثابت کرنے کے لیے بضد تھے۔(22) اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر یہ آیت نازل فرمائی:

"یعنی تم طرف داری میں غلط قسم کے جھگڑے کر رہے ہو کیا قیامت میں بھی اسی طرح کے جھگڑے کر سکو گے۔"(23)

19۔ [illegible] 20۔ [illegible] 21۔ [illegible] 22۔ [illegible]

23۔ [4:109]

حضور اکرم ﷺ نے یہودی کی بجائے مسلمان کو چوری کی سزا دی۔

ایک بار ایک منافق مسلمان اور ایک یہودی کے مابین جھگڑا ہو گیا۔ مسلمان چاہتا کہ تنازعے کا فیصلہ کعب بن اشرف یہودی عالم اور سردار سے کروایا جائے مسلمان کا خیال تھا کہ حضور اکرم ﷺ اس کی طرف داری نہ کریں گے جبکہ یہودی عالم سے اس کے تعلقات تھے اور اسے حمایت کی توقع تھی۔ یہودی نے ضد کی کہ حضور اکرم ﷺ اس تنازعے کا فیصلہ کریں۔ حضور اکرم ﷺ نے یہودی کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ منافق مسلمان نے سوچا کہ حضرت عمرؓ مسلمانوں کے بڑے ہمدرد ہیں لہٰذا وہ اپنا معاملہ ان کے پاس لے گیا۔ یہودی نے حضرت عمرؓ کو بتا دیا کہ آپ ﷺ اس کے حق میں فیصلہ دے چکے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے تصدیق کرنے کے بعد منافق مسلمان کا سر قلم کر دیا اور کہا جو حضور اکرم ﷺ کے فیصلے پر نظر ثانی کروائے اس کی یہی سزا ہے۔ (24)

حضور اکرم ﷺ نے احادیث میں ہر قسم کے تعصب کی ممانعت فرمائی۔

"شکر ہے اس خدا کا جس نے تم سے جاہلیت کا عیب اور اس کا تکبر دور کر دیا، تو گویا تم انسان بس دو ہی حصوں میں تقسیم ہوتے ہو ایک نیک اور پرہیزگار جو اللہ کی نگاہ میں عزت والا ہے دوسرا فاجر اور شقی جو اللہ کی نگاہ میں ذلیل ہے ورنہ سارے انسان آدم کی اولاد ہیں اور اللہ نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا تھا۔" (25)

"اللہ قیامت کے روز تمہارا حسب نسب نہیں پوچھے گا اللہ کے ہاں سب سے عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔" (26)

"اللہ تمہاری صورتیں اور تمہارے مال نہیں دیکھتا وہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کی طرف دیکھتا ہے۔" (27)

عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جو شخص حقیقت جانتے ہوئے باطل کی حمایت میں جنگ کرے وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے غصے میں رہتا ہے یہاں تک کہ وہ باطل کی حمایت چھوڑ

24۔ [اشرف الله کیرہ لا علی قاری] 25۔ [ترمذی] 26۔ [ابن جریر ﷺ] 27۔ [مسلم، ابن ماجہ]

دے اور توبہ کرلے۔[28] ایک روایت کے مطابق ایک شخص نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ عصبیت کیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا "عصبیت یہ ہے کہ تم ظلم پر اپنی قوم کی حمایت کرو۔" ایک اور موقع پر فرمایا "عصبیت اسے کہتے ہیں کہ کوئی شخص ظلم کے معاملے میں اپنی قوم و جماعت کی اندھی حمایت کرے۔"[29]

سیرت طیبہ کا آغاز ہم نے اللہ تعالیٰ کے پاک نام سے کیا تھا اختتام عاشق رسول ﷺ علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے ان اشعار پر کرتے ہیں:

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر

روز محشر عذر ہائے من پذیر

گر حسابم را تو بینی ناگزیر

از نگاہِ مصطفیٰ ﷺ پنہاں بگیر

ترجمہ: "اے مولائے کریم تو غنی ہے اور میں ایک عاجز اور فقیر بے نوا۔ قیامت کے روز مجھے جواب دہی سے معاف رکھنا لیکن اگر جواب دہی ناگزیر ہو تو پھر سرورِ کائنات ﷺ سے اوجھل ہو کر حساب لیجیے (میں پر تقصیر امتی آپ ﷺ کا سامنا نہ کرسکوں گا۔)"

28- [ابن ماجہ] 29- [ابوداؤد، مسند احمد]

باب 27

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز و اقارب

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء واجداد

جناب عدنان سے حضرت عبدالمطلب تک

۱۔ جناب عدنان	۲۔ جناب معد
۳۔ جناب نزار	۴۔ جناب مضر
۵۔ جناب الیاس	۶۔ جناب مدرکہ
۷۔ جناب خزیمہ	۸۔ جناب کنانہ
۹۔ جناب نضر	۱۰۔ جناب مالک
۱۱۔ جناب فہر بن مالک	۱۲۔ جناب غالب بن فہر
۱۳۔ جناب لؤی بن غالب	۱۴۔ جناب کعب بن لؤی
۱۵۔ جناب مرہ بن کعب	۱۶۔ جناب کلاب بن مرہ
۱۷۔ جناب قصی بن کلاب	۱۸۔ جناب عبد مناف بن قصی
۱۹۔ جناب ہاشم بن عبد مناف	۲۰۔ حضرت عبدالمطلب بن ہاشم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین

۱۔ حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب

۲۔ حضرت آمنہ بنت وہب

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اور ان کے اہل و عیال

۱۔ حارث بن عبدالمطلب

۲۔ زبیر بن عبدالمطلب

۳۔ ابولہب بن عبدالمطلب

۴۔ حضرت ابوطالبؓ بن عبدالمطلب

۵۔ حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب

۶۔ حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب

۷۔ حجل، مقوم، قثم، غیداق اور ضرار (چچازاد بھائی)

۸۔ ضباعہ، اُمّ الحکم، صفیہ، اُمّ الزبیر، اُمِ ہانی، اُمِ طالب، جمانہ، اُمِ حبیب، ہند، اروی، اُمِ عمرہ، درہ، عزہ، خالدہ (چچازاد بہنیں)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھیاں

۱۔ اروئیؓ بنتِ عبدالمطلب

۲۔ عاتکہؓ بنتِ عبدالمطلب

۳۔ اُمِ حکیم البیضا بنتِ عبدالمطلب

۴۔ امیمہ بنتِ عبدالمطلب

۵۔ برہ بنتِ عبدالمطلب

۶۔ صفیہؓ بنتِ عبدالمطلب

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرال

۱۔ خویلد بن اسد

۲۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ

۳۔ زمعہ بن قیس

۴۔ خزیمہ بن حارث

۵۔ ابی امیہ سہیل بن المغیرہ

۶۔ جحش بن رأب

۷۔ حضرت عمر فاروقؓ

۸۔ حارث بن ابی ضرارؓ

۹۔ حارث بن حزن

۱۰۔ حیی بن اخطب

۱۱۔ ابوسفیانؓ بن حرب

سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات

۱۔ اُمِ المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰؓ

۲۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ

۳۔ حضرت سودہؓ

۴۔ حضرت ام سلمہؓ

۵۔ حضرت زینب بنت جحشؓ

۶۔ حضرت زینب بنت خزیمہ الہلالیہؓ

۷۔ حضرت حفصہؓ

۸۔ حضرت جویریہؓ

۹۔ حضرت صفیہؓ

۱۰۔ حضرت میمونہؓ

۱۱۔ حضرت ام حبیبہؓ

نبی کریم ﷺ کی باندیاں

۱۔ حضرت ماریہ قبطیہؓ

۲۔ حضرت ریحانہ خاتونؓ

۳۔ حضرت جمیلہؓ

نبی کریم ﷺ کی اولاد

۱۔ حضرت قاسم بن محمد ﷺ

۲۔ حضرت عبداللہ بن محمد ﷺ

۳۔ حضرت ابراہیم بن محمد ﷺ

۴۔ حضرت زینب بنت محمد ﷺ

۵۔ حضرت رقیہ بنت محمد ﷺ

۶۔ حضرت ام کلثوم بنت محمد ﷺ

۷۔ حضرت فاطمۃ الزہرا بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد

۱۔ حضرت ابوالعاص بن ربیعؓ

۲۔ حضرت عثمان غنیؓ

۳۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے نواسیاں

۱۔ حضرت علی بن ابوالعاصؓ

۲۔ حضرت امامہ بنت ابوالعاصؓ

۳۔ حضرت امام حسن بن علیؓ

۴۔ حضرت امام حسین بن علیؓ

۵۔ حضرت ام کلثوم بنت علیؓ

۶۔ حضرت زینب بنت علیؓ

سیرت طیبہ ایک نظر میں

ولادت باسعادت (مکہ)		12 ربیع الاوّل 20یا22 اپریل 571ء
وفات والدہ آمنہ بی بی رضی اللہ عنہا	6 سال	46 قبل ہجری 577ء
وفات دادا عبدالمطلب	8 سال	44 قبل ہجری 579ء
تجارتی کارواں کے ساتھ پہلا سفر شام	12 سال	40 قبل ہجری 583ء
حلف الفضول کے رکن	15 سال	37 قبل ہجری 586ء
حضرت خدیجہؓ کے مال کے ساتھ شام کا سفر	25 سال	28 قبل ہجری 595ء
حضرت خدیجہؓ کے ساتھ شادی	25 سال	28 قبل ہجری 595ء
خانہ کعبہ کی تعمیر اور حجر اسود کا تنازعہ	35 سال	18 قبل ہجری 605ء
حضرت فاطمہؓ کی ولادت	35 سال	18 قبل ہجری 605ء
غار حرا میں پہلی وحی	40 سال	12 قبل ہجری 610ء
اعلانیہ تبلیغ اسلام	43 سال	9 قبل ہجری 614ء
شعب ابی طالب کا محاصرہ	46 سال	7 قبل ہجری 615ء
حضرت عمرؓ اور حضرت حمزہؓ کا قبول اسلام	47 سال	6 قبل ہجری 616ء
حضرت خدیجہؓ اور ابو طالب کی وفات	49 سال	3 قبل ہجری 619ء
حضرت عائشہؓ سے نکاح	49 سال	3 قبل ہجری 619ء
طائف کا سفر	49 سال	3 قبل ہجری 619ء
معراج	50 سال	2 قبل ہجری 620ء

مدینہ کے وفد کا قبول اسلام	50 سال	2 قبل ہجری 620ء
بیعت عقبہ	52 سال	1 قبل ہجری 621ء
ہجرت مدینہ	52 سال	جمعہ 10 ستمبر 622ء
مسجد نبوی کی تعمیر	53 سال	ہجرت کا پہلا سال 622ء
مواخات مدینہ	53 سال	ہجرت کا پہلا سال 622ء
میثاق مدینہ	53 سال	ہجرت کا پہلا سال 622ء
قبلہ کی تبدیلی	54 سال	2 ہجری 624ء
غزوہ بدر	54 سال	2 ہجری 624ء
زکوۃ کا حکم	54 سال	2 ہجری 624ء
غزوہ احد	55 سال	3 ہجری 625ء
شراب کی ممانعت	56 سال	4 ہجری 625ء
غزوہ احزاب	57 سال	5 ہجری 627ء
صلح حدیبیہ	58 سال	6 ہجری 628ء
غزوہ خیبر	58 سال	7 ہجری 628ء
فتح مکہ	60 سال	8 ہجری 630ء
غزوہ حنین	60 سال	8 ہجری 630ء
غزوہ تبوک	61 سال	9 ہجری 630ء
حجۃ الوداع	62 سال	10 ہجری 632ء
رفیق اعلیٰ کی جانب سفر	63 سال	11 ہجری 632ء

سیرت طیبہ ایک نظر میں

ولادت باسعادت (مکہ)		12 ربیع الاول 20 یا 22 اپریل 571ء
وفات والدہ ماجدہ بی بی آمنہ	6 سال	46 قبل ہجری 577ء
وفات دادا عبدالمطلب	8 سال	44 قبل ہجری 579ء
چچا ابوطالب کے ساتھ پہلا سفر شام	12 سال	40 قبل ہجری 583ء
حلف الفضول کے رکن	15 سال	37 قبل ہجری 586ء
حضرت خدیجہؓ کے مال کے ساتھ شام کا سفر	25 سال	28 قبل ہجری 595ء
حضرت خدیجہؓ کے ساتھ شادی	25 سال	28 قبل ہجری 595ء
خانہ کعبہ کی تعمیر اور حجر اسود کا تنازعہ	35 سال	18 قبل ہجری 605ء
حضرت فاطمہؓ کی ولادت	35 سال	18 قبل ہجری 605ء
غار حرا میں پہلی وحی	40 سال	12 قبل ہجری 610ء
اعلانیہ تبلیغ اسلام	43 سال	9 قبل ہجری 614ء
شعب ابی طالب کا محاصرہ	46 سال	7 قبل ہجری 615ء
حضرت عمرؓ اور حضرت حمزہؓ کا قبول اسلام	47 سال	6 قبل ہجری 616ء
حضرت خدیجہؓ اور ابوطالب کی وفات	49 سال	3 قبل ہجری 619ء
حضرت عائشہؓ سے نکاح	49 سال	3 قبل ہجری 619ء
طائف کا سفر	49 سال	3 قبل ہجری 619ء
معراج	50 سال	2 قبل ہجری 620ء

مدینہ کے وفد کا قبول اسلام	50 سال	2 قبل ہجری 620ء
بیعت عقبہ	52 سال	1 قبل ہجری 621ء
ہجرت مدینہ	52 سال	جمعہ 10 ستمبر 622ء
مسجد نبوی کی تعمیر	53 سال	ہجرت کا پہلا سال 622ء
مواخات مدینہ	53 سال	ہجرت کا پہلا سال 622ء
میثاق مدینہ	53 سال	ہجرت کا پہلا سال 622ء
قبلہ کی تبدیلی	54 سال	2 ہجری 624ء
غزوہ بدر	54 سال	2 ہجری 624ء
زکوۃ کا حکم	54 سال	2 ہجری 624ء
غزوہ احد	55 سال	3 ہجری 625ء
شراب کی ممانعت	56 سال	4 ہجری 625ء
غزوہ احزاب	57 سال	5 ہجری 627ء
صلح حدیبیہ	58 سال	6 ہجری 628ء
غزوہ خیبر	58 سال	7 ہجری 628ء
فتح مکہ	60 سال	8 ہجری 630ء
غزوہ حنین	60 سال	8 ہجری 630ء
غزوہ تبوک	61 سال	9 ہجری 630ء
حجتہ الوداع	62 سال	10 ہجری 632ء
رفیق اعلیٰ کی جانب سفر	63 سال	11 ہجری 632ء

حوالہ جات

یہ حوالہ جات سید محمود رقیب نے ترتیب دیئے ہیں

کتب۔ احادیث۔ مصنف

ا

- ابن ماجہ • البلاذری
- ابن سعد • ابوداؤد کتاب الادب
- الغزالی: کیمیائے سعادت
- ابن ماجہ کتاب التجارت
- احمد بن حنبل • ابن اسحاق
- ابن جریر • الروض الانف
- انساب الاشراف
- احمد بن زینی دحلان
- الزرقانی • ابن قیم
- المعجم الاوسط • الرحیق المختوم
- ابن کثیر البدایہ والنہایہ
- اعلام النبوۃ الماوردی
- السیرۃ الحلبیہ دحلان
- ابن ہشام
- ابن خلدون
- ابن الجوزی
- السہیلی الروض الانف
- ابن سعد طبقات
- ابن کثیر الوفاء باحوال
- الوفا • ابن حنبل
- البیہقی • المغازی
- الواقدی • احیاء العلوم
- ابن حزم • الشفاء
- ابن بشیر • اسد الغابہ
- السیر الکبیر • النساء
- امام غزالی • الماوردی
- انسان کامل • ابوالاعلیٰ مودودی

ب

- بخاری: باب فضائل اصحاب النبی ﷺ
- بخاری: زاد المعاد
- بلوغ الارب
- بلاذری

پ

- پیر کرم شاہ: ضیاء النبی ﷺ

ت

- تفہیم القرآن

34-32:74 16-13:70 69-62:5

- تاریخ یعقوبی • ترمذی
- ترمذی کتاب الاحکام
- ترمذی کتاب المناقب

- ترمذی: کتاب البیوع
- ترمذی: کتاب العلم
- تاریخ الخمیس
- تاریخ طبری
- تفسیر خازن مع معالم

ج

- جسٹس امیر علی: سیرت ﷺ
- جمع الجوامع
- جوامع السیرۃ
- جامع ترمذی

ح

- حامد انصاری: اسلام کا نظام حکومت
- حمید اللہ: عہد نبوی کا نظام حکومت
- حمید اللہ: رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی
- حمید اللہ: سیاسی وثیقہ جات

خ

- خالد علوی: انسان کامل

د

- دلائل النبوۃ

ر

- روضۃ الاحباب

ز

- زاد المعاد
- زرقانی
- زاہد علی: پیغمبر اسلام اور اخلاق حسنہ
- زینی دحلان

س

- سیرۃ النبویہ: احمد بن زینی
- سبل الہدیٰ
- سیرت سرور عالم ﷺ
- سیرۃ خیر العباد ﷺ
- سنن بیہقی
- سنن ابی داؤد
- سید سلیمان ندوی
- سلمان منصور پوری
- سیوطی
- سیرت صحابہؓ

ش

- شبلی
- شرح سیرۃ کبیر
- شمائل ترمذی
- شرح السیر الکبیر
- شعب الایمان
- شرح فقہ اکبر ملا علی قاری
- شمائل من علی

ط

- طبقات ابن سعد
- طبرانی
- طبری مفہوم
- طبری
- طاہر القادری
- طاہر القادری: اسلام میں انسانی حقوق
- طاہر القادری: مقدمہ سیرت

ع

- عبید اللہ سندی: [شعور آگہی]
- عبد الحق: مدارج النبوۃ
- علی نقوی

ف

- فتح الباری
- فتوح البلدان

ک

- کتانی
- کتاب المغازی
- کتاب الخراج
- کنز العمال

ق

- قزوینی
- قاضی عیاض

م

- مسلم [illegible]
- محمد حسنین ہیکل
- مسلم
- مسند احمد بن حنبل
- مدارج النبوۃ
- مشکوٰۃ
- مسلم کتاب البیوع
- محسن انسانیت، نعیم صدیقی
- موطا امام مالک
- معجم کبیر طبرانی
- مسند الشہاب
- مخزن اخلاق
- منیر احمد وقار: پیغمبر امن صلی اللہ علیہ وسلم

ن

- نسائی
- نقوش: سیرت نمبر
- نہج البلاغہ

و

- وفاء الوفاء

ھ

- ہشام: زاد المعاد

Foreign

- W.M.Watt
- Constent Virgil
- Ahmad Holtt
- James Michener
- Carlile Arnold
- W.Arnold

حوالہ جات قرآنی آیات

نام سورۃ + آیات نمبر

- تعداد سورہ 55
- تعداد آیات 287

سورت نمبر 2: البقرۃ (22 آیات)

آیات نمبر: 4، 5، 29، 44، 58، 79، 117، 151، 168، 177، 188، 189، 207، 217، 219، 231، 256، 262، 272، 273، 275، 282۔

....

سورت نمبر 3: آل عمران (16 آیات)

آیات نمبر: 27، 32، 81، 84، 92، 96، 105، 140، 143، 144، 152، 153، 159، 164، 181، 200۔

....

سورت نمبر 4: النساء (11 آیات)

آیات نمبر: 21، 22، 29، 32، 36، 43، 58، 105، 109، 127، 135۔

....

سورت نمبر 5: المائدۃ (آیات 10)

آیات نمبر: 3، 8، 42، 45، 90، 91، 92، 93، 98، 99۔

....

سورت نمبر 6: الانعام (آیات 17)

آیات نمبر: 5، 33، 52، 62، 63، 64، 65، 66، 67، 68، 106، 107، 108، 109، 152، 160، 165۔

....

سورت نمبر 7: الاعراف (آیات 4)

آیات نمبر: 10، 31، 33، 85۔

....

سورت نمبر 8: الانفال (آیات 16)

آیات نمبر: 1، 5، 6، 9، 11، 26، 27، 28، 30، 34، 41، 67، 68، 69، 74، 75۔

....

سورت نمبر 9: التوبۃ (آیات 7)

آیات نمبر: 30، 31، 34، 35، 40، 107، 108۔

....

سورت نمبر 10: یونس (آیات 2)

آیات نمبر: 108، 109۔

....

سورت نمبر 11: ھود (آیت 1)

آیت نمبر: 6

....

سورت نمبر 15: الحجر (آیات 4)

آیات نمبر: 6، 89، 94، 97۔

....

سورت نمبر 16: النحل (آیات 8)

آیات نمبر: 17، 20، 58، 59، 90، 125، 126، 127۔

....

سورت نمبر 17: بنی اسرائیل (آیات 19)

آیات نمبر: 1، 3، 19، 22، 23، 24، 25، 26، 30، 34، 35، 36، 37، 53، 54، 90، 91، 92، 93۔

....

سورت نمبر 18: الکھف (آیت 1)

آیت نمبر: 29

....

سورت نمبر 19: مریم (آیات 5)

آیات نمبر: 42، 43، 44، 45، 46۔

....

سورت نمبر 20: طٰہٰ (آیات 9)

آیات نمبر: 23، 24، 25، 26، 27، 28، 29، 114، 118۔

....

سورت نمبر 21: الانبیاء (آیات 4)

آیات نمبر: 65، 69، 72، 73۔

....

سورت نمبر 22: الحج (آیات 2)

آیات نمبر: 39، 41۔

....

سورت نمبر 24: النور (آیت 1)

آیت نمبر: 30

....

سورت نمبر 26: الشعراء (آیات 2)

آیات نمبر: 181، 183۔

....

سورت نمبر 29: العنکبوت (آیت 1)

آیت نمبر: 17

....

سورت نمبر 30: الروم (آیات 2)

آیات نمبر: 6، 32۔

....

سورت نمبر 33: الاحزاب (آیات 7)

آیات نمبر: 21، 28، 29، 36، 37، 51، 57۔

....

سورت نمبر 36: یٰسین (آیت 1)

آیت نمبر: 9

....

سورت نمبر 37: الصافات (آیات 11)

آیات نمبر: 8، 9، 10، 11، 101، 102، 103، 104، 105، 106، 107۔

....

سورت نمبر 38: ص (آیت 1)

آیت نمبر: 4

....

سورت نمبر 39: الزمر (آیات 2)

آیات نمبر: 3، 9۔

....

سورت نمبر 41: حم السجدۃ (آیت 1)

آیت نمبر: 30

....

سورت نمبر 42: الشوریٰ (آیت 1)

آیت نمبر: 40

....

سورت نمبر 46: الاحقاف (آیات 2)

آیات نمبر: 15، 25۔

....

سورت نمبر 48: الفتح (آیات 4)

آیات نمبر: 1، 2، 3، 4۔

....

سورت نمبر 49: الحجرات (آیات 3)

آیات نمبر: 9، 12، 13۔

....

سورت نمبر 50: ق (آیت 1)

آیت نمبر: 45

....

سورت نمبر 53: النجم (آیات 2)

آیات نمبر: 18، 39۔

....

سورت نمبر 57: الحدید (آیات 2)

آیات نمبر: 10، 25۔

....

سورت 59: الحشر (آیات 4)

آیات نمبر: 6، 7، 9، 21۔

....

سورت نمبر 60: الممتحنۃ (آیات 2)

آیات نمبر: 10، 12۔

....

سورت نمبر 61: الصف (آیات 2)

آیات نمبر: 2، 9۔

....

سورت نمبر 62: الجمعۃ (آیت 1)

آیت نمبر: 10

....

سورت نمبر 67: الملک (آیات 2)

آیات نمبر: 42، 43۔

....

سورت نمبر 68: القلم (آیات 2)

آیات نمبر: 4، 51۔

....

سورت نمبر 70: المعارج (آیات 4)

آیات نمبر: 13، 14، 15، 16۔

....

سورت نمبر 72: الجن (آیات 3)

آیات نمبر: 1، 2، 18۔

....

سورت نمبر 74: المدثر (آیات 10)

آیات نمبر: 1، 2، 3، 4، 5، 6، 7، 32، 33، 34۔

سورت نمبر 76: الدھر (آیت 1)

آیت نمبر: 8

....

سورت نمبر 77: المرسلات (آیات 2)

آیات نمبر: 25، 26۔

....

سورت نمبر 80: عبس (آیات 12)

آیات نمبر: 1، 2، 3، 4، 5، 6، 7، 8، 9، 10، 11، 12۔

....

سورت نمبر 81: التکویر (آیت 1)

آیت نمبر: 41

....

سورت نمبر 93: الضحیٰ (آیات 6)

آیات نمبر: 6، 7، 8، 9، 10، 11۔

....

سورت نمبر 96: العلق (آیات 7)

آیات نمبر: 1، 2، 3، 4، 5، 17، 18۔

....

سورت نمبر 105: الفیل (آیات 5)

آیات نمبر: 1، 2، 3، 4، 5۔

سورت نمبر 106: قریش (آیات 3)

آیات نمبر: 2، 3، 4۔

سورت نمبر 107: الماعون (آیات 7)

آیات نمبر: 1، 2، 3، 4، 5، 6، 7۔

سورت نمبر 109: الکافرون (آیات 6)

آیات نمبر: 1، 2، 3، 4، 5، 6۔

سورت نمبر 111: اللھب (آیات 5)

آیات نمبر: 1، 2، 3، 4، 5۔